کُلّیاتِ ممنُون
میر نظام الدین ممنون دہلوی
مُرتّبہ
ڈاکٹر صدِّیقہ ارمان

# کُلّیاتِ مُمنُون

میر نظام الدین ممنون دہلوی

مُرتّبہ

ڈاکٹر صدیقہ ارمان

سالِ اشاعت : ۱۹۹۶ء

ناشر : سید وقار معین

سرورق : مبین الرحمٰن

ضخامت : ۴۶۴

طابع : زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور

قیمت : ۴۳۰ روپے

## انتساب

والدِ مرحوم حاجی بشارت علی خاں آفریدی ارمان اکبر آبادی کے نام

جن کی بے توجہ تربیت نے کوچہ، حرف شناساں میں پہنچا دیا

صدیقہ ارمان

## مؤلفہ کی دیگر تصانیف

۱۔ سروشِ سدرہ ۱۹۸۶ء ارمان اکبرآبادی (انتخاب کلام)

۲۔ صد خلش ۱۹۸۷ء ارمان اکبرآبادی (غزلیہ کلام)

۳۔ بادۂ امروز ۱۹۹۰ء ارمان اکبرآبادی (نظمیہ کلام)

### زیر تکمیل

سرسید تحریک کا ردعمل

# ترتیب

## مثنویات



## مراثی



## غزلیات

## ق



## ک



## ل



## م

## مخمس

## قطعات

# رباعیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر جمیل جالبی
سابق شیخ الجامعہ ،
جامعہ کراچی
سابق صدر نشین ،
مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد

# پیش لفظ

میر نظام الدین ممنون (وفات ۱۲۶۰ ھ) اپنے دور کے پرگو ، مشاق و قادر الکلام شاعر تھے اور اردو شاعری کی اس بڑی روایت کے علمبردار تھے جو ولی دکنی سے شروع ہو کر حاتم سے ہوتی ہوئی محمد ابراہیم ذوق تک پہنچتی ہے ۔ ممنون کے دور میں شاعری اس تہذیب کی مقبول عام سرگرمی تھی اور اردو وہ واحد زبان تھی جو سارے برصغیر میں عام طور پر اور شمالی ہندو دکن میں خاص طور پر بولی اور سمجھی جاتی تھی ۔ یہ بادشاہوں اور طبقہ ، خواص کی زبان بھی تھی اور عوام و رعیت کی بھی زبان تھی ۔ اس زبان میں بادشاہ بھی شاعری کرتے تھے اور دوسرے طبقات کے عام آدمی بھی ۔ مشاعرے اس تہذیب و معاشرت کی جان اور ابلاغ کا موثر ذریعہ تھے ۔ بات بات میں اشعار کا حوالہ طرز اظہار میں موتی پروتا تھا ۔ شاعر اس دور میں ، تہذیبی و معاشرتی سطح پر ، ایک بلند تر مقام کا حامل تھا ۔ اور اسے حد درجہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا ۔ بادشاہ وقت شاہ عالم ثانی آفتاب بھی شاعر تھے اور ان کے بیٹے اکبر شاہ ثانی شعاع بھی اور ان کے بیٹے بہادر شاہ ظفر بھی شاعر تھے ۔ میر نظام الدین ممنون شاہ عالم ثانی آفتاب کی محفلوں میں بھی شریک ہوئے ۔ اکبر شاہ ثانی شعاع ان سے مشورہ سخن کرتے تھے ۔ "مجموعہ نغز" میں ممنون کے معتبر معاصر ، شاعر اور تذکرہ نگار حکیم قدرت اللہ قاسم نے لکھا ہے :

> "جوانے است شیریں سخن ، واقف اکثر اصول ایں فن ۔ سلیس گفتار ، فصیح زبان ، نیکی کردار ، عذوبت بیان ۔ در سلک شعرائے پائے سریر خاقانی انتظام و بقدر شناسی و دیدہ وری حضرت ظل سبحانی بخطاب مستطاب فخر الشعرائے عز و احترام داشت ۔ طبع مشکل پسند ۔ بادشاہی بدیہہ ہم از و سرانجام می یافت ۔ حسب الحکم ارفع اعلیٰ قصہ برشتہ ، نظم کشیدہ و بدرجہ قبول خاطر ظل الٰہی رسیدہ فیض سخن از پدر والا قدر خود ربودہ ۔ از چندے استعفائے خدمت حضور فیض گنجور نمودہ ملخص" ۔ (ص ۲۱۲ ، حصہ دوم ، مرتبہ حافظ محمود شیرانی ، لاہور ۱۹۳۳ء) ۔

قدرت اللہ قاسم نے ممنون کی شیریں سخنی اور طبع کی مشکل پسندی کے ساتھ زبان کی فصاحت اور فن شعری سے واقفیت کی تعریف کی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنے والد میر قمر الدین منت کے شاگرد تھے اور بادشاہ وقت نے انہیں فخر الشعراء کا خطاب بھی دیا تھا ۔

حیرت کی بات ہے کہ اپنے دور کے اتنے اہم و معتبر شاعر کا کلیات اب تک شائع نہیں ہوا ۔ یہ ضرور ہے کہ ڈاکٹر منشاء الرحمن خان منشا نے ممنون پر اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا تھا اور محمد اکبر الدین صدیقی مرحوم نے کلیات ممنون کے نام سے ایک جلد شائع کی تھی جو صرف قصائد پر مشتمل تھی ۔ اس کے بعد پھر یہ سلسلہ منقطع ہو گیا ۔ باقی کلام اب تک شائع نہیں ہوا ۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اب یہ کام جامعہ کراچی کے شعبہ ، اردو کی استاد ڈاکٹر صدیقہ ارمان کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا ہے ۔ جن لوگوں نے ممنون کا کلام پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کلیات ممنون مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔ متن کی صحت کے ساتھ تیاری جان جوکھوں کا کام ہے ۔ ڈاکٹر صدیقہ ارمان نے پتا مار کر اس کام کو بڑی جاں کاہی سے کیا ہے ۔ اگر کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں تو آنے والے اس کام کو پورا کریں گے ۔

پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی
سابق صدر، شعبہ اردو جامعہ کراچی

# پیش لفظ

ڈاکٹر صدیقہ ارمان، شعبہ اردو، جامعہ کراچی میں استاد ہیں۔ وہ اچھی استاد اور محنتی خاتون ہیں۔ انہوں نے نظام الدین ممنون۔ حیات اور شاعری پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند ۱۹۷۵ء میں حاصل کی تھی اس کے بعد بھی وہ علمی و ادبی کاموں میں مصروف رہیں۔ سروش سدرہ، صد خلق اور بادہ ٔ امروز کے نام سے بشارت علی خاں آفریدی اکبر آبادی کے مجموعے مرتب کرکے شائع کیے۔ اب انہوں نے کلیات ممنون مرتب کی ہے۔ انہوں نے انڈیا آفس، آصفیہ، دہلی، کلکتہ اور بھوپال کے معلوم نسخوں تک رسائی حاصل کی البتہ پٹیالہ کا نسخہ ان کی دسترس میں نہیں رہا۔ انہوں نے بنیاد انڈیا آفس کے نسخے کو بنایا ہے کیونکہ یہ دوسرے نسخوں کے مقابلہ میں مکمل اور تاریخی اعتبار سے متاخر اور کتابت کے اعتبار سے بہتر ہے۔ متن کے اس نسخے سے اختلاف کی صورتوں کی وضاحت حواشی میں کردی گئی ہے۔

ترتیب و تدوین کا کام بڑا جان لیوا ہوتا ہے۔ اور اس میں قرات کی غلطیوں کا بڑا امکان رہتا ہے۔ دو سو سال قبل کی انشا، املا اور زبان کی قرات جس قدر دشوار ہے اس سے وہی لوگ آشنا ہیں جو اس اوگھٹ گھاٹی سے گزر چکے ہوں۔ ڈاکٹر صدیقہ کی تمام لگن اور ساری محنت کے باوجود اس کا امکان موجود ہے کہ قرات کی غلطیاں اس کلیات میں موجود ہوں۔ لیکن اس سے ان کی محنت اور دیدہ ریزی پر حرف نہیں آتا۔ یہ کلیات آئندہ کے کام کرنے والوں کے لیے مہمیز کا کام دے گا۔

ڈاکٹر صدیقہ ارمان چونکہ ممنون پر پہلے تحقیقی کام کرچکی ہیں اور ممنون کا تفصیلی مطالعہ کرچکی ہیں اس لیے ان کے کلیات کی ترتیب و تدوین ایک طرح انہیں کے کرنے کا کام تھا۔ اسی لیے انہوں نے مقابلتاً ایک مختصر مقدمہ لکھا ہے کیونکہ بیشتر کہنے والی باتیں وہ اپنے مقالے میں کہہ چکی ہیں اور اس کا بڑا حصہ سہ ماہی اردو جولائی تا ستمبر ۱۹۷۸ء اور جولائی تا ستمبر ۱۹۷۹ء میں شائع ہوچکا ہے اس لیے انہوں نے کہی ہوئی چیزوں کی تکرار کو مناسب نہ جانا۔

اب تک کلیات ممنون کا مرتب نہ کیا جانا تحقیق کی طرف سے ہماری لاپروائی کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر صدیقہ نے اس کام کی طرف توجہ دے کرایک اہم تحقیقی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اول درجے کی چیزوں کے انتظار میں دوسرے درجے کی چیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا مناسب رویہ نہیں ہے۔ یہ ایک دل لگتا اصول ہے اگر ڈاکٹر صدیقہ صاحبہ اس کلیات کو بہتر سے بہتر بنانے کے انتظار میں رہتیں تو شاید ہم اس کام سے بھی محروم رہتے۔ اس لیے انہوں نے اس بھاری پتھر کو اٹھا ہی لیا ہے۔ اب یہ اہل نظر کے سامنے ہے اور وہ اس کے حسن و قبح کی نشان دہی کے مجاز ہیں۔

ممنون اردو ادب کے دور قدیم کے اہم شعراء میں شامل ہیں۔ وہ اپنے وقت کے مزاج و مذاق کے اعتبار سے شعرگوئی میں بلند مقام کے حامل تھے تو دوسری طرف انہوں نے آنے والی نسلوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ غزل، قصیدہ، مراثی، رباعی، مستزاد، مخمس، مسدس، رباعی اور واسوخت غرض ہر قابل ذکر صنف میں انہوں نے طبع آزمائی کی ہے اور ان اصناف کے معیار متعین کرنے والوں میں

ان کا نام بھی شامل ہے۔ قدیم تذکرہ نگاروں نے ان [illegible]
اضافات کا اعتراف کیا ہے۔ ایک ایسے تذکرے [illegible]
ہے۔

امید ہے کہ ادبی حلقوں میں اس کی مناسب پذیرائی ہوگی۔

[illegible]

# حرفِ آغاز

اپنے خیالات کا اظہار مناسب الفاظ میں کچھ اتنا پیچیدہ مسئلہ نہیں لگتا کیونکہ مفہوم کی بھرپور ادائیگی کے لئے مصنف کو متبادل الفاظ ڈھونڈنے میں کچھ زیادہ دشواری نہیں ہوتی۔ بسا اوقات تو موضوع ادائیگیٔ مفہوم کے لئے خود ہی مناسب لفظ پیش کر دیتا ہے۔

لیکن دوسروں کے خیال کو انہی کے الفاظ میں بجنسہٖ رقم کرنا ایک مشکل تر عمل ہے بالخصوص دو ڈیڑھ سو سال پرانی زبان کو حرفاً حرفاً درست کاغذ پر منتقل کرنا ایک عجیب ذہنی ورزش ہے۔ ناقابلِ فہم الفاظ کو قابلِ فہم بنانے کے مرحلہ پر ذہن اپنے کارخانے سے موزوں لفظ پیش کرنا چاہتا ہے تاکہ قیل و قال کی کشمکش سے نجات ملے اسی لمحہ تحت الشعور آگاہ کرتا ہے کہ اپنے لفظوں کی یہاں گنجائش نہیں بلکہ بوسیدہ کاغذ پر پھیلے ہوئے کٹے پھٹے اور مٹے ہوئے (بہت سے متروک بھی) الفاظ کو ہی قابلِ فہم بنانا ہے تاکہ کلامِ موزوں بے معنی نہ ہونے پائے۔ اس تگ و دو میں ایسے مرحلے بھی آتے ہیں کہ لفظ کی درست قرات میں کئی کئی گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں۔

اپنے عہد کے پس منظر میں کلامِ ممنون تعقید کے تکلف سے آراستہ ہے۔ آج کی روانیٔ زبان ایسے تکلفات کی متحمل ہونا نہیں چاہتی چنانچہ اس کے لئے اعراب لگانا ضروری سمجھا گیا۔ کمپیوٹر میں ابھی زیر (ــِـ) زبر (ــَـ) کا اہتمام نہیں لہٰذا پروف ریڈنگ کی بار بار کی مشق میں اعراب لگائے گئے تاکہ قاری کو قباحت سے بچایا جاسکے۔

مختلف نسخوں کے تقابلی جائزے سے کلام کی اس طرح صورت پذیری کی کوشش کی ہے جو ان کے عصری پس منظر کے حوالے سے درست ہو سکتی تھی۔ ممنون کا دور روایت و درایت کے اعتبار سے اہم زمانہ تھا۔ میر کی سبک روی اور غالب کی انقلاب آگیں فکر نے پورے عہد کو اپنے محیط میں لے لیا تھا۔ زبان و بیان کی نزاکتوں کا اہتمام اس دور کا خاصہ تھا۔ ممنون نے اس دور سے کیا اخذ کیا اور کیا کچھ دیا اس حقیقت کا اظہار کلیات کی مکمل صورت سے ہی ہو سکتا ہے۔ غزل۔ قصیدہ۔ مثنوی۔ مراثی۔ قطعات اور رباعیات تمام اصناف سخن کے مجموعی تاثرات سے مقام شاعر کے تعین میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

تدوین میں اسی ترتیب کو قائم رکھا ہے جو خود شاعر کی تھی۔ سب سے اول قصائد۔ پھر مثنویات۔ مراثی و غزلیات اور پھر دیگر اصناف سخن۔ اسی طرح ہر صنف کے اشعار کی ترتیب بھی وہی رکھی ہے جو نسخہ لندن میں تھی۔

کتاب کے نک سُک کے حوالے سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ نقص و خطا بشریت کی دلیل ہے لیکن میں نے اپنی تمام تر مساعی کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تدوین اس شعوری احساس کے ساتھ کی ہے کہ کلام شاعر بدست شاعر مدون نہ ہونے کی شکایت نہ رہے۔

میں محترمی ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کی بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے نہ صرف اپنے گرانقدر خیالات سے نوازا بلکہ آپ وساطت سے ہی محترمی ڈاکٹر گوہر نوشاہی صاحب نے مخطوطہ بینی کے بہت سے رموز بتائے اور بغور مطالعہ کے بعد بعض اغلاط کی نشاندہی بھی کی۔ محترمی پروفیسر ڈاکٹر یونس حسنی صاحب کا شکریہ بھی واجب ہے کہ کتاب کے بارے میں اپنے وقیع خیالات کا اظہار کیا۔

محترمی شمیم احمد صاحب مرحوم (شعبہ اردو جامعہ کراچی) اور محترمہ ڈاکٹر روشن آرا صاحبہ (استاد شعبہ فارسی) کی مشکور ہوں کہ درست قرات کے سلسلہ میں معاونت فرمائی۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب (استاد شعبہ اردو جامعہ کراچی) کی بھی شکر گذار ہوں کہ مفید مشوروں سے نوازا۔

صدیقہ ارمان

۲۱ دسمبر ۱۹۹۵ء

فکر و معنی ، ہیئت و صورت اور الفاظ کے مناسب در و بست [illegible] جہاں اپنی شناخت خود بن سکے ۔ اسلوب اور لہجے کے اعتبار سے اپنے معاصرین [illegible] موجود ہے ۔

مرتبہ کے لحاظ سے سب شاعر یکساں حیثیت نہیں رکھتے لیکن تاریخ کے ادوار میں ہر ایک کی اپنی ایک علیحدہ حیثیت [illegible] زبان و بیان میں ان کی تخلیقات اپنا کام تدریجی عمل کے طور پر کر رہی ہیں جو فصل زمانی [illegible] ایک نیا نقش قائم کرتا [illegible]

مختلف ادوار کے ترجیحی رویوں کو سمجھنے کے لئے اس سے بہتر پیمانہ نہیں کہ ہر زمانے کے معروف اور [illegible] میر و غالب سے لے کر رنگین جیسے شعراء تک کے کلام کو سامنے لاتی ہے ۔ نظیر ، درد ، میر ، سودا ، غالب ، مومن اور انیس [illegible] صرف اپنے عہد کے لئے بلکہ زبان کے مستقبل کے لئے بھی کشادگی و وسعت کی ضمانت بن جاتے ہیں ۔ لیکن ذوق ، مصحفی ، جرات ، انشاء، شاہ نصیر ، احسان ، منت اور تسکین وغیرہم بھی نہ صرف تہذیبی ، ثقافتی ، تمدنی اور ادبی روایات کا تسلسل قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ ذخیرۂ ادب کی آبیاری کا فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں ۔

ممنون شعراء کے اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے روایت کو بحسن و خوبی زمانہ آئندہ کے حوالے کیا اور اس کے ساتھ ہی موصوف نے جدت و تنوع کے بھی کئی رخ پیش کئے ۔ کئی تذکرہ نگاروں نے ان کی اس خوبی کی طرف اشارے کئے ہیں ۔ مثلاً نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ لکھتے ہیں ۔

"طرز گفتارش خیلے دلچسپ و دل نشین است و ملاحت کلامش نہایت عذب و شیریں ۔ در بستن مضامین بیگانہ یگانہ است و فکر صحیح صایب از غلطش استادانہ "[1]

سعادت خاں ناصر کی رائے ہے کہ :-

"متلاشی سخن نو جو یائے تازہ مضمون ۔ شاعر یگانہ میر نظام الدین ممنون .... پایہ شاعری میں اپنے معاصرین سے برابر بلکہ برتر "[2]

"کلیات ممنون" میں تقریباً تمام اصناف مروجہ موجود ہیں ۔ ترتیب اس طرح ہے :

| | | |
|---|---|---|
| ۱ ۔ | قصائد | ۳۲ |
| ۲ ۔ | مثنویات | ۱۰ |
| ۳ ۔ | مراثی | ۲ |
| ۴ ۔ | غزلیات | ۳۸۴ |
| ۵ ۔ | مستزاد | ۱ |
| ۶ ۔ | واسوخت | ۱ |
| ۷ ۔ | مخمسات | ۱۹ |
| ۸ ۔ | قطعات | ۳۰۹ |
| ۹ ۔ | رباعیات | ۵۵ |

---

۱ ۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ ۔ "گلشن بیخار" ۔ لاہور ۱۹۷۳ء ۔ ص ۱۱۷ ۔

۲ ۔ سعادت خاں ناصر ۔ "خوش معرکہ زیبا" ۔ مرتبہ مشفق خواجہ ۔ لاہور ۔ ۱۹۷۰ء، ص ۲۹۲ ۔

یہ تمام اصناف مل کر اپنے عہد کی دستاویز بن جاتی ہیں جس کو منظر عام پر لانا ایک تہذیبی و ثقافتی ضرورت کے زمرے میں آتا ہے۔

ممنون نے طویل عمر پائی۔ ولادت لگ بھگ ۱۱۸۲ھ م ۹-۱۷۶۸ء۔ وفات ۱۲۶۰ھ م ۵-۱۸۴۴ء[1] جائے ولادت وفات دہلی[2]۔ کسب فنون اپنے والد سے کیا۔ اصلاح شعر بھی انہی سے لی۔

ممنون اک جہاں کو ہے اپنے سخن سے فیض
منت کی تربیت سے ہوئے فیضیاب ہم

شاہ عالم ثانی نے ممنون کو ۱۲۱۸ھ میں فخر الشعراء کا خطاب دیا[3]۔ محمد اکبر شاہ ثانی ممنوں کے شاگرد تھے۔ ۱۸۱۸ء سے ۱۸۲۲ء تک ممنون اجمیر میں صدر الصدور کے عہدے پر رہے[4] باقی عمر دہلی و لکھنؤ میں بسر کی[5]۔

ان کے والد میر قمر الدین منت خود بڑے شاعر تھے۔ بڑے بھائی شمس الدین اور چھوٹے بھائی میر صادق علی صفدری، میر باقر علی جعفری، مرزا علی رضا مسون سب شاعر تھے۔ تینوں چھوٹے بھائیوں نے ممنون سے اصلاح لی۔

ایک بیٹے کی تاریخ وفات ملتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا انتقال کم سنی میں ہو گیا تھا۔ ممنون کی والدہ کا نام رضیہ تھا۔ ایک قطعہ میں ان کی تاریخ وفات لکھی ہے۔ حالی نے ان کے داماد اور بھتیجے سید جعفر علی کا ذکر کیا ہے۔

"ایک بزرگ سید جعفر علی مرحوم، جو میر ممنون دہلوی کے بھتیجے اور نیز داماد تھے، فارسی لٹریچر، تاریخ اور طب میں ید طولی رکھتے تھے۔ ان سے دو چار فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور ان کی صحبت میں فارسی لٹریچر سے ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو گئی"[6]

ایک قطعہ میں اپنی نواسی کی تاریخ ولادت بیان کی ہے۔

مریم آں نور چشم فرزندم
بسعادت منیر شد پیدا

دوسرا قطعہ بھی اسی نواسی کی پیدائش سے متعلق ہے۔

تحب اور تسید ممنوں کے بھتیجے تھے یہ دونوں حضرات بھی شاعر تھے۔ قادر بخش صابر "گلستان سخن" میں اور عبد الغفور نساخ نے "سخن شعراء" میں بحیثیت شاعران دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح ممنوں کے دادا، والد، تینوں بھائی، داماد اور بھتیجے سب کا شاعر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

---

۱۔ بحوالہ "گلدستہ نازنیناں" مولوی کریم الدین۔ مطبع سلطانی۔ دہلی ۱۲۶۱ھ۔

۲۔ بحوالہ "گلدستہ نازنیناں" مولوی کریم الدین، سخن شعراء۔ عبد الغفور نساخ وغیرہم۔

۳۔ بحوالہ دیوان ممنون مخدومہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بھوپال۔

۴۔ بحوالہ علم و عمل (وقائع عبد القادر خان) جلد اول، کراچی ۱۹۶۰ء۔

۵۔ وقائع راجپوتانہ۔ جلد اول ۱۱۹۵ھ۔ مفید عام آگرہ بابو جوالا سہائے۔

۶۔ حالی (الطاف حسین) مقالات حالی حصہ اول، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی۔ ص ۳۶۳۔ ۱۹۵۷ء۔

## تلامذہ

ممنون کے پینتیس چھتیس تلامذہ میں بہت سے ایسے [illegible]
میر روشن علی فروغ اور مفتی صدر الدین آزردہ خود صاحب تصنیف کے [illegible]
اس لئے ہر دو شہروں سے ان کے شاگردوں کا تعلق ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | اشکی | غلام محی الدین مرزا دہلوی شاہ عالم کے نواسے |
| ۲۔ | آشوب | امداد علی خاں، مولود و مسکن دہلی |
| ۳۔ | انیس | نوازش خاں دہلوی |
| ۴۔ | بشیر | میر بشارت علی۔ مولد و مسکن دہلی |
| ۵۔ | بیتاب | خداوردی خاں۔ سعادت یار خاں رنگین کے چھوٹے بھائی تھے |
| ۶۔ | تسکین | میر سعادت علی |
| ۷۔ | جعفری | میر باقر علی دہلوی ممنون کا چھوٹا بھائی |
| ۸۔ | جنون | محمد فخر الاسلام۔ دہلوی |
| ۹۔ | جنون | شاہ غلام مرتضیٰ۔ الہ آبادی |
| ۱۰۔ | درویش | شاہ علی دہلوی |
| ۱۱۔ | رضا | میر احسن عرف مرزا جیون دہلوی |
| ۱۲۔ | رغبت | میر ابو المعانی۔ لکھنوی |
| ۱۳۔ | سیادت | میر مجاہد الدین لکھنوی |
| ۱۴۔ | شرافت | مرزا اشرف علی لکھنوی |
| ۱۵۔ | شعاع | اکبر شاہ ثانی |
| ۱۶۔ | شہرت | مرزا حاجی دہلوی |
| ۱۷۔ | صادق | شیخ محمد صادق |
| ۱۸۔ | صابر | قادر بخش صابر صاحب گلستان سخن |
| ۱۹۔ | صفدری | میر صادق علی دہلوی ممنون کا چھوٹا بھائی |
| ۲۰۔ | علی | علی جان دہلوی |
| ۲۱۔ | غیور | سید مہر اللہ خاں |
| ۲۲۔ | فدا | فدا حسین خاں لکھنوی |
| ۲۳۔ | فدا | نواب ضیاء الدولہ۔ حسین خاں عرف آقا مرزا کے بیٹے |
| ۲۴۔ | فروغ | روشن علی خاں دہلوی |
| ۲۵۔ | فگار | میر حسین دہلوی |
| ۲۶۔ | مرہون | مرزا علی رضا دہلوی |
| ۲۷۔ | مضطرب | محمد حاجی دہلوی |
| ۲۸۔ | مظفر | سید مظفر علی دہلوی |
| ۲۹۔ | مضطر | شیخ حسن علی لکھنوی |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۰- | مفتون | موتی رام پنڈت کشمیری |
| ۳۱- | مفتون | شیخ عبدالرحیم لکھنوی |
| ۳۲- | مہجور | محمد صدر الدین بعد میں آزردہ تخلص اختیار کیا۔ کشمیری تھے لیکن دہلی میں عمر بسر کی۔ |
| ۳۳- | نجم | محمد رضا خاں لکھنوی (صاحب دیوان) |
| ۳۴- | ولا | مظہر علی خاں دہلوی |
| ۳۵- | یادر | میر امام الدین |

غزل مزاج کے اعتبار سے بڑی نازک صنف سخن ہے۔ اسلوب و آہنگ اور ہئیت و مواد کی یگانگی اس کے سراپا میں ناہمواری کا سبب بن سکتی ہے۔ معنوی، ہئیتی اور فکری ارتباط یہاں لازمی ہے۔

میر ممنوں نے لفظوں کی منفرد صوتی خصوصیات کا پیمانہ اختیار استناد وسیع کیا کہ "الف" کی ردیف سے لے کر ("پ" کے علاوہ) "یے" تک ہر حرف کی ردیف میں کئی کئی غزلیں کہی ہیں۔ ("الف" کی ردیف میں ۱۳۲ اور "ی" کی ردیف میں ۱۰۳ غزلیں ہیں) یہ زود گوئی فنی پختگی، ذخیرہ الفاظ پر قدرت اور علوم متداولہ پر دسترس کی دلیل ہے۔

میر نظام الدین نے اظہار بیان میں وسعت کی کوشش کر کے کئی نئی راہیں کشادہ کیں۔ انسانی تجربات اور نفسیاتی کوائف کو انہوں نے جس خوبی سے پیش کیا ہے وہ ان کے عہد میں کمیاب تھا۔ ان کے اس قسم کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ غالب کے انقلابی رویہ کو ان کے پیشرووں کے اجتہاد میں دیکھا جائے تو فکر انگیز نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ مثلاً ع

الہٰی وہ جو وعدے تھے، وفا کس طرح سے ہوں گے
نہ واں خو یاد آنے کی، نہ یاں شیوہ تقاضا کا
(ممنون)

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو
(غالب)

کیا کیا خیال تھے کہ کہینگے دوچار ہو
دیکھا اسے تو وا نہ لب گفتگو ہوا
(ممنون)

مرے دل میں ہے غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں
خدا وہ دن کرے، اس سے جو میں یہ بھی کہوں، وہ بھی
(غالب)

[illegible]

(ممنون)

اُدھر وہ بدگمانی ہے اِدھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جائے ہے اس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے
(غالب)

ہائے رے بے کسیِ دامن و بے یاریِ جیب
کہ مرا دستِ جنوں بستۂ زنجیر رہا
(ممنون)

بے کاریِ جنوں کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی
(غالب)

یاں ذوقِ زخمِ خنجرِ قاتل نہیں رہا
دل چاہیے تڑپنے کو اور دل نہیں رہا
(ممنون)

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
(غالب)

کرنے نہ پائے نیم تبسم کہ بس چلے
جوں غنچہ رنگِ گلشنِ ہستی پہ ہنس چلے
(ممنون)

کچھ تو دے اے فلک نا انصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
(غالب)

اسی طرح میر اور ممنون کے کلام کی ہم آہنگی بھی بڑی معنی خیز ہے

تجھے، نقشِ ہستی مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حائل، اٹھایا تو دیکھا
(ممنون)

ہستی اپنی ہے بیچ میں پردہ
ہم نہ ہوویں تو پھر حجاب کہاں
(میر)

جوں حباب ایک نفس ہے یہ طلسم عشرت
اس میں گہ شیشہ بنایا، گہے ساغر توڑا
(ممنون)

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے
(میر)

بجلی سی ایک بزم میں کچھ کوندنے لگی
کس منہ سے اٹھ گیا ہے یہ گوشہ نقاب کا
(ممنون)

وہ آئے بزم میں اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی
(میر)

کلام میں معیار بندی کے فقدان پر تنقید بھی اسی آواز کی مرہونِ منت ہے

سخن سنجی کا رتبہ دور ہے اب تو زمانے سے
تخلص سرو کا، اک مصرعِ مہمل پہ موزوں ہے

ہے مجمعِ اہلِ سخن، بسم اللہ اے اربابِ فن
سب نکتہ پیرا ایک سو، ممنون تنہا اک طرف

غزل میں ایک شعرِ سست بھی بہتر نہیں ممنوں
خذف پارہ بھلا، جوں سلکِ گوہر میں نہیں لگتا

قصرِ معنی پہ ہوں ممنوں طرفہ نازک کاریاں
ریختہ کچھ یہ نہیں، رکھ دیجیے پتھر چار پانچ

یہاں "پتھر" کا قافیہ اور "چار پانچ" کی ردیف تو روایتی حقیقت ہے لیکن شاعر کا ذہن نازک طرفہ کاریوں کی طرف گامزن ہے۔

ممنون کے دور تک [illegible]
ذاتی پسند و ناپسند پر منحصر تھی۔ تنقیدی معیار [illegible]

شکوہ لفظ اور [illegible]
جو ہووے اس سے عاری [illegible]

گریزیٔ الفاظ [illegible] آسان [illegible]
خون نوشی پنہاں ہے یہ رنگین [illegible]

ممنون کا عہد صرفی و نحوی اعتبار سے ایک اہم دور ہے۔ شمالی ہند میں ولی کی آمد کے بعد زبان اردو نے [illegible] کرنا شروع کر دیے تھے۔ لیکن ولی اور ان کے متبعین کی زبان اس زبان سے خاصی مختلف ہے جو میر و مرزا کے دور کی زبان ہے۔ [illegible] الگ الگ صورتیں ہیں ان کے کلام کا ایک حصہ ایسا ہے جو اردو کے ارتقاء میں ایک قدم آگے بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ اس دور میں بہت سے ایسے الفاظ شامل زبان رہے جو بعد کے ادوار میں متروک قرار پائے گئے اور بہت سی ایسی چیزیں زبان میں شامل رہیں جو صرف و نحو کے کسی اصول سے مطابقت نہیں رکھتیں۔

مثلاً حرف رابطہ کو ترک کرنا عام سی بات تھی اس کی مثالیں میر و مرزا کے دور تک ملتی ہیں۔ ممنون کے یہاں بھی یہی سب کچھ ہے۔

ممنون ہر اک پاس ہو، دل کھینچتے پھرتے
سودا کا تمہارے مجھے حاصل نہیں معلوم

ایک صورت مضارع کی یائے مجہول کے اضافے کے ساتھ ملتی ہے۔ مثلاً آمیاں، کھامیاں، جامیاں، لامیاں وغیرہ۔

اسی طرح آوے، جاوے، لے وے، دے دے، کھاوے وغیرہ۔

تلک، ڈھانک، جھوہٹ، گزار، (بمعنی گزر) بھی ان کے یہاں ملتے ہیں۔

ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جہاں مذکر اور مونث فعل کی تفریق قائم نہیں رکھی گئی مثلاً :-

اظہار کی۔ زہر کی۔ رکتا فغاں۔ جمع اور واحد بھی خلط ملط ملتے ہیں۔ گفتگوئیں۔ پروائیں۔ دے تھیں۔ آئیں تھیں۔ دل کریں ہدف تھیں۔

ترکی رسم الخط کی طرح اعراب بالحروف کا طریقہ عام تھا چنانچہ ممنون کے یہاں بھی ایسے الفاظ ملتے ہیں مثلاً :-

اوس۔ اودھر۔ اولٹ۔ اوتری۔ اوٹھا۔ کوڈھب۔ توڑایا۔ خوری۔ ایدھر۔ اوترا۔ عیوض وغیرہ۔

ہائے مخلوط (ھ) کو ہائے مختفی سے لکھا گیا ہے جیسے :-

تڑپھہ ۔ کہل (کمل) باندہ ۔ کہانا ۔ بونٹ ۔ جنکی (جھکی) ڈھونڈبا ۔

ہائے مخلوط کے بغیر کی مثالیں بھی ہیں ۔

ڈاریں (دھاڑیں) ۔ یاں (ہماں) سوجی (سوجھی) ۔ بات ۔ تج ۔ نج ۔ واں ۔

دو دو اور تین تین الفاظ ملا کر لکھنے کی روایت بھی بہت ہے جیسے آجشب ۔ کلشب ۔ کیساتھ ۔ ولیعبد ۔ خوشخو ۔ نکچھ ۔ صاحبدلاں ۔ فرانکا ۔ بیجگہ ۔

مصوتوں کو انطیانے کا بھی رواج عام تھا ۔ پوچھنا ۔ سونچنا ۔ بونٹے ۔ آن کر ۔ ہوئیں ہیں ۔ تڑپیں ہیں ۔ ڈھانکنا ۔ کانٹنا ۔ کھائیں ہیں ۔

یائے مجہول (ے) اور یائے معروف (ی) میں فرق روا رکھنا ضروری نہ سمجھا جاتا تھا ۔ لی (لے) ۔ نی (نے) سی (سے) دی (دے) وغیرہ ۔ "ک" اور "گ" میں فرق روا رکھنے کے لئے گ کے دو مرکز (٭) نہیں لگائے گئے ۔

بعض الفاظ کی ہجا بھی آج کے دور سے مختلف ہے مثلاً اکثیر = اکسیر ، حار = ہار ، طپش = تپش ، ، خلطا ، خلط ملط ، طپاں = تپاں ، الم = علم ، تبہ = تباہ ، ذرہ = ذرا ، چاؤ = چاہو ہو ، حوس = ہوس ، سایہ = سایہ ، پروا = پردہ ۔ (حائل) ہائل ۔

زبان چونکہ تکمیل پذیری کے عمل سے گزر رہی تھی اس لئے باضابطگی کم ہے ۔ ایک مصرعہ کا کچھ ٹکڑا دوسرے مصرعہ میں ملتا ہے ۔ بعض مقامات پر صوتی تصادم (گو گیا ، گر گرا ، کو کہ ، کر کر ، پاؤں پہ پہنچی ، کہ کہینگے) بھی ملتا ہے ۔

ڈیڑھ پونے دو سو سال کے عرصہ میں الفاظ کے معنی و تلفظ میں زبان کے قدرتی مزاج کے مطابق بہت سی تبدیلیوں نے قرات میں مزید دشواریاں پیدا کر دیں ۔

رموز و اوقاف کے عدم رواج نے بھی عبارت کو مشکل بنا دیا تھا ۔

بعض الفاظ کی املا معنوی اعتبار سے بالکل مختلف لکھی گئی ہے مثلاً الم اور علم میں فرق نہیں رکھا گیا ۔

میں نے نسخہ ۔ لندن کو بنیاد بنایا ہے اس کے اسباب یہ ہیں کہ :

- مکمل ترین نسخہ یہی ہے ۔ تمام اصناف سخن باقی کے نسخوں سے زیادہ ہیں ۔
- ہر صنف میں اشعار کی تعداد بھی سب سے زیادہ اسی نسخہ میں ہے ۔
- اس میں صفحات نہیں چھوڑے گئے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آخری نسخہ یا مکمل ترین نسخہ اسی کو بنایا گیا ہے ۔
- بعض اصناف صرف اسی نسخہ میں ملتی ہیں ۔

کلام ممنون کے [illegible]

(ا) "دیوانِ ممنون" دہلی۔ مملوکہ آزاد [illegible]

سائز [illegible]

تعداد صفحات [illegible]

کاغذ کا رنگ [illegible]

حالت بہت خستہ ہے، کرم خوردہ، جگہ جگہ سے الفاظ مٹے ہوئے۔

پہلے صفحہ پر اودی روشنائی سے یہ تحریر ہے۔

"محمد سیف الحق ادیب کان اللہ"

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ترین نسخہ یہی ہے۔ اصناف سب تقریباً نامکمل ہیں۔ نہ کسی نظم کا عنوان لکھا ہے نہ کوئی علامت اختتام کی ملتی ہے۔ "املا" سے بھی اس کا تقدم ظاہر ہوتا ہے۔ "ط" کی علامت کو بسا اوقات چار نقطوں سے ظاہر کیا ہے مثلاً بیٹا۔ بیٹھا۔ ٹکراتے۔ ٹکڑا۔ مٹنا، مٹایا، اوٹھایا۔ اٹھایا وغیرہ۔ "گ" کے دو مرکز نہیں لگائے گئے۔ کہیں کہیں دوسرے مرکز کی بجائے "." کی علامت ملتی ہے۔ کھلی (کھلے)، تھے (تھے) چھکے۔ جھکی (جھکی جھکی) بھی لکھا ہے۔

الف کی ردیف میں کل باسٹھ غزلیات ہیں۔ ان میں سے باسٹھویں غزل کے صرف تین اشعار ہیں باقی ندارد۔ "ب" کی ردیف میں پانچ غزلیں ہیں۔ اس کے بعد "ن" کی ردیف آجاتی ہے۔ اس میں بھی پہلی غزل کے صرف تین اشعار ہیں۔ "و" کی ردیف میں آخری غزل کے دو اشعار ہیں۔ کل ایک سو تینتالیس غزلیں ہیں۔ تقریباً ہر غزل کے اشعار کی تعداد نسخۂ لندن سے کم ہے۔ ترتیبِ اشعار بھی بہت مختلف ہے۔ ایک ہی ردیف قافیہ کی مختلف غزلوں کے اشعار اس نسخہ میں ایک غزل میں جمع ہیں۔

غزلیات کے بعد تضمینیں ہیں۔ پہلی تضمین حافظ کی غزل پر ہے۔ کل چھ (۶) مخمس ہیں جن میں سے میلی ہروی کی تضمین میں تقریباً تمام بند مختلف ہیں الا میپ کے بند کے۔ اکیس (۲۱) قصائد میں سے چیدہ چیدہ اشعار مختلف مقامات سے لئے گئے ہیں، بعض قصائد مکمل ہیں۔ "سامیہ" قصیدے کے صرف تین (۳) اشعار ہیں۔

مثنویات دو (۲) ہیں۔

مثنوی ا

آغاز

برنگِ نکہتِ گل میں سحر گاہ
نسیمِ صبح کے پھرتا تھا ہمراہ

اختتام
ترے احباب کا رتبہ ہو عالی
نصیبِ دشمناں ہو پایمالی

مثنوی۲

آغاز
بیٹھا میں سحر کو سر فرو تھا
آئینۂ دل ہی روبرو تھا

اختتام
یہ افسر و تخت و بادشاہی
قایم رکھنا تو یا الہیٰ

مراثی دو ہیں۔

آغاز
اس باغ میں کہ سینۂ ہر گل فگار ہے
ہر برگِ سبز خنجر زہر آبدار ہے

اختتام
پھیرو ایدھر عنان تو ٹک آنکھیں رکاب سے
روؤں یہ میں کہ دامنِ زیں تر ہو آب سے

دوسرا مرثیہ

آغاز
یہ گلستاں کہ نہیں کچھ بجز آزار یہاں
کاوشِ خار سے ہر گل ہے دل افگار یہاں

اختتام
ہائے کیا واقعہ ہے کچھ نہیں ممنوں معلوم
یاس و محرومی و حیرت کا ہے اک دل پہ ہجوم

اس نسخہ میں وہ قصیدہ بھی ملتا ہے جو ممنوں نے نواب علی ابراہیم خان خلیل کی تعریف میں ۱۲۰۸ھ سے کچھ قبل لکھا تھا۔

ہووے جو قطرہ ریز یہ چشم تر آب میں
پیدا ہوں پھر بہائے گہر اخگر آب میں

اور جیسے بعد میں اضافہ کرکے [illegible]

(۲) "دیوان ممنون"
ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ، مائیکروفلم

| | |
|---|---|
| ورق | ۸۵ |
| سطر | ۱۱ سطری |

انتخاب کلام ہے۔

عکس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ بھی بہت خراب حالت میں ہے۔ شروع سے آخر تک ایک ہی خط [illegible]

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | مثنویات | ۲ |
| ۲۔ | قصیدہ | ۱ |
| ۳۔ | مرثیہ | ۱ |
| ۴۔ | غزلیات | ۱۵ |
| ۵۔ | مخمسات | ۴۔ |
| ۶۔ | رباعیات | ۱۳ |

الفاظ ملا کر لکھے گئے ہیں لیکن "ث" اور "ژ" کے املا کی صورت اتنی قدیم نہیں جتنی کہ آزاد بھون دہلی والے نسخہ کی ہے۔ آغاز کلام "بسم اللہ الرحمان الرحیم" سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد مثنوی شروع ہوتی ہے۔ مثنوی کے بعد وہ قصیدہ ہے جو علی ابراہیم خاں خلیل کی مدح میں لکھا تھا۔ اس کے بعد مرثیہ منت ہے۔ دیوان کے تمام ہونے کی تاریخ ۱۸۱۳ء ہے۔[1]

"تمام شد دیوان ممنون در ۱۸۱۳ء عیسوی بمطابق ۱۲۲۸ھ۔ غریق رحمت حق آنکس با(د) (کذا)

(۳) "کلیات ممنون" نسخہ آصفیہ
مملوکہ اسٹیٹ سنٹرل لائبریری، حیدرآباد دکن۔

| | |
|---|---|
| نمبر | ۵۸۷ |
| سائز | ۸ X۱۲ |
| تعداد صفحات | ۷۴۳ |

اصناف سخن

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | قصائد | ۳۲ |
| ۲۔ | مثنویات | ۱۰ |
| ۳۔ | مراثی (ترکیب بند) | ۳ |
| ۴۔ | قطعات | ۴۸ |
| ۵۔ | واسوخت | ۱ |
| ۶۔ | غزلیات | ۴۲۲ |

۱۔ بحوالہ میر نظام الدین ممنون۔ دیوان غزلیات "تحقیق و ترتیب" افسری افتخار۔ ۱۹۶۹ء۔ ص ۱۳۵۔ (غیر مطبوعہ) مملوکہ دہلی یونیورسٹی لائبریری دہلی، بھارت۔

۷۔ مخمسات ۱۷
۸۔ رباعیات ۵۴

نصیر الدین ہاشمی نے اپنی مرتبہ فہرست "مخطوطات کتب خانہ، آصفیہ جلد اول" میں لکھا ہے کہ:

"ممنوں کا یہ کلیات خود ان کا قلمی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کلیات کے صفحہ اول پر "کلیات ممنوں" نوشتہ، خود مؤلف کی صراحت ہونے کے علاوہ ہر صنف شاعری کے بعد سادہ صفحے اضافہ کلام کے لئے چھوڑے گئے ہیں"۔

افسری افتخار نے لکھا ہے:

"اس میں گاف بندی کے ساتھ دو سرا مرکز نہیں دیا گیا۔ اسی طرح "ڑ" اور "ٹ" کو قدیم طرز املا کے مطابق لکھا گیا ہے اور چار نقطے دے کر "س کے اوپر "ط" کا نشان بنایا گیا ہے "ک" کے اوپر ہمزہ بنایا گیا ہے"[1]

املا کی یہی کیفیت نسخہ دہلی میں بھی ہے۔

(۴) "نسخہ پٹیالہ" مملوکہ۔ لائبریری آف آرکائیوز۔ پٹیالہ

| | |
|---|---|
| سائز | ۲/۱ ۷ × ۲ ۲ × ۱۲ |
| تعداد صفحات | ۷۲۸ |
| تاریخ تکمیل | "تاریخ بست پنجم ماہ رمضان المبارک ختم شد ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۵ء |

تعداد اصناف سخن

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | قصائد | ۳۲ |
| ۲۔ | مثنویات | ۱۰ |
| ۳۔ | مرثیہ ترکیب بند | ۳ |
| ۴۔ | واسوخت | ۱ |
| ۵۔ | غزلیات | ۴۳۳ |
| ۶۔ | مخمسات | ۱۷ |
| ۷۔ | قطعات | ۳۸ |
| ۸۔ | رباعیات | ۵۴[2] |

(۵) نسخہ، بھوپال "دیوان ممنوں"
مملوکہ۔ آزاد سینٹرل لائبریری بھوپال نمبر ۱۶

سائز ۸" + ۱۲

۱۔ میر نظام الدین ممنون دیوان غزلیات "تحقیق و ترتیب" افسری افتخار ۱۹۶۹ء، ص ۱۲۸۔
۲۔ بحوالہ میر نظام الدین ممنون، دیوان غزلیات "تحقیق و ترتیب" افسری افتخار ۱۹۶۹ء (غیر مطبوعہ)۔

ورق

سطر

خط

آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قصیدہ در حمد باری [illegible]

مطلع
اے صفت و ذات میں [illegible] و خفا
چشم بر و چشم سر ، حسن [illegible]

اختتام کلام قطعات پر ہے۔

ممنون کو "فخرالشعرا" کا خطاب ملنا اسی نسخہ کے ایک گوشہ میں دیا ہوا ہے۔

"صاحب ایں دیوان در ۱۲۱۸ ہجری از پیشگاہ سلطانی حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ غفران پناہ بخطاب "فخرالشعرا" امتیاز یافتہ بود"

نسخۂ لندن کے بعد یہ سب سے زیادہ مکمل نسخہ ہے۔ اس میں ایک غزل ایسی بھی ہے جو کسی اور نسخہ میں نہیں۔ تمام اصناف سخن کا اختلاف نسخ اسی سے کیا گیا ہے۔ دہلی والے نسخہ کو بھی اختلاف نسخ میں پیش نظر رکھا گیا ہے لیکن وہ مکمل کلیات نہیں۔

(۲) نسخہ لندن "کلیات ممنون"
مملوکہ انڈیا آفس، لندن۔ (مائیکروفلم) تیار کردہ L. Wicks ۱۹۵۲-۳-۲۵

| | |
|---|---|
| نمبر | ۷۷ابی، اردو ۷۷، فولیو |
| سائز | ۲/۱ ۷ × ۲/۱ ۱۱ |
| ورق | ۳۷۸ |
| سطر | ۱۵-۱۶ |
| خط | نستعلیق |

آغاز
بسم اللہ الرحمن الرحیم
قصیدہ در حمد باری عزاسمہ

مطلع
اے صفت و ذات میں تجھ کو ظہور و خفا
چشم بر و چشم سر حسن پہ تیرے فدا

---

۱۔ "دیوان ممنون" مملوکہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری، بھوپال۔ ص آغاز کلام سے پیشتر والا۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اختتام | دنیا | ہے | نہ | صاحبان | ہمت | کو | پسند |
| کیا | چرخ | ہے | دور | دور | ، جہاں | ہو | ہر چند |
| گردش | سے | ، | سب | | اسکی ایک ہنڈولے | میں | ہیں |
| پست | ان | سے | ہی | ہوتے | ہیں کہ | جن سے | ہوں بلند (رباعی) |

تمت تمام شد

| | | |
|---|---|---|
| ورق ایک تا ۸۸ | قصائد | ۳۲ |
| ورق ۸۹ تا ۱۱۶ | مثنویات | ۱۰ |
| ورق ۱۱۷ تا ۱۲۴ | مراثی (ترکیب بند) | ۳ |
| ورق ۱۲۵ تا ۳۴۰ | غزلیات | ۴۸۳ |
| ورق ۳۴۱ تا ۳۴۴ | واسوخت | ایک |
| ورق ۳۴۵ تا ۳۶۲ | مخمسات (تضمینیں) | ۱۷ |
| ورق ۳۶۳ تا ۳۷۴ | قطعات | ۳۹ |
| ورق ۳۷۵ تا ۳۷۸ | رباعیات | ۵۵ |

غزلوں کے درمیان "ت" کی ردیف میں ایک مستزاد بھی ہے جسے میں نے ترتیب کے اعتبار سے غزلوں کے بعد دیا ہے۔

اس طرح کل نو (۹) اصناف سخن ہیں۔

اس میں دو ایسے قطعات بھی ملتے ہیں جن کا تعلق شاعر کے قیام اجمیر کے زمانے سے ہے۔

(۱) "قطعہ تاریخ گھاٹی پشکر کہ از نواح اجمیر است"
آخری مصرعہ سے اس کی تاریخ ۱۸۱۸ء نکلتی ہے۔

(۲) "قطعہ تاریخ فتح غزنیں کہ صاحبان کلکتہ نمودند"
آخری مصرعہ سے تاریخ ۱۸۲۹ء نکلتی ہے۔

اٹھارہ قطعات اس میں "نسخہ بھوپال" سے زیادہ ہیں۔ سات قطعے آصفیہ والے سے بھی زیادہ ہیں۔

## مطبوعہ کلام

(۱) **مختار اشعار جلد اول** مطبوعہ ۱۹۰۷ء
مؤلفہ مولوی سید حسین بلگرامی

کل صفحات ۴۴

تمام اصناف سخن کا مختصر انتخاب کیا گیا ہے مثلاً ۵ قصائد میں سے چند اشعار ہر قصیدے سے لئے گئے ہیں۔ مثنویات میں کہیں سے بھی چند اشعار لے لئے گئے ہیں۔

قطعات: صرف "تہنیت نوروز" میں سے سات اشعار لئے ہیں۔

غزلیات: پہلی غزل سے سات اشعار، اس کے بعد کہیں کہیں سے چند اشعار لئے ہیں۔

واسوخت
مراثی

(۲) انتخاب دواوین (حصہ پنجم)
سید فضل الحسن حسرت موہانی
مطبع: فیض عام علی گڑھ ۱۹۱۳ء
آغاز: پہلے قصیدے سے سولہ اشعار
غزلیات:
تجھے نقش ہستی مٹایا تو دیکھا
جو پردہ تھا حائل، اٹھایا تو دیکھا
(پانچ اشعار)

پھر مختلف غزلیات سے چند اشعار ہیں۔ باقی اصناف نہیں لی گئیں۔

## (۳) انتخاب دواوین (اردوئے معلی سیریز)

مولوی امام بخش صہبائی
غزلیات: ۸۸ غزلیات میں، ہر غزل میں سے ایک سے لے کر بارہ (۱۲) اشعار تک کا انتخاب کیا ہے۔ "ن" کی ردیف کے بعد کوئی شعر نہیں لیا گیا۔
دیگر اصناف: کوئی شعر منتخب نہیں کیا گیا۔

## (۴) کلیات ممنون پہلی جلد قصائد

مرتبہ۔ محمد اکبر الدین صدیقی، ریڈر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی۔ مارچ ۱۹۷۲ء
قصائد: ۳۲
صرف قصائد کی تدوین کی ہے، آصفیہ والے نسخہ کو بنیاد بنایا ہے۔

## (۵) مطالعہ میر نظام الدین ممنون دہلی

حیات، شخصیت اور شاعری
از ڈاکٹر منشاء الرحمن خاں منشا ۱۹۷۲ء
ڈاکٹر صاحب نے صرف غزلیات پر کام کیا ہے۔ نسخہ آصفیہ کو بنیاد بنایا ہے۔
غزلیات: ۴۲۲
دیگر اصناف: نہیں دی گئیں

## (۶) میر نظام الدین ممنون دیوان غزلیات

تحقیق و ترتیب افسری اختر ۱۹۶۹ء (غیر مطبوعہ)

(۷) ممنون۔ حیات اور شاعری (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی) ڈاکٹر صدیقہ ارمان۔ غیر مطبوعہ۔
(ہر صنف سخن سے منتخب اشعار)

(۸) ممنون حیات و شاعری۔ ڈاکٹر صدیقہ ارمان۔ "سہ ماہی اردو ۱۹۷۸ء"

(۹) "اردو غزل ممنون سے پہلے"۔ ڈاکٹر صدیقہ ارمان۔ "سہ ماہی اردو"۔ ۱۹۷۹ء۔

علاوہ ازیں تقریباً ہر تذکرے میں کچھ کلام منتخب دیا گیا ہے جن میں زیادہ تر غزلیہ کلام ہی ہے۔

اختلاف نسخ کے سلسلہ میں آصفیہ کے لئے "آ" بھوپال کے لئے "ب" کو مخفف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ متن کو نقل کرنے کے لئے موجودہ املا کو استعمال کیا ہے کہ سوائے چند مستثنیات کے ملے ہوئے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ کرکے لکھا گیا ہے۔ نسخہ لندن سے صرف ان مقامات پر اختلاف روا رکھا گیا ہے جہاں نسخہ بھوپال کے الفاظ معنوی یا صوتی اعتبار سے زیادہ موزوں تھے، پاورق میں ان کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔

نسخہ دہلی سے اختلاف آخر میں "استدراک" میں دیا گیا ہے کیونکہ یہ نسخہ باوجود ہزار کوششوں کے حاصل نہ ہو سکا تھا۔ کلیات کی تدوین مکمل ہو گئی اور کاپی جزائی بھی ہو چکی تو دہلی جانے کا موقع مل گیا۔ آزاد بھون لائبریری (دہلی) والوں سے ہر ممکن گزارش کی کہ "دیوان کی فوٹو اسٹیٹ کرانے کی اجازت مرحمت فرمادیں لیکن ارباب اختیار نے اس کی اجازت نہیں دی اور پھر جس طرح بھی ممکن ہوا کچھ حصہ نقل کیا اور چند صفحات کی فوٹو کاپی انھوں نے کرا کر دے دی۔

نسخہ دہلی سے اختلاف کی صورت یہ ہے کہ استدراک میں اصل متن کا صفحہ نمبر اور سطر نمبر لکھ کر دہلی والے نسخہ کی عبارت لکھ دی ہے۔

۳۶۸ ورق یعنی ۷۵۶ صفحات پر مشتمل اس مخطوطہ کو جب اپنے ہاتھ سے رقم کیا تو یہ بارہ سو صفحات پر پھیل گیا۔ درست قرأت اس کا سب سے بڑا مسئلہ تھا، ہر ممکن توجہ اس پہلو پر صرف کی گئی ہے تاہم حق ادا ہونے کا یقین نہیں۔

صدیقہ ارمان

۲۵ فروری ۱۹۹۵ء

## ۱۔ قصیدہ در حمد باری عزاسمہ

اے صفت و ذات میں تجھ کو ظہور و خفا
چشم بسر و چشمِ سرحسن پہ تیرے

دیکھ کے نورِ جمال سوچ کے کنہ کمال
مائلِ حیرت نظر، قائلِ حسرت ذکا

باز ہو گر راہِ دید تو ہے ہر اک سو پدید
آئینہ خانہ جہاں، حسن ترا جلوہ زا

گرچہ تو[۱] ہے جلوہ ساز کیونکہ مژہ کیجیے باز
سخت ہے بینش گداز، بارقہ صد ضیا

حائلِ چشم شہود مشت غبارِ وجود
زنگ بر آئینہ معقلِ مشقِ فنا

دانش اسرار میں، بینشِ انوار میں
عقل دو صد پردہ و عشق ہے پردہ کشا

عاشق و ہم خانگی، عاقل و بیگانگی
عقل برونِ در و عشق درونِ سرا

خاطر و شوق وصال، دیدہ و دید جمال
صحبت سیماب و نار، الفت برق[۲] و گیا

موسیٔ دل! رہ خموش، دل ہی میں رکھ دل کے جوش
اس کے جھگڑے سے ہوش، کس کے رہیں ہیں بجا

لب ارنی خواں نگر، فائدہ شوق نظر
برقِ تجلی کجا، خرمن طاقت کجا

دشت خوردی پُرفتن، غولِ ہوا راہ زن
خضر زخود رفتگی تا بحرم رہنما

پائے خرد آبلہ سعی بلا راحلہ
عرصہ گہِ معرفت بے سر و بے انتہا

عرصہ سراسر خطر، ہر قدم و نیشتر
شوق و جنون تیز رو، عقل و فنون خستہ پا

کوئی نہیں غیر ہو، چشم کے پھر روبرو
کیجیے اس راہ میں پے، جو سمند ہوا

سالکِ راہ طلب، فرق یہ سمجھے نہ کب
تیغ سیہ تابِ غم سایۂ بالِ ہما

رہ کی تری گرم طے، شعلۂ عناں برق نے
بسکہ کیے جابجا سنگِ نشاں توتیا

دیدۂ دیں کے لیے، چشم یقیں کے لیے
کحلِ بصر آفریں سرمہ رفعِ (عمی)

در پہ جو تیرے ہلاک شوق سے ہو، اس کی خاک
دے پئے مس طینتاں، فائدہ کیمیا

تشنہ لبانِ وصال، سوختہ دل، تفتہ حال
العطش و العطش وقفِ لبِ رہ گرا

خون میں طپاں سو بسو، جانِ دو صد آرزو
ہر طرف، اس دشت میں معرکہ کربلا

سینۂ زن سیر تاں زخم کے قابل نہ یاں
ڈھونڈے اولوالعزم کو، خنجر[۴] مرد آزما

ہے ترے خنجر کے ہاتھ مایۂ عمر و حیات
کشتۂ غم کو ترے نقدِ[۳] بقا، خوں بہا

تیری محبت کا شور، کچھ نمک افشاں ہے زور
سمجھے ہے اس کا مزا، زخمِ دل اولیا

واصلِ دریا ہو گر، قطرہ کو پھر کیا خطر
تجھ میں ہوئے جب فنا، پھر ہے بقا در بقا

آئینہ کی آب و تاب، چھوڑے نہ ہر چند آب
لیک صفا بخشِ دل، شوق کا تیری بکا

والہ و عاقل کوئی، تجھ سے نہ غافل کوئی
قہر و کرم سے ترے، سب کو ہے خوف رجا

ترسِ مناجاتیاں، نازِ خراباتیاں
کر کے گمانِ غضب، رکھ کے یقینِ عطا

لکھوں ہوں وحدت کی شان مطلعِ ثانی میں یاں
اے کہ! ترے نام سے زینتِ ہر ابتد[ا]

---

۱۔ ؟ ب۔ ہے تو

۲۔ ر۔ ب۔ مختار اشعار

۳۔ ۔ آ۔ نقد بہا

۴۔ ب۔ یہ شعر دو اشعار سے پہلے ہے

خونِ دوئی کا بند ... / [illegible]
اس درِ تنزیہہ پر، خون ہو وقت ... / [illegible]
عز و علو، جلال، رفعت، اوج و کمال / [illegible]
اس درِ ایوان تلک اٹھا سرِ داماں تلک / [illegible]
شکل و نتیجہ ہے ہیچ، ذکرِ ملک ہیچ ہیچ / [illegible] منطقی
حرف و سخن[1] قطع کر، اصلِ سخن کر نظر / [illegible] بحث
ہو، قلمون صفحہ ساز، معنی و صورت طراز / [illegible] زور
خامہ نہ و نقش کار، رنگ نہ و صد نگار / [illegible] شگرف [illegible] کلہ
سبز کیے نہ ورق، سرخ ہے لوحِ شفق / حل کن شنجرف نے [illegible]
ایک سے ایک زیب، کون نہیں دلفریب / سب ہیں تصاویر کون [illegible]
لوحِ جہاں کر نظر دیکھ نقوش و صور / طرفہ طلسمِ بشر، قطرۂ خوں سے [illegible]
نقش و نگارِ جہاں، ثبت کیے کیا نہ یاں / ضمن میں اک شکل کے طرفہ مرقع [illegible]
واہ رے تصویرِ جسم! صنع کیے قسم قسم / جسم میں جاں، جاں میں عشق، عشق میں [illegible]
چشم ہائیں آب و تاب، کیا ہے بجز قطرہ آب / تس میں حقائق شناس دی ہے نگہ [illegible]
سینہ ہے صندوقِ راز، نطق کرے قفل باز / ایک ہے گنجِ ہنر ایک خزانہ کشا
راز و معانی تمام بستۂ یک لحمِ خام / طرزِ بیان و کلام باعثِ شرح و ادا
حمد کی رہ ہے دراز، کیا ہو تگ و پو و تاز / پائے قلم میں ہے یاں، علتِ عرق النسا
حمد و ثنا بن نقط حرف سے لے تا نقط / لفظ و عبارت غلط، خط و کتابت خطا
تیری ستائش محال، اہلِ زباں یاں ہیں لال / آئے کرے تیری ذات[2] تجھ سے، ثنا ہے سزا
تیری ثنا کا کہاں ہو سکے احصا کہ ہاں / جب کہ نہ احصیٰ کرے ناطقۂ مصطفیٰ
واقفِ اسرار تو کاشفِ استار تو / کیا تیری درگاہ میں حاجتِ عرض و دعا
ایک سا تجھ پر عیاں حالِ سکوت و بیاں / لیک تجھے عرض ہے، آپ ہے آتا مزا
یہ جو ہے ممنوں ترا، بندۂ دل خوں ترا / تجھ سے ہی چاہے تجھے، کس سے کرے التجا
بہرِ حبیبِ ازل، حسن میں وہ بے مثل / آئینہ میں جس کے تو، آپ ہے جلوہ نما
پرتوِ لایزال، دولتِ دیدِ جمال / کر رہی آئینہ سے، اس کو الٰہی عطا
تو نہ کرے گر قبول کس سے کہیں ہم ملول / انتَ لنا المرتجیٰ، انتَ لنا الملتجیٰ

## ۲۔ قصیدہ در نعت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نگاہ و غمزہ و ابرو و مژگاں جفا کیشاں / رگِ جاں میں، جگر میں، دل میں سینہ میں رکھیں پنہاں
نخستیں خونچکاں دشنہ، دوم خنجر بخوں تشنہ / سیوم تیغ بجاں دشمن، چہارم تیر کا پیکاں
لبوں پر برق سی چمکے، مژہ پر لعل سا دمکے / بغل میں مہر سا چمکے فلک پر صاعقہ افشاں
نخستیں آہ شعلہ در دوم اشکِ شرر پیکر / سیوم داغِ دلِ مضطر، چہارم نالۂ سوزاں

۱۔ آ: حرفِ سخن
۲۔ آ: جب کہے لا احصیٰ

شب ہجراں کی بے خوابی، تپ ہجراں[1] کی بیتابی
مژہ پر اشک عنابی، جگر میں کاہش پنہاں

نخستیں دشمن راحت، دوم دل خوں کن طاقت
سیوم خوں نابہ حسرت، چہارم[2] نیشتر افشاں

ہوا یوں جس سے آفت کش عجب ہی ایک بے ہوش
کہ وہ زر و قد دلکش، نگاہ و نرگس فتاں

نخستیں، مشعل روشن، دوم جوں نخلۂ ایمن
سیوم برق الگن خرمن چہارم فتنہ دوراں

بھبوکا آتشیں روکا، نمونہ گرمی خو کا
مشابہ خلقۂ مو کا شبیہ غبغب جاناں

نخستیں شعلہ لالہ، دوم آتش کا پرکالہ
سیوم مہتاب پہ ہالہ، چہارم اختر تاباں

مسی آسا لب لعلیں، سمن سا زلف مشک آگیں
حنا آرا کف سیمیں، جبین صاف، زرافشاں

نخستیں لالہ میں سوسن، دوم سنبل سر گلشن
سیوم، نسریں پہ گل الگن، چہارم صبح پروین ساں

کہوں جب اوس قد و رو کو، لکھوں جب چشم اور مو کو
شبیہ سرو گل یا نرگس و سنبل سے ہیں[3] یکساں

نخستیں قد پہ جب ہو رو، دوم رو پہ کھلے گیسو
سیوم ہو چشم نکتہ جو، چہارم مو ہو مشک افشاں

اگر مضمون جعد و زلف و خط و خال کو باندھا
بھلا کیا فائدہ ممنوں بھلا کیا منفعت ناداں

نخستیں دود چشم دل، دوم تیرہ کن خاطر
سیوم تاریکی دیں و چہارم، ظلمت ایماں

حبیب حق کی لکھ مدحت، پڑھ اس کی نعت، بے مہلت
صلہ بخشے بنیک ساعت تجھے تا دیں کا وہ سلطاں

نخستیں خلعت عزت، دوم کونین کی دولت
سیوم دارین کی نعمت، چہارم روضۂ رضواں

## مطلع ثانی

بنی ہے تربیت سے تیری[4] اے پیغمبر یزداں
غبار و سنگ، خار و خس، درون عرصۂ امکاں

نخستیں نور کی چادر، دوم گوہر صفا پرور
سیوم کلک رگ احمر، چہارم چشم کی مژگاں

برقم تیری مرضی پر، دعا کے تیرے فرماں پر
مناقب کے ترے دفتر، ترے حب کا رکھے عنواں

نخستیں خط پیشانی، دوم تقدیر ربانی
سیوم، اوراق قرآنی، چہارم لوحۂ ایماں

سند تیری نبوت پر، خبر آور رسالت پر
گواہی دہ صداقت پر، بلاغت کا تری برہاں

نخستیں لوح محفوظ اب، دوم پیش صحائف سب
سیوم جبریل امین رب، چہارم جملگی قرآں

نبوت تیری نسبت سے، رسالت اس اضافت سے
ولایت تیری بیعت سے، ارادت سے تری عرفاں

نخستیں فخریہ پیرا، دوم ہے افتخار آرا
سیوم برخویش ناز شہا، چہارم وجد سے خنداں

تیری حکمت سے بیعت سے، تری طاعت سے ہمت سے
مسیح و موسیٰ و یوسف، خلیل اے دین کے سلطاں

نخستیں قادر[5] احیاء، دوم رکھے ید بیضا
سیوم با حسن دلآرا، چہارم بندۂ احساں

ضمائر اے ترے برحق خواطر تیرے سب مطلق
اوامر تیرے اے اصدق! مناہی تیرے اے ذی شاں

نخستیں وحی سے توام، دوم الہام سے ہمدم
سیوم حکم خدا محکم، چہارم مانع عصیاں

ترے عنصر سے ہے معروں ترے پیکر[6] سے ہے مشحوں
تری طینت میں ہے مملو تری خلقت میں آ... اں

---

۱۔ آ، ب، ج: سی
۲۔ آ، ج: نگاہ
۳۔ آ، ج: بھی میں
۴۔ آ، ج: تیرے
۵۔ آ، ج: تیرے اے
۶۔ آ، ب: میں

نخستیں عصمت ذاتی دوم [illegible]
[illegible]
گہر صافی طینت سے قریں نوری [illegible]
[illegible]
نخستیں آبرو پرور، دوم ظلمت کا روشن [illegible]
[illegible]

اشارہ تیرے ابرو کا تجلی روے نیکو کا
[illegible]
نخستیں حل کن مشکل، دویم روشن گر محفل
[illegible]
نسیم[1] جیب عطر آگیں، شمیم کاکل مشکیں
[illegible] دُر افشاں
نخستیں نغمۂ جنت دوم فردوس کی نکہت
سیوم آب بقا سیرت چہارم [illegible]

ترا وہ جسم بے سایہ، ترا روے ضیا مایہ
ترا باب فلک پایہ، ترا قصر [illegible]
نخستیں روح سرتاپا دوم ماہ جہاں آرا
سیوم عتیق سے بالا چہارم عرش عالیشاں
تری ہر خشت کاخ منزلت سنگ در دولت
ترا ہر طاق قصر [illegible] ایماں
نخستیں ماہ پرتو زا، دوم قطب فلک آسا
سیوم قوس قزح گویا، چہارم [illegible]
رکھے پا پر سر[2] افسر سعادت کا ہے گدیہ گر
پچے اعدا بکف خنجر، در دولت پہ [illegible] دوراں
نخستیں خسرو خاور، دوم برجیس نیک اختر
سیوم بہرام قہر آور، چہارم ہندوے کیواں
ترا دست کرم فرما، ترا صدر تجلی زا
ترا لعل سخن پیرا، ترا سر وجہ احساں
نخستیں بحر سب گوہر دوم گردوں ہمہ اختر
سیوم تسنیم جاں پرور، چہارم[4] ابر دُر افشاں

جو وہ ابر کرم چھکے جو وہ برق غضب چمکے
جو وہ مہر عطا جھمکے، جو برسے لطف کا باراں
نخستیں دشت ہو دریا دوم دریا ہو سب صحرا
سیوم ہر ذرہ ہو بیضا، چہارم قطرہ ہو عماں
دلیل منطقی، برہان حکیمی، بحث مشائی
مقال فلسفی پیش بیان شرع عالیشاں
نخستیں حرف سرسامی، دوم ہاہوے سودائی
سیوم ہذیان بے معنی چہارم معنی ہذیاں

زجاج جام کی صورت دف و زنگولہ کی ہیئت
سپہر و خور مہ و اختر ہوئے جو شرع سے ترساں
نخستیں واژگونہ سر، دوم سوزاں ہمہ پیکر
سیوم داغ سیہ زوہر، چہارم اشک ماتم ساں
ترے اعجاز نصفت سے ترے خرق حفاظت سے
سپند وہ شبنم[3] و سیماب و رقعت اے عادل دوراں
نخستیں مونس مجمر، دوم پہلو نشین خور
سیوم ہم بستر آذر، چہارم ہمدم آتشداں
ترے رعب عدالت سے تری چشم حمایت سے
عقاب و تیہو و آہو ہو حامی مظلوماں
نخستیں زار و خستہ تن، دوم شاہیں بخوں افگن
سیوم ضیغم پہ دنداں زن، چہارم قاتل ثعباں
اگر تو موج و گرداب و حباب و باد کو کہہ دے
کرہ ہو سد رہ طوفاں، سکوں بخش و سفینہ راں
نخستیں سد اسکندر، دوم سائل پہ رہ آور
سیوم کشتی کا ہو لنگر، چہارم مانع طغیاں

گنہ تیری شفاعت سے، خطا تیری عنایت سے
ارم تیری اجازت سے، کرم سے دوزخ سوزاں
نخستیں غیرت طاعت، دوم شایستۂ رحمت
سیوم ہم سب کی ہو قسمت چہارم سرد جوں بستاں
پچھے حیدر، بیٹے زہرا بیٹے سبطین دین آرا
روا کر اے مرے[5] مولا یہ چاروں عرض مدحت خواں
نخستیں ہو تری روبہتہ، دوم دارین کی عزت
سیوم ہو نزع دم راحت، چہارم ختم بر ایماں

ترا ممنون ثناگستر پڑھے جب نعت تب سن کر
رواں احسنت ہو لب پر، رواں ہو[6] آفریں گویاں
نخستیں شیخ شیرازی، دوم خواجوی کرمانی
سیوم مست سخن جامی چہارم ساوجی سلماں

---

۱۔ آ۔ الاحب
۲۔ آ۔ آلاترے
۳۔ آ۔ ای عارف دوراں
۴۔ ب ۔ یہ باقی اشعار نہیں ہیں
۵۔ آ۔ یہ سیوم نزع دم
۶۔ آ۔ ہوں

کہاں ہو طے[1] ثنا تیری مگر کیجے دعا تیری ‌‌ جو حاصل ہو رضا تیری جو وا ہو وہ کف احساں
نخستیں بحر بے پایاں دوم واجب ہے بجز انساں ‌‌ سیوم خوشنودی یزداں چہارم گنج ہو ارزاں
بشاں جلد چوں کہنہ مبان خار و خس ‌‌ ابس ‌‌ عدو و منکر و گمرہ حسود و خصم سرگرداں
نخستین لقمہ آتش، دوم ہو برق کا روکش ‌‌ سیوم سیلاب کا مفرش، چہارم مورد طوفاں

## ۳۔ قصیدہ در نعت سید المرسلین خاتم النبین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

بلند طبع نہ ہوں محو چتر سلطانی ‌‌ برہنگی سر خور پر ہے تاج نورانی
نہیں لباس کے وابستہ جو ہیں گرم نفس ‌‌ کہ بس ہے جامہ رنگین شعلہ عریانی
نہ پائیں عزت[2] جو داغ داغ تزئیں ہیں ‌‌ نصیب ہو پر طاؤس کو مگس رانی
بلائے جان ہے بہانگ بلند عرض[3] طرب ‌‌ کرے اسیر قفس مرغ کو، غزل خوانی
بقدر نیم تبسم ہے فرصت عشرت ‌‌ رہے نہ خندہ گل سے جدا پریشانی
کرا اوس سے مجھ کہ ہوں بخت واژگوں بھی راست ‌‌ کہ نوشت پہ رہنا فقط ہے نادانی
سجود ہے ہو نگیں دار نقش کار درست ‌‌ اگرچہ کج بھی لکھی ہو نوشت پیشانی
بلند ہیں کو نہ ہو حایل نظر کوئی ‌‌ کہ دیکھے پردہ ظلمت سے راز پنہانی
کرے نیابت کحل اور کام سرمہ کا ‌‌ برائے دیدہ انجم حجاب ظلمانی
نسیم فیض سے اوسکے کھلے جو غنچہ دل ‌‌ کریں بہشت کے آنکھوں چمن خیابانی
گرہ جو غنچہ دل کی کھلے تو، تو دیکھے ‌‌ کہ بندھ رہا تھا عجب مایہ گلستانی
روش کلام کی یہ چھوڑ اور اب ممنوں ‌‌ غزل کے طور سے پڑھ کوئی مطلع ثانی

## غزل

خجل ہے دیکھ کے اوس کی، جبین نورانی ‌‌ رہے[4] ہے آئینہ جوہر سے چیں بہ پیشانی
عرق سے اوس رخ تاباں کے آب ہوں، کس نے ‌‌ چھڑک دیا گل خورشید پر یہاں پانی
سیاہ زلف سے چمکے[5] وہ نور رخ، یا ہے ‌‌ لباس کعبہ سے پیدا فروغ ایمانی
ہوئی گداختہ یاں تک ہر استخواں اپنی ‌‌ ہما کی چشم میں شاید کرے وہ مژگانی
مرا یہ دامن تر دیکھ مہر محشر سے ‌‌ نہ تو ڈرا مجھے واعظ کہ ہے یہ نادانی
پڑے کشاکش امواج میں سفینہ مہر ‌‌ کروں بروز جزا میں، جو دامن افشانی
ہنوز لب پہ مرے، ناتمام تھی یہ غزل ‌‌ کہا یہ دل نے کہ اے تو سخن میں لاثانی

---

۱۔ آ۔ کہاں طے ہو
۲۔ آ۔ نفرت
۳۔ آ۔ فرقت
۴۔ آ۔ رکھے ہے
۵۔ آ۔ ب۔ چمکا

مقام دانِ معارف جو ہیں سو پھر مسموع[1] — کریں نہ حضرتِ داؤد کی خوش الحانی
امم نواز رسول و جہاں پناہ شہا — تری ثنا میں ہے کُندن مقرِ نادانی
وہ اس مقام پہ ہرگز نہیں سمجھتا ہے — کہ کیا ہے طرزِ سخن گوئی و سخن رانی
ترے ہی لطف سے امیدوار ہے کہ ذرا — خطائے لفظ و معانی سے کر نگہبانی
زبان ہر سرِ مو تن پہ ہو، اگر گویا — ادا نہ[2] ہووے ترا شمہ ثنا خوانی
سوائے[3] بھی مثلِ سرانگشت لکر پہ نہوئی — تری کتابِ فضائل کی صفحہ گردانی
مدیح خسرو و دارا نہ کچھ نہیں کہ یہاں — بطورِ اہل سخن کیجیے سخن رانی
نہیں ہے مدح تری حدِ کلک و عہدۂ نطق — تری جناب میں کافی ہے مدحِ یزدانی
کہاں مجالِ ثنا، عرضِ حال کا ہے وقت — سن اے کہ ملکِ کرم کی تجھے جہاں بانی
دلِ سیہ سے، مرے یوں ہے نورِ تقویٰ دور — کہ روئے کفر سے جوں پرتوِ مسلمانی
نسیم فیض جو تری چلے تو اٹھ جائیں — پڑے ہوئے ہیں جو دل پر حجابِ ظلمانی
مثالِ جامہ ہے جان اپنی گرد آلودہ — تمام دامنِ دل پر ہیں داغِ عصیانی
یہاں وفورِ گنہ ہے پر، آسرا ہے یہ — کہ سب سے بڑی شفاعت کو ہے فراوانی
امید تیری شفاعت کی جس کو محکم ہے — کچھ اوس کا کم نہیں طاعت سے، نازِ عصیانی
ہزار کوہِ گنہ مثلِ برگِ کاہ بہیں — ترا محیطِ شفاعت کرے جو طغیانی
تمام مایۂ عمرِ عزیز صد افسوس — ہوا ہے غفلت ہی میں دست بردِ نادانی
بہ پیش ہے رہِ باریک اور شبِ تاریک — رکھوں کدھر کو قدم میں یہی ہے حیرانی
نہ بدرقہ ہے نہ توشہ نہ راحلہ نے زاد — رہِ مہیب ہے اور بے سری و سامانی
علی سے کہہ کہ ذرا اب[4] پناہ دے مجھ کو — کہ ہیں کمین میں غارت گرانِ[5] شیطانی
زہے علی ولی وہ کہ جس نے آتشِ کفر — بجھائی تیغ کا اوس کی، عجب ہی تھا پانی
علی سے لے کے وصی جو ترے ہیں مہدی تک — ہر اک کے نام کو سمجھوں ہوں حرزِ ایمانی
زبان پہ ہو ترا نام، اوصیا کا ترے — جو روح کرنے لگے ترکِ عالمِ فانی
نہ کوئی عقدہ رہے کار مدح خواں میں ترے — کہ مشکلات ہوں حل اوس کی سب بآسانی
رہِ شریعت و دین پر ثبات ہو اوس کو — نصیب ہو اثرِ ذکر و ذوقِ عرفانی
رہے بلیّہ دنیا و دیں سے وہ محفوظ — بحقِ سرورِ مردان علیِ عمرانی
کروں ہوں ختم دعا پر قصیدہ اب ممنوں — پہ وہ دعا جسے لازم قبولِ یزدانی
مثالِ دستِ کرم آفتابِ عالمتاب — کرے ہے خاک پہ جس آن تک زرافشانی
ہمیشہ دستِ سخا کے ترے حضور شہا — رہے ہاہر و زمیں کی کشادہ دامانی

## ۴۔ قصیدہ در نعت سید المرسلین و منقبت سید الواصلین صلوٰۃ اللہ علیہ و سلم

شب میں بیدار سرِ شام سے تھا صبح تلک — اشک پرشور سے بھر، دیدۂ گریاں میں نمک
گریہ تلخ سے تھی ناوک زہر آلودہ — چشم خونتابہ نشاں، اپنی کی، ایک ایک پلک

---

۱۔ آ: ممنوع
۲۔ آ: بیاں ہو نہ ترا
۳۔ ب: یہ دو اشعار پہلے درج ہیں۔
۴۔ آ: وہ
۵۔ آ، ب: کہ لگ رہی ہے کمیں گہ میں فوج شیطانی

پیچ کھا کھا کے نفس سینہ میں [illegible]
صورتِ سایہ بھی جوں مردمک [illegible]
اسی عالم میں ہوا اخترِ[1] دولت کا طلوع
مدِ زلف سیہ و رنگِ طلائی وہ عجب
آتشِ رنگ حنا کا مگر اٹھتا تھا دھواں
تھا خم و پیچِ تحیر میں رخ و زلف سے دل
چاندنی برگ سے، اشجار کی، جس طرح چھنے
گلِ[2] مہتاب پڑے لوٹتے انگاروں پہ
چین سے ایک جبش تک تھی عجب سیدھی راہ
منتہا مانگ کا چوٹی ہے کہ ظلمت اوس جا
شبِ تاریک سے دیکھی جو نہو صبح کبھی
جنسِ بس ماندہ تھی وہ کارگہِ قدرت سے
گردنِ صبح وش و کاکلِ مشکیں مت کہہ
ماہ ہوئے[3] نہ سفید اوس کی جبین کے آگے
اوس کی ابرو کو نہ کہہ مثلِ ہلالِ گردوں
ابرو و جبہ کو یوں پیر فلک پر طعنے
چشم وہ نسخۂ شوخی کہ حضور اوس کے ہے
شب سے پھڑکے ہے پڑی چشم کواکب تا صبح
نرگسِ مست کو اس کی جو کہوں ساغر ہے
غارتِ دل پہ اشارت جو کریں وہ آنکھیں
چہرہ قرآن ہے اور سورہ صاد اوس میں چشم
وہ مژہ نقش نہ آرام کا دل میں چھوڑے
متصل کیونکہ پھڑکتی نہ مری آتشِ شوق
صبح میں جیسے کہ ہو عقدِ ثریا کا ظہور
رخِ گل رنگ پہ وہ پرتوِ آویزۂ سبز
رخِ افروختہ کا دل سے نہیں جاتا دھیان
دونو رخسار کا دل سے نہ مٹے اپنے خیال
درمیان مشتری و زہرہ کے مریخ ہے یاں
چہرہ کے خوان ملاحت پہ نمکدانِ دہاں[7]
بینی[8] کہتی تھی یہ، چہرہ پہ کبھی دیکھی تھی

[illegible] آئی تھی [illegible]
لعل سا [illegible] میں خورشید [illegible]
شکن زلف سے [illegible] کی [illegible]
موئے آشفتہ سے دیکھو اوس رخ تاباں کی [illegible]
مانگ کا خط وہ جبین سے جوگیا [illegible]
نظر آئے ہے نگہ جا کے جہاں جاتے [illegible]
دیکھو اوس جعد میں جوبات طلائی کی چمک
کاکلِ مشک فشاں جسکو کہے تھا ہر ایک
خواب میں ہندوی قاقم کی بچھاکر تو شک
کرمِ شب تاب کی کیا مہر کے آگے ہو چمک
ہے مہِ نو یہ حقیقت میں وہ ناخن کی کھٹک
صبح میں دو مہِ نو بھی تجھے دکھلائے اتک
مردمِ دیدۂ آہو نگہبان نقطۂ شک
دیکھے اوس مقنعِ مشکیں میں جو آنکھوں کی پھڑک
نشہ عقل یہ کہتا ہے کہ اٹھا نہ بہک
ہو صف آرا، مژہ و سرمہ کی دنبال کمک
مدِ ابرو و مژہ زیر و زبر ہیں یک یک
چھپیل دبے صفحہ[5] سے جوں حرف غلط گو کہ لک
جنبشِ مژدہ تھی دھیان میں مژگاں کی جھپک
سلکِ گوہر کے بنا گوشِ سمن گوں ہیں لٹک
تھا کنارے پہ رہا باغ کے سبزہ سا لٹک
دل ہی جانے ہے جو دل میں ہے رہی آگ دہک[6]
ماہ و خورشید ہوں کس طرح فلک سے منفک
دیکھو یاقوت کے دو موتیوں میں نتھ کی دمک
پہ جہاں زخم جگر ہے وہیں چھڑکے وہ نمک
موج سرچشمۂ خورشید سے اٹھتی اب تک

---

۱۔ لندن: "دولت اختر" لیکن یہی زیادہ موزوں ہے۔

۳۔ آ: یہ شعر اگلے شعر کے بعد ہے۔
۴۔ لندن۔ دیکھ نہیں ہے۔
۵۔ آ۔ صفحہ، جوں، ب: صفحہ سے
۶۔ آ۔ بھڑک
۷۔ آ۔ نمک دان و دہاں
۸۔ ب۔ یہ شعر موجود نہیں

خوردہ ہیں چرخ نہ پاوے دہن اوس کے، کا نشاں — ماہ و خورشید کی ہر چند وہ رکھے عینک
سطریں شنگرف کی دو لب خنداں اوسکے — سیمگون ہیں سطور ان سے، وہ دنداں کی جھلک
صف دندان وہ نمایاں دہن رنگیں سے — سلک گوہر سے جھلکتے ہیں لعلین درجک
اوس کے دانتوں کو نہ دوں سلک گہر سے تشبیہ — کم سررشتہ کو کرنا نہیں اپنا مسلک
بے سخن مصحف خوبی کے یہ ہیں سپارے — جدول مشک ہے گردادن کے، مسی سے بیشک
دستمال[1] اسے نگہہ شوق مبادا ہو کہیں — وہ ذقن سیب بہشتی سے بھی ہے نغز ترک
مدح میں اوسکی صباحت کی وہ مطلع لکھوں — مطلع صبح جسے دیکھ کے رہ جانے بھچک

## مطلع ثانی

نور رخسار فروزاں میں وہ غبغب کی چمک — گونے سیمین کی ہو مہتاب میں جیسے کہ دمک
وہ صراحی گلو یا کہ بلوریں فانوس — کہ نظر شعلہ آواز کی آتی تھی بھڑک
جیب مشرق[2] سے ہو جوں نور سحر کا مشہود — مشرق جیب سے یوں صبح گلو تھی مدرک
ایک ہی شاخ سے ہر رنگ کے گل پھولے تھے — نورتن دیکھ کے بازو پہ رہی عقل بھچک
مل کے بالیدہ ہوئے نرمی و صافی باہم — ساعد صاف تھی یا بحر تجلی کی سمک
فندق دست یہ کہتی[3] کہ نہ دیکھا ہو تو دیکھ — شاخ مرجان پہ یاقوت کا غنچہ اب تک
گول پستان کہ دو کوزۂ زر، زور سڈھول — اوس پہ وہ چتر سیہ تمام نہ سرپوش تک
گر ترنج زر پرویز کہوں میں اوس کو — ادب حسن یہ کہتا ہے کہ بس آگے نہ بک
دست رس اون پہ جو ہو مرحلہ، گوہر کی — یہ حیا حسن کی کہتی ہے کہ ہٹ یاں سے سرک
قدسیوں کا ہو وہیں خرقہ تقویٰ پھر چاک — جائے پستان پہ انگیا جو کہیں اس کی مسک
اللہ اللہ نزاکت کہ کمر پر اوس کی — کہیں بل جاوے جو چوٹی وہیں آجانے لچک
وہ شکم آئنہ صاف ہے اور اوس میں ناف — ہے بھنور چشمۂ آئنہ کی بے شبہ و شک
سینہ کے تختہ بلور پہ یا خاتم سیم — رکھی جو صانع قدرت نے تو آئی ہے ڈھلک
اوس سے آگے تو مجال نظر و فکر ہے تنگ — وہم بیرون در اس جاپہ رہا جاکے ٹھٹھک
گنج خوبی کی کچھ ایک سیم پس انداز سریں — دست زور کوب ہوس سے نہ پہنچی ہے دھمک
اس کے آئینہ زانو کی صفا کیا کہیے — جس کے ہو سامنے تہہ زانوئے مرآت فلک
ساق آئینہ زانو کا بلوریں دستہ — جس سے شرمندہ عمود سحر و مہر فلک
لعل گوں ڈانک سا الماس کی پنڈری کے تلے — پشت پا سے نظر آتا تھا پڑا رنگ، کفک
قامت اوس کا یہ قیامت کہ جو شور محشر — آگے آجائے تو دے مار کے ٹھوکر وہ جھڑک
نشۂ بادہ میں یوں وہ قد موزوں جھومے — باد سے آتی ہے جس رنگ سے گلبن میں لچک
اوس کی آواز پہ ہو روح ملائک کو سماع — پہنچے گر سمع تک اوس پانو کے گھنگھرو کی چھنک
جلوہ[4] پرداز ہوئی ناز سے بالیں پہ مرے — دیکھو اوس حسن کے شعلہ کو گئی آنکھ جھپک
کلبہ تار سے ایک نور تجلی تھا بلند — دشت ایمن کی طرح خاک سے لے تا بہ فلک

---

۱۔ آ۔ دست مل
۲۔ آ۔ (سے)
۳۔ ب۔ کہتی نہ دیکھا ہو
۴۔ آ، ب۔ زائد شعر

غنچہ ساں ہو تبسم [illegible]
صورت بوے گل اب [illegible]
گل و بلبل نے گلستاں میں [illegible]
ایسی رنگین غزل اب وصف بہاراں میں [illegible]
سنتے ہی اوس سے کہی طرفہ بہاریہ غزل [illegible]

## غزل

فیض آبری سے ہوئی سبز زمیں تابہ فلک
تخم گل سے ہے [illegible]

کیا عجب کھینچے پھولوں سے سپر کے گر عطر
آب عنبر سے اوٹھا سبز [illegible]

جوہر[1] باد بہاری میں یہ سیرابی ہے
جانے ہے ساغر [illegible]

باغ میں تاکہ عیاری زر گل کو سمجھے
ہاتھ میں میری لالہ لیے [illegible]

نغمہ جوں تنگ دہانوں کا کرے دل کو وا
دل شگفتہ کرے یوں باغ میں غنچوں کی چٹک

عطرداں غنچوں کے، باد سحری نے کھولے
سب چمن جلوۂ شاہد صفت اٹھائے [illegible]

غنچہ ساں سر نہ نکالا تھا گریباں سے ہنوز
لاؤں تا مطلع رنگیں کوئی کہہ کر لب تک

سن کے وہ رشک چمن غنچۂ نرگس کی طرح
ہوکے یوں کہنے لگی ناز سے گرم چشمک

یہ مضامین یہ الفاظ یہ تالیف یہ تکلم
گوش زد گوش زمانے کے نہیں آج تلک

تکلم کہتے ہیں اسے، یہ ہے سخن کا انداز
کہ یہ ہے طرز بیاں آن[2] کے سیکھے ہر یک

پہ یہ پوچھوں ہوں کہ کسواسطے اے فخر سخن
نہیں کہتا ہے تو اب نعت شہ انس و ملک

کون! وہ یعنی محمدؐ کہ در اوسکے کی خاک
واسطے عرش معلی کے ہے زیب و تارک

سن کے یہ اوس سے کہا نعت میں ایسا[3] مطلع
حالت وجد میں تھے سن کے بزرگ و کوچک

## مطلع ثالث

عہد میں صوت نہی اوسکی نہاں ہے یانتک
جام کو مہر چھپاوے نہ بہ دامان شبک

بسکہ آوازۂ احکام شریعت ہے بلند
ہاتھ سے پھینک دیا مطرب گردوں نے چنگ

عدل اسکا ہو اگر حامی مظلوم تو لے
چنگل صعوۂ بے پر کلہ باز اوچک

مختلج برق کی ہو چشم، نہ پھر بار دگر
عہد میں اوس کے اگر آنکھ پہ رکھے وہ خسک

چشم معشوق ہو جیسے دل عاشق پہ دلیر
اوس حمایت سے ہے یوں شیر پہ آہو شیرک

گر تری تربیت حلم[4] دکھا دے اعجاز
ہے نہ ممکن کہ اوٹھے باد سے پھر آگ دہک

جترے آئینہ میں ہے جلوہ نما حسن قدیم
رہ گئے دیدہ و دل تج کو تحیر سے تک

آنے خاطر میں نہ کچھ نکہت نسرین بہشت
جو مشام آپکی نکہت سے ذرا جائے مہک

---

۱ - ب، جوہری
۲ - آ - آن کے سب کی ہر ایک
۳ - آ، ب - مطلع ایسا
۴ - آ - حکم

خاکبوسوں[1] سے ترے دن کے جو لیتا خورشید — رازِ افلاک کہے، عقل کہے، مار نہ جھک
زندہ اول، ایوان، مراتب پہ ترے — رہبر و فکر جو جاوے تو رہے راہ میں تھک
سخت کوتاہ ہوا محورِ افلاک، خیال — خیمہ ترکِ معلّیٰ کا کیا جب متحرک
مدح کیا اوسکی کروں، نعت میں جسکی ممنون — مرشدِ جوہرِ اول کو ہے حکم کو دک
لیک مطلع وہ لکھوں وصف وصی میں اوسکے — چرخ پر رشک سے ہو مطلعِ شعریٰ بھی حک

## مطلع رابع

اوسکے عنصر نے نہ ہو نورِ الٰہی منفک — آبِ گوہر کہیں گوہر سے نہیں جائے چھلک
اسد اللہ کہ یک نعرہ قہر اوسکے سے — جائے شیرِ فلکی صورت، روباہ دبک
یا علی کہہ کے وہ آغوش میں لے لے اوسکو — عہد میں اوسکے جو دیں شیشہ کو پتھر پہ پٹک
آب، شمشیر ترا دم میں بجھاوے اوسکو — شعلۂ شرک دل، گبر میں اوٹھے جو بھڑک
جلوہ پرواز جہاں تو ہو ترے سامنے سے — جائے چپکے سے بے یوں خصم سیہ بخت سنک
مہر پر نور کے ہوتے ہی مقابل جیسے — سایۂ تیرہ درون جائے دبکے پانو کھسک
کو کبہ دیکھ سواری کا تری کیونکہ نہ نور — دیدۂ دشمن خفاش صفت سے ہو، حک
ہوکے صف بستہ ہزاروں شہ خاور سے چلیں — باندھ، ترکش کو جہاں مثل سپاہ، ازبک
ایک ادنیٰ جو ہے سرکار مبارک کا غلام — فن پیکار میں ہے اوسکو مہارت یاں تک
توڑ جاتا ہے وہیں سات توے گردوں کے — چھوڑ دیتا ہے اگر کھینچ کے[2] وہ تک ناوک
صولتِ نعرۂ پر قہر و غضب سے تیرے — جائے شیرازۂ نظم و نسق دہر چٹک
مثل اوراق، پریشان شدہ ہوں زیر و زبر — ہو کر انطباق، زمین و فلک ابتر یک یک
توسن اوس کا وہ سبک رو کہ دوڑپے جو اسے[3] — ساحتِ اللہ پہ سنبھنے پاوے نہ دھمک
پار مرأتِ فلک کے ہو وہ اس جلدی[4] سے — سنبھنے پائے نہ تمثال کبھی آئینہ تلک
اوترے ہے ایسی ہی خوبی و لطافت سے اور! — لطف سے آنے ہے جوں وحی خدا زیرِ فلک
خسروا بادشہا بندہ نوازا! حق نے — فرض کی تیری اطاعت پہ انساں و ملک
ہے جو اولاد تری حجتِ حق عالم میں — کہ وصی بعد وصی بعد تیرے ہیں وہ و یک
صاحب ستر، محمدؐ ہے بلاشبہ ہر ایک — ہیں بترتیبِ محمدؐ کے وہ نائب بے شک
راہ سے اونکی جو عالم میں مخالف ہے راہ — راہ پہنچے ہے وہ بے شبہ، در دوزخ تک
سو یہہ اب عرض ہے، اے راہنمائے عالم — کہ اسی رہ نہیں مجھے خاک کرے دورِ فلک
ہے تری ذیلِ محبت کا وسیلہ مجکو — ہاتھ میرا نہیں جاتا کسی داماں تلک
کوئی میرا نہیں الا کہ محبت تیری — دم بہ دم شعر یہ ظاہر کا ہوں لاتا لب تک
ہر کسے را بہ کسے دست توسل محکم — لیس[5] واللہ سوا حبک ہے مستمسک
میں گنہگار ہوں اور لطف سے تیرے ہے امید — ہر گنہگار کی ہوویگی شفاعت بے شک

---

۱۔ آ، ب: خاک بوسوں سے ترے در کی
۲ ب: یو نہیں ناوک
۳۔ آ: جو دوڑپے وہ اسے
۴۔ آ: جلوے سے
۵ ترجمہ: بجز تیری محبت کے میرا کوئی سہارا نہیں

سو یہ تجھ سے ہے شہا عرض کہ [illegible]
تیری ہمت سے تو ہے بخشش ہے صد [illegible]
ختم کرتا ہوں دعا پر یہ قصیدہ [illegible]
جب تلک مہر کے ہے چترِ مرصع سر پہ [illegible]
خلعتِ سندسِ جنت ہو محبوں کو نصیب [illegible]

## ۵۔ قصیدہ در منقبت جنابِ ولایت و امامت مرتبت علی مرتضیٰ علیہ السلام[2]

بزمِ عالم میں عجب نشو و نما کا ہے عمل
ریشہ دوانے ہے زمیں میں ابھی چوبِ صندل

لالہ و داغ صفت دے ہے نمو باد اگر
آتشیں مجمرہ ہو پارۂ عنبر کا بل

دود و اخگر سے بہم سنبل و گل پہنچیں ہیں
رنگ و بو میں ہیں خیاباں کے مقابل صندل

مل کے بالیدہ بہم خواہ قدح خواہ شراب
جام[3] سیمیں و مئے زرد ہے نرگس [illegible]

فرشِ گل پر یہ صفا ہے کہ گزرنا مشکل
گاہ جاتا ہے پھسل پائے صبا گاہ سنبھل

ہے عجب فیضِ نمو کارگہِ ہستی میں
جوں رگِ سبزہ بڑھے[4] ہے رگِ خوابِ مخمل

اثرِ نامیہ یاں تک ہے کہ جوں شاخِ درخت
کیا عجب شاخِ کماں سے بھی جو پھوٹے کونپل

کھل رہا تیر کا سوفار ہے گل کی مانند
پڑھ رہا زاغِ کماں صورتِ بلبل ہے غزل

پھول کیا کیا ہیں نہ خیاطِ بہاراں نے لگائے
دامنِ دشت مسطر اور گریبانِ طلل

ہے گل و تختۂ سنبل سے ہوا عکس پذیر
کہیں ٹکڑے ہیں شفق کے کہیں کالے بادل

کارِ رنگینیِ موسم کا کہاں تک ہے عروج
کہ خیابانِ فلک میں گل و سوسن ہے زحل

ہے خیابانِ چمن صفحۂ دیوانِ بہار
بن گیا نسرو ہے مصرع جو کوئی تھا مہمل

چمنِ صفحہ پہ سطروں میں عجب ہیں[5] مسطور
سنبلستان میں ہے باریک سی جاری جدول

روزِ نوروز منجم کو ہے گھر بیٹھے سیر
لوحِ احکام ہے صحنِ چمنستان کا بدل

کھل رہے صفحہ پہ ہیں گل سے رقومِ تقویم
سبزہ و گل کی سی موجیں ہیں خطوطِ جدول

گرہیں تار میں دیجئے تو ہو نسرین کا ہار
شاخِ سنبل ہو اگر بال میں پڑجاویں بل

ہو تر و تازہ وہیں شکلِ گلِ[7] نیلوفر
امتحاناً جو رکھیں آب[6] میں کاغذ کا کنول

کلکِ نقاش اگر شاخ کی کھینچیں تصویر
شاخ سے پھول اوگے، پھول سے بنتا ہے پھل

بوسہ کو شاخِ ثمردار جھکی پڑتی ہے
رنگ ان روزوں میں کچھ گل کا یہ آیا ہے نکل

پنجۂ گل رنگ کرے مثلِ حنائی سودہ
ہاتھ دھووے جو کفِ خاک سے کوئی مل مل

لافِ خشکی نہیں اس موسمِ رنگیں میں قبول
سبحہ زاہد کے گلو میں ہے گلوں کی ہیکل

صورتِ دانۂ انگور ٹپکتی ہے شراب
دانۂ سبحۂ صوفی کو اگر ڈالیں مل

شاخِ خم گشتہ میں آویختہ ہیں غنچہ و گل
دلِ قندیل گیا رشک سے محراب میں جل

---

۱۔ ب۔ بر میں الفلاک
۲۔ ب۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام نہیں لکھا ہے۔
۳۔ آ،ب۔ جام بلور و مئے زرد
۴۔ آ،ب۔ بڑھی ہے رگِ خوابِ گل لندن۔ بڑھے، سہو کاتب۔
۵۔ آ: عجب ہیں مسطور
۶۔ ب: پانی
۷۔ آ،ب: کھینچے

واہ ری تربیتِ فیض ہوا زمزمہ خواں　　بلبلیں بیضۂ فولاد سے آتی ہیں نکل
سرِ ہر سرو پہ ہے قافیہ پرداز تدرو　　عندلیبانِ خوش آواز یہ پڑھتے ہیں غزل

## مطلع ثانی

دیکھ رضواں کیے نقاشِ بہاراں کا عمل　　نقشِ ثانی یہ چمن، خلد ہے نقشِ اول
ولولہ خیز صبا کیوں نہ ہو مجنوں کی طرح　　محملِ لعلی لالہ پہ ہے[1] لیلیٰ ہے محل
کہہ نہ شبنم کہ دمِ گرم سے بلبل کے تمام　　چہرۂ نازکِ گل پر عرق آیا ہے نکل
حلی و حلہ گل و سبزہ چمن زارِ عروس　　ہاتھ مشاطہ کا ہر موجِ صبا ہے بے مثل
عکسِ برگ و رگِ سوسن سے عجب جا دو دست　　آج بھی دیکھتا ہوں یہی[2] جو دیکھوں تھا کل
لبِ خوش رنگ پہ غنچہ کے جمائی ہے مسی　　چشمِ فتاں میں ہے نرگس کے لگایا کاجل
روئے گلشن پہ رہے موئے بنفشہ ہیں بکھر　　جعدِ سنبل کمرِ شاخ سے آئی ہے ڈھل
گل پہ گل جیسے دو محبوب رکھیں رخ پر رخ　　شاخ سے شاخ دو مشتاق صفت دست و بغل
کب تلک دستِ صبا خیرگی و چالاکی　　بے ادب دیکھ کر گل کی ہے گئی چولی مچل
غنچہ و شاخ سے لالہ کے ہوا ہے ہم رنگ　　محفلِ لالہ رخاں میں ہے جو میل و مکحل
غیرتِ شیشہ گلزار ہے آئینۂ آب　　بسکہ ہے عکس پذیرِ گل و ریحاں جدول
سایہ تاک کی ہر پھول پہ ہے کیفیت　　جوں سیہ مست و گل اندام بہم دست و بغل
غنچۂ ہر[3] شاخ کے پہنچے پہ ہے لعلین تعویذ　　پہنی اشجار نے پھولوں کی گلے میں ہیکل
زیورِ گل سے جلی بند ہوئی ساعدِ شاخ　　سرو کے پانو میں خلخال ہے آبِ جدول
جلوہ پرداز ہیں رعنا منشانِ گلشن　　ایک سے[4] ایک نئے رنگ کی پوشاک بدل
دیکھ یہ جلوۂ رنگین، چمن میں بلبل　　انوری کا یہی اب شعر پڑھے[5] ہے بہ محل
ساعد و ساقِ عروسانِ چمن رابینی　　ہمہ بربستہ جلی وہمہ پوشیدہ خلل
بسکہ ہیں محو تماشائے عروسانِ چمن　　باغ میں دیدۂ نرگس نہیں جھپکے یک پل
گہہ کرے غنچہ صراحی گہے ساغر گل کو　　شعبدہ باز صبا میں بھی عجب ہے چھل بل
اور کرتا ہے رقم مطلعِ رنگیں مضموں　　رنگِ گل آبِ مئے سرخ میں کیجیے گا حل

## مطلع ثالث

ہے جمادات تلک نامیہ کا فیضِ عمل　　سنگ سے نخل تراشے ہیں تو پھوٹے کونپل
صوتِ ناقوس ہے مرغِ چمنستاں کی نوا　　نرگس و لالہ بنے چشم و رخِ لات وہبل
آگ یوں جھلکے ہے جیسے پسِ مینا ہو چراغ　　کی ہر اک سنگ پہ یہ لطفِ ہوا نے صیقل
جانے جس طرح چھلک ظرفِ بلوریں سے آب　　یوں چلا شیشہ ہراک سنگ سے صحرا میں ابل

---

۱۔ آ۔ میں ہے لیلیٰ کا محل　ب۔ لالہ کے ہے لیلیٰ کا وجہل
۲۔ آ: وہ ہے، ب: سب کچھ دیکھا۔ یہی
۳۔ بھی، ب، سے
۴۔ آ، ب: نہ
۵۔ آ: پڑھی

باغِ تصویر بنادے [illegible] — [illegible]
کہیں امواج اوٹھا کر نہ [illegible] — [illegible]
غرض اس فصل میں یہ دیکھ کے [illegible] — [illegible]
اندریں فصل [illegible] کہیں [illegible] — [illegible]
کیوں نہ شاداب ہوں گلہاے مضامینِ بہار — [illegible]
صورتِ شاخِ گل اب خاک میں شاخِ آہو — باغبان [illegible]
خاک کے جوہرِ قابل سے نہ کچھ دور سمجھ — کہ گل [illegible]
تازگی بخش ہے ہر ایک رگِ خشک کو باد — متحرک [illegible]
دل کشا باد میں انفاسِ حکیمان ہیں اگر — [illegible] کیے وا
غنچہ ساں باد سے ہر عقدۂ مشکل[3] ہے وا — لیک کچھ عقدہ [illegible]
گرچہ ایں فصل میں جوں مرغِ خوش الحانِ چمن — بلبلِ گلشنِ تصویر [illegible]
آشنا نغمۂ شادی سے نہیں لیکن ہم — ایک بھی حرف زبان سے نہیں [illegible]
صورتِ خامہ بھرا سرمہ گلو تک ہے تمام — میل گویا ہے زبان اور دہاں [illegible]
غنچہ ساں یاں تبسمِ لب حرفِ تمنا خون[4] ہے — دس زبان موجبہ میں ہیں سوسن کی طرح گو [illegible]
باغِ عالم سے حلاوت نہیں قسمت میں میری — سیب دکھلاتے[7] ہے دیتا مجھے گردون حنظل
دل میں میرے اثرِ عیش و طرب جز غم و رنج — نہ زیادہ ہے نہ کم اور نہ اکثر نہ اقل
جورِ گردوں سے وہاں جاکے کروں گا فریاد — جسکے دُر کا ہے لقب ملجاء امم و اجل
کون یعنی شہِ مردان علی عالی قدر — نام اوس خاکِ درپاک کا ہے عرش محل
سرمۂ خاکِ رہ اوس کا جو کریں آنکھوں میں — رشتۂ نور ہے ہم چشم ہو پھر عزل [illegible]
ہے بجا گیہیے اگر اول و آخر اوس کو — آخرِ ختم رسل اور امامِ اول
زور نورِ ازلی کے تھے دو لمعے چمکے — سو ہوا[8] ایک امام ایک نبیِ مرسل
مصطفیٰ موسیٰ و ہارون ہے تو[5] اوسکے بعد — اس وجاہت کا وہ منکر ہے کہ سو جو[9] اجہل
مدح میں اوسکی پڑھوں مطلعِ ثانی ایسا — سن کے احسنت مکرر کہے محفلِ اول

## مطلعِ رابع

ذات یکتا تری جوں ذاتِ حق عز و جل — نہ مثیل و نہ مماثل نہ رکھے مثل و مثل
شکل ثانی کی ترے محو یہاں تک کہ نہ پائے — وہم و آئینہ و آب اوسکو نہ چشمِ احول

---

۱- آ- ابوطالب آملی

۳- ب- کنے

۴- ب- یہ

۵- ب- آتا

۶- آ- ہے خون

۷- آ- دکھلانے ہے

۸- آ- ب- جو ہو

۹- ب- وہ

جوں حریم احدی کعبۂ عزت میں تری
نہ دلایل کی رسائی نہ خرد کا مدخل

حق کہ تو مصحفِ ناطق ہے، مفصل تجھ میں
جو کلام صمدی میں تھے نکاتِ مجمل

بحرِ اسرار ہے تو اور ترا جاری فیض
دلِ اربابِ ولایت میں ہے جدول جدول

آبیاری نہ کرے چشمۂ الفت جو ترا
ہو عبادت وہ شجر جس میں نہ ہو پھول نہ پھل

تو ہے ہم نامِ خدا نام پہ تیرے ہے بجا
عوضِ صل و سلم جو کہیں عزوجل

سب پہ ہے[1] شبہ و شک نفسِ نبی کو تفضیل
تو کہ ہے نفسِ نبی سب سے نہ کیوں ہو[2] افضل

حفظ تیرا جو مددگار ضعیفوں کا ہو
زہرہ، مار ہے کیا جو کہ کرے مور سے بل

پنجۂ شیر ہوا شانہ کشِ لحیہ کیش
کہ اوس عہدِ عدالت میں ہے مفہومِ جدل

جورِ گردوں سے[3] اگر سنگ پڑے شیشہ پہ پھر
دستِ پیر قوتِ عدل اوس کا اٹھا زو دہیں جبل[4]

ایسے ہی زور سے مارے ہے رخِ گردوں پہ پھر
ذرہ ذرہ[5] ہو فلک، کوہ بنے خردل خردل

عہد میں تیرے، عدالت کا یہاں تک ہے عموم
کیجیے جمع جو دو ضد کو تو پہنچے نہ خلل

نخلِ مومیں کو جو دیں چشمۂ آتش نے آب
ہو کے بالیدہ و شاداب وہ لاتا ہے پھل

آتشِ قہر تری شعلہ فگن ہے اوسکے
کہ جسے منع کرے شرعِ نبی مرسل

عہد میں تیرے جو مطرب کرے آہنگِ غنا
جائے بس نائے گلو شعلۂ آواز سے جل

تارِ صرصر سے بنیں پردۂ فانوسِ چراغ
بزم میں ہو جو ترا ذکرِ حفاظت یک پل

دستِ صرصر سے نہ ہو چاک گریبانِ حباب
لجہ دہر میں یہ حفظ کا تیرے ہے عمل

خاکساروں سے کہیں عہدِ عدالت میں تری
عاجز آزارِ فلک ظلم کو لایا بہ عمل

پیکر اوس کا جو سراسر نظر آتا ہے کبود
پنجۂ عدل نے تیرے اوسے ڈالا ہے مسل

کسی مظلوم پہ ظالم جو کوئی پھینکے تیر
بادجو دیکہ کماں سے وہ گیا ہووے نکل

اور فرمانے ترا حفظِ جہاں پرور اسے
چل اودھر ہی کو اولٹ، دیکھ ادھر کو مت چل

کرکے سو فار سے وا اپنے دہن کو وہ پھر
یوں الٹتا ہے اودھر کو کہ اوسے جانے نگل

خاک میں خصمِ گراں جان نہ ترا کیوں گرجائے
شے وہ ہو مائلِ پستی کہ جو ہووے بوجھل

تکیہ[6] ہو زانوئے غم خوار صفت زانوئے شیر
ہووے عارض جو ترے عہد میں آہو کو کسل

واہ رے تربیتِ بادِ بہارانِ کرم
غیرتِ گل ہو اگر آب میں رکھیں منقل

حبذا معجزۂ عہدِ عدالت کہ طبیب
مشک لکھتے ہیں پئے تقویتِ روحِ جعل

کیا تعجب کہ ترے قہر سے ہو جل کر خاک
نسبت کفر زبس رکھتے ہے ہندوئے زحل

صورتِ نہی تھے ازبسکہ پکئے گردوں نے
دامنِ روز میں زنگولۂ اختر او جھل

پھر کرے بادِ مسیحا اثرِ بادِ سموم
بن ترے حکم اگر چاہے کہ ہو رفعِ علل

فرش ہو گوشۂ ایوانِ جلالت میں ترے
اطلسِ چرخ نہ ہو تُرُ کہن و مستعمل

---

۱- آ: ہے
۲- آ: ہو
۳- ب: سیں
۴- آ: زودہیں جبل
۵- آ: ہے - ہے

سامنا شیر کا [illegible] / [illegible]

برق، شمشیر [illegible] / [illegible]

دیکھ اوس کو کہا تیغ نے کو میدان [illegible] / [illegible]

پھر تو تیغ، شہابی کو نظر کرنے اوسی / [illegible]

صورت، لا جو رکھے ہے ترن تیغ دو زبان / [illegible]

کاٹ کر گاؤ زمیں پشت، سمک پہ ٹھہرے / [illegible]

تو جو میدان میں کھینچے ہے اوسے روز مصاف / اپنی [illegible] کی جان کا [illegible]

اس قدر جو ہر، ترش نہ ہو اس میں قطعاً / اوس سے شمشیر قضا کو [illegible]

شوخی اوس رخش کی لکھوں تو کمیت، خامہ / ذر [illegible] سے جائے کہیں [illegible]

اس کی تصویر کا جب قصد کرے ہے مانی / طبع ہوتی ہے اس [illegible]

جست و خیز اوس کی ہے کیا دور کہ وہ شوخ شبیہ / جو کہی باندھ کے آہو کی [illegible]

نقش بند، دو جہاں اوس کو کرے ہے الہام / کھینچ تو اوس کے [illegible] کو [illegible]

نیم نقطہ سے ہے اوس دائرہ سم میں کم / تا عدم دشت، ابد از سر، میدان ازل

گر ترے دھیان میں آجائے کسی وقت کہ تک / طے کرے مشرق و مغرب کو یہ گردوں سے کل

جاکے سو بار یہاں سے وہ وہاں تک پھر آئے / دل سے تا لب پہ ترے حرف نہ ہے آنے کو چل

شوخ معشوق نہ جس طرح سے آوے بر میں / ٹھیرے آغوش تصور میں نہ یوں وہ اچپل

اوس کی شوخی کو جو دیکھا ہو کسی نے یکبار / سرعت، وہم کو سمجھے ہے وہ مفہوم، کسل

ہووے یوں جلوہ ترا خانہ زیں میں اوسکے / ترے سینہ میں ہے جوں نور، حق عزوجل

طاقت، کلک کہاں جو کہ تری مدح لکھے / تیرا مداح ہے حق اور نبی مرسل

عرش، اعلیٰ سے گزر جائے کسی کا گر فکر / قدر سے اوس در، والا کے کہیں ہے اسفل

نہ گیا کوئی گدا گاہ یہاں سے محروم / کہ ترا در ہے شہا ملجاء امید و امل

عرض مقبول یہ اے صاحب، کل ہو اوسکی / تیری خدمت میں جو کہتا ہے ترا عبد اقل

ناخن، لطف ترا، عقدہ کشا ہے سب کا / لطف سے عقدہ ہر کار مرا بھی کر حل

راز جو کچھ پس، دیوار قضا ہیں پنہاں / تجھ پہ ظاہر ہیں سب اے واقف، اسرار ازل

روبرو چشم جہاں ہیں کے تری یا شہ دیں / ایک سا حال ہے ہم ماضی وہم مستقبل

جو مرا مقصد، دل ہے سو وہ تجھ پر ہے عیاں / کون سی شئے ہے کہ ہے تیری نگہ سے اوجھل

حکم، پر یہ ہے ترے لطف، جہاں پرور کا / کہ کرے عرض ہر اک اپنی تمنا و امل

حسب، حال آکے پڑھوں ہوں تری خدمت میں شہا / کرکے موزوں کئی بیت کی اب ایک غزل

## مطلع خامس

میں سیہ بخت ہوں وہ روسیہ، روز ازل / ہے سیاہی میں مرا دل رخ، ہندو کا بدل

نہیں چمکا ہے ادھر مہر، تجلی گاہے / تیرگی میں ہے مرا دل شب، ہجران کی مثل

---

۱- ب- ہو بہ تردد یراہل

۲- آ، ب- میں

۳- آ، ب- اوسکی

۴- ب- ثانی

مدت عمر تلک پھر وہ نہ بڑھیں استغفار
گبرو ترسا کو نظر آئیں اگر میرے عمل

نگہہ تیز مجھے دی ہے پہ کرگس کی طرح
ڈھونڈھتا طعمۂ[1] مردار پھروں ہوں ہر پل

آہ یہ دل کہ عجب گوہر نایاب تھا آہ
معنوی حرص و ہوا لے ہی گیا مجھ سے جبل

حسن فانی پہ ہوس باز[2] نظر ہوں ہر دم
آنکھ دیکھے ہی نہیں جلوۂ معشوق ازل

پر خطر راہ، سیہ رات کہیں گبہ میں عدو
بجھ گئی باد ہوس سے یہ خرد کی مشعل

اس شب تیرہ میں تو راہ نما میرا ہو
تجھ سے یہ عرض ہے اے نور حق عزوجل

علم جو کچھ کہ مجھے ہووے سو ہو دین کا علم
تابع شرع نبی ہوں مرے جتنے ہیں عمل

داد بخشا ہو ترا نام جب ورد زباں
ہوؤں جس وقت کہ میں مورد بیداد اجل

روز محشر[3] کے ممھون میں ترے ہوں محشور
کہ یہی غایت امید[4] و نہایت ہے امل

اور دنیا میں میری زیست ہو اس طور کے ساتھ
کہ نہ لے جائے فلک تا در ارباب ذل

ختم کرتا ہوں دعا پر یہ قصیدہ ممنوں
دے اوسے خلعت تاثیر حق عزوجل

ساعد شاخ جلی بند ہوں گل سے جب تک
قامت سرو کو جب تک ہو عطا سبز حلل

طبع[5] میں پیر سمن کے ہے برودت جبتک
تاکہ گلشن میں رجلادے گل و لالہ منقل

جب تلک ہاتھ میں دریا کے ہے تسبیح حباب
تا زبان سبزہ کی لے نام حق عزوجل

میل ہر شے کا ہے تاسوے مقر اصلی
نسق و نظم میں عالم کے نہ تا آئے خلل

مرجع ناز رہے جانب اعلے جب تک
منزل خاک رہے تاکہ ہوے اسفل

طارم عرش تلک ہووے محبوں کو عروج
تیرے اعدا کا ہمیشہ ہو تہہ خاک محل

## ۶۔ ایضاً در منقبت حضرت امامت مرتبت علی مرتضیٰ علیہ السلام

لختہ دل آہ سے جاتے ہیں بکھر وقت قلق
جنبش باد سے جوں گل کے پریشاں ہوں ورق

داغ جاں سوز مرا خوں میں رہے ہے ڈوبا
قرص خورشید سدا دیکھ یہاں زیر شفق

کھینچیے گر ضبط فغاں، سینہ ہو معمورۂ زخم
کھینچیے نالہ تو مجو، جا سے، جگر جائے تڑق

گرمی آہ شرربار سے میری ہر شب
شکل مجمر کی بنے ہے یہ سپہر ارزق

مثل فرہاد نہیں دست نگر تیشہ کے
نفس گرم سے اپنے جگر سنگ ہو شق

دیکھیے دامن مژگاں کو اگر اپنی نثار
غرقۂ لجۂ خوں ہووے فلک کی زورق

ڈبڈبائی رہے گی چشم مری مثل حباب
جب تلک جسم نزار اپنے میں ہے دم کی رمق

پڑھیے اب ایک غزل ایسی چمن میں جاکر
بلبلوں کو ہو فراموش گلستاں کا سبق

---

۱ لندن۔ نغمہ۔ یہ کاتب کی غلطی ہے

۲۔ آ۔ ب: نظرباز ہوس

۳۔ آ۔ ب: کو

۴۔ لندن: امید چھوٹ گیا ہے۔

۵۔ لندن: طبع پر سمن کے یہ درست نہیں ہے۔

مہرومہ کو نہیں نسبت ترے منھ سے [illegible] ‖ [illegible]
جلوۂ رگ باغ میں گرزہ قدر رعنا ہو کرے ‖ بالا [illegible]
بے سبب مروحۂ جنباں نہیں باد سحری ‖ گرمی [illegible]
گرہ ابروئے خوباں میں ہے یوں حسن نہاں ‖ جس طرح [illegible] معدن میں [illegible]
منع، مستی سے نہ کر اہل خرابات کو شیخ ‖ ہے [illegible] گرمی [illegible] سے [illegible]
حسن اور عشق کے مضمون کو باندھا تو کیا ‖ کس طرح [illegible] سے کوئی [illegible]
مدح اب کیجیے اوس بحر سخا کی، کہ مدام ‖ عدل سے جس کے [illegible] جواہر کا [illegible]
نقد بطحا کہ ہو اکسیر نگہ سے جس کی ‖ جیب معدن میں [illegible] مطلق
اسداللہ جو ایک نعرہ غضب سے کھینچے ‖ جگر و زہرۂ شیر [illegible]
اوس کے قامت پہ ہے تشریف امامت زیبا ‖ مسند ختم رسل اوس کے [illegible]
امر سے اوس کے نہیں ظلم کا عالم میں اسم ‖ مصدر عدل ہے ہے ذات مبارک مشتق
احتساب اوس کے سے یاں تک ہے شریعت کو رواج ‖ ہے نہ انگور میں جوں ہجر کماں [illegible]
پڑھ حضور اوس کے میں وہ مطلع روشن مضموں ‖ رشک سے چرخ پہ رنگ رخ شرقی ہو [illegible]

## مطلع ثالث

جود و جرأت کا ترے کچھ نہ بیاں ہو مطلق ‖ مہرآسا ہے جہانگیر ترا تیغ و طبق[3]
کف ہمت کی ترے دیکھ کے گو ہر باری ‖ دست افسوس عدو سودہ ہونے تا مرفق
ضربت تیغ سے لرزے ہے تری، کوہ کا دل ‖ ہووے ہیبت[1] سے تری رنگ رخ گردوں فق
قصر شوکت میں ترے جب کہ ہو در کار نباط ‖ اطلس سبز کو لادے فلک استبرق
لطف سے تیرے ہمیشہ ہے رخ ماہ سفید ‖ دل خورشید سدا تیرے غضب سے محرق
یوں عدو خشک ہے میداں میں تری ہیبت سے ‖ جس طرح عرصۂ شطرنج میں ہووے بیدق
شاہد فتح کی انگشت کہ تیرا ہے خدنگ ‖ خون اعدا سے وہ باندھے ہے ہمیشہ فندق
تابہ پر خانہ ہوا غرق سر خصم پہ تیر ‖ ہے وہ میداں میں مشابہ بخروس افرق
ہیبت کفر گدازی سے تری آب[2] ہو پھر ‖ ہو چکا نطفۂ کافر جو رحم میں ہو علق
جمع اضداد ترے حکم عدالت سے جو ہو ‖ ہوں پریشان نہ دو صد قطرۂ صرصر سے بق
بسکہ تھا ظالم سرکش[4] سو عدالت نے تری ‖ سر گردوں پہ رکھا کاہکشاں سے مخرق
تربیت سے ہو تری ظلم بدل رحمت سے ‖ کیا عجب ہے کہ ترے عہد میں اے ضیغم حق
مادۂ گرگ[5] ہو بزغالہ پہ ماں سے ارحم ‖ شیر نر بچۂ آہو پہ پدر سے اشفق

---

۱۔ آنکی

۲۔ ب ۔ ہی سے

۳۔ مختار اشعار ب ۔ طبق ۔ یہی درست ہے ۔ لندن ۔ و آ ۔ علق

۴۔ آ ۔ ہے

۵۔ آ ۔ تو ہے

نسبتِ ذات سے تیری ہے دو عالم کو شرف
وصفِ عالی سے ترے رتبہء ہمت ادفق

آشیاں[1] عبد[2] حمایت میں بناتا ہے ترے
توڑ کر صعوۂ خستہ پر و بالِ لق لق

دے تو کاشاں اوسے جو پارۂ[4] تحمل مانگے
معسر وہ پانئے طلب جو کہ کرے قطعہ دق

منصب افزا ہے شہا تو ہی، ترے در پرآ
فلک و مہر ہوا صاحبِ کوس و بیرق

دے تجمل جو ترا قرض حشم تو ہو تنگ
عرصۂ سبز فلک مثلِ دہانِ نستق

جوں ولایت کہ نبوت کے لیے لازم ہے
تو ہے ملزوم نبی اس پہ کہوں ہوں صدق

حق نے تج کو ہے کیا نفسِ پیمبر شاہا
جوں نبی، عصمتِ ذاتی ہے تجھے بھی الحق

نفس معصوم کا بے شبہہ کہ ہووے معصوم
اس سخن کا وہی منکر ہے کہ جو ہوں[5] احمق

حبذا احمدِ مرسل کہ وصی اوس کا تو
وہ رسالت کے سزا، تو ہے امامت کے احق

اوس کا امکان سے نزدیکِ وجوب آپہنچا
ہے سرحدِ حدوث و رقدم اس جا ملصق

سامنے ذکرِ فضائل کے ترے مدحتِ غیر
یوں بعینہ ہے پس اے نائبِ پیغمبرِ حق

ژند پاژند کو پڑھ روبروے مصحف خوان
جیسے بیہودہ دراڈں کو ہو بق بق، حق حق

قدر عالی سے تری[3] قدر کسی کی نہ شبیہ
جیسے قرآں میں نہ ہو لفظ کسی کا ملحق

تیرا گلگوں کہ ہے رفتار میں جوں بادِ بہار
زیب سے اوسکے ہے شرمندہ چمن کی رونق

سنبل افشاں وہ دم و بالِ کفل خرمنِ گل
پر عرق گوش کہ آلودۂ شبنم زنبق

پار آئینہ سے جوں چشم بتاں کا ہو عکس
گزرے، گردوں سے اودھر اتنے میں تیرا ابلق

اتنی فرصت میں وہ پھر غرب سے آنے تا شرق
منجذب ریگ کے دریا میں نہ اوس کا ہو عرق

تیرا مداح یہ کرتا ہے شہا تج سے عرض
ہے سزاوارِ قبول اور اجابت کی احق

خاک ہوں در پہ ترے میں کہ ترے در سے دور
مرگ ہے صعب تر و زیست بھی ہے مج کو اشق

لاؤں ہوں ہاتھ میں ممنوں درِ مضمونِ دعا
شعر کے بحر میں تا چندو رہوں مستغرق

جب تلک معنی و الفاظ میں باہم ہے ربط
جب تلک صاحب منطق کو ہے امکان نطق

مدح سے تیری ہوں الفاظ و معانی مربوط
وصفِ عالی سے ترے لطفِ سخن ہو ملحق

## ۷۔ قصیدہ در منقبت امام سر علن حضرت امام حسن علیہ السلام

ہوا سے دشت ہے مثلِ چمن طرب مانوس
نگہ غزال کی جوں شاخِ سبز ہے محسوس

بجز بہار نہ دیکھا زمیں سے تا تہِ آب
رہا۔ نگاہ کو یہ سے جو بحر تک جاسوس

بہار خیز ہے چشم پلنگ و ماہی سے
کہ لالہ داغ گل اشرفی بنے ہیں فلوس

کنار آب، گلِ جعفری و سوسن دیکھو
چمن کو بو قلموں ہے ترقی معکوس

حضیض و اوج جہاں تک ہے سو بہار انگیز
زمیں پہ بو قلموں گل، فلک پہ اون کے عکوس

ہزار رنگ کے جلوے بغل میں رکھتی ہے
الہی صبح چمن ہے کہ بیضہء طاؤس

چمن ہے محفل مستاں کہ غنچہ و گل سے
چنے عقیقی اکواب و لعل رنگ کؤس

---

۱۔ آ و زائد شعر

۲۔ آ، ب۔ عبد کا حق

۳۔ آ۔ تیرا گلگوں کہ رفتار۔

۴۔ آ، ب۔ اجزا،

۵۔ آ۔ نہ کہہ

پڑا چراغ سا جھلکے ہے عکسِ چہرۂ گل
حباب آب [illegible]

جھک آئی شاخ پہ شاخ و نخل آنے گل جھوم
کہ جس ہرے سے [illegible]

حلی و حلہ گل و سبزہ سے رکھے ہے کام
مگر نسیم ہے مشاطہ [illegible] چمن ہے [illegible]

زبانِ وصل دو مشتاق سے ہے خرم باغ
کہ عندلیب نہ صحبت سے گل کی ہے مایوس

نہیں ہے دعوئے خشکی بجا کہ رنگین تر
قمیصِ گل سے ہے زاہد کا خرقۂ سالوس

یہ بندوبست ہے لطفِ ہوا کا عالم میں
کہ ہر گرہ میں ہے جوں غنچہ بوئے گلِ محبوس

کھلے ہے شاخ پہ جوں غنچہ انبساط ہوا
کرے ہے وا گرہ ابروئے فقیہِ عبوس

بنا فضائے گلستاں ہر اک صنم خانہ
کہ بت زمیں پہ ہیں جیسے کہ نخلِ گل مغروس

عذار و چشمِ بتاں سے اوگے گل و نرگس
نوائے مرغِ گلستاں ہے نغمۂ ناقوس

دخاں ہے سنبل و گلبن زبانہ اخگرِ گل
پئے پرستشِ آتش، کہاں سے لائیں مجوس.

برنگ سرو زبس نخلِ شمع، سبز ہوا
نوائے فاختہ سے پُر ہے پردۂ فانوس

لکھوں ہوں شرحِ بہاراں میں مطلعِ رنگیں
کہ جس سے جوں رگِ گل نالِ خامۂ[1] ہو محسوس

## مطلع ثانی

بکیسے ہیں جعفری و گل سے جو قبولِ عکوس
ہر ایک برگ ہے سوسن کا شہپرِ طاؤس

ہوا بہار کی دولت سے لطف یہ ارزاں
کہ مثلِ خوردۂ گل ہاتھ میں ہے مشترِ سبوس

برنگِ برگِ گل ایک ایک بالِ بلبل ہے
بنا ہے صورتِ تاج خروس، تاجِ خروس

شہِ بہار کی آمد ہے کس تجمل سے
علم صنوبر و گل دف ہر ایک غنچہ، کوس

صبا ہے تاشہ نواز و گل اور گل کی چنگ
صدائے تاشہ و شہنا گلوئے ہر طاؤس

صبا کو باغ میں فیضِ پیمبری پہنچا
کہ اوس سے ہوتے ہیں ہر ڈھب کے معجزے محسوس

کیا ہے لطف سے احیائے مردگانِ چمن
کہ اوس کے دم سے ہے اعجازِ عیسوی مانوس

دکھا رہی ہے ہر اک شاخِ گل یدِ بیضا
نہ ایک شمس، گلوں سے ہوئے پدید شموس

شگفتگیِ سمن ہے دلیلِ شق قمر
اگر یہ معجزہ روشن نہ مانیے، افسوس

جو بوستان محمدؐ کا ہے نباتِ حسنؓ
دمِ صبا ہے مگر اوسکے لطف سے مانوس

امامِ سر علن شاہِ دیں جنابِ حسنؓ
امید بخشِ زمن، دفع سازِ حسرت و بوس

زہے جنابِ مقدس کہ پاک ہے وہ ذات
ہر ایک نقص سے جوں ذاتِ طاہرِ قدوس

خدا گواہ کہ دید اوس کی ہے خدا کی دید
کہ مثلِ ذاتِ علیؓ ذاتِ حق میں ہے ممسوس

شہہِ سریرِ امامت کہ ہر گدا جس کا
برائے پا نہ کرے کفش تاجِ کیکاوس

کریں جو خاک نشین اوسکی شرحِ نسخۂ چرخ
کھلے ہر ایک پہ پلستیِ فکرِ بطلیموس

زہے رواجِ سعادت کہ عہد میں اوسکے
عمل سپہر پہ سعدین کا کریں ہیں نحوس.

اگر وتار ہو اس کا طبیب تو شاید
کرے سپہر سے تبھی دفعِ علتِ کابوس

---

[1] آہ خانہ

کرم سے اوس کے مریضانِ دل کو صحت ہے    یہاں نہ دخلِ فلاطون نہ کارِ جالینوس
اگر وہ حکم بدل دے خواصِ اشیا کو    برائے مار ہو سم بادیاں و اصل السوس
عجب حضور میں مطلع پڑھا ہے ممنوں نے    کہ اقتباسِ فصاحت کو آنے ہے قابوس

## مطلع ثالث

کرے جو صاف تو آئینہ قلوب و نفوس    دکھائے معنویِ معقول صورتِ محسوس
رہے ہے خاطرِ ایمانیاں پہ نورفشاں    بجز ے ضمیر منور کہ ہے وہ شمس و شموس
مخدرات سب اسرارِ دیں کے ہیں محفوف    کہ تیرا جلۂ خاطر ہے حافظِ ناموس
عجیب کیا کہ تری عقلِ حفاظت میں    بنائیں، لے، پرِ پروانہ، شمع کے فانوس
پناہِ شرعِ ہے تو عہد میں ترے شاہا    مصئوں ہے کشورِ اسلام و ملک دیں محروس
نہ دیکھتی فتن، آشتی اگر تجھ سے    ہوا تھا سرحدِ دیں پائمال ہر منحوس
پئے جہاد اگر حکمِ عام ہو تیرا    تو بت پرست کی خاطرِ تفنگ ہو ناقوس
عجب نہیں ہے کہ ہو طوقِ حلقۂ زنار    کہے جو تو کہ سب اربابِ شرک ہوں محبوس
طریقِ دینِ شریعت تری زبان میں رواں    رسومِ ذلتِ بدعت تمام ہیں[1] مطموس
یہ پاسِ نہی ہے ترا کہ بادہ خواہ کے سونٹھ    کریں اگر لبِ بنت العنب پہ نیتِ بوس
صدا اوٹھے لبِ مینا سے دور اے مردود    سنے یہی دہنِ جام سے کہ "ہٹ منحوس"
نہیبِ شرع ترا گوشِ چرخ تک پہنچا    سو، وا دگرگونہ ہے ازبسکہ تھا بصورتِ کوس
تری حمایت، مظلوم کی کرے جو کمک    تو مور لے، جگرِ مار سے لہو سب چوس
جو خاندان سے تیرے بنا رکھے بہ خلاف    تو لے ہے خانۂ ایماں کو اوسکے شیطان موس[2]
ثنا میں اور بھی مطلع لکھا کر نازش سے    قلم پہ[3] صفحہ کو، صفحہ پہ ہے قلم کو بوس

## مطلع رابع

رہے ہے سمانہ سمک تیرے جود سے مایوس    کہ پہنچے ماہی و مہ کو درست سیم و فلوس
نہیں سنا کہ تری کارگاہِ بخشش سے    پھرا ہو ایک بھی سایل بحسرت و افسوس
جو ایک خرقۂ پشمینہ کا کرے ہے خیال[4]    اوسے تفضلِ کشمیر ہو عنایتِ طوس
جنہوں کے سر ہیں ترے دامنِ ولا کے تلے    نہ خوفِ مہر اونہیں کچھ دم معادِ نفوس
جو آج جرعہ کشِ ساغرِ محبت ہیں    کل ان کے ہونٹ ہیں اور سلسبیل کے ہیں کپوس
عدو کے اخترِ واژون کو لگ رہا ہے وبال    کہ جل بجھے ہے شتابی سے مشعلِ منکوس
یہ آبِ تیغ نے تیری بجھائی آتش کفر    اٹھے نہ شرک کا شعلہ درونِ قلبِ مجوس
زہے کمیت فلک تاز میخِ نعل صفت    کرے حسد کا پامال کوکبِ منحوس

---

۱۔ لندن: "ہے" لیکن "ہیں" درست ہے۔
۲۔ آ: دوس
۳۔ لندن: "کے" جو درست نہیں
۴۔ آ ب: سوال

زہے وہ رخش فلک [illegible]

ترے عدو کا ستارہ ہزار [illegible]
برائے عرض ترے در پہ قبلۂ حاجات [illegible]
بغیر تیرہ دلی کچھ نہیں حصول [illegible]
یہ التماس ہے تجھ سے کہ ہو مطاف مرا [illegible]
بقاعِ ہفت فلک اپنے زیرِ پا سمجھوں ۔ بقیع میں ترے [illegible]
زہے وہ روضۂ عالی کہ خاک در پہ وہاں ۔ زہے سر اُن کا [illegible]
جو ہاتھ خاک نشینی لگے ترے در کی ۔ تو کیا [illegible]
جو سنگریزہ ترے در کا کوئی ہاتھ لگے ۔ تو خاک [illegible]
ہزار نعمتِ الوان خوانِ دہر میں ہیچ ۔ ملے جو [illegible] عالی [illegible]
حصولِ عرض ہے دستِ دعا اوٹھا تمنوں ۔ کرے قبول جناب [illegible]
ہمیشہ تاکہ ہے مالوف دل خراشیِ خار ۔ ہمیشہ تاکہ لبِ گل سے خندہ ہے مالوف
تبسم لب احباب آشنا ہوں سدا ۔ خراشِ دیدہ و لبے جانِ حاسد مالوس

## ۸۔ قصیدہ در منقبت حضرت سید الشہدا سبط رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم جناب امامت انتساب امام حسین رضی اللہ عنہ

ہوا ہوئی یہ تپ مہر سے حرارت گیر ۔ کہ موجِ باد سحر گہ ہے آتشیں زنجیر
ہزار سحر طرازی اگر کرے مانی ۔ جلانے خامہ و کاغذ کو شعلۂ تصویر
ہوئی ہے تابشِ خورشید کی[۱] حرارت سے ۔ مزاجِ اہلِ برودت میں یاں تلک تاثیر
تمام آبلہ پیکر بنے حباب صفت ۔ کسی کی شکل اگر آب میں ہو عکس پذیر
تمام قسمِ جمادات ہوگئے ہیں آب ۔ زبسکہ آتشِ گرما کی عام ہے تاثیر
خرابِ لوحِ منقش ہو جس طرح تر آب ۔ بزیر شیشہ ہوبے رنگ صفحۂ تصویر
جلے ہے جسم ملاقاتِ ماہتاب سے یوں ۔ کسی کے تن پہ گرے گرم گرم جیسے شیر
مزاجِ شاخچۂ گل ہے شمع[۲] ساں محرور ۔ برودت اتنی حرارت سے ہوگئی تغیر
جلے چراغ[۳] سے جس طرح بالِ پروانہ ۔ جلانے شعلۂ گل بالِ بلبلِ دلگیر
یہاں تلک ہیں سب اجسامِ منعقد سیال ۔ کہ گھر کو آئینہ بندی اگر کریں ہیں امیر
او نہیں یہ خوف رہے ہے کہ ہوکے آئینہ آب ۔ مثالِ سیل مبادا ہوں آفتِ تعمیر
لکھوں بیانِ حرارت میں اب وہ مطلعِ گرم ۔ کہ ہووے مطلعِ سرد اوس کے آگے مہر اثیر

---

۱۔ آب=سی حرارت کی

۲۔ آب= شاخ گل آب مثل شمع ہے محرور

۳۔ آب= جلے ہے شمع سے

130215

## مطلع ثانی

جو شرحِ آتشِ گرما کی کیجیے تحریر  قلم کی نالۂ عاشق سے گرم تر ہو صریر
جلے ہے شرحِ حرارت سے بسکہ نوکِ قلم  مُلے ہے لے کے سیاہی کو وہ دمِ تحریر
کرے ہے صبح کو جوں جلوۂ مہرِ عالم سوز  رکھے ہے شعلۂ حرارت سے سر میں ہر ایک پیر
شعاعِ چشم میں شمشیر کا کرے یہ[2] کام  جو دیکھیں گنجفہ کا آفتاب میر و وزیر
گداز شدتِ گرما سے بسکہ ہے فولاد  کھڑے[1] ہیں بے مدد شعلۂ خنجر و شمشیر
جو کوئی خواب میں خورشیدِ حشر کو دیکھے  ہر ایک ذرۂ تفسیدہ اوس کی دے تعبیر
زمیں کے ذرۂ تفسیدہ پُر ہوں، جوں شبنم  ہر ایک رگ سے اگر بحر کھولے ابرِ مطیر
نہیں ہے بسکہ وہ صورت شناسِ ابرِ بہار  ہوا ہے صحنِ چمن دشتِ کربلا کا نظیر
دہانِ خشک، شہیدانِ تشنہ لب سے آب  کرے ہے غنچۂ پژمردہ باغ میں تقریر
مژہ نہ اپنی ہو دریا نشاں بھلا کیوں کر  کہ یاد آنے ہے لبِ خشکیِ امام شبیر
حسین ابنِ علی بادشاہِ ہر دو جہاں  امام مفترض الطاعتِ صغیر و کبیر
زہے وہ ذاتِ مقدس کہ مثلِ ذاتِ احد  روا نہیں ہے اوسے تہمتِ شبیہ و نظیر
وہ در ہے جوشِ صفا سے زبس تجلی زار  نقوشِ بوسہ وہاں شکلِ اختراں میں منیر
یہ اوس کے عہدِ عدالت میں گم ہوا آزار  رکھے ہے مثلِ تک ربط، چشمِ صید سے تیر
وہ چیز جو کہ ہو مردودِ شرعِ مصطفوی  سو اس کے عہد میں یاں تک ہے پائے بند و اسیر
کہ مطربوں کو گر آہنگِ نغمہ سازی ہو  تو پانے نغمہ میں تحریرِ صوت ہو زنجیر
نہیب اوسکے سے مہتاب و سبزۂ مینا  شراب خوار کو ہے مثلِ زہر[4] ... شیر
بڑھانے خاک نشیں دے عروج تو سایہ  بنے ہے مردمکِ چشم، آفتاب منیر
شگفتگی نہیں ہونیکی جز خطاب یہاں  کھلے نہ مدحتِ غایت سے خاطرِ دلگیر

## مطلع ثالث

جو کوہِ حلم سے تیرے ہو بحر، سایہ پذیر  تو بیٹھ جانے تہِ آب موج، جوں زنجیر
جو عکسِ ذرۂ کوچے فلک نشاں سے ترے  نہ ہووے مہرِ جہاں تاب کے لیے تنویر
تو اوس کے بعد سے کاہیدہ ہو کے یوں ہو ہلال  کہ بُعدِ مہر سے جیسے فلک پہ ماہِ منیر
زہے رواجِ عدالت کہ عہد میں تیرے  ہمیشہ رکھے ہے دو ضد کو اک جا تقدیر
لبِ جداولِ شریاں پہ سبزۂ نشتر  لگا کے دے جو کوئی آب چشمۂ شمشیر
رگوں میں ریشہ دواں ہو کے دے پیامِ سرور  نسیمِ باغِ عدالت کی واہ رے تاثیر
بڑھانے حلقۂ طاعت در ہے وہ ترے گر کام  فلک کے پانوں میں موجِ خرام ہو زنجیر
ہلال ساں جو ترے[5] در پہ ناصیہ سا ہو  دو ہفتہ میں ہو جبیں اوس کی مثلِ بدرِ منیر

---

۱۔ آ: تیر
۲۔ آ، ب: پھر
۳۔ آ: کھڑیں ہیں
۴۔ آ، ب: مثلِ زہر آلا شیر، لندن: مثل آلا شیر
۵۔ آ: ترے در پر جو

یہ آسمانِ مدوّر ہے اس لیے نازاں — کہ اس میں [illegible]
یہ[2] منزلت ہے سگِ کوچہ کی ترے[3] کہ اسے — جو دیکھیے رتبہ اصحابِ کہف [illegible]
بزرگیاں یہ ترے ایوان کے کبوتر کی — صفاتِ پرو بالِ ملک [illegible]
بسانِ سینۂ ابرار ہے لبالب نور — لگے جو خشت اوس ایوان میں [illegible]
اودھر جو بادِ گلستانِ خلق تیری چلے — تو ہووے شعلہ جہنم کا شعلۂ تصویر
زہے گرانیِ کوہِ وقار و حلم تری — کہ اوس سے مرکزِ خاکی اگر ہو سایہ پذیر
تو پشتِ گاو زمیں بس کہ زیرِ بار آوے — شکست ایسی ہی پہنچے کہ کیا کروں تقریر
یہ ریزہ ریزہ ہر ایک استخوان ہو اوسکی — کہ آب میں ہو تباشیر سودہ ساں تہ گیر
زہے وہ تیغِ جگر چاک سازِ دشمنِ دیں — گر اوس کا جو ہر برش کوئی کرے تقریر
زبانِ خامہ صفت ہو دوپارہ اوس کی زبان — کہ ہو رفو سے نہ مرہم سے، التیام پذیر
تری کمر میں جو ہے ذوالفقار حیدر کی — یہی کرے ہے وہ دونو زبان سے تقریر
کہ میری صورت لا ہے[4] غرض کہ ثانی ہوں — برائے شرکِ حق، و ہستیِ عدوئے شریر
زہے سمند ہوا تک کہ نام ہیں اوس کے — خیالِ سرعت و اندیشہ سیر و فکرِ منیر
کہے ہے کوئی اوسے باد کوئی آتش و برق — جو مجھ سے پوچھیے تو میں کروں یہی تقریر
نفاذِ امرِ الٰہی میں اوس کی سرعت کا — نہیں[5] ہے عرصہ گہ کن فکاں میں کوئی نظیر
کہیں ہیں اوس پہ تجھے دیکھ یہ سلیماں سے — کہ اس نے بادِ سبک[6] ترکو ہے کیا تسخیر
زباں سنبھال کہ ممنون تو اور اوس کی مدح — کہ جس کی ذات کا مداح خود ہے ربِ قدیر
برائے عرضِ گرہ کھول نطق سے بس جلد — کہ ہے نہ اہلِ طلب کو اجازتِ تاخیر
کبھی بھی اوس کے[7] درِ لطفِ حق پرور سے — سنا ہے تو نے کہ محروم رہ گیا ہے فقیر
وہ در ہے قبلۂ امیدِ بادشاہ و گدا — وہ کوچہ کعبۂ آمالِ ہر فقیر و امیر
غرض کہ شوق سے اذنِ گرہ کشائی ہے — ادب سے گرچہ تہہِ مہر ہے لبِ تقریر
زباں کھولوں ہوں یوں ہاتھ باندھ کر پہ[8] عرض — کہ جب سوال کریں مجھ سے منکر اور نکیر
ہزار شوق سے اوس دم زبانِ ہر سرِ مو — بصد فصاحت و خوبی یہی کرے تقریر
کہ اپنے دل میں تو جز عشقِ اہلِ بیت نہیں — کچھ اس بغیر نہیں لوحِ دل پہ یاں تحریر
تری جناب سے ہے خسروا امیدِ قبول — کرے ہے عرض دو دم جو ترا غلامِ حقیر
یہ سر ہو، حد کے ترے زیرِ سایۂ دامن — بروزِ حشر کہ ہو شعلہ ریز مہرِ اثیر
بس اختتامِ سخن اب دعا پہ کر ممنوں — کہ اس دعا کو ہے لازم قبولِ ربِ قدیر
مدام[9] تا کہ ہو عالم میں گردشِ شب و روز — نشاں ہے صبح کو تاثیر اور شام کو تیر
ہمیشہ صبح، عدو کی، ہو شام ساں تیرہ — مدام شام محبوں کی مثلِ صبحِ منیر

---

۱۔ آ: کی سی ہے
۲۔ لندن، ب: زائد شعر
۳۔ آ، ب: صحائف
۴۔ آ: نالہ
۵۔ آ، ل: "نہیں ہے عرصہ گہ کن فکاں"۔ جو درست نہیں۔ غالباً سہو کاتب
۶۔ ب: سبک خیز
۷۔ آ، ب: درِ خلق پرور سے
۸۔ آ، ب: جان
۹۔ آ: تا [illegible]، ر: تاکہ ہو

## ۹۔ قصیدہ در منقبت سید الساجدین علیہ السلام

ہمیشہ مجمرِ گردوں کو محل ہے نگوں ساری
کہ میرے خرمنِ طاقت پہ ہو شررِ باری

براے تربیتِ آرزو اپنی
فلک نے آب رکیا، جو نے تیشہ سے جاری

عجب، بنی بختِ گراں خواب ہیں میرے کہ فغاں
ہزار طرح سے کی، پر ہوئی نہ بیداری

زمانہ سربسر اک بزمِ آتشیں اور میں
تہی ثبات سے، صبر و شکیب سے عاری

فغاں تک اوٹھے ہے سینہ سے اپنے رخصت ہے
سپند سے، سرِ آتش پہ ہو نہ پاداری

وہ کون ہے کہ جو اس سبز خم تلے، جوں جام
رکھے ہے بالبِ خنداں شرابِ گلناری

برنگِ شیشہ ہنسوں میں تو قہقہہ کے ساتھ
جگر سے خوں گرے جوش لب سے ہو جاری

بجز نمک نہ ملا خوانِ آسماں سے مجھے
سو وہ تمام ہوا صرفِ سینہ افگاری

بقدرِ مرہمِ زخمِ جگر نہ دے زنگار
حصول کیا جو ہوا نام چرخِ زنگاری

کبھی جو آبلہ دل کی چارہ سازی کو
کروں سحر سے طباشیر کی طلب گاری

ملا کے سودہ الماس میں نمک جھاڑے
کوئی سپہر سے سیکھے علاج بیماری

سپاہِ حسرت و حرماں جھک آئے یوں مجھ پر
فغاں کو طبل دیا، آہ کو علم داری

زباں پہ نہیں رکتی شکایتِ گردوں
پہنچ کے لب پہ سخن کی نہ ہو نگہداری

کلام آج مقابل ہے اوس ستمگر کے
رہے نہ دغدغہ ہائے ستیزہ کرداری

سن اے سپہر، کہ کچھ انفعال لازم ہے
کہ خود خراب ہو، چاہے کسی کی جو، خواری

بہت ہیں نشۂ نخوت کے بعد خمیازے
مئے غرور سے کب تک بھلا یہ سرشاری

بلند آپ کو اتنا نہ کھینچ اے مغرور
کہ سرفرو نی ہے لازم پئے گنہگاری

ہزار میں سے نہ ہو ایک کا جواب بھی خوب
اگر شمار کروں تیری زشت کرداری

وگر جواب دہی ہوسکے تو بسم اللہ
ولیک شرط ہے، باہم درست گفتاری

تری بساط میں اعلیٰ جو سب سے ہے خورشید
کہ خیلِ خیلِ کواکب پہ جس کو سرداری

تمام روے زمیں کے پھرا ہے گرد بگرد
ملا ہے قرصک نان اک اوسے بہ ایں خواری

کرم نگاہ کر اپنا کہ ایک سیمیں قرص
کہیں ملا مہِ کامل کو، بعد دشواری

پھرا کے منزلِ منزل، اوسے یہ کاہش دی
کہ وہ گیا کفِ خالی لیے بناچاری

فروغ بخش ہیں جو اوج جاہ و عزت کے
سلوک ان سے ہیں یہ کچھ، زہے سیہ کاری

زمینوں کو ہے تیرے کرم سے کیا امید
کسی کو تجھ سے غلط ہے توقعِ یاری

تمام اہلِ چمن میں جو سربلند ہے سرو
ملا یہ خلعت اوسے، باوجودِ سرداری

کہ ایک جامۂ کوتاہ تابہ ساق جو تھا
اوسی میں عمر سب آخر ہوئی بناچاری

گرہ میں غنچہ کی یک مشتِ زر بس ازیک سال
بندھے تو تند ہوا کو سکھائے طراری

بیاں یہ جو کیے اس میں کچھ خلاف بھی ہے
بتا ثبوت کو پہنچی نہ تیری غداری

خجالتیں تو ذرا کھینچ، دیکھ اپنے رنگ
غلط نہ تجھ پہ کیا دعویِٰ ستم گاری

نہیں شفق ترے دامن پہ جابجا ظالم
نشاں ہیں میرے خوں کے چھپے نہ خوں خواری

رہے نہ تجھ کو؛ مرے سامنے سے پائے فرار
کہ میرا ہاتھ ہے اور تیرا جیب عیاری

کشاں کشاں تجھے لاؤنگا روبرو اوس کے
کہ ناتواں کی سدا جو کرے مدد گاری

---

۱۔ لندن: "کو" نہیں لکھا ہے
۲۔ آ۔ رکھتے
۳۔ ب۔ کردہ

[illegible]
امام ... چار ... [illegible]
مہ سپہر امامت ... [illegible]
وہ آفتاب سپہر علو و رفعت ... [illegible]

فراز منبر و محراب کے تلے اوس کو — [illegible]
سخن پہ اوس کے ہے اعجاز عیسوی قرباں — [illegible]
سرشک وقت دعا اوسکی چشم حق بیں میں — [illegible]
گداز بخش جو ہو آتش نہیب اوسکی — مسام کوہ سے ... [illegible]
بنائے عدل یہ رکھی ہے اوس نے مستحکم — کہ جس جگہ وہ جلالت ... [illegible]
نہ ہو ثبات میں کچھ سد آہنی سے کم — بگردد شعلہ ... [illegible]
ثبات بخش جو نقاش حفظ ہو اوس کا — شعاع مہر ... [illegible]
جو منفعت سے بدل دے مضرت اشیا — حوش خرد کے یہ ہر ... میں ... [illegible]
کہ التیام جراحت کے واسطے جراح — منگائیں ڈھونڈ کے ہر سو سے ... [illegible]
بہ زیر سایۂ کوہ وقار و حلم اوسکے — صبا گزند کے، کرے کسب گر گراں باری
عجب نہیں ہے کہ جوں شاخ کہنہ پر خم — ... ہوا ہو قد نوجواں کو خمداری
نسیم خلق ہو اوس کی اگر شمیم فروش — رہے نہ قیمت جنس دکان عطاری
کھلا نہ مدحت غامت سے دل بہ طرز خطاب — کروں ہوں مطلع رنگیں سے اوس گل بکاری

## مطلع ثانی

اگر کرے دل مسکیں کی تو نگہ داری — رہے نہ یاد فلک ! طرز عاجز آزاری
زمان عدل میں تیرے تمام شفقت ہے — نہ ظالموں میں رہی خصلت جفاکاری
اگر مریض ہو آہو تو زانوے ضیغم — بزیر سر رہے اوسکے بطرز غم خواری
لکھے جو حرف ستم تیرے عہد میں شاید — قلم کو ناخن کاتب میں ہووے مسماری
خرد جو تیری کرے محو، نشہ غفلت — مزاج بادہ کی لکھیں خواص ہشیاری
ترا اشارہ خداوند امر و نہی ہے یاں — کرے ستارہ غلامی، فلک پرستاری
کرے جو نہی، تو سیارہ ثابتی سیکھے — جو امر، دے تو ثوابت میں آئے سیاری
یہ تیرے حکم سے اس کارگاہ ہستی میں — کمی ہے رنج کو، آرام کو ہے بسیاری
رہے ہے، خلوت خارا میں شیشہ یوں، جیسے — درون خلعت خارا بتان فرخاری
طلائے مہر ہے نقص عیار سے لرزاں — جو اوس ضمیر کو آیا خیال معیاری
جہاں میں زر نہیں چھوڑا ہے بن دیے تو نے — سنیں جو ہاتھ کی تیرے صفات ایثاری
سحر کو مہر نکلتا ہے کانپتا کہ مجھے — نہ بخش دے کہ مری تجھی ہے شکل دیناری
امم نواز امام و گناہ بخش شہا — کہ تیری ذات میں جوں ذات حق ہے غفاری

---

استاد بہشت -

تری جناب میں کرتا ہوں عرضِ حال اپنا — سن اے کہ ملکِ عطا کی تجھے جہانداری
گناہ اپنے اگر کم سے کم شمار کروں — تو سب جہاں کی خطیات سے ہو بسیاری
تیری شفاعت و آمرزشِ کریم ہے ساتھ — جو تو شفیع ہو کیا چیز پھر گنہگاری
جو مجھ پہ ایک نگاہِ کرم تیری[1] پڑجانے — صواب سے ہو فزوں نازشِ خطا کاری
ہزار شاہ کو کم اک غلام سے سمجھوں — نصیب ہو تری خدمت میں گر پرستاری
فلک پہ خندہ کروں، عرش پر ہوں قہقہہ زن — جو ہاتھ آئے ترے در کی خاک برداری
قلم لکھے ترے اوصاف، سو ہے کیا ممکن — نہ ہو محیط کی پیمودہ گز سے زخاری
ادائے مدح سے عاجز زبانِ ممنوں ہے — دمِ دعا ہے بدرگاہِ حضرتِ باری
ہمیشہ تاکہ کشادہ سحر کا دامن ہے — مدام پنجہ خور کو ہے تاکہ زر باری
ہمیشہ دامنِ عالم ہو وا ترے آگے — یہ دستِ جود کی تیرے ہو گرم بازاری

## ۱۰۔ ایضاً در منقبتِ امام محمد باقر علیہ السلام

جو باز چاہے مری عقدہ ہائے کار انگشت — تو رشتہ رشتہ گرہ[2] ہو ہلال وار انگشت
معقد اپنا رہے کام شکلِ طرۂ یار — مثالِ شانہ اُگیں کف سے گر ہزار انگشت
کشادہ عقدۂ خاطر کہاں سے اپنا ہو — کہ ہاتھ میں نہیں رکھتا ہے روزگار انگشت
کشودِ پنجۂ تدبیر سست سے کب ہو — گرہ ہے سخت بہت اور رعشہ دار انگشت
جو ایک گل سرِ شاخِ مراد سے توڑوں — ہزار بار اٹھاتی ہے زخمِ خار انگشت
کسی پہ ہوویگا احساں، ترے نمک داں پر — رکھی نہ ہم نے تو اے چرخ بے وقار انگشت
نہ تو ہوں شاہ نہ شاہد کہ شوقِ خاتم ہو — سدا رہی لبِ افسوس سے دوچار انگشت
وہ تفتہ جاں ہوں کہ جوں شمع بعدِ قطعِ گلو — بلند شعلہ رگوں سے ہو پانچ چار انگشت
وہ دل شکستہ ہوں اپنے جو آپ پوچھوں اشک — تو ریزہ ریزۂ مینا سے ہو نگار انگشت
غزل لکھوں ہوں وہ رنگیں کہ جسکی رنگینی — بنائے کلک کی آلودہ نگار انگشت

### مطلعِ ثانی

اگر بگنے مرے داغِ دل نگار انگشت — کرے خطوط گم اپنے دمِ شمار انگشت
تلاش تھی دلِ گم گشتہ کی سو، اوس بھوں نے — دراز کی طرفِ زلفِ تابدار انگشت
عرق اوس ابروئے خم دار سے ملامت پونچھ — نہ کر حریف دمِ تیغِ آبدار انگشت
طبیب! نبضِ جگر تفتگاں نہ دیکھ، مباد — برنگِ غنچۂ لالہ ہو داغ دار انگشت
مژہ سے سلسلۂ اشک و لختِ دل ہے درست — کہ گلفروش کے جوں گوندھتی ہے ہار انگشت
ہوائے سنبلِ مشکیں میں کس کے پیدا کی — ہر ایک موج سے، اے بادِ نوبہار انگشت
پڑھوں ہوں درسِ وفا اوس رخِ کتابی سے — رکھوں ہوں زلف پہ، ابرو پہ بے قرار انگشت
دبی ہے حال کہ اطفالِ نو سبق جیسے — رکھیں ہیں سطر پہ، ہو ہو کے اشکبار انگشت
کسی کے حلقۂ زلفِ سیاہ پُر خم میں — رکھے ہیں شانہ رِ بیباک بار بار انگشت

---

۱۔ آ ب: نگاہ کرم تری، لہ: تیری ندارد

۲۔ ب: ناقابل فہم

نسوں گری میں یہ کافر بھی ہے بلا کوئی
کہ [illegible] انگشت

گیا ہوں زیرِ زمین میں بھی تمنا لیے
کہ [illegible] انگشت

عجب نہیں کہ سرِشتِ خاک سے اپنی
دمیدہ ہو عوض [illegible] انگشت

کروں شکایتِ ہجراں تو خوف سے اوسکے
برائے منع اوٹھائے ہیں غمگسار انگشت

کرونگا دستِ تظلم بلند اوس کے حضور
کہ حق نے جس کی بنائی کلیدِ کار انگشت

نبیرہ اوس شہِ دیں کا کہ جس نے خاتم سے
دمِ رکوع تہی کی پئے نثار انگشت

رہے محمدِ باقر گرہ کشائے جہاں
ہوئی عجیب یداللہ کی آشکار انگشت

دیانہ جس نے اوسے یاں برائے بیعت، ہاتھ
رکھے گا لب سے دمِ حشر ... دوچار انگشت

وہ دستِ جود عجب بحرِ مکرمت کا ہے
کہ جابجا سے ملے مثلِ جوئبار انگشت

کفِ نوال ہے وہ یک محیطِ جوہر[1] خیز
ہر ایک موج ہے اوس کی گہر نثار انگشت

جو رشکِ دست سے اوس کے ہو تنگ کارِ محیط
گرہ ہو موج کی ہر یک حباب دار انگشت

جو اوس کے عہدِ شریعت میں ساز کو چھیڑے
تو باندھ لے دہیں مطرب کی تار تار انگشت

ہوس سے دیکھے اگر دختِ رز کو تو مینا
اوٹھانے جانبِ چشمِ پیالہ خوار، انگشت

اجل بھی ڈھونڈے ہے[2] طعمہ کہ تیر نے اوس کے
دراز کی ہے سوئے خصمِ بکیں شعار انگشت

لکھ اور مطلع وہ ممنوں حضور میں لا نذر
کہ حق نے دی ہے تجھے زورِ سحر کار انگشت

## مطلع ثالث

ہوئی ہے بسکہ تیری منفعت نگار انگشت
تمام ہاتھ میں رکھے ہے اعتبار انگشت

لکھی ہے مدح تری لوح پہ غلط بھی نہیں
کرے جو لوح و قلم پہ اب افتخار انگشت

زبس[3] کہ شکلِ تاسف بھی عہد میں تیرے
دہن پہ لائیں نہ اطفالِ شیرخوار انگشت

علم ہے دیں کا اوس ہاتھ میں زیارت جو
بڑھے اوٹھا کے تری جانبِ مزار انگشت

زہے شرف کہ جو زائر کے وقتِ استیلام
تری ضریحِ مبارک سے لے غبار انگشت

تو اہلِ عرش کہیں، کھینچ دے ذرا للہ[4]
ہماری چشم میں تو میلِ سرمہ دار انگشت

نہیں عدو کی ترے گور پر ہے روشن شمع
نکالے خاک سے جلکر بہ زینہار انگشت

ترے ہے دستِ تصرف میں خامہء تقدیر
قلم پہ جیسے کہ رکھتی ہے اختیار انگشت

فلک پھرے ترے ایما پہ خوش عناں جوں اسپ
اودھر پھرے کہ جدھر پھیردے سوار انگشت

بہ یک اشارہ ہزیمت دہ عدو ہو تو
کہ ہاتھ میں ہے ترے جانے ذوالفقار انگشت

بروزِ معرکہ گر آہنیں ہو اسپ و سوار
اوٹھالے صورتِ خاتم وہ ایکبار انگشت

نگاہِ گرم سے دیکھے جو عہد میں تیرے
تو چشم برق کی خاطر ہو خار خار انگشت

دمِ نگاہِ حسد تجھ پہ ہو ہر اک مژگاں
برائے دیدہء بدخواہِ نابکار انگشت

اشارہء دستِ حمایت کا ہو ترا تو کرے
بہ چشم تیشہ زباں، پنجہء چنار انگشت

---

۱۔ آ، ب: گوہر خیز
۲۔ آ، ب: اجل بھی ڈھونڈتی طعمہ سو تیر نے اسکے
۳۔ لندن، ج، ب: متزاند شعر
۴۔ لندن: ذرا کھینچ دے کہیں اللہ لیکن زیادہ مناسب یہی ہے

تھلِ حکم کو تیرے شہ حکم[1] محور ہے    رکھے ہے چشم پہ گردونِ بے مدار انگشت
بغیرِ انتَ اَنا جو کہے ترے آگے    لب و زباں پہ رکھے اوسکی چوبدار انگشت
قلم[2] سے کب ترے تمکیں کا ہو تحملِ وصف    اوٹھا سکے ہے بھلا کیوں کہ کوہسار انگشت
مدیحِ شاہ ہے ممنوں سمجھ کے لکھ اوسکو    یہ تیغِ تیز ہے رکھ اس پہ ہوشیار انگشت
بیان، اپنے عقیدہ کا اب میں کرتا ہوں    کہوں اوٹھاکے شہادت کی بار بار انگشت
رسا ہو دست اگر تیرا وردِ اسما پر    کسی کے نام سے ممنوں نہ کر دوچار انگشت
خدا و چاردہ معصوم گن، کہ پنجہ میں    نشاں ہیں پانزدہ رکھتے پئے شمار انگشت
اوٹھاؤں دستِ دعا منقبت رقم کب ہو    کہ رہ گئی حرکت سے ثنا نگار انگشت
سخنوراں کہیں غنچہ کو تاشبیہ گرہ    الٰہی شاخ سے جب تک ہے مستعار انگشت
گرہ گرہ ہو سدا رشتۂ امیدِ عدد    گرہ کشا ہو تری شاہِ کامگار انگشت

## ۱۱۔ قصیدہ در منقبت امام جعفر صادق بحق ناطق علیہ الصلوٰۃ والسلام

گل گونہ گونہ اب ہیں پدیدار سنگ سے    قالیں کا فرش رکھتے ہیں کہسار سنگ سے
یہ صیقلِ ہوا سے جمادات ہیں لطیف    آئینۂ حلب کا لیا کار، سنگ سے
گلہائے ناشگفتہ کر پیش ازدمیدگی    آئی جھلک ہے سرخیِ رخسار سنگ سے
آئینہ سنگ تھے کہیں پہنچا جو اون پہ آب    سبزہ نہیں دمیدہ ہے زنگار سنگ سے
شادابی و نزاکت و نرمی و تازگی    دکھلائی یہ بہار نے اس بار سنگ سے
شاید ہو چاک دامنِ گل کی رفوگری    لیجیے رگوں کو[3] کھینچ اگر تار سنگ سے
تصویرِ عندلیب جو حکاک کوہ میں    کھینچے اور اوس کے ہوں پر و منقار سنگ سے
شاید ترانہ ریز و غزل خواں ہو یک بیک    پرواز کرکے وہ سوئے گلزار سنگ سے
خارا شگاف نے جو بنائے تھے گل تمام    دیتے ہیں رنگ و بو کے وہ آثار سنگ سے
کھینچنے لگے گلاب اگر مرغ باغ کے    بھر[4] جائے نالہ ہائے شرر بار سنگ سے
غنچہ سا بے ستوں میں ہے شیریں کے نقش کا    گویا کہ تھا نہ لعلِ شکر بار سنگ سے
فرہاد آکے دیکھ کہ جوشِ شگوفہ نے    کیں شیر کی رواں عجب انہار سنگ سے
لطفِ نسیم سنبلِ مشکیں بتائے ہے    اٹھتا ہے جو بخارِ دخاں دار[5] سنگ سے
برگِ سمن سے ریزۂ مرمر ہے خوب تر    لیں موتیا کے گوندھ، اگر ہار سنگ سے
مرجاں کا پنجہ آب میں رنگیں، پہ گل کی شاخ[7]    نکلی لینے[6] ہے ہاتھ، حنا دار سنگ سے
اللہ رے رنگ بخشیِ بادِ بہار، جام    یاقوت کا بنائے ہے میخوار سنگ سے

---

۱۔ آ، ب: نہ قطب و محور ہے
۲۔ لندن: سب کچھ غلط ہے
۳۔ آ: کے
۴۔ آ: بھر جائیں
۵۔ آ: خوار
۶۔ ب: مگر
۷۔ ب: رنگین تھا پر یہاں۔ نکلا ہے دست شاخ حنادار سنگ سے

طاقوں میں جام شاخِ خمیدہ ہیں گل بجے — جھولا ہے [illegible]

بلبے صفا فزانِ موسم، کر۱؎ ہوگئے — مست [illegible] سرور [illegible]

جوں آبگوں زجاجہ میں جھلکے شرابِ سرخ — ہے آتش نہفتہ نمودار [illegible] سے

کیفیتیں بہار سے ارزاں ہیں یاں تلک — ہے سرد مے فروش کا بازار سنگ سے

پنہاں جو شیشے تھے سو وہ انگور کی مثال — پڑتے نکال لے ہے قدح خوار سنگ سے

اصنام سب بصورتِ مردم گیا بنے — محروم ہے پرستشِ کفار سنگ سے

کیا موجِ کلکِ بادِ بہاراں ہے رنگریز — رکھے کہیں اساس جو معمار سنگ ہے

ازبس ہو آب و رنگِ گل جعفری عیاں — ایوان ہو تمام طلا کار سنگ سے

فیضِ نمو جماد میں ہے صورتِ نبات — لیتا ہے کام چوب کا نجار سنگ سے

شاداب و سبز آب سے ہو جوے تیشہ کے — مصنوع تھے جو گلبن و اشجار سنگ سے

ہر سل، ہزار گل سے بنے پات چھینٹ کا — پہنے قبا ہے کوہِ قلم کار سنگ سے

کیا جوشِ گل ہے جادۂ تاریک کوہ میں — دیکھے نگار و نقشِ تنِ مار سنگ سے

انوار جوش زن ہیں سرِ کوہ پر کہ جوں — موسیٰ پہ جلوہ ریز تھے انوار سنگ سے

کوہوں میں فیضِ تربیتِ نوبہار دیکھ — عبرت پذیر ہیں اولوالابصار سنگ سے

لالہ شفیق و مالکِ دینار جعفری — مسند نشین ہیں صاحبِ اسرار سنگ سے

منصور وار گل ہے سردار شاخ پر — گویا کہ سربسر ہے تنِ افگار سنگ سے

گل کی رگیں نہیں ہیں خطوط نگاہ سے — نرگس اگی ہے طالبِ دیدار سنگ سے

شوقِ لقائے قرۂ عینِ رسول میں — کیا کھل رہے ہیں دیدۂ بیدار سنگ سے

یعنی امام جعفرِ صادق کہ جس کا فیض — لے وقتِ تربیت کے، اگر کار سنگ سے

ہو ایک ایک رشتۂ رگ، صرفِ تار و پود — خارا کا یوں لباس ہو تیار سنگ سے

وہ پرتوِ۳؎ ضمیر جو پڑجائے، ہر گہر — نکلے ستارہ وارہ ضیا بار سنگ سے

وہ ہاتھ جس نے کیسۂ معدن تہی کیے — سمجھے گہر کو کم دمِ ایثار سنگ سے

معجز نمائے جود جو ہو شکل کو کنار — پیدا ہو درج گوہرِ شہوار سنگ سے

اوس کا ہے اذنِ خلق کہ کوئی گراں نہ ہو — مینا کی طبع پر نہ دبا بار سنگ سے

وہ کوہ۔ بجگنت جو کرے سایہ بحر پر — گرداب آسیا کی ہو ہم ہم یار سنگ سے

طوفان کے وقت لنگرِ کشتی کے واسطے — دریا میں ہو حباب گرانبار سنگ سے

اوس نوبہارِ عدل سے باغِ زمانہ میں — نے؎ گل کو، نے ثمر کو ہے آزار سنگ سے

سمجھے اک اور سنگترہ، گرد و چار ہو — نارنج کا درختِ ثمردار سنگ سے

سر پر گرے پہاڑ، جو اس؎ عہدِ حفظ میں — گردن نہ برگِ خس کی ہو خمدار سنگ سے

دشمن ہے اوسکے دور میں دشمن کا پاسباں — ہیرا برائے شیشہ نگہدار سنگ سے

پہنچے اگر وہ حکمِ طلب جانبِ جبال — کبکِ دری کی دیکھیے رفتار سنگ سے

---

۱۔آ۔کے

۲۔ب۔کی

۳۔ب۔زائد شعر

؎۔ل۔نے گل نہیں ہے غالباً مٹ گیا ہے

؎۔لندن۔ لفظ عہد جو درست نہیں۔

وہ قہر شعلہ ور ہو تو سیاب سے زیاد
ظاہر ہوں اضطراب کے آثار سنگ سے

فرزندِ شیر حق کے حضور اوس[1] کے دیکھیے
ہر رگ کی نبض کو زنب السفار سنگ سے

کہدے یہ کوئی خصمِ گراں جاں سے کائی عنود
فرضاً تو کوہ ساں ہو، سپر دار سنگ سے

عینک سے جیسے تیرِ نگہ کا گزار ہو
اوس کا خدنگِ قہر ہو، یوں پار سنگ سے

ہو سنگ جانیوں سے ترے تیز اوسکی تیغ
بران ہو گر چٹانیے تلوار سنگ سے

بدخواہ کا یہ رزق ہے خوانِ زمانہ پر
مسلک ہے اوسکے واسطے تیار سنگ سے

مطلع پڑھوں حضور میں جائیں مدح سے
گوندھی ہے سلکِ گوہرِ شہوار سنگ سے

## مطلع ثانی[2]

اکسیر[3] فیضِ لے جوتری کار سنگ سے
جون سیم جنتری میں کھنچے تار سنگ سے

خارا پہ نہ مصقل و تربیت پھرے
آئینہ لے ہر اک بتِ فرخار سنگ سے

انفاسِ عیسوی جوتری روح پھونک دیں
جنبش[4] ہو دوہیں صورتِ جاں دار سنگ سے

ممنوعِ شرع بسکہ نگہ دلبروں پہ ہے
شیریں کا نقش دیکھ نمودار سنگ سے

فرہاد تیرے دورہء عفت میں یک بیک
منہ پھیر لے بہ نفرتِ بسیار سنگ سے

تو وہ ہے، تیرے جد کی نبوت پہ خسروا
آواز تھی درخت سے، اقرار سنگ سے

ذکرِ خفی گواہ ہے دستِ صحابہ میں
کی خلق اوسنے قوتِ گفتار سنگ سے

تیرے پدر کی اور امامت پہ نہ ہے گماں
کعبہ میں تھی صدا دمِ تکرار سنگ سے

اے گوہرِ شرف ترے انکار میں جو ہے
کم ہے وہ تیرہ جانِ سیہ کار سنگ سے

جو سنگ جان ہوا نہ ترا خاک آستاں
ہے خاک سے ذلیل تر و خوار سنگ سے

روتاب تیرے در کے، اگر جاکے کعبہ میں
رگڑیں سرِ نیاز کو سو بار سنگ سے

یہ بھی ہو شکلِ جبہ کر تعذیب کے لیے
داغیں ہیں جو جبینِ گنہگار سنگ سے

تیرے عدو[5] کے معتقدوں کی ہے یہ مثال
معبود جوں بنانے ہیں کفار سنگ سے

جز کفر کیا عدوے سیہ دیں کی یادگار
ہے نقشِ بت بقیہ آثار سنگ سے

شیریں نتیجہ کیا جو مخالف ملیں بہم
اوٹھے شرارِ سنگ ہو، گر یار سنگ سے

تیرا ہو گر اشارہ کہ ہٹ جانے اصل بت
خالی ہو پھر زمانہء غدار سنگ سے

آوے جو یاد تیری متانت دمِ نبرد
بن جانے پانے مردمِ فرار سنگ سے

احباب کو جو رنج ہوا وجہ بنا کمال
ہو نخلِ میوہ دار کو، آزار سنگ سے

سختی کشی خلوص، احبا کے کھول دے
یعنی ہے زرِ ناب کا معیار سنگ سے

جب غازیانِ فوج تری ہوں صنم شکن
اوٹھ کر ہو دست وا لبِ زنہار سنگ سے

---

١۔ لندن - سے ندارد، غالباً سہو کاتب

٢۔ ب۔ مطلع ثانی نہیں لکھا ہے

٣۔ لندن: اکسیر لکھا ہے

٤۔ آ، ب: جنبش وہیں ہو

٥۔ آ، ب: کر

[illegible] جرم پھر کر اوس [illegible]
کھینچے کمان و تیر [illegible]
جوں برگِ گل سے خار، نکالے ہے [illegible]
کیا یمن ترے رخش میں ہیں گر اوس [illegible]
موسیٰ کہے ہے آنکھ کو مل کر کہ یا خدا
گر وصف، اوس کی شوخی و سرعت[3] کا صفحہ پر
پرواز کے لیے ہوں پر و بال آشکار
کھینچے گر اوس کا نقش، کہیں دکھ کے روبرو
پہنچے کفل پہ ہاتھ تو وہ شوخ کرکے جست
اے شہسوارِ دین جو مدد دست دے تیرے
تیرے سوا جو غیر[5] سے نصرت طلب کرے
تجھ سے بہی[6] ہے عرض کہ ہوں دیکھتا سدا
میناے آبرو کو مری طاقِ دہر میں
دکھ درجِ حفظ میں دُرِ ایماں مرا مصئوں
محفوظ[7] میرے شیشہء عزت کو دکھ سدا
مجھ سے بھی بے زباں کو زباں دے تو کیا عجب
منظور منقبت تھا ترا، ورنہ یاں مجھے
یہ ہی کمک تھی مدح کی تیری کہ میری طبع
شاباش تیشہ کاریِ تیزیِ فکر کو
دامان و آستیں قلم و صفحہ کے بھرے
میرا کلام و حرفِ حریفاں جو ہو دوچار
جیسے گہر پہ پلہء میزانِ جوہری
گردِ حسد سے دیدہء عالم ولے ہے بند
ہے نظم بے صفاے گستہ کی قدر کیا
پژمرہ شعرِ غیر کجا یہ سخن کہاں
یاں ہو نہ نقبء دزدِ معانی کی پیشرفت
نقدِ گراں یہ ہاتھ نہ آوے گا مدعی
طبعِ رواں کا زور چلے اس زمیں میں کیا
نے نے، نہ رخشِ فکر نے کھائی سکندری

جوں [illegible]
تختہ [illegible] کو لا کندہ اُجار [illegible]
اڑتا ہوا یہ جائے شرر وار [illegible]
رہ پاشکستہ [illegible] دشوار [illegible]
جوں رہگیر ہے کہ جائے مدد [illegible]
پڑے منجنیقِ چرخ [illegible]
تو ہی ہو حادثہ کی نگہدار سنگ [illegible]
شاہا بحقِ احمدِ مختار سنگ [illegible]
اے یادگار حیدرِ کرار سنگ ہے
وہ مدح کھول دے لبِ گفتار سنگ ہے
گوہر سے مدعا ہے نہ کچھ کار سنگ ہے
یوں بھرگئی[8] بدعولے بسیار سنگ ہے
کر سخت کد و کاوش ہر بار سنگ ہے
کیا کیا نکال گوہرِ شہوار سنگ ہے
کھل جائے قدرِ دُرِ صفا دار سنگ ہے
مل کر دکھائے قیمت و مقدار سنگ ہے
سمجھے گہر کو یاں نہ خریدار سنگ ہے
کم ہے دُرِ شکستہ تف دار سنگ ہے
آخر گہر کو فرق ہے مروار سنگ ہے
کی طرح ریختہ کی یہ دیوار سنگ ہے
چھوڑے تو سر کو پھوڑ لے دوچار سنگ ہے
ٹھکرائے پائے فکر ہے ہر بار سنگ ہے
گو تھی پہاڑ یہ رہِ دشوار سنگ ہے

---

١۔ لندن: "سے" لیکن "پر" ہی درست ہے۔ غالباً سہو کاتب
٢۔ آ،ب: دیندار
٣۔ ب: سا
٤۔ آ،ب: کے
٥۔ ب: اور سے
٦۔ ب۔ تجھ سے بہی عرض
٧۔ لندن و مختار اشعار: زائد شعر
٨۔ آ: پر گئے

سرہٹ گیا ہے توسنِ چالاک طبع کیا
گوچُر تھے اس زمیں کے سب اقطار سنگ سے

ممنوں پہاڑ ہے یہ "زمیں" قوتِ بیاں
مت کشتیِ سخن میں کر اظہار سنگ سے

لب پر دعا۔ امام کی للہ اس نیاز سے
آمیں کی ہوں صدائیں بہ تکرار سنگ سے

جب تک کہ ہے سرور فزائے خواص جام
حاصل نہ یاں ہو اور، جز آزار سنگ سے

احباب کو ہو بادۂ رحمت سے سرخوشی
لعنت کے ناصبی کا سرِ انگار سنگ سے

## ۱۲۔ قصیدہ در منقبت امام ہفتم حضرت امام موسیٰ ابن جعفر الکاظم علیہ السلام

کشادہ کس کی کرے، چرخ کیں شعار گرہ
کہ خود نجوم سے رکھتا ہے صد ہزار گرہ

کسی کا دم جو گھٹنے اس سے انبساط ہو کیا
کہ ایک دودکی خود ہے تیرہ کار گرہ

گرہ کشا ہو مرا کیا کہ آپ لرزاں ہے
کبھو نہ کھول سکے دستِ رعشہ دار گرہ

عدو ہے صاف دلوں کا کہ ہاتھ سے اس کے
مکدر آبِ رواں، دُرِ آبدار گرہ

میرے ہی تارِ نفس کو خم و شکن دے کر
بنائے پیچکِ تابیدہ رعشہ[1] دار گرہ

جہاں ہے دستِ ستم وا، وہاں یہ عاجز ہے
لگے نہ تیغ کی ڈوری پہ زینہار گرہ

کئی سوال ہیں اس خود پسندِ بدخو سے
کھلی زباں سے بہ پیشِ ستیزہ کار گرہ

سن اے سپہر! سبب کچھ گرہگی کا مری
کونی ہے وجہ کہ آتی ہے یوں بکار گرہ

نہ ہوں سہاء نہ ثریا نہ خوشۂ پرویں
کروں فروغ کی خاطر جو اختیار گرہ

نہ بندِ پیرہن یار ہوں نہ تکمۂ جیب
کہ میری ہوئیگی رونق فزائے کار گرہ

نہ جعد و کاکل و ابرو نہ طرہ و گیسو
کہ ہو پسند نگاہِ نظارہ کار گرہ

نہ شاخِ آہو و سنبل نہ موجِ دود نہ زلف
کہ یوں نصیب ہوئی مجھ کو پیچدار گرہ

نہ ہوں قمار کا مہرہ نہ دانۂ تسبیح
کہ شیخ و رند گنیں میری بار بار گرہ

نہ ہوں بخیل کا کیسہ نہ صرۂ صراف
کہ میرے واسطے ہو وجہِ اعتبار گرہ

نہ فلس مس نہ درستِ طلا نہ قرصکِ سیم
کہ نام و سکہ کے باعث ہو افتخار گرہ

نہ تارِ سبحہ ہوں، نے عقدِ دُرہ نہ سلکِ گہر
گرہ کے بعد جو جس سے رہے دوچار گرہ

نہ قطرہ ہوں نہ گہر نہ حباب نہ گرداب
نہ مجھ پہ چاہ تو اے بحرِ بے کنار گرہ

نہ ہوں شرار نہ اخگر نہ ذرہ نہ اختر
کہ چشم میں ہو نگاہِ امیدوار گرہ

نہ غنچہ ہوں نہ شگوفہ نہ میوہ ہوں نہ ثمر
بنوں عبث نہ پئے طبعِ شاخسار گرہ

نہ داغِ لالہ نہ ہنگام ضبط دودِ فغاں
کہ ہوں کسی کی، درونِ دلِ نگار گرہ

نہ تو ہوں بیت معقد نہ مصرعۂ منقوط
غلط گرہ پہ تھی فکرِ غلط شعار گرہ

ہوس کا واو و سرِ میم مدعا بھی نہیں
فضول مجھ پہ تھی اے کلکِ خوش نگار گرہ

نہ تو ہوں طولِ امل نے درازیِ امید
کہ مرے رشتہ پہ ہو بہرِ اختصار گرہ

شکستہ تار نہیں، رشتۂ گسستہ نہیں
ضرور مجھ پہ تھی کیا دستِ روز گار گرہ

پہ یہ ہے سچ کہ دمِ گریہ ہوں نفس کا تار
لگی ہے رشتۂ پرنم پہ استوار گرہ

---

۱ ب ۔ ل = رشتہ دار ۔ غالباً سہو کاتب

۲۔ آ = ہو

۳۔ آ = کیا دستِ روز گار گرہ

کہاں تک ہوں [illegible]
وہ دل گرفتہ ہوں تا[illegible]
بقا[1] ہے میری فقط بستگی [illegible]
ذرا بلے کہیں مژگاں کہ کام آخر ہے
ضعیف جنبشِ بادِ نفس ہی کافی ہے
اگرچہ نیم نفس سے بھی کم ہے صبحِ حیات
بسان نقطہ[3] کہ پرکار اوسکے گرد پھرے
کیا تغیرِ حالات نے پریشاں گو [illegible]

## غزل

غم فراق کی دل پر ہے یادگار گرہ / کہ بندِ[4] یار میں دی جائے ہے [illegible] گرہ
نفس ہی جل کے ہوا دود دود پیچ بہ پیچ / پڑی یہاں بھی ہے جوں زلفِ تابدار گرہ
رہا خیالِ دو ابرو و خال و زلف کا دھیان / قبول عشق ہے کی[5] آب [illegible] گرہ
گرہ گرہ ہوں رہا زندگی میں مر کر بھی / بگولے کی سی طرح ہو مرا غبار گرہ
مثالِ ابر ہے اب انتظار گریہ کا / ہوئیں ہیں سینہ میں آ آ بہت بخار گرہ
گئی ہے ناخنِ شمشیر کی کہاں ہمت / گلو میں کیسی ہے جانِ پر اضطرار گرہ
کہاں ہے ناخنِ دستِ قنا کی جنبش آہ / کہ واہ تیری ہی[7] ہو اے عمر مستعار گرہ
یہ بند دل ہے کہ لب رہ گئے ہیں بس خاموش / نہ غنچہ ہوں کہ مری کھول دے بہار گرہ
مری گرفتہ دلی ہے عیاں سراپا سے / کہ نے کی طرح ہوا سب تنِ نزار گرہ
یہ انقباضِ طبیعت ہے کوکنار صفت / گرہ جو ایک کھلے، ہوں عیاں ہزار گرہ
تگرگ[6] ہوں دانۂ انجیر باغِ امکاں میں / کہ یک گرہ میں نہفتہ[8] ہے بے شمار گرہ
ہزار عقدے فلک نے دیے ولے صد شکر / ہوئی نہ نطق سے اپنی کبھی[9] دوچار گرہ
کھلی ہمیشہ رہی یہ زبانِ مدح شعار / ہوئے کبھی[10] نہ لبِ منقبت گزار گرہ
مدیح خواں ہوں میں اوسکا کہ جس کا ناخنِ لطف / نہ چھوڑے ایک بھی، ہوں جمع گر ہزار گرہ
تمام خلق کا حلالِ مشکلات ہے وہ / مری بھی باز کرے گا وہ شہر یار گرہ

---

۱۔ آ: ذرا ٹلے
۲۔ آ: سے
۳۔ آ: نقطہ پرکار
۴۔ لندن: یہ پورا مصرعہ نہیں ہے
۵۔ آ: سے
۶۔ آ: بھی
۷۔ آ: ہو
۸۔ آ، ب: ہیں
۹۔ آ، ب: گئے
۱۰۔ آ: کبھی

وصیِ ہفتم اوس کا کہ بدر کی جبیں سے ۔۔۔ بہ یک اشارہ ہوئی باز، استوار گرہ
نشان وہ ہے یداللہ کا کہ جس نے کیں ۔۔۔ ہزار واہ بہ دو انگشتِ ذوالفقار گرہ
امام موسیٰ کاظم کہ جس کی جبہ حسین ۔۔۔ ستارہ ساں ہے تجلیِ کردگار گرہ
مدیحِ شہ ہے بہ پیش اس زمیں میں مطلع اور ۔۔۔ شتاب دے قلمِ منقبت نگار گرہ

## مطلعِ ثالث

کھلے جو کیسہ کی اوس کے دمِ نثار گرہ ۔۔۔ تو رشک سے ہو، دلِ ابرِ قطرہ بار گرہ
وہ ابرِ جود جو ہو رشحہ ریز، خجلت سے ۔۔۔ سمٹ یہ جانیں کہ جوں قطرہ ہوں، بخار گرہ
جو قطرہ قطرہ پہ اوس کے نگاہ کی گستاخ ۔۔۔ صدف کی چشم میں ہے درِ شاہوار گرہ
جو اوس محیطِ کرم کی روانیاں دیکھے ۔۔۔ حباب آسا ہو چشمہ سار گرہ
رواں وہ حکم جو ہو آپ پر کہ ہو نہ رواں ۔۔۔ تو قطرہ قطرہ ہو جوں دُرِ آبدار گرہ
مثالِ تختہ گوہر نگار سنگ بنے ۔۔۔ کہ نقش نقش پہ ہو موجِ آبشار گرہ
زمانِ جود میں اوس کے یہ قدرِ دولت ہے ۔۔۔ بخیل دیکھے نہ رکھے زرِ عیار گرہ
زمانِ معدلتِ شاہ میں معاذاللہ ۔۔۔ کسی سے دل میں رکھے کوئی کینہ کار گرہ
رکیا ہے پنجہ ہر سخت گیرِ فرسودہ ۔۔۔ کہ ہو نہ دوکش یک خاطرِ ہزار گرہ
رہی جو شیر کے ناخن میں کچھ نہ کچھ تیزی ۔۔۔ سو تیرے کھولتی ہے اے دلِ شکار گرہ
پڑھوں حضور میں مطلع کہ مدح غایت[1] ہے ۔۔۔ کھلی[2] نہ دل کی زبانِ ثنا شعار گرہ

## مطلعِ رابع

مژہ پہ کب سے نگہہ ہے بہ انتظار گرہ ۔۔۔ ذرا نقاب کی کھول، اے ترے نثار گرہ
دوبارہ جلوہ دکھا دے کلیم کو شاہا ۔۔۔ کہ بند جیب کی کر باز، ایک بار گرہ
زمینِ کوچہ تری وہ فلک ہے یا موسیٰ ۔۔۔ کہ جابجا ہے تجلیِ ستارہ وار گرہ
فلک کو آئنہ داری تری تھی، مہر نہیں ۔۔۔ ہوئی عمامہ شوکت کی آشکار گرہ
نسیمِ خُلق جو تری چلی تو غنچہ صفت ۔۔۔ جبینِ تنگ عبوساں پہ دے بہار گرہ
ترا وقار ہو آڑے، تو مثلِ تکمہ، سیم ۔۔۔ درونِ شعلہ ہو سیمابِ بے قرار گرہ
زمانِ عدل میں ترے کشادِ کار ہے عام ۔۔۔ دلِ عدو پہ، عدو سے نہ زینہار گرہ
بندھے جو بالِ کبوتر تو ناخنِ شہباز ۔۔۔ بجا کے کھولے ہے مانند غمگسار گرہ
یہ تیرے حکم نے سینہ زوری کی ۔۔۔ صدائے نغمہ ہو شاید درونِ تار گرہ
جو ساز چھیڑنے کا مطربوں کو ہو، آہنگ ۔۔۔ بجائے زخمہ ہو، ناخن سے آشکار گرہ
جو رخِ عزم ہو قدکش ترا تو ہیبت سے ۔۔۔ فلک پہ کہکشاں ہو مثالِ مار گرہ
سناں کی تیرے، رحیمیؔ یہ ہے کہ دیوے کھول ۔۔۔ اگر عدو کی ہو جانِ پر اضطرار گرہ

---

۱۔ آہ غائب ہے
۲۔ آہ کھلے

زہے وہ رخش جو اوس کا [illegible]
[illegible]

پڑھ اوسکا نام جو گنڈہ بنائے تو [illegible]
[illegible]

وہ تیز صرصرِ جولاں کہ کھول دے [illegible]
[illegible]

یہ جلد رو کہ جو دامانِ زین سے اٹکے
[illegible]

دلیل [illegible] زماں کی [illegible] بھی ہو
[illegible]

پھر آنے اتنے میں وہ شعلہ وش جہانِ وسیع
کہ [illegible]

ملک کہیں سرِ فتراک دیکھ کر اس کا
کہ کاش اس [illegible] کی [illegible] لگے [illegible]

شگرفِ بالِ دلآویز شکلِ طرہ حور
عجیب [illegible] رکھے [illegible] زلف [illegible]

صبا کی موج میں باندھا ہے رنگِ گل کیونکر
لگے جو دم [illegible] میں دم [illegible] جس [illegible]

صبا کو تنگ لیا بر میں، یہ بھی ہے اعجاز
جو تنگ زین کی [illegible] لگے اوس پہ [illegible] گرہ

خدا یگانہ حلالِ مشکلاتِ جہاں
ترا ہے ہاتھ کشادہ [illegible] گرہ

جہاں کے عقدہ دشوار حل کیے تونے
مری بھی کھول تو اے شاہ کامگار گرہ

نہ زندگی میں ہو عسرت نہ وقتِ مرگ ہو ضیق[۲]
رہے نہ اول و آخر کوئی بکار گرہ

زبان پر ہو ترا نام، پرکشا ہو روح
گلو میں جان نہ ہو وقتِ احتضار گرہ

بغیر مدح [illegible] مدیحِ غیر سے لب
رہیں بہ صورتِ اسلاف حق گزار گرہ

قبول عرض ہے ممنوں دعا کی خاطر اب
زباں سے کھول تو اے مدعا نگار گرہ

ہمیشہ شاخ سے نسبت ہے تا انامل کو
مدام غنچہ سے جب تک ہو مستعار گرہ

گرہ کشائے جہاں ہو ترا سرِ انگشت
نصیب کارِ حسودانِ نابکار گرہ

## ۱۳۔ قصیدہ در منقبتِ امامِ ہشتم[۱]

کیوں نبضِ تفتگاں سے کیا تھا دوچار دست
جھجکے ہے اب طبیب، جو یوں بار بار دست

روشن کریں چراغ سے جوں شمع، شب یہاں
رکھتے ہی داغِ سینہ پہ، تھا شعلہ بار دست

یاں داغِ سینہ زیرِ گریباں ہے آفتاب
موسیٰ دکھا نہ جیب سے کر آشکار دست

اللہ رے تفتگی مرے سینہ کی، شب یہاں
تھا لگ گیا، قلق میں جو بے اختیار دست

ماہی کی طرح تابہ آتش زدہ پہ آہ
ساعد تلک کباب ہوا، ایک بار دست

ہے دل کا چاک چاک و خم و پیچِ دودِ آہ
پہنچا نہ اوس کی زلف تلک شانہ وار دست

جاں آستیں میں شمع صفت ہے بپئے نثار
خالی ہیں گو، پہ تجھ سے نہیں شرمسار دست

گردن میں اوس کے حلقہ و طوقِ کمر ہو گیا
یاں ہے شکستگی سے گلے ہی کا ہار دست

تھا پہنچتا جو زیرِ گریباں ترے وہ بن
سینہ پہ اب رہے ہے بحد اضطرار دست

کیا روکتا وداع کے دم، رکھ کے رہ گیا
اک دل پہ ایک سر پہ، ترا بیقرار دست

کوہِ فراق کیونکہ اٹھے طاقتِ ضعیف
لائے سنبھالنے کو کہاں سے، یہ بار دست

ہر اشک شیشہ ریز ہے اس دل شکستہ کا
مت چشمِ تر پہ رکھ نہ کہیں ہو فگار دست

لختِ جگر مژہ سے نہ چن بہرِ یک دو گل
ناداں دراز کر نہ سوئے خار زار دست

---

۱ ۔ نورشک

۲ ۔ لندن، زشت مگر ضیق زیادہ مناسب ہے۔

صد نشتر ستم ہے نہفتہ ہر ایک جا — رکھے تو میرے سینہ پہ رکھ ہوشیار دست
پامالیِ غبار میں کیا اپنی رہ گیا — ہے روکتا عناں کا نہ وہ شہسوار دست
بس آب پاشیِ مژہ اس خاکسار کا — پہنچا ہے اوس کے دامنِ زیں تک غبار دست
دامن کشاں جو خاک پہ تو آئے ناز سے — شاید بلند یاں ہو، درونِ مزار دست
گو، گل بھی اس چمن میں ہیں لیکن بڑھانے سے — دامن مرے[1] کے واسطے ہر سمت خار دست
اے دل! زبانِ شکوہ نہ تو باز کیجیو — کھولے ستم پہ گو، فلکِ فتنہ بار دست
مظلوم سے ہے زینتِ ظالم کہ شیر کا — رنگیں کرے ہے خونِ شکارِ نزار دست
آرائش اپنی جاں کی، آزارِ اہلِ حق — کرتے دراز ظلم پہ ہیں، کینہ کار دست
کیا رنگ منصفی ہے کہ آلودہء حنا — منصور کے لہو سے کرے چوبدار دست
مسنوں اس زمیں میں غزل جادوانہ لکھ — حق نے تجھے دیا ہے عجب سحر کار دست

## مطلعِ ثانی

پہنچا مگر ہے تابسرِ زلفِ یار دست — کیوں موجہء نسیم کا ہے مشک بار دست
آئینہ دار تیرا، بنا[2] تھا جو آفتاب — اوس سطوتِ جمال سے ہے، رعشہ دار دست
قد کس کا تیغ کش ہے کہ رکھتا ہے یوں بلند — بہرِ پناہ سروِ لبِ جوئبار دست
خوں کر چلا ہے کون چمن کا کہ شاخ سے — فریاد کا اوٹھائے ہوئے ہے بہار دست
ہوں داغ، گل کو دیکھ سرِ شاخ پر کہ یوں — پہنچا نہ اپنا گلہ، ترے تا عذار دست
ہو وصل، یار کا نہ بجز خونِ دل نصیب — گل ہاتھ آئے جب کہ ہے زخمِ خار دست
دے پیچ و تاب طرہء جاناں نہ بے ادب — مشاطہ تیرا شانہ سے دیکھے تار دست
بندِ قبائے یار کی وا، کیونکہ ہو گرہ — واں اچپلاہٹ اور یہاں رعشہ دار دست
گنتا ہوں میں شکن شکنِ زلفِ یار شیخ — رکھ بندِ سبحہ تو پئے وِرد و شمار دست
اے شیخ شہر، کیوں تری بیعت کو ہاتھ دے — رکھتا نہیں سبو کا مگر بادہ خوار دست
منصور کا تھا آتشِ حل کردہ خون مگر — بہراماں بلند کیجے ہے جو دار دست
کیا عقدہ عقدہء دلِ خوں گشتہ باز ہو — رکھتا ہے وہ نگار تو وقفِ نگار دست
دستِ نگار بستہ پہ کیجو بتاں، نہ ناز — حق نے دیا مجھے بھی ہے معنی نگار دست
ہر ایک کو ہے ایک مباہات کا سبب — ہے اپنے واسطے، سببِ افتخار دست
مدحت نویس یعنی کہ ہوں اوس جناب کا — جس کا ہر ایک شے پہ رکھے اقتدار دست
کلکِ قضا ہے دستِ تصرف میں اوس کے یوں — رکھتا قلم پہ جیسے کہ ہے خوشنویس دست
اقلیمِ قربِ حق کا کہ بخشندہ خسرواں — باندھے حضور اوس کے رہیں بندہ وار دست
وہ شاہِ دیں علیِ سوم، ہشتمیں امام — ایک اوس کا ہاتھ، غالبِ بندہ ہزار دست
موسیٰ کا نورِ چشم کہ اوس پشتِ پا کو دیکھ — دیکھے کلیم کا نہ کوئی زینہار دست
اوس کے قدم پہ ہاتھ لگایا مگر کہیں — مہرِ سپہر کا جو ہوا نور بار دست
پا بوس اوس مزار کا اک دم ہو گر، نصیب — دولت پہ دو جہان کی، دے اقتدار دست
جوں سلکِ در، ایک اور بھی مطلع ضرور ہے — کیجیے بسوے کلکِ جواہر نگار دست

---

۱۔ آ۔ کو میرے ۲۔ م۔ لندن = ردیف ندارد
۲۔ آ۔ ہبہ نثار

نامہ مرا سیاہ ہے اے ابرِ مکرمت
کر، شست و شو، اٹھا کے وہ رحمت شعار دست

فرطِ حجاب سے نہ اوٹھانے پیٔے دعا
روے سیاہ کے ہیں کئی پردہ دار دست

شاہا! ترا گدا ہوں، سمجھتا ہوں سخت عار
اہلِ دوَل کے سامنے دینا، پسار دست

بے دست گر ہوں دستِ کرم اپنا باز کر
تا چند دستِ بندہ بہ پیشِ ہزار دست

نقدِ مراد سے نہ تہی پھیرنا اسے
لایا ہوں تیرے سامنے امیدوار دست

سر سے مرے کہ بے سروساماں ہوں، مت اٹھا
اے ظلِ لطفِ حضرتِ پروردگار دست

ممنون عرض تابہ کجا بس اٹھا کہیں
بہرِ دعاے خسروِ والا تبار دست

ہے جب تلک کہ پنجۂ خورشید زرفشاں
جس آن تک کہ ماہ کا ہے سیم بار دست

اہلِ طلب کے دامنِ مقصود میں ترا
زر ریز و سیم بار ہو، لیل و نہار دست

## ۱۵-قصیدہ در منقبت امامِ نہم حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ

ہوئی کیا سوزشِ دل سے نصیبِ استخواں آتش
کہ دی اس بِشیر کی تپ نے درونِ نیستاں آتش

دل[1] پُردردگانِ سوزِ الفت، داغ سے خوش ہے
سمندر کے لیے اخگر ہے گل اور بوستاں آتش

نوید اے طاقتِ موسیٰ کہ وہ وادی ہے پیش اپنی
جہاں ہے ذرہ ذرہ زیرِ پاے رہرواں آتش

قدم فرسا ہوں جتنا، راہ اتنی دور ہوتی ہے
کہ منزل معدنِ سیماب و جنسِ کارواں آتش

سپندِ بےقراری تھی کہ جا، ناکردہ گرم، آخر
گئے ہم نیم جستن میں کہ تھی بزمِ جہاں آتش

بہارستان نے برگانِ غم ہے دل کے شعلوں سے
گریبانِ خزانیِ نخل میں ہو گل نشاں آتش

کیے ہیں مشت خار و خس تمام اب تفت آلودہ
نواے گرم تو ہی ہو براے آشیاں آتش

بھبھو کے ہر نفس کے ساتھ کیا پیچاں نکلتے ہیں
بھری رگ رگ میں ہے جوں تارِ تارِ شمع یاں آتش

حیات اپنی دوبارہ غالباً ہو عشق کی تپ سے
کہ ہے آبِ بقا ہم کو چراغِ مردہ ساں آتش

مژہ پر گاہ اشک و گریہ ہے لختِ دل[4] اس خس پر
کرم رکھتے گئے سیلاب، گاہے مہرباں آتش

دلیروں کے ہوں زہرے آب، تابِ عشق کے آگے
کہ ہوتے ہیں ہراساں دیکھ کر شیرِ ژیاں آتش

بتوں کی گرمیاں مسجود ہیں خواہش پرستوں کی
کہ پیشِ گبر رکھتی ہے عجب ہی عزوشاں آتش

ملاقاتِ گرانِ جاناں سے پنہاں کینہ ظاہر ہو
بھڑے جب آہن و خارا تو ہوتی ہے عیاں آتش

ممدِ ظالم و ظالم ملے تو فتنہ اٹھے ہے
کہ مل کر تیغ سے پیدا کرے سنگِ فساں آتش

بقائے فتنہ افروزاں بہت کم ہے کہ خارا سے
نکلتی زادن و مردن ہلیے ہے تو اماں آتش

نہ کیجو گردنِ دعوئے بلند اس بزم میں ناداں
نظر کر شمع پر حاضر ہے بہرِ سرکشاں آتش

رہیں عینِ بلا میں جو، انہیں بیم بلا کیا ہے
پروبالِ سمندر پر نہ پہنچانے زماں آتش

عروجِ صاحبانِ طبع روشن بے وساطت ہو
پہنچ جاتی ہے تا بام ہواے نردباں آتش

ہر اک کو حسبِ استعداد، فیضِ تربیت پہنچے
نکالے تیر کے خم اور خم کردے، کماں آتش

نہیں موقوف قرب و بُعد پر کچھ فیض، پھونکے ہے
دلِ صافیِ درونان میں دمِ روشن دلاں آتش

نظر کر بہرِ کسبِ نور، دوری کچھ بھی مانع ہے
زمیں پر شیشہ وہ بخشے ہے مہرِ آسماں آتش

---

۱- لندن، "مت گیا" خم درست نہیں

۲- ب = مہر

۳- لندن ب، زائد شعر

۴- لندن- ناتواں

دم افسردگان دشمن ...
غزل کیا اس زمیں میں گرم ...

مطلع ثانی

بدن ہے گرم تپ سے شعلہ گوں، اشک و فغاں آتش — کہ آب و باد و خاک اس ... آتش
دیا دل لے کے بوسہ لب کا، رخ پر جان(۱) مانگے ہے — کہ لعلِ ناب سے ... بھی ... آتش
غضب نازک طبیعت ہیں کہ رنگِ چہرۂ گل کو — بھڑکتے ہے کھلے ہیں ترے ... آتش
عوض، لختِ دلِ یعقوب کا، لعل، اے زلیخا، ہو — کہاں وہ تو گلِ بستانِ جنت اور کہاں آتش
بتوں کی سرد مہری سے غضب بھی ہو غنیمت ہے — کہ سرمادیدہ کو ہے معتنم مانندِ جاں آتش
جلا یک دانہ، اختر نہ اپنا، فائدہ اس سے — کہ نالوں کی لگی بیجا، زمیں، نہ آسماں آتش
حنائی دستِ ساقی میں مئے گل رنگ کا ساغر — درون آتش، برون آتش، عیاں آتش، نہاں آتش
مگر اوس ساعدِ سیمیں سے ہمدستی کا دعوا تھا — ہے یہ تعذیب کی، جو شمع کی وقفِ بناں آتش
کہاں شعلہ، کہاں وہ عارضِ روشن، خداوندا! — کہ یہ سرمایۂ انوار و لبریز دخاں آتش
مجھے سیرِ چمن سے بن(۲) ترے اک آگ لگتی ہے — چمن تو کیا کہ تجھ پہ ہو گلستانِ جناں آتش
ذرا مت واعظا! خوکردۂ ہجراں کو دوزخ سے — کہ اپنے واسطے یکساں یہاں آتش، وہاں آتش
کہاں تک ضبطِ انفاس شررِ افشاں کروں یارب — کہیں نکلے نہ ہر ہر موسے جوں برقِ طپاں آتش
اماں اب لیجیے اوس ابرِ لطفِ حق کے سایہ میں — دلا جس کی کرے افسردہ بہرِ دوستاں آتش
سحابِ رحمتِ یزداں کرم کا جس کے اک قطرہ — پئے اطفا ہے بس کو ہو، زمیں آتش، زماں آتش
قسیم النار و الجنہ ہے جد اوس کا کہ ارزاں کی — برائے دوستاں جنت، برائے دشمناں آتش
امامِ دیں تقی ابنِ علی، ہمنامِ پیغمبر — نسیمِ لطف سے، جس کی ہو گلزارِ جناں آتش
اگر معجز نمائے جود ہو تو فیضِ بخشش سے — بجائے شعلہ ہو، داماں خس میں زرفشاں آتش
جلے آتشکدہ پہ گر نسیمِ باغِ خلق اوسکی — کرے پیدا بجائے شعلہ، شاخِ ارغواں آتش
اگر پروردنِ دشمن کا وہ دے حکم دشمن کو — مثالِ باغباں ہو موم سے گلبن نشاں آتش
اگر وہ اذنِ شفقت دے تو اطفالِ نباتی کو — کنارِ پرورش میں لے، مثالِ دائیگاں آتش
زہے حکمِ نگہبانیِ عدلِ خسروِ ایماں — حفاظت(۳) کے لیے خرمن پہ ٹھیرے پاسباں آتش
اگر ہو تیغ زن، شعلہ سے عہدِ حفظ میں اوسکے — بریدہ کر سکے کب، برف کی برگستواں آتش
تعالی اللہ حفظِ شہ کہ جوں گل ہو تہِ شبنم — رہے روشن بزیرِ چادرِ آبِ رواں آتش
جو طبعِ تند خوباں کو وہ فیضِ تربیت بدلے — شرر برگِ گل و غنچہ ہو، اخگر ضیمراں آتش
عتاب و لطف سے اوس کے اگر ہو قلبِ ماہیت — سمندر کی جگہ ہو آبِ ماہی کا مکاں آتش
شرر افشانی(۴) برقِ غضب سے اوسکی ہر ماہی — کباب آسا ہو زیرِ آب و بحرِ بیکراں آتش
حریفِ داغِ کشتن، سوختن، کیا کیا ہوئے اعدا — زبانِ شعلہ پر رکھے(۵) نمی ہے، ستاں آتش

---

۱۔ آ، ب: چاہیے ہے
۲۔ ب: تجھ بن

۳۔ لندن: حفاظت مگر حفظ موزوں ہے۔ غالباً سہو کاتب
۴۔ لندن: "شرر افشانی برق" ہے لیکن "برقِ غضب" زیادہ موزوں ہے۔ غالباً سہو کاتب
۵۔ لندن: "رکھے ہی ہے" لیکن "رکھے نمی ہے" زیادہ مناسب ہے۔

بہت مدت سے تھی چشمِ عدم بے کحل اس خاطر
بناتی ہے جلاکر دشمنوں کو سرمہ ساں آتش

ہوئی کشتِ امیدِ دشمناں جل جل کے خاکستر
کہ کچھ رزقِ ہوا ہو اور کچھ دے رائیگاں آتش

حضورِ شاہِ دیں پڑھ مطلعِ روشن کوئی ممنوں
دلِ حسّاد میں دے پھونک، ہنگامِ بیاں آتش

## مطلعِ ثالث

بنے گر عدل سے، تیرے کہیں حکمِ اماں آتش
کرے شعلہ سے فرقِ خس پہ کلہِ سائباں آتش

عدالت گر، تری ہو تربیت فرما تو کیا ممکن
کہ رکھے تند خوئی کے کہیں نام و نشاں آتش

کرے گر سرخ چہرہ برگ کاہِ زرد پر گاہے
ہر ایک شعلہ سے ہو اپنی ترِ تیغ وسناں آتش

گواہی ہے یہ برق و شعلہ کی روشن ہوا مجھ پر
کہ خوف و قہر سے تیری، ہے لرزان و طپاں آتش

نفاذِ حکم تیرا پھیر دے گر طبعِ اشیا کو
بنے تربیت دیں شرر کو، چارہ گران آتش

بہم اک سلک میں جوں لعل اور الماس کو گوندھیں
ترے عہدِ حفاظت میں رکھے یخ سے قراں آتش

حرم میں گر جبیں فرسا ترے اعدا ہوں کیا حاصل
پے تعذیب سنگِ کعبہ سے کبھی ہو عیاں آتش

تعالی اللہ آب و رنگ بخشے خلق کے تیرے
سمجھ کر گل، چنے آتش کدہ سے باغباں آتش

نہیں کچھ معنیِ پنہاں بہرصورت پہ روشن ہے
کہ سر سے پا تلک ہے عرفِ خورشیدِ جہاں آتش

خیالِ ہم سری ذرہ سے تیرے در کے باطل تھا
کہاں نورِ تجلیِ الہٰی اور کہاں آتش

سو اس عذرِ خطا میں رکھ کے اپنے سر پہ آتا ہے
درون طشت بھر کر، آب شاہِ خاوراں آتش

جو روے آب پر وہ برقِ تیغِ شعلہ گوں چمکے
جلے ہر نخلِ مرجاں، ہو نصیبِ خیزراں آتش

نہ خصمِ دیو سیرت سلطنت اپنی پہ نازاں ہو
تری خاطر ہے جوں تیرِ شہابی وہ سناں آتش

ترے اعدا کے مقتل سے کہ دوزخ کا نمونہ ہے
ہما کا قوت ہو جوں کبک جانے استخواں آتش

کرے جو قصد گرمیِ سخن کا، مدح بن تیرے
صدا ہو شکلِ مجمر اوسکی لبریز دہاں آتش

ترا رخشِ پری صورت کہ وقتِ نیم جست اوس کے
کرے نئے ہم رکابی برق، نئے ہو ہم عناں آتش

عنانِ بلتے ہی یوں افلاک پر وہ گرم رو پہنچے
کہ آئنہ پہ جس سرعت سے ہو پرتو نشاں آتش

اشاروں پر پھرے تیرے وہ شعلہ وش صبا سیرت
کہ تیرے حکم میں ہم بادہم اے حکمراں آتش

عرق ٹپکانے ہے یوں صرصرِ جولانِ تیز اوس سے
شرر افشاں کرے جس طرح سے باد وزاں آتش

ہوئے لفظوں میں مضموں برق شعلہ، لفظ ہیں لب پر
کیا جو وصفِ شوخی، دل سے کھینچے تزباں آتش

الہیٰ کیوں کہ گرمِ وصفِ شرحِ سرعت اوسکا ہو
کہ خامہ خشک لے وہ وصفِ بیچون و چناں آتش

امم بخشا، اماما، سرورا، دیں پرورا، شاہا
عمل میرے ہیں وہ جن کی سزا ہے بے گماں آتش

یہی ہے عرض تجھ سے اے شفیعِ عاصیاں ہردم
بہ حقِ مصطفےٰ دیکھے نہ تیرا مدح خواں آتش

جو تیرا بحرِ رحمت جوش زن ہو کیا جہنم ہے
کہ کچھ بھی چیز ہے پیشِ محیطِ بیکراں آتش

یہی تیری شفاعت سے توقع ہے دمِ محشر
کہ مجھ پر سرد ہو، اے سیّدِ ہر دو جہاں آتش

ترحم، خسروا میں کب سے تیرے در پہ نالاں ہوں
زلالِ لطف سے کر سرد، ہے میری فغاں آتش

کہاں تک عرضِ حال اپنا دعاے شاہ سے ممنوں
جلادے جانِ بدخواہاں کہ ہے تیری زباں آتش

الہی! آب جب تک تیری رحمت کا نمونہ ہے
خدایا جب تلک تیرے غضب کا ہے نشاں آتش

رہے باغِ امل تازہ محبِ آلِ احمد کا
عدوے خانہء حیدر کے وقفِ خانماں آتش

ستم کی تیز کرے [illegible]
[illegible]

ثبات اس سے ہے ظالم کو [illegible]
[illegible]

جو ریزہ ریزہ ہو ظالم زیادہ دے [illegible]
[illegible]

خراب[2] ہو جو ستمگر تو روح فرسا ہے
[illegible]

ہمیشہ درپئے سامانِ ظلم ہے بیرحم
[illegible]

سدا ہے قطع و برید اس کو، حفظ کا ہے عدو
[illegible]

ذرا جو بدر کو صورت سپر کی ہو تو اوسے
[illegible]

شعاعِ ماہ سے لاتا ہے ہاتھ میں بیدرد
بچے [illegible]

جمالِ یار کو عاشق پہ یہ کرے آفت
کمان کے [illegible]

سپہر سبز سے پنہاں کمال مرد رہے
کہ زیر رنگ [illegible]

کمالِ مرد ہے ناقدرداں کے آگے ہیچ
نہ گھر میں خیر کی [illegible]

شبیہِ رحم اگر ظلم ہو تو فائدہ کیا
نہ روح بخش ہو جوں موج آب [illegible] تیغ

فلک نے زینتِ ظاہر نہ دی تو کاہش کیا
نہ ہو غلاف جو [illegible] تیغ

نہیں لباس کے وابستہ جو ہیں مردِ کمال
دکھانے خوبیِ جوہر اگر ہو [illegible] تیغ

کرے ہے خندۂ بسیار قدرِ مرد کو کم
ظہورِ کثرتِ دندانہ سے ہو ارزاں تیغ

چمک پہ ہمتِ مرداں بن آئے کب اقبال
رہے نہ کو کبھ گر ہو نہ پیش سلطاں تیغ

نہ غیر جنس کا شکوہ کہ ہے عدو ہم نوع
بنائیں واسطے انساں کے دیکھ انساں پہ تیغ

تعینات کا نے شکر ہے نہ شکوہ ضرور
اگرچہ آئنہ حیراں ہو یا ہو پنہاں تیغ

کہیں جلال کہیں ہے جمال، اصل ہے ایک
کہ آئنہ ہو ہم آہن سے ہم نمایاں تیغ

غزل وہ تیز کہوں اب کہ جس کا ہر مصرع
یہ بعآبدار ہوا جس کو کہے سخنداں تیغ

## مطلعِ ثانی

نگہ کے سامنے کھینچے تری، نہ افغاں تیغ
ہوا یہ رالست کہ چلنے نہ[3] دے فسوں خواں تیغ

نہ سطر سطر ہے جوہر کی، خون کا میرے
کسی کے ہاتھ میں دیتی ہے لکھ کے فرماں تیغ

یہ کس غریب کا ہے بارِ خون، گردن پر
کہ قد خمیدہ تمہاری رہی ہے، خوباں تیغ

کہیں جو ابروئے خمدار تری یاد آوے
دھری رہے مرے ٹو کی پہ طاقِ نسیاں تیغ

دلوں کا ملک وہ ابرو رکھے ہے قبضہ میں
اوسی کا ملک ہے یعنی کہ جس کی جاناں تیغ

اشارتوں سے اوس ابرو کی، جان لرزاں ہے
خطر ہے جو ہر جاں کو اگر ہو جنباں تیغ

بتانِ ہند کے ابرو کی، دیکھ قطع و برید
کبھی بنائیں نہ صنعت گر صفاہان تیغ

تری نگاہ نے دی[4] ہیں الف صفیں کی صفیں
زباں پہ رکھے ہے اس رستمی کے دستاں تیغ

---

۱ - ل = بنائی
۲ - لندن: خراب ہی ہو، مگر یہ زیادہ مناسب ہے۔
۳ - ب: کہ چلی تری
۴ - ب: دیں ہیں

نہ زیرِ مشق ستم کر، مرا دل او کافر! کوئی لگانے ہے قرآن پہ نا مسلماں تیغ
رہے یہ یاد کہ ہم یاد آئینگے[1] آخر لگا کے مجھ پہ بہت ہووے گا پشیماں تیغ
سپر سنبھال فلک تو، خونچکاں نکلے کہ چھینتی نہ ستمگر، مری ہے آساں تیغ
مرا حریف نہو، لے کے ایک تیغِ ہلال رکھوں[2] ہوں نالہ و افغاں سے میں ہزاراں تیغ
حفاظت اوس کی ہے آڑے مرے کہ جسکا حفظ بنانے مثلِ سپر حافظ نگہباں تیغ
زہے امامِ علیِ نقی کندہ[3] کفر کہ جس کی قطع کرے بیخِ ظلم و طغیاں تیغ
اگرچہ آب سے رکنِ بنا ہوں سست، ولے کرے امام کے مضبوط دیں کے، ارکاں تیغ
فروغِ دست و تجلی روے انور سے سپر ہو آئینہ جوں ماہِ نو فروزاں تیغ
شبِ سیاہ میں ٹوٹے ہیں جوں ستارے یوں غبار میں ہے چمکتی وہ روزِ میداں تیغ
فرار کیوں نہ کریں دشمنانِ دیو خصال کہ جوں شہاب ہے، اوس کی عدوے شیطاں تیغ
جو اذنِ قہر ہو اوسکا تو بدر، جوں ہو ہلال عجب نہیں کہ سپر سے بھی ہو نمایاں تیغ
رکھیں جو دونوں طرف سے کسی کی گردن پر تو اس کے حفظ کو[4] ہو، صورتِ گریباں تیغ
زہے حمایتِ وادیِ عدل میں اوس کے سمجھتا شاخ ہے آہو کی، شیرِ غراں تیغ
کمک سے عدل کی اوس کے رواں ہو ہر روباہ بسوے شیر غریں، لے کے زیرِ دنداں تیغ
اگر دہان کرے وا، نہنگِ مردم خوار تو قہرِ شاہ سے اس پر ہو موجِ عماں تیغ
شبیہِ ظلم رہے اوس کے خوف سے خائف کرے سپہر، مہِ نو کی روز پنہاں تیغ
بہارِ معدلتِ شاہِ دیں سے بالیدہ درونِ آب ہو، مانندِ شاخِ مرجاں تیغ
جو عہدِ شرع میں، اوس کے لڑانے جام سے آنکھ تو موجِ بادہ ہو، بہرِ شراب خواراں تیغ
پڑھ اب حضور میں اے طبعِ تیز! مطلعِ تیز کہ اہلِ سیف کی ہے نذر، پیشِ شاہاں تیغ

## مطلع ثالث

کیے جو تو، نہ رہے پیشِ حیدرکشاں تیغ نہ پھر ہلال کی باندھے سپہرِ گرداں تیغ
تری بلند ہو، جب اُے امامِ دوراں تیغ چھپالے چرخ کی بہرام، زیرِ داماں تیغ
دوسر خراب کیا ترے جدنے[5] کفر کا کام کہ ذوالفقار سی رکھتا وہ شاہِ مرداں تیغ
علی سے پہنچی شجاعت تجھے ہے دست بدست کہ دے ہے دستِ مبارک میں دست پیماں تیغ
عدو کی جان ہے قبضہ میں تیرے، کیونکہ بچے کہ ہے قضا کی شبا تیرے زیرِ فرماں تیغ
تیرے جہاد سے ہے نقدِ معرفت رائج مگر تری ہے کلیدِ کنوزِ عرفاں تیغ
فروغِ ہمت و جراءت ہے ترے ہاتھ سے جوں طبق کے ساتھ رکھے مثلِ مہر رخشاں تیغ
اگر ہو حکم یہ تیرا کہ التیام کے سب کرے فراہم، اسباب اور ساماں تیغ
تو مثلِ دستِ رفو ساز اپنی ڈوری سے سیے شگافِ دلِ چاک سینہ ریشاں تیغ
خواصِ ظلم بدل دے، اگر تو رحمت سے عجب نہیں ہے کہ ہو تازگیِ دہِ جاں تیغ

---

۱۔ آ، اس نے کی آخر
۲۔ ب، رکھے ہو
۳۔ آ، کرے۔
۴۔ آ، نہ حق ہے
۵۔ آ، تو

اگر ہو حفظ [illegible] | [illegible]
برائے مدح [illegible] نوائی [illegible] | [illegible]
نہیں زیادہ ہے یک موج [illegible] | [illegible]
پئے تباہیِ کشتیِ عاصیان [illegible] | [illegible]
دمِ جہاد کہ خوں سے چمن بنے میداں | [illegible]
بسانِ موجۂ صرصر کہ ہو ثمر افشاں | [illegible] قامت [illegible] افشاں تیغ
بروزِ معرکہ دکھلائے دین کی ہے بہار | کہ خون سے ہو [illegible] افشاں تیغ
نکالے خون سے اعدا کے پارہ پارہ لعل | شہا بکھیرے تری معدن [illegible]
برائے خرمنِ ہستیِ دشمناں ہر سو | چمک کے برق بکرے ہے تری [illegible]
عجب رحیم ہے میداں میں حالِ اعدا پہ | [illegible]
ستم گردوں کا ترے عہد میں ہے کیا مقدور | کہ کر سکیں وہ ستم [illegible] دوراں تیغ
جو برگِ خس پہ کہیں برقِ تیغ چمکادے | تو انتقام[3] کی لے خار [illegible] بیاباں تیغ
ہوئے ستمگرِ سرکش، خبر یہ سن کر پست | کہ تیرے عدل کی ہے تیز، اے جہاں اماں تیغ
جو پائمالیِ قمری پہ قد بلند کرے | تو پائے سرو پہ ہو، آنکھ سے بستاں تیغ
نہیب عدل سے تیرے نہاں ہے شکلِ غلاف | رکھے غلافِ کتاں میں مہِ درخشاں تیغ
مگر کبھی ترے اعدا کے ہاتھ تک پہنچے | جھکا کے رہ گئی گردن ہے، جوں پشیماں تیغ
زہے وہ رخش اگر لے کے، اوس کا آہنِ نعل | کوئی بنائے تو بے دست ہو وہ جنباں تیغ
عجب نہیں ہے کہ میدانِ رزم میں ہر سو | مثالِ برق تڑپ کر ہو گرمِ جولاں تیغ
شہا سخنورِ قطعی کہ ہے ترا ممنون | کہے زبان کو اوس کی ہر اک سخنداں تیغ
بیان اوس کے ہنر پہ دلیل قطعی ہے | برائے دعوائے جرأت رواں ہے، یہاں تیغ
چہ جانے شوکت سیفی، چہ قدراین. حسام | دکھائے فکر کی جس دم ترا ثنا خواں تیغ
عیاں یہ جوہرِ معنی رقم سے اوس کے، ہو | قلم کی ہاتھ سے رکھ دیں ظہیر[4] و سلماں[5] تیغ
تری دعا سے نواصب کیسے ہیں کیا کیا ذبح | زبانِ تیز سے اوس کی، رہی ہے حیراں تیغ
سپہر کا کام حفاظت ہے. یا خدا جب تک | ہمیشہ تاکہ رہے قاطعِ رگِ جاں تیغ
رکھ اپنے حفظ میں تو دوستانِ آلِ نبی | رکھے بریدہ سرِ دشمنِ بدایماں تیغ

## ۱۶۔ قصیدہ در منقبت امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

کب تاب لائے دیکھ ترا منظر، آفتاب | تو آفتاب و مہ و ملک، قمر آفتاب
شاید ترے ہو شعلۂ رخسار سے گداز | یک گوے سیم ماہ ہے، قرصِ زر آفتاب
آبی قبا میں جب کہ ہو جلوہ فروز تو | ہو غرقِ آب جوں گلِ نیلوفر آفتاب

---

۱۔ آ، ب: نسیم موج
۲۔ لندن، ب: "اگر ہے ترے" جو درست نہیں
۳۔ لندن۔ مگر ہے
۴۔ ظہیر فاریابی
۵۔ سلمان ساوجی

حیرت میں ہوں عرق رخِ[1] تاباں پہ دیکھ کر
شبنم سے کیونکہ صورتِ گل ہے، تر آفتاب

اللہ نور و تابِ فروغِ جمال واہ
شفاف تن کو تیرے کہوں کیونکر آفتاب

نورِ شباب ہے ترے پیکر میں بھر رہا
رکھتا ہے تپ زدہ سا تن اصغر آفتاب

اس شرط پر کہوں ہوں تجھے آفتاب و ماہ
زریں قبا جو ماہ ہو، سیمیں بر آفتاب

تولا بہم جو پلہء میزانِ حسن میں
پہنچا ہے تو زمین پہ گردوں پر آفتاب

سو بار تیرے بام پر آکر کرے طواف
ہڑکے ہے اس لیے نہیں رکھتا پر آفتاب

اے دا ... چشمِ بد تری بزمِ جمال میں
اسپند ہوں نجوم بنے، مجمر آفتاب

اللہ تابِ چہرۂ رخشاں ترے حضور
رکھ آفتابی آنے، سپر سر پر آفتاب

حیرت ہے خط و زلف میں، وہ چہرہ دیکھ کر
سایہ ہے آفتاب پہ سایہ پر آفتاب

استاد کا یہ شعر پڑھوں جب دکھانے سے
اوس حلقہ حلقہ ہو میں رخِ انور آفتاب

نہ چتر است چرخ در او آفتاب یک
زلفت ہزار چتر و بہیچ چتر آفتاب

خوبیِ حسن، حسن پہ ہے حایل نگاہ
تابش سے اپنے منہ پہ رکھے چادر آفتاب

حسن آپ خونِ دیدۂ نامحرماں کرے
اپنی شعاع سے ہے، لیے خنجر آفتاب

جلوہ ہے تیرے مطلعِ انوار سینہ سے
روشن ہو وہ بھی، جانے جھلک جس پر آفتاب

جل کر ہوا ہوں خاک پہ جھلکے ہے داغِ عشق
پوشیدہ کیونکہ ہو تہہِ خاکستر آفتاب

ہے رخنہ رخنہ دل میں تصور ترا کر، یاں
ایک ایک روزنہ میں ہے جلوہ گر آفتاب

کشتہ جو تیرا حسن کا ہے اوس کی خاک سے
شاید اُگے، بجائے گلِ احمر، آفتاب

کب تفتگانِ عشق ہیں وابستہء لباس
رکھتا برہنگی سے ہے رختِ زر آفتاب

اوصافِ[2] حسن و عشق سے پہنچے نہ دل کو نور
کیا فائدہ، وہ شعلہ ہوا، یہ گر آفتاب

کیجیے مدیح اوس کی رقم، جس کے یمن سے
روشن یہ صفحہ ہو، کہ نہ ہو، ہمسر آفتاب

خورشیدِ اوجِ دیں حسن عسکری امام
وہ پرتو ا[3] ہے احمدِ دیں پرور آفتاب

نور اوس سحابِ فیض سے ٹپکے بجائے آب
پیدا صدف میں ہو عیوضِ گوہر آفتاب

روضہ کا تیرے قبہء گردوں مماس وہ
ہے جس پہ ایک طائرِ زریں پر آفتاب

جوں ذرہ خاک درپہ رہا اوسکے جبہہ سا
ہے لایقِ خطاب بلند افسر آفتاب

اوس کے غبار راہ سے ہے سنگریزۂ جبین
جوں دُور کرے جو زینتِ تاجِ زر آفتاب

کوئی سفال پارہ جو اوس رہ کا ہاتھ آئے
جوں لعل رنگ جیغہ رکھے سر پر آفتاب

آئینہ وار اوس رخِ پر نور کا بنا
رکھتا ہے زور طالعِ اسکندر آفتاب

ذرہ میں آفتاب کا جوں ذرہ ہے ظہور
اوس حسنِ دل فراز کا یوں مظہر آفتاب

خفاش چشمِ دشمنِ بد بیں کو ہے پیام
یعنی کہ شاہ دیں کا ہے سب لشکر آفتاب

کر اپنا فکرِ چشمِ رمد دیدۂ حسد
نشتر لیے شعاع سے یہاں ہے ہر آفتاب

درپیش قتلِ دشمنِ شہ ہے، کرے ہے جمع
خنجر، خدنگ، سیف، سناں، جمدھر آفتاب

کہتا ہے اشتیاق کہ چل کر حضور میں
مطلع وہ پڑھ کہ جس سے نہ ہو بہتر آفتاب

## مطلعِ ثانی

تارِ خطِ شعاع سے کر مسطر آفتاب
لکھے تری ثنا ورقِ زر پر آفتاب

---

۱۔ آ: غرق ہوں
۳۔ آ: پرتو آئے
۲۔ لندن، ب: زائد شعر

تحریرِ وصف کی [illegible]
[illegible]

ٹھہرائے تا نگہ [illegible]
[illegible]

جب تربیت تری [illegible]
[illegible]

یوں راہِ باد پر ہے، ترے حفظ سے چراغ
[illegible]

تو دے جو حکمِ امن تو سیماب کو وہے
[illegible]

ازبس ہوا بلند ترا صیتِ احتساب
[illegible]

یہ زرد ہوگیا ہے، ہوا سبز اوس کا رنگ
گردوں [illegible] شکل [illegible]

تیرا ہے حکمِ دیں، نہ رہے شکلِ میکشی
دے [illegible]

کرتا ہے قبلہ گاہ ترا گوشۂ کلاہ
روتاب [illegible]

شوقِ سجودِ قبلہ، در میں ترے شہا
ہے صورت [illegible]

سرگرمِ جستجو ہے ترے در کا سو بسو
سر مارتا پھرے ہے [illegible] آفتاب

رکھتا ہے تیری مُہرِ غلامی جبین پر
اس وجہ سے کہائے [illegible] آفتاب

ذراتِ کائنات کا منہ ہے تری طرف
یعنے کہ تو ہے شاہ [illegible] آفتاب

بے وجہ نور چہرہ پہ، اوس کے عیاں نہیں
رکھتا ہے مہر دل میں تری [illegible] آفتاب

دل یکا کرے غبار ترا داغِ عشق صاف
روشن کرے ہے غرض [illegible] آفتاب

آگے ترے فروغِ ضمیرِ منیر کے
نیلے ورق پہ ہے نقط [illegible] آفتاب

جون ماہ میں کہ دولتِ خورشید ہے تمام
اے محض نور، تجھ سے ہے مایہ ور آفتاب

پہنچے نہ عکسِ جبہہ سے تیری اگر فروغ
شاید ہلال سے بھی ہو ناقص تر آفتاب

تیری ضیا سے ذرہ[1] و خور، سب ہیں فیضیاب
پروین، سہا، ہلال، قمر، اختر آفتاب

دشمن شبیہ تجھ سے کرے آپ کو تو کیا
ہو آفتاب؟ لکھے جو صورت اگر آفتاب

روے عدو و کوکبِ احباب سے ترے
نے سایہ تیرہ تر ہے، نہ روشن تر آفتاب

گاہے نہ نور چشم کو اوسکے زوال ہو
کھینچے جو تیرا سرمۂ خاکِ در آفتاب

ہر ایک ذرہ کی تری رہ میں شکوہ دیکھ
کیا کانپتا سپہر پہ ہے تھر تھر آفتاب

پر تو سے تیری تیغ کے لرزاں رہے سدا
گو صیقلی ہے سر پہ رکھے مغفر آفتاب

روکش جو ہو تری دمِ شمشیر سے، دکھائے
جوزا کی طرح چرخ پہ دو پیکر آفتاب

تیری سناں سپاہِ سیہ دیں کو دے شکست
ظلمت کہاں جہاں ہو، علم آور آفتاب

شاہا! ترا وہ رخش، شرر، جسکی نعل کا
پہنچا جو اڑ کے ہے سرگردوں پر آفتاب

اللہ رے چرخِ سیر کہ اوس کی رکاب میں
ہے جوں نگینِ حلقۂ انگشتر آفتاب

کاوے کے وقت ساق وہ پرکار نقطہ ساں
ہے اوسکے سم کے دائرہ کے اندر آفتاب

چھیڑے جو تو اوسے ترے دنبال میں دواں
لے شرق سے ہو، غرب تلک مضطر آفتاب

تحریک تند صرصرِ جولاں سے اوسکی ہے
ہاتھ اپنے پر چراغ کا رکھتا ڈر آفتاب

سیمین لگام عقدِ ثریا ہلال زین
گردن میں اوس کی شکلِ قطاس زر آفتاب

اے شمعِ دودِ علوی، نورِ احمدی
اجداد تیرے سب[2] ہیں یک دیگر آفتاب

وہ جد ترا کہ جس نے نمازِ رسول کو
پھیرا پسِ غروب اشارے پہ آفتاب

تجھ تک علی سے تجھ سے ہے مہدی تک ایک نور
یعنی تمام خانۂ پیغمبر آفتاب

---

۱۔ آ، ب = درخور خود

۲۔ لندن = سب چھوٹ گیا ہے۔

بعد ایک کے، ہے، ایک میں نورِ نبیؐ کی سیر / رکھتا ہے جیسے چرخ پہ بارہ گھر آفتاب
پروانے سردِ مہریِ ایام کیا مجھے / دل میں مرے ولا کا ترے جوہر آفتاب
یہ داغِ عشق تیرا سلامت رہے کہ ہے / سرما زدہ کے واسطے جاں پرور آفتاب
کر، عرض، اپنے ذرہء نا چیز کی قبول / اے وہ، کہ تو ہے اوجِ امامت پہ آفتاب
ہو دامنِ ولا کا ترے مجھ پہ سائباں / آتش فشاں ہو جب کہ دمِ محشر آفتاب
پہنچے دعاے جاہ تری آسماں تلک / آمیں کہے ہے برہنہ سر، کرکر آفتاب
جس رات تک کہ ماہ زمیں پہ ہے سیم ریز / جس روز تک نثار کرے ہے، زر آفتاب
دستِ سوال سب کا رہے تیرے روبرو / گر اس میں ماہ کھینچے تصور در آفتاب

## ۱۷۔ قصیدہ در منقبتِ امامِ دوازدہم خلیفۃ الرحمن: امام مہدیؑ

گو ہیں فلک نجوم سے تیرے ہزار چشم / پر دی، تجھے حیا کی نہ اسے فتنہ کار چشم
دیکھ اپنے تک سلوک کہ ہو دونے یار سے / محروم یک نگہ مری امیدوار چشم
سیمانے آفتاب سے لے کر فروغ اور / ایک ایک ریگ ذرہ کی ہو نور دار چشم
بے طاقتانہ تیری طرف شوقِ صبح میں / دیکھوں اگر اوٹھا کے بعد اضطرار چشم
ہر ہر ستارہ دیدۂ جگر خوار کی طرح / دکھلائے مج کو آہ شبِ انتظار چشم
الماس سودہ مر کے نمکداں میں تو بھر سے[1] / اس واسطے کہ میری بنے مایہ دار چشم
ابرو ترا ہلال لقب تیغ کش تو ہے / تجھ سے غلط سپہر کی ہے پر کینہ کار چشم
گو مہر سی سپہر بھی ہے پر، اوس میں تعبیہ / دیکھے ہے تیغ و تیرہ سناں بے شمار چشم
سب تیرا خرمن آپ شفق سے ہے شعلہ خیز / سرسبزی کی رکھے نہ مری کشت کار چشم
مشہور ہے جہاں میں سیہ کاسگی تری / کھیچے سیہ نہ خواں پہ تری زنہار چشم
سو سو طرح سے مایہ گستر ہو تو دلے / میں گرسنہ، اودھر نہ کروں ایک بار چشم
آبِ بقا تلک نہیں پڑتی نگاہِ حرص / رہتی مگر ہے تشنۂ دیدارِ یار چشم
کیا تجھ سے باغِ دہر میں تک سیر کی، کوئی / رکھے یہ موسمِ گل و فصلِ بہار چشم
نرگس کی آنکھ تو کبھی کھلتی نہ، اور مری / رکھے رہو ہے جیب میں یک مشتِ خار چشم
شاید ہیں مہر و ماہ کہ ناقص نظر ہے تو / دونو کھلی کبھی نہ تری ایک بار چشم
گردیدہ ہے تو اہلِ صفا سے ہو تربیت / عینک سے دیکھتی ہے مدد وقتِ کار چشم
ممنوں! گلہ فلک کا نہ کر، پڑھ کوئی غزل / اس درد سے کہ خلق کی ہو اشک بار چشم

### مطلعِ ثانی

شب گہ فلک پہ ماہ سے گہہ، تھی دوچار چشم / اختر فشاں ہو رہی، اختر شمار چشم
اوس رخ پہ ہے مری بی نہ نظارہ کار چشم / خود زلفِ حلقہ حلقہ رکھے ہے ہزار چشم
دامنِ رخِ سحر سے کبھی تو اٹھا ہی دے / کب سے مری ادھر ہے شبِ انتظار چشم
تیرِ نگہ سے سینہ ہو خارا، تو توڑ دے / بیمار ہے اگرچہ تری سحر کار چشم

---

۱۔ بہ الماس سودہ بھر کے نمک دان میں تو بھرے

دو ایک ... دم ... ہی ...
رویا ہوں یہ کہ ...
سیماب بن رہی ہے ...
ہرچند رنگِ سرخ کو پانی سے ہے ...
اے خود نما کبھی تو دکھادے وہ روئے ...
دوری میں بھی ترے ہی تصور پہ ہے نظر
آچک کہ وقتِ نزع نگاہیں ہیں ہوئے در
رکتا نہیں ہے گریہ نہ تھمتے ہیں تک سرشک　　　الله ...
کچھ داغ داغِ عشق نہ لالہ رخوں کا ہوں　　　خونی ...
گل پر نہ سینہ چاک، نہ سنبل کا میں اسیر　　　رکھتا نہیں ...
نورِ دو دیدہ جو حسن عسکری کا ہے　　　جو یا ہے اوس ...
یعنی امام مہدیِ ہادی، فروغِ دین　　　وہ ہے نگہ ...
ہے وہ امام جس کے الوالعزم مقتدی　　　عیسیٰ کو دیکھ کھول کے، اے ... چشم
گر اوس فروغِ حسن کا منکر ہوا تو کیا　　　رکھتا نہیں عدوئے سیہ روزگار چشم
نورِ خدا کے دیکھنے کو چاہیے کلیم　　　لاوے کہاں سے طاریِ ... چشم
انوارِ آفتاب میں ہو کون سا خلل　　　کھولے اگر نہ شپرکِ نابکار چشم
جوں نورِ حق بسیط ہے اوس کا فروغِ حسن　　　بالکل ہو اوس جمال سے کیا بہرہ وار چشم
کون و مکاں سے یہ ہے فزوں اور بے نظیر　　　رکھتی جہاتِ ستہ میں ہے انحصار چشم
جس نے ملی نہ اوس درِ دولت پہ ہے تمام　　　بے نور اوس کی رخنۂ دیوار وار چشم
مہرِ فلک کے سیدہ ایوانِ شاہ سے　　　کب دو چار ہو صورتِ تصویر وار چشم
اک دم [1] نگاہِ گرم کہیں کی تھی اب تلک　　　ہے پنجۂ شعاع سے زیرِ فشار چشم
اٹھ جائیں سب حجاب پڑے نورِ حق نظر　　　اوس رہ کے گرد غبار سے ہو سرمہ دار چشم
گاہے فرازِ منبر و محراب میں گئے　　　گوہر فشاں وہ لعل ہے گوہر نثار چشم
رشکِ عطا سے اوس کی نہ گرداب ہے کہ تر　　　رکھتا ہے بحرِ موج زناں ہر بے کنار چشم
دیکھے جو درفشانیِ ابرِ نوالِ شاہ　　　موندے صدف کبھو نہ درونِ بحار چشم
کب ذکرِ غائبانہ سے ٹلتا ہے اشتیاق　　　کہتی ہے چل حضور میں بے اختیار چشم
ممنوں! زباں تو زمزمہ خوانِ مدیح کر　　　رکھ اور جمالِ شاہ پہ تو بار بار چشم

## مطلع ثالث

گر تیری خاکِ رہ سے کرے سرمہ دار چشم　　　شپرکی عین نور ہو خورشید وار چشم
اہلِ شہود حسرتِ پابوس میں ترے [2]　　　لاتے پئے رکاب ہیں اے شہسوار چشم
رکھتی ہمیشہ خامہ ہے مژگاں [3، 4] سے ہاتھ میں　　　شاید رہے ہے تیری مدیحت نگار چشم

---

۱- آ: سے
۲- ب: ہیں
۳- آ، ب: دل
۴- آ: خامہ مژگاں ہے

مقدور کیا کہ صرف نگاہِ ہوس کرے — اوس عہد[1] شرع میں کوئی عصیاں شعار چشم
ایک ایک موجِ بادہ کرے کارِ تیغ تیز — ساغر سے گر لڑانے کبھو بادہ خوار چشم
آشوبِ فتنہ تو جو کرے کم تو ہو سکے — کب سرخ شیرِ شرزہ کی سوے شکار چشم
آرام گاہِ عدل میں تیری پناہِ خلق — فتنہ کی خوابِ ناز سے ہے ہم کنار چشم
آہو غنودہ تیغِ شکار افگنان تلے — یوں ہے کہ زیرِ ابروے خم پر خمار چشم
مژگاں سے توڑ چنگلِ شہباز دے اگر — صعوے کی تیرے عدل سے ہو دستیار چشم
تنکا جو تیرے حکم سے دکھ دیجیے، برق کے — دیکھیں نہ اختلاج میں پھر زینہار چشم
ہو سرمہ ریز گردِ مواکب اگر تری — جوں خاک سمجھے، کحلِ جواہر کو خوار چشم
ابلق ترا کہ چشمِ پری سے ہے شوخ تر — دیکھ اوس کو سمجھے مجمعِ لیل و نہار چشم
آمنہ سپہر سے یک جست میں اودھر — عینک سے جوں نگہ کے ہو ناوک گزار چشم
سرپٹ اگر وہ جائے اودھر اور اس طرف — دوڑانے گرنگاہ تگ و پو شعار چشم
طے کر تمام عرصۂ عالم وہ آئے پھر — گرتی نگہ کو پانے نہ مژگاں سے یار چشم
ابرِ تنک میں برق سمجھتی ہے دیکھ کر — بھیجا کی زور اوس کو میانِ غبار چشم
مجموعہ شکوہِ علو و جمال و زیب — وہ رخش جس پہ دیکھ کے کیجیے نثار چشم
گردوں رکاب و مہر تقاس و ہلال زیں — پاکھور و سپہر کفل قطب وار چشم
سنبل ایال[2] غنچۂ شبو ہر ایک گوش — ساقِ آہوانہ رشکِ غزالِ تتار چشم
آنکھوں پہ وہ قدم ہیں کہ اربابِ معرفت — پیوستہ اوس کے سم سے رکھیں نعل وار چشم
جب وہ کماں بلند ہو شکلِ ہلالِ عید — لگ جائے اک جہاں کی یمین و یسار چشم
اے زورِ بازوے نبوی! تیری شست پر — سب کی ہے شست[3] وار دمِ کارزار چشم
اوس انتظارِ تیر میں، اعدا کے جسم پر — ہر حلقۂ زرہ سے ہوئی آشکار چشم
نیزہ ترا کہ رایتِ اقبال شرع ہے — بد بینِ دیں کی اوس سے رہی وقف دار چشم
تو اوس کا یادگارِ شجاعت ہے خسروا! — سمجھے نہ کیونکہ تج[4] کو، شہِ ذوالفقار چشم
دیکھے نظر اوٹھا جو تری تیغِ تیز کو — جوں مہر پر شعاع بنے تار تار چشم
اوس سرشگاف کی ہے مگر دید سے خطر — رکھے سو اُس سے ہے سپر ہمکنار چشم
رکھتا ہے دودِ سینۂ اعدا سے سرمہ سا — جوہر کہ تیرا خنجرِ خونابہ بار چشم
مقدورِ مدح کیا ہے تصورِ بیان پر — ممنوں کو عفو کی ہے شہِ[5] یادگار چشم
سن عرضِ اشتیاق کو، گوشِ قبول سے — تک لطف کی، ادھر شہِ والا تبار چشم
تو عرش مرتبہ ہے، پہ آنکھوں پہ تو مری[6] — رکھ پانو، ہے حریفِ رہِ انتظار چشم
جب تک کہ مشتِ خاک ہے باقی رکھیگا باز — نقشِ قدم کی طرح، ترا خاکسار چشم
یہ آرزوے دید، بر آئے گی کس طرح! — بالفرض تیرے جلوہ سے ہو بھی دو چار چشم
ایک ایک چشم، طالبِ صد صد نگاہ ہو — سو سو کرے جوہرِ تنِ مو، مستعار چشم

---

۱ ۔ لندن۔ عہد چھوٹ گیا ہے

۲ ۔ سنبل وہ ماہل و غنچہ

۳ ۔ ب ۔ شست وار ۔ ل ۔ شمت

۴ ۔ آ ۔ کون تج کو

۵ ۔ آ، ب ۔ کامگار

۶ ۔ آ، ب ۔ تک

شورِ قدم تیرا [illegible]
کہتا اٹھونگا [illegible]
بینائی سے حصول بصارت [illegible]
تحریر اشتیاق ہو کب ہے دم [illegible]
جب تک نگاہ خطِ شعاعی سے ہے [illegible]
احباب کی نگہ ترے رخ سے ہو فیضیاب [illegible]

## ۱۸ ۔ قصیدہ در مدح حضرت سید ناصر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اہل باغ کو ہے بیم فوج دی اس سال
ہوئے ہیں [illegible]

کہیں نشان نہ جوانانِ باغ کا پایا
چمن کو لشکرِ دی [illegible]

چھپی ہے آہنی قلعہ میں آگ منقل سے
نبرد برد کی اڑائیں [illegible]

ہزار طرح سے ہو تیغ آزما خورشید
نہ ذرا بھی طبقِ یخ کی [illegible]

جدا کبھو نہیں ہوتا ہے دود شعلے سے
زبسکہ لشکرِ سرما کا خوف [illegible] وصال

سمٹ کے غنچہ بنا وہ گرہ، یہ ہو کر گل
کہ فی المثل جو رخِ آتش [illegible]

بدن پہ شعلہ کے رعشہ ہے خوفِ سرما سے
رکھے ہے دود کی ہرچند سر[1] [illegible] مثال

برنگِ داغ کہ لالہ میں ہوں نہ دیکھیں تاب
رکھیں جو مجمرہ آتشیں میں چند زغال

رکھیں جوجے کی رکابی محاذیِ خورشید
عذارِ روشن و مراتِ صاف کی ہے مثال

نہ عکسِ خور حرکت دہِ اوس ہو، جیسے لائے
نہ آبِ آئینہ میں موجِ غوطہ [illegible] تمثال

ہوا بدیہی بطلانِ کلیاتِ حکیم
جو قلبِ ماہیتِ شے کو وہ کہے تھا محال

کہیں بغیر برودت نہیں رہا احراق
کہوں سوکھیا اثرِ طبعِ نار کا احوال

بدن کو ہو جو ملاقاتِ شعلہ تو اوس پہ
چمن میں شوشۂ یخ یوں پڑے تھے جوں [illegible] خال

یہ شوشہ شوشہ جمی برف تار تارِ شعاع
بنا ہے پنجۂ خور میں شبیہِ عقدِ لآل

اترتے[2] کے آب میں جیسے کہ تھرتھرائے کوئی
یہ عکسِ خور کی ہے صورت درونِ آبِ زلال

نسیم صبح سے سردی میں کم نہیں ہے سموم
جواب وقتِ سحر کا بنا ہے وقتِ[3] زوال

لکھوں بیان میں سردی کے اب وہ مطلعِ گرم
ثنا میں جس کی زبانِ سخنوراں ہو لال

### مطلع ثانی

جما ہوا کی یہ سردی سے شعلۂ جوّال
طلائی پانو میں موجِ صبا کے ہے خلخال

کرے ہے جنبشِ دامانِ شعلہ بخشش برد
بدن پہ خلق کی تحریک رعشہ کی مثال

لحاف ابر کا دوشِ ہوا پہ ہے ہرچند
ولیک شدتِ سرما سے تن پہ ہے زلزال

اگرچہ خلعتِ سنجاب سے نہیں کچھ کم
تدرو و فاختہ کے تن پہ کسوتِ پروبال

ولیک اون کو کنار[4] و بغل میں چھپنے کا
برائے کسبِ حرارت یہاں تنگ ہے مجال

---

۱ ۔ ب = کی
۲ ۔ ب = اٹھا کے
۳ ۔ لندن زلال لیکن زوال درست ہے غالباً سہو کاتب
۴ ۔ ب = کنار اور بغل

کہ لاکھ شوق سے اوجِ ہوا سے، اب ہر ایک
کرے ہے جانبِ دام و شکنجہء اطفال

بہ تنگ آنے یہ زاہد وفورِ سرما سے
عوض بہشت کے، دوزخ کرے ہیں حق سے سوال

تنورِ سینہء عاشق ہے مخزنِ کافور
ہوے جہان میں گرمی کہاں تلک ہے محال

کہ اب بجز نفسِ سردہ آتشیں نالہ
اوٹھے جو سینۂ دلِ تفتگاں سے ہے اِشکال

یہاں تلک تو ہے سردی کہ جو ہیں اہلِ سخن
وہ شعرِ گرم کہیں، سو نہیں قرینِ خیال

خنک ہے معنیٔ و الفاظِ سرد باردبات
ہوا ہے بندشِ شعر و سخن کا یہہ منوال

بجائے حرف، زباں سے ٹپک پڑے ژالہ
ہوا ہے شعلہ بیانوں کے شعر کا یہ حال

ولیک ایک جواں بمنت آتشیں تقریر
پڑا نظر کہ نہایت سے گرم اس کا مقال

زبان تیز کہ یاربا زبانہء آتش
طبیعت اوس کی الٰہی کہ شعلہء جوال

ہرایک مصرعِ برجستہ پیشِ مصرعِ برق
ہر ایک مطلعِ روشن بلند مہر مثال

قریب جاکے جب اوس آتشیں بیاں کے گل
کہا یہ میں نے کہ اے شمعِ دودمان کمال

تری زباں وہ زبانہ کہ مثلِ پروانہ
جلادے طایرِ وہم و گمان کے پروبال

کرے ہے نطق ترا شرحِ معجزِ عیسیٰ
تری زبان ہے یا ترجمانِ سحر حلال

کہ یہ معانیٔ و الفاظِ گرم و شوخ کبھی
نہیں سنے ہیں، گواہ ہے خداے جل و جلال

قسم بغازۂ رخسارِ معنیِ رنگیں
قسم بوسمۂ ابروے سطرِ مشک مثال

قسم بعارضِ سیمیں، کہیں ہیں صفحہ جسے
قسم بہ نقطہ مشکیں کہ ہے بہ صورتِ خال

قسم بہ شوخیِ مضمون مثالِ برقِ طپاں
قسم بہ صافیِ الفاظ مُشکلِ آبِ زلال

خبر دے، اسم سے اپنے تو اے شگرف بیاں
بیان نام کر اپنا، تو اے بدیع مقال

سنی جو اوس نے یہ قسمیں، کہا کہ بس، خاموش
زبان کیا ہے مری، کیا بیاں میں میرے مجال

لگے ہیں ہاتھ جو مضمون گرم و روشن لفظ
سو یہہ ہے واسطہء مدحِ مہر اوجِ جلیل

جو پوچھتا ہے مرا نام تو، تو ہے ممنوں
مدیح شیوہ، پہ ممدوح مصطفےٰ کی آل

جنابِ ناصرالدین شمعِ بزم مرتضوی
تمام لمعہء عرفاں تمام نورِ کمال

نبیرہ جعفرِ صادق کا وہ شریف نسب
گہرِ محیطِ ولایت کا وہ لطیف خصال

اسی کا باب ہے جاے سکونتِ اقطاب
نہ اوس کے کوچہ سے بدلیں جگہہ کبھو بدال

زہے[2] وہ کوچہ ملقب بہ کعبہء امید
جسے وہ بابِ مسمّیٰ بقبلہء آمال

زمیں[1] کو ہے تجلی مقام سے اوس کے
قضا نے ایک کفِ خاک لے کے مثلِ کلال

بنایا چاک پہ گردوں کے رکھ پیالہ ایک
جسے نگاہِ غلط بیں کرے ہے مہر خیال

فلک پہ کیا ہے یہ دستارِ آفتابِ منیر
کھلی ہے اس کی دلا تجھ پہ کچھ حقیقتِ حال

بسوے روضۂ عالیِ عرش رتبہ نگاہ
کرے تھا بامِ فلک سے مسیح نیک خصال

سو اوس کے سر سے یہ عمامہ آرہا نیچے
کہیں نہ ہاتھ سے ازبس لیا تھا اوس نے سنبھال

فروغ چہرہ وہ یوں حجرہء عبادت میں
کہ اوس کے سینہ میں جوں نورِ حق ہے مالامال

شبیہہ اس سے کرے آپ کو عدو تو کیا
کہ نقلِ شاہ سے ہوتا نہ شاہ ہے نقل

جو اوس کے عہدِ حمایت میں صفحہ پر نقاش
لکھے مقابلِ تصویرِ شیر نقشِ شغال

تو اوس کے خوف سے روتاب یک بیک ہو شیر
کرے یہ حملہ وہ اوس کا تعاقب و دنبال

زہے رواجِ عدالت زمانہ میں اوس کے
نہیں ہے خلق میں مفہومِ ظلم و جنگ و جدال

چہ جانے ظلم، کہ صعوہ کے بچہ کے سر پر
ہمیشہ ہاتھ ہے شفقت کا، باز کا چنگال

---

۱۔ آیۂ نمبر ایک بعد میں، نمبر ۲ پہلے ہے جبکہ ترتیب نسخہ لندن، ب کی درست ہے کیونکہ اس سے اگلا شعر پہلے والے سے وابستہ ہے

اگر ہو اوس کی [illegible]
پڑھوں حضور میں مطلع [illegible]

## مطلع ثالث

تری وہ ذات کہ جس کی نہیں ہے مثل و مثال
محال [illegible] تری [illegible]

ترے عدو کا بھی پیکر عجب بنی گلشن ہے
کہ جس [illegible] سبزہ و ناوک [illegible]

لگا کے نہرِ رگِ جان پہ سبزۂ نشتر
ہمیشہ [illegible] تقضا [illegible] آب [illegible]

تمام خلق کے کوہِ گراں کریں گر جمع
ترے ترازوئے تمکین میں ہوں نہ [illegible]

زہے گرانیِ کوہِ وقار و علم اگر
قبول اس سے کرے [illegible]

تو موج بحر شمشیر آبدار صفت
ہلے نہ لطمۂ صرصر سے وہ [illegible]

نہیب نعرۂ پُر قہر سے ترے اے شیر
پڑے یہ زلزلہ عالم میں روز جنگ و جدال

کہ رشتہ نظم کا دستِ زمانہ سے چھٹ جانے
جہاں ہو زیر و زبر خلق میں ہو یہ زلزال

جدا وہیں ہو عناصر سے ربط یک دیگر
ہر ایک مایل اپنی گرہ کے ہو فی الحال

بیان تیری شجاعت کا کیسے ہو کہ مری
زبان تیز ہے خنجر صفت دہاں میں لال

جو ایک جوان ہے ادنیٰ سا تیرے لشکر میں
سو ہے، ادسے فنِ پیکار میں یہ استعمال

تمام غرق ہو اوس میں وہ تاسرِ سوفار
جو مارے چرخ پہ ترکش سے تیر کو وہ نکال

فلک پہ وا جو ہو سوفار سے دہن اوس کا
تو آئے اہل زمیں کے دلوں میں بس یہ خیال

کہ کوہِ سبز پہ یک اژدہا ہے کھولے منہ
کہ تا وہ جانے نگل فوجِ خصم زشت خصال

عجب نہیں ہے کہ لے دستِ مہر سے وہ سپر
شبیہ تیغ ہے تیری بنے تبکہ شکل ہلال

کرے ہے دور جہاں سے تمام ظلمتِ کفر
زہے سوہم لمعۂ خورشیدِ تیغ ماہ صقال

اگر ہو سنگ سے بالفرض پیکرِ اعدا
لگادے کھینچ کے تو اوس کو اور روزِ قتال

شرارہ اوس سے اڑے گر کوئی، دمِ ضربت
وہ ہو عدو کے لیے برقِ خرمنِ آمال

زہے سمند پری صورت، آتشیں سیرت
غرض خدا کا ہے وہ مظہرِ جمال و جلال

وہ دُم کہ سلسلہ پہنچائے زلفِ حور وہاں
بتوں کے طرہ کو بل، جس کے رشک سے ہو عیال

کفل کہ خرمنِ نسریں وہ گوش یا زنبق
وہ ساقِ ساعدِ خوباں وہ چشم یا کہ غزال

سوار ہونے کا اوس پر کرے ہے جب تو قصد
رکاب پکڑے صبا و لجام تھامے شمال

وہ تیز رو کہ جو فولادِ نعل سے اوس کی
بنا کے کوئی کسی تیر میں لگادے بھال

تو مثلِ ناوک اندیشۂ بے کمان کی مدد
وہاں وہ پہنچے، نگہ کی جہاں پہنچ ہو محال

بیاں کس سے ہو اس چرخ سیر کی جلدی
کہ نقشِ نعل میں، اوس کے تو ہے یہ استعجال

زمیں پہ گرتے ہی جا، گہہ تڑپ کے یک دم میں
فلک پہ اوڑ کے وہ پہنچا کہیں ہیں جسکو ہلال

---

۱۔ آ: نہ مثال
۲۔ آ، ب: ہے
۳۔ آ، ب: سگال
۴۔ لندن: حور زلف جو درست نہیں غالباً سہو کاتب
۵۔ ب: وہ بال
۶۔ آ، ب: پہنچ جہاں

بہارِ باغِ ولایت! تری ثنا میں اب      زباں، صورتِ گل برگ ہے، دہن میں لال
سربیاں پہ گلِ عرضِ مدعا رکھ کر      تری جناب میں، اے زیبِ گلشنِ اجلال
امیدوارِ قبول، اب یہ مدیح خواں آیا      کنارِ عرض میں رکھ اوس کے، تو گلِ اقبال
بروزِ حشر کہ داورِ عرصہء محشر      ہراک کا بیٹھ کے دیکھے گا نامہء اعمال
حضورِ حیدرِ صفدر کہ ہے[1] تیرا وہ جد      سفارش اپنے ثناخواں کی، کیجیو فی الحال
کہ یہ جو آپ کی اولاد کا ثناخواں ہے      سو اس کے واسطے یہ ہے نہایت آمال
تمام نامہء اعمال جوں دلِ کافر      رکھے ہے ظلمتِ عصیاں سے جو مالا مال
سو مثلِ لوحِ دلِ اصفیا سفید کرے      اسے زلالِ عنایاتِ حقِ جلّ جلال
یہ اوس غلامِ سیہ نامہ وسیہ رو کی      قبول عرض ہو شاہا! بحقِ احمد و آل
کر اختتام دعا پر کلام کو ممنوں      کوئی حضور میں کرتا ہے ہاں یہ طولِ مقال
کنار و جیبِ دعا میں رکھے گلِ تاثیر      کہ اس گھڑی ہے اجابت ز ایزدِ متعال
ہمیشہ نخلِ خزاں دیدہ تا رہے عریاں      گلوں کی فصلِ بہاراں میں تاہو خلقتِ آل
نہ دیکھے جسمِ مخالف کا گاہ شکلِ لباس      محب کو سندسِ جنت سے بر میں ہو سربال

## ۱۹ - قصیدہ در تہنیتِ جلوس میمنت مانوس حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ مرحوم

شب کہ تا صبح مری چشمِ تحیر تھی باز      ناگہ ایک نور کا لمعہ ہوا پر توَ انداز
لمعہ یارب کہ کوئی برقِ تجلی کی چمک      کہ جھپک ہی گئی یہ دیدہء حیرت پرداز
مَل کے نک آنکھ جو دیکھوں ہوں تو یک غیرتِ شمع      شعلہء حسن سے حس کے ہو زرِبہر گداز
آنے ہے اور ہی دنبال میں عقل و دل و دیں      پیشرو غمزہ و انداز و ادا شوخی و ناز
زلفیں شبرنگ نگوں چہرہ پہ یا سجدے میں      آگے شعلہ کے، دو ہندو منشِ سحر طراز
کی متاعِ دلِ عاشق جو انھوں نے غارت      بندوبست اور لگا کرنے کہیں شحنہء ناز
چاہ میں دزدِ سیہ کار کیے آویزاں      اوس زنخداں، پہ سمجھ تو نہ جھکی زلفِ دراز
سرخ موباف غضب جعدِ سیہ میں وہ جھمکا[2]      شعلہ کو بال سے باندھا تھا، کیا کیا اعجاز
نور مہ رنگ سمن کرکے نمِ صبح میں حل      اوس کی جبہہ[3] کا ہے نقاشِ ازل صورت ساز
دونو ابرو تھے بہم معتقدِ رتبہء حسن      ایک نے، ایک کی بیعت کو کیا ہاتھ دراز
ابروے کج میں سیہ خال، الٰہی کہ ہلال      خم محراب ہیں، کعبہ[4] کے بتقریبِ نماز

### قطعہ[5]

گاہ آہو ہے غزالہ میں گہ اوسکی آنکھیں      گاہ صیاد گیے ترک وہ ناوک انداز
گاہ ہیں نرگسِ مخمور گیے ساغرِ مے      اون کو کسطرح سے یارب! نہ کہوں شعبدہ باز
کاوشِ تیر و مژہ صبر کی تھی سینہ شگاف      گرمیِ برقِ نگہ، حوصلہ کی زہرہ گداز

---

۱ - آ، ب = وہ تیرا
۲ - ب - گہنا
۳ - ا = اوس کی ہے جبہہ کا
۴ - ب = خم محراب میں کعبہ کے عیاں بہر نماز
۵ - ب میں قطعہ نہیں لکھا۔

زودگیرائی، سرمہ ...
ایک بالش پہ ہیں دو مست ...
خال اوس رخ پہ نگہ ...
تھا وہ آویزۂ دُرکان سے یا اوس کے ...
وقتِ نظارہ لبِ روح فزا سے اوس کے
دیکھ دندان و دہن چشمۂ حیواں میں اگر
چہ سیماب میں اوس چاہِ ذقن کو سمجھا
راہ میں چاہ ہیں دو اوس ذقن غبغب پر
مست ہوں، شوقِ صراحی ہے گلو گیر مرا
دے گلو سے یہ صدا قہقہہ کی کیفیت
ساعدِ سادہ سیمیں کی صفا کیا کہیے
زورِ رنگینِ تخمس وہ صفائی — پنجہ
پہنچ اوس سینہ پہ پیہات اگر کیجیے ہاتھ
حضرتِ روحِ قدس بھی وہ بچھن دیکھیں گر
شبِ تاریک میں جون مہ وہ میاں پنہاں تھے
آئینہ وہ شکم صاف ہے کہ اوس میں ناف
جا تہِ ناف لگا کہنے مرا دستِ خیال
یاں سے جاسوے سرین، سوچ کے اے رہبرِ فکر[1]
دیکھ آئنہ، زانو کی صفا خجلت سے
ساق، ماہی سقنقور کہ چھیڑے ہے جسے
شمعِ کافور تھی یا ساقِ سمن فام اوس کی
پشتِ پا اوسکے وہ دل کش کہ اگر مانگے دل
واہ رے قامتِ موزون خوش اندام اوسکا
اور وصف اوس کا کروں کیا[2] کہ پڑھوں ہوں یہ ہی
آں پری چہرہ نگارے کہ ندارد مثلش
آئی اٹھکیلیوں سے بسکہ اوٹھاتی وہ قدم
طالعِ خفتہ مرے چونک اٹھے بس ناگاہ
نفسِ چند تو حیرت سے خموشی تھی مجھے
کامے تو شوخی سے رم آموزِ غزالانِ ختن
حکمراں ہے وہ ترا حسن کہ جھکے آگے
تیرے جلوہ سے تو پرنور ہوئی میری چشم
کہہ کہ درپیش کدھر کا ہے تجھے بارے قصد[4]
سن کے یوں لائی وہ لب پر سخنِ روح فزا

عکس ...
... عرق ... دل ...
تنگ ... شوق ...
وصف ... گلو کا ... گردن ...
مست ہوں ...
شمعِ کافور کو ...
جسکا ہر مصرعہ ناخن ...
نقشہ گر اوس کے سراپا کا لکھے صورت ...
یوں لکھے ولولۂ شوق کہ ہو دست انداز
بسکہ تھی تابہ کمر جعد سیہ قائم دراز
ذقن اوسکی تھی صفائی کے سبب عکس طراز
کھل سکے مجھ سے نہ قفلِ درِ گنجینۂ راز
کہ ادہر سے ہے ادہر تک تو نشیب اور فراز
سر کو زانو سے اوٹھاوے نہ کبھو آئنہ ساز
ہو یہ ہیجاں کہ کرے روحِ ملک بھی پرواز
اوس پہ لٹ دود کی وہ زلفِ سیہ رنگ دراز
ہو تبھی پھر دلِ محمود سے تا دستِ ایاز
گلشنِ جاں کا صنوبر کہ نہ کوتہ نہ دراز
شعرِ عرفی کہ وہ ہے بلبلِ باغِ شیراز
درپیِ پردۂ فکرت فلکِ شعبدہ باز[3]
شورِ محشر کا ہر ایک گام پہ تھا پا انداز
اوس کے پانوں کے جو گھنگروں کی سنی تک آواز
پھر سوال اوس سے کیا یوں بطریقِ اعجاز
دے تو گرمی سے جگر سوز نگارانِ طراز
ہے ادا ایک کنیز اور پرستار ہے ناز
گوش مشتاق ترے نام کے پراے طناز
اے کہ دنبال میں تیرے دلِ اربابِ نیاز
کرکے انفاسِ مسیحی پہ لبوں کو دمساز

---

۱۔ ب: عشق
۲۔ آ، ...: کہوں
۳۔ آ، ب، ...: لعبت باز
۴۔ آ، ...: ہے اپنا قصد

تہنیت نام ہے اور قصد کی پوچھے جو طرف
حیف دانش پہ تری ہے کہ نہیں محرمِ راز

آج وہ دن ہے کہ یہاں تک ہے اوٹھے نغمۂ عشق
تارِ تسبیح نقیبوں کا ہے ابریشم ساز

شادیِ جشنِ جلوس آج ہے یعنی اوسکی
کہ وہ ہے زینتِ اورنگ و وقار و اعزاز

شاہِ عالم کہ ہے ذات اوسکی ہے، عالمؑ کو شرف
کہ زمانہ میں ہے ہر اہلِ زماں سے ممتاز

سو اب اوس محفلِ پر عیش[1] میں اپنا ہے قصد
گر رسائی ہو وہاں تک تو کروں بخت پہ ناز

میں کہ بندہ ہوں اسی بابِ فلک رتبت کا
بندگی یاں کی مجھے فرض ہے مانندِ نماز

سن کے یہ مژدہ خوشی سے میں چلا اوسکے ساتھ
جا' حضور اوس کے میں، اسطرح ہوا زمزمہ ساز

## مطلع ثانی

تختِ طاؤس کہ ہے تیرے قدم سے ممتاز
تختِ طاؤس کہ گردوں پہ اوسے سو سو ناز

اوسکی مسند کے لیے چرخِ پر اختر سے آنے
لے کے قالیچۂ زردوز فلک[2] جوں بزاز

خیرہ ہے اوس رخِ تاباں کی تجلی سے یوں
چشمِ خورشید کہ خورشید سے چشم سوآز

راست ہے سایہ نہیں ایک کا ہو الّا ایک
تو کہ ہے ظلِ خدا کون ہے تیرا[3] انباز

راستی کی یہ روش عہد میں تیرے رائج
کج روی بھول گیا ہے یہ سپہرِ کج باز

عیب گوئی کی یہ صورت ہے ترے عہد میں محو
آئینہ تک بھی جو دیکھیں تو نہیں ہے غماز

موج زن ہو جو ترا بحرِ کرم بال[4] افشاں
نسرِ طایر بھی ہو پھر آب میں جوں بچۂ قاز

ہو ترا ذکرِ حفاظت جو کسی محفل میں
قطع و برش سے ہر ایک رہوے یہاں تک پھر باز

رگِ گردن کو گریباں سے ہے جیسے ربط
رشتۂ شمع سے وہ راہ کرے پیدا گاز

واہ رے معجزۂ رعبِ حمایت کہ اگر
شیر و روباہ کی تصویر لکھے صورت ساز

پیشِ روباہ سے گھبرا کے گریزاں ہو شیر
اور شیرانہ ہو، روباہ کو پہنچے تگ و تاز

ناتوانوں کو یہ قوت ہے حمایت سے تری
کہ بیاں کیجیے کیا اے شہِ مظلوم نواز

ہیبتِ صعوۂ بے بال سے ہر شاہیں کا
طایرِ روح سراسیمہ کرے ہے پرواز

جمع دو ضد ہوں اگرچہ نہیں عقلاً یہ روا
پر تری اذنِ حفاظت سے وہ ہوویں جو مجاز

روے گلگوں پہ خطِ سبز ہو جیسے یوں ہو
شعلہ و سبزۂ نو رستہ کی صحبت کو جواز

کس قدر جوہرِ برش ہے تری تیغ میں واہ
منھ پہ اوس کے جو چڑھے یہ فلکِ عربدہ ساز

صفحہ سے صفحۂ پیوستہ ہو یوں اوسکا دور
سر ناخن سے جدا جیسے ہوں اوراقِ پیاز

واہ رے رخشِ فلک سیر کہ گر اوس کی عناں
قاشؑ سے زیں کی اوچک لے تو برائے تگ و تاز

بس وہیں نقشِ سم و نعل سے اوس کی یک دست
پشت ہر طایرِ عرشی کی بنے سینۂ باز

اوسکی سرعت کے بیاں میں تو بہت عاجز ہیں
نکتہ پایان عجم حرف طرازانِ حجاز

بغلِ معنے والفاظ میں شوخی سے نہ آنے
بر میں جوں ٹھیرے نہ معشوقۂ شوخ و طناز

خسروا! بادِ شبا۔ مدح سے تیری مجھ کو
نہ تو کچھ حرصِ صلہ کی ہے، نہ انعام کی آز

---

۱۔ ب: چین

۲۔ زردوز قدر چوں

۳۔ آ۔ ۔تیرا ے

۴۔ آ، ب: ۔بالِ نشاں

لیک لاتا ہوں یہ دو حرف [illegible]
نظرِ لطف تو دیکھ مجھ پہ نکل [illegible]
ختم کرتا ہے دعا پر یہ قصیدہ [illegible]
سایۂ تیرہ دروں تاکہ رہے خاک [illegible]
دشمنِ جاہ ترے خاک میں رلتے ہی رہیں

## ۲۰۔ قصیدہ در تہنیت بسنت مشتمل بر مدح حضرت فردوس منزل شاہ عالم بادشاہ [illegible]

فیض اُردی سے ہے پیکاں غنچہ و سوفار گل
کیا عجب لادے اگر شاخِ کماں کی بار گل

تربیت سے ابر کی ہر گل ہو جیسے شاخِ سبز
اجر سے اپنی دکھاوے تیغ جوہر دار گل

کیا عجب ہے گر بہم پہنچائیں گل کا رنگ و بو
وہ جو ہیں فولاد کی [illegible] سپر کی جا [illegible] گل

پیچ و تابِ شاخِ سنبل سے نہیں کچھ کم کمند
ارغواں کا ہے بعینہ خنجرِ خوں خوار گل

سر پہ ہر سبزہ کے ہے اس رنگ کا گل کی نمود
جس طرح ہوتا ہے صرفِ ریشۂ دستار گل

جتنی اشیا تھیں گلِ ریحاں ہوئیں اوس فصل میں
لطفِ موسم سے نہ تنہا ہو گئے بیمار گل

کیجیے مصرعہ تجلی کا، جو تضمیں ہے بجا
شش جہت شش لالہ گشت و چار عنصر چار گل

یمن سے بادِ بہاری کے ہے ہر گھر باغِ خلد
تختہ در تختہ ہے گلشن اور ہے مسمار گل

اس طرح گل گیر میں، گلِ شمع کا دکھلانے رنگ
جس طرح بلبل کی ہو صرفِ سپرِ منقار گل

خاک پر سجدہ نہیں ممکن، کریں اربابِ دین
صحنِ مسجد سے ہے پھولا، تا سرِ دیوار گل

ریشۂ گل رشتہ اور تسبیح کا دانہ ہے سبز
بلکہ ہے اس فصل میں ہر حلقۂ زنار گل

دعویِ خشکی کریں اس فصلِ رنگیں میں اگر
زاہدوں کے وہیں ہوجاویں گلے کے ہار گل

چوبِ سوزاں سے کرے جوں چوب کسب شعلہ یوں
شاخِ گل پر گر عصا رکھیں تو لادے بار گل

شاخِ گل سے سامدِ عشاق بھی کچھ کم نہیں
بسکہ ہائیں اوس کے شگفتہ جوں گلِ گلزار گل

بل بے تاثیرِ دمِ افسوں گرِ بادِ بہار
نیشِ عقرب سبز ہے اور نقشِ پشتِ مار گل

یک قلم حیرت ہے کیونکر صفحۂ گلزار پر
دائرے شنجرف کے کھینچے ہے بے پرکار گل

اعتدالِ باد سے بالیدگی پیدا کرے
گر تراشے سنگ ہے دستِ صناعت کار گل

طرلہ تحریریں ہیں اوس پر عکسِ رنگِ سبزہ سے
ہاتھ پر ہر شاخ کے ہے جامِ مینا کار گل

بادِ جولاں سے ہے خنداں صنعتِ نقاش ہے
وہ جو رکھتا ہے کفل پر اسپِ خوش رفتار گل

کرہا ہے دشت میں پھولوں کے گردوں کی نمود
اس قدر لایا کہاں سے دامنِ کہسار گل

شاہِ عالم کو مبارک ہووے یہ فصلِ بسنت
فیض سے جس کے ہوا باغِ جہاں میں خار گل

وہ سحابِ لطف، ابرِ مکرمت، نیسانِ جود
عہد میں جس کے ہے شہر و کوچہ و بازار گل

آبِ شبنم سے دہن کو پاک کر اپنے مدام
نام پاک اوسکا کرے ہر صبح دم تکرار ہے گل

یاسمیں کا غنچہ مٹھی میں لیے نکلے ہے سیم
اوس کے جودِ عام سے رشکِ کفِ زر دار گل

عہد میں اوسکے اگر بلبل کا ہووے سینہ چاک
دے رگِ جاں سے وہیں بخیہ کی خاطر تار گل

---

۱۔ آ: قبول پرواز
۲۔ ب: رکتے ہی رہیں
۳۔ ل = گلشن ہے اور مسمار گل، متن مطابق آ، ب۔
۴۔ آ، ب: اوس کے لطف عام سے مشہور ہے زردار گل

حفظ اوس کا اس قدر ہے عام باغِ دہر میں
پانے تیغِ موجِ صرصر سے نہ کچھ آزار گل

واسطے بیماریِ نرگس کے، اوس کے حکم سے
بن گیا ہے درجِ معجونِ جواہر دار گل

کسب[1] گر آتش کرے اوس کی نسیمِ خلق سے
بوتہ زرگر کو کردے التہابِ نار گل

سینہء اعدائے دولت طرفہ گلشن ہے وہاں
نیزہ گلبن، شاخ ناوک، چار گل ہیں، چار گل

خونِ باغی کا دمِ شمشیر و خنجر پر نشان
اس طرح ہے جس طرح گردِ لبِ انہار گل

گر خیالِ قہر میں اوس کے کرے جنبش نسیم
تو اُگے جوں پارۂ آتش تمام آزار گل

ذکرِ تیغِ تیز پر اوس کی، مگر رکھے تھے کان
ہورہا ہے سربسر جو ایک تنیں انگار گل

خاکِ بستاں ابرِ جودِ شہ سے[2] گر ہو، مایہ ور
جوں صدف پیدا ہو لبریزِ درِ شہوار گل

یاں تلک اوس نے خلافِ شرع کی توڑی ہوا
خاک پر ذر سے اولٹ دے ساغرِ سرشار گل

ہوں گم اسبابِ نظر بازی بھی گر اوس عہد میں
شوخ چشموں سے کرے بے عفتی یکبار گل

ایک دن بادِ سحر گاہی سے چھیڑ کانی تھی آنکھ
اب تلک رکھتی ہے چشمِ نرگسِ بیمار گل

گلفشانی پر ہے خامہ مطلعِ رنگیں سے پھر
خشک نے کو اب تلک دیکھا نہ لاتے بار گل

## مطلع ثانی

تنگ دلِ حاسد کرے گر زینتِ دستار گل
غنچہ آسا ہو گرہ ازبسکہ کھینچے عار گل

رانے روشن ہو تری گر باغ پر آئے وجود
تو اُگے خورشید ساں، گلبن سے پر انوار گل

وہ غبارِ راہ ہو گر سرمہء چشمِ نسفید
باعثِ تائیدِ بینائی ہو عینک وار گل

گر وہ ہو ذکرِ حمایت بزم میں، کب کرسکے
جنبشِ دامانِ صرصر شمع کو یک بار گل

اب تلک اپنا دہن رکھتا ہے پُر زر، ایک صبح
لب تلک لایا مدیحِ پنجہء زر بار گل

باغِ شوکت کا تری اللہ دے فرِ بہار
اے کہ رکھتا ہے وہاں سامانِ صد گلزار گل

تنگیِ مراتِ گردوں سے نظر جوں غنچہ آئنے
منعکس اوس کا جو ہو اے شاہِ جم، مقدار گل

زر بہ کف نکلے ہے اس خواہش سے تا اک دن کرے
سکہء نام مبارک نقش جوں دینار گل

نیلوفر سے ہو کبودی میں غلط یکدم جو آئنے
تیرے ظلِ کوہِ تمکیں سے بزیرِ بار گل

قلبِ ماہیت ہو تیرے حکمِ نافذ سے اگر
فوت جوں اخگر کرے ہر مرغِ آتش خوار گل

اے تعالیٰ اللہ اعجازِ زبانِ معدلت
جمع سے دو ضد کی الفت سے کریں آثار گل

نخلِ موم کو اگر دیں چشمہء آتش سے آب
شاخ و برگ و غنچہ نکلیں اور لاوے بار گل

گر نگارش کیجیے نک مدحتِ بستانِ خلق
ہر نقطہ ہو[3] غنچہ سنبل سطر اور طومار گل

مدح سے اوس کی کرہ اب، مثنوی تو آہنگ دعا
سن کے جس کو باغ میں آمیں کہیں سو بار گل

موتیوں کا ہار پہنے جب تلک شبنم سے شاخ
جب تلک ہے زیبِ فرقِ مردم و اشجار گل

گردنِ گردن کشاں ہو اوس کمندِ حکم میں
خونِ اعدا ہو اپنی بہرِ فرق دار گل

دور آسیب خزاں سے رہیو یارب تا ابد
اوس کی دولت کا بحقِ احمدِ مختار گل

---

۱۔ ل= کسب گر
۲۔ آ، ب= ہو گر مایہ ور
۳۔ آ= نقطہ ہو ہر غنچہ

زہے نمودِ مہِ عید [illegible] چرخِ [illegible]
کلیدِ سیمیِ میخانہ پھر ہوئی [illegible]
ہلال و چرخ و شفق دیکھ کر سمجھ کیونکر [illegible]
کہ حوضِ سبز مے لعل گوں میں ساقی نے ۔۔۔ جہانی [illegible]
شفق سے دیکھ مہِ نو کی دم بہ دم یہ جھلک ۔۔۔ عجب [illegible] کی [illegible]
عروسِ عیش کی ابرو کو زیبِ معجرِ سرخ ۔۔۔ ہوئے [illegible]
کشادِ عقدۂ کارِ جہاں مبارک ہو ۔۔۔ دیا ہے [illegible]
گئی ہے چھٹ سپرِ دستِ روزہ، یعنی مہر ۔۔۔ ہلالِ عید [illegible]
نوائے مطربِ گردوں سے دل کشی گم تھی ۔۔۔ بنا کمانچہ [illegible]
بنے[2] تو کاتبِ قدرت کے ہاتھ لیجے، چوم ۔۔۔ عجب ہے خوش [illegible] افزائی[1]
کہ آبِ نقرہ سے لے صفحۂ زمرد پر ۔۔۔ دقیق مصرعہ روشن لکھا [illegible]
ہوا ہے ناصیۂ ماہِ عید کیوں روشن ۔۔۔ مگر ہے کی درِ سلطاں پہ [illegible]
وہ مہرِ اوجِ خلافت محمد اکبر شاہ ۔۔۔ کہ جھکے آگے ہے مہر فلک کو [illegible]
سپہر و عرش بھی ہم مرتبہ ہوں اوسکے اگر ۔۔۔ زمیں کرے فلکی و ثریٰ ثریائی
علوِ باب کو دیکھ اوس کے جھک گیا آخر ۔۔۔ دماغ چرخ میں تھی خود سری و خودرائی

## قطعہ[3]

وہ در ہے کعبۂ دہر چار سو، وہاں کے سنگ ۔۔۔ سجودِ خلق کی خاطر کریں مصلائی
زمینِ در ہے وہ یارب کہ لوحِ غیب نما ۔۔۔ زبس جہاں کی ہوئی وقف سجدہ پیرائی
مثالِ صفحہ کہ ہو وہ نگیں سے نقش پذیر ۔۔۔ عیاں ہے اوس سے خطوطِ نوشت سیمائی
نہ ہر سیاہ دروں اوس کے در کے گرد پھرے ۔۔۔ طوافِ کعبہ کجا و کجا کلیسائی
نصیبِ سایہ ہو جوں خطِ یار مسندِ مہر ۔۔۔ کرے جو خاک نشیں کی عروج افزائی
نگاہ اوس کی جہاں ہے نہ واں ملک پہنچے ۔۔۔ پرِ مگس سے نہ ہو کارِ بالِ عنقائی
قلم نے مدحتِ شہ میں لکھا ہے مطلعِ صاف ۔۔۔ رہن اوس کی نے سے، سنی تھی کہیں گہر زائی

## مطلعِ ثانی

وقار اوس کا اگر ود کرے سبک پائی ۔۔۔ سپند کو سرِ آتش پہ[4] ہو شکیبائی
غضب وہ نائرۂ قہر ہے لکھوں جو اوسے ۔۔۔ قلم سے صورتِ گل ریز ہو شرر زائی

---

۱۔ لندن۔ افزائی، لیکن فرمائی درست ہے۔ غالباً سہو کاتب

۲۔ ب۔ میں زائد شعر، ل = میں بھی ہے

۳۔ ب۔ قطعہ نہیں لکھا

۴۔ لندن۔ سرِ آتش ہو۔ لیکن "پہ" درست ہے۔ غالباً سہو کاتب

## قطعہ

سناں بدست و رخِ افروختہ غضب سے جب ‏ بروزِ معرکہ جاوے چمک بیکتائی
ہجومِ خصم ہو اوس کو کبے سے سب برہم ‏ کہ خود ہے صف شکنِ اختراں بہ تنہائی
جو اوس کی تیغِ ہلالی کی نک چھری، منہ پر ‏ دکھاوے پیکرِ خورشید شکل جوزانی
عروسِ فتح سدا خون و خاکِ اعدا سے ‏ حنا و غازہ ہے لیتی دمِ خود آرائی
ریاضِ عدل میں اوس کے شکارِ طائرِ دل ‏ گریں تو[1] ہے یہ سبھی قامتوں کی کجرائی
اگر اوٹھائے سناں سوے سینۂ قمری ‏ کفن ہو سرو کے تن پر لباسِ رعنائی
زمانِ معدلتِ شہہ میں ترکتاز کا دھیان ‏ ستمگروں کی ہے بہہ بھی کمالِ دانائی
متاعِ صبر پہ عاشق کے قصدِ غارت و تاخت ‏ رکھے تھی چشمِ بتاں مثلِ ترکِ یغمائی
نگہ مژہ کولیا اوس نہیبِ عدل سے گھیر ‏ فسونِ نیزہ گزاراں نے کر، صف آرائی
بدلِ درشتیٔ خو، یاں تلک ہو شفقت سے ‏ کریں وہ تربیتیں جب کہ کلہ فرمائی
بغل میں شیشہ کو اس چین سے رکھے خارا ‏ کہ جسمِ سیم تناں کو لباسِ خارائی
نسیمِ خلق ہے اوس کی بھی جاں فزاے جہاں ‏ ہوا میں آنے نہ اتنا دمِ مسیحائی
لغت نویسِ صحاح سخا و جود اوس کا ‏ لکھے ہے ترجمہ قطرہ کے معنیٔ[2] میں دریائی
زہے وہ دستِ زرافشاں کہ ہمت اوس سے کہے ‏ پکار کر انا لفظ و انتَ معنائی
کتابِ وعدہ میں اوس کی بغیر ہاں پرداز ‏ کہیں رقم ہی نہ امروز ہے نہ فردائی
کھلا نہ مدحتِ غائب سے دل کہ جراتِ شوق ‏ حضور اوس کے میں دیتے ہیں اذنِ گویائی

## مطلعِ ثالث

زہے جمال ترے وقتِ جلوہ آرائی ‏ نہ ٹھیرے مہر کی ہے پنجہ چشمِ بینائی
خدا کا سایہ ہے تو، ایک ہے خدا، تو ایک ‏ وہ کون ہے جسے تجھ سے ہے لافِ ہمتائی
ترا یہ سینہ وہ وحدت سرا ہے جس میں نہیں ‏ بغیر حق کے کسی کو مجال گنجائی
قلم لکھے ترے انوارِ سینہ، کیا ممکن ‏ کہیں بھی گز سے ہوئی ماہتاب پیمائی

## قطعہ

وہ مصرِ ہمت عالی کا تو بھی یوسف ہے ‏ کہ سیکھ کر زنِ دنیا اگر، زلیخائی
نگار خانۂ خاطر فریبِ خواہش و کام ‏ بتائے[3] تو ہو تری وجہِ دامن آلائی
لگے نہ نک ترے دامن پہ داغ تہمت کا ‏ کھلے اسی کا گلِ نوبہارِ رسوائی

## قطعہ

ترے زمانہ عفت میں بادِ صبح سے آنکھ ‏ کہیں تھی نرگسِ شہلا نے بسکہ پھڑکائی

---

۱ - ب: یہ تو ہیں
۲ - آ: معنی دریائی - ۳ = ل = ان. ساقط الاوزن غالباً سہو کاتب
۳ - آ: بتائی تا ہو

یہ احتساب کیا تو ہے [illegible]
جو امر سے سو ترے [illegible]

[illegible]

کرے جو قطع بہم ربطِ لازم و ملزوم
نہ اقتضائے طبیعت ہبے پر قبول کرے
نجات قابوے ظالم سے دے، ضعیفوں کو
دلوں پہ دستِ تصرف نہ پڑسکے زنہار
عجب بلند مضامین اپنے ہاتھ لگیں[1]

زہے وہ فیل کہ مانندِ مستِ بادہء ناز
نظر پڑے جو وہ رنگت تو دھیان لیلی کا
ہلائے جب سرِ خرطوم میں اونھا زنجیر
عیاں ہیں دانت کہ آبِ بقا سے وقتِ شنا
گزر نہ دانت سے اوس دانت تک قیاس کرے
یقین ادھر سے اودھر چین بیچ میں پیدا
سوار اوس پہ جو تو ہو کہے ہے دیکھ کے خلق

کہاں ہے شوقِ کلیم اللّٰہی کرے نک سیر
گماں ہوا کہ شبِ قدر میں ملک آیا
میرا خیال کہ افلاک کی کرے ہے سیر
نہ مدح اوس کی ہو، چھوٹا ہے منہ بڑی ہے بات
جبے سمند کہ کیا کہیے سرعتیں اوس کی
عناں تنک حرکت تا نہ ہاتھ سے پہنچے
وہ تیز گام کہ چھٹ اوس کے ساتھ سے سایہ
دمِ ارادہء ادراکِ وسعتِ عالم
جلو میں اوس کی رواں فکر ہو مہندس کا
کفل سے خرمنِ گل داغ، غنچہ گوش سے تنگ
حنا سے رشکِ گلستاں سبک روی سے صبا
سخن شناس شہا! خسروا! ضمیر رسا!
حلاوتِ سخن اس مدح خواں کی اپنے دیکھ
یہ بدمذاق، مزا، اس بیاں کا کیا سمجھیں[2]
ضرور عرضِ ہنر کیا کریں ہیں خود ممنوں
پڑھ ایک حضور میں قطعہ کہ یاں ہیں وابستہ
خدا یگانا! و عالم نواز سلطانا!
رسائی جس کو ہوئی ہے ذرا ترے در پر

[illegible] علم [illegible]
[illegible] زہر و [illegible]
تری جو بازو ہے صولت [illegible]
بتوں کی چہرہ مژگاں سے [illegible]
کروں جو [illegible] سواری کی [illegible]
دکھاوے جھوٹے میں سوسط [illegible]
پھر آئے خاطرِ مجنوں میں [illegible]
تو کھائے رشک سے بل کا کل [illegible]
دنیے ہیں دستِ مصفا سے خضر دکھلائی
کہ اوس رمیم بسوندی کی [illegible]
زمینِ ہند کا طول و جیش کی [illegible]
ترے جمالِ منور کی پرتو آرائی
کہ طور پر ہے عیاں مشعلِ تجلائی
جو اس پہ شکلِ ہمایوں تری نظر آئی
نہ اوس پہ پہنچے سے بلبے بلند بالائی
کہ میں نے وصفِ بزرگاں کی تاب کیا پائی
نہ برق کو نہ صبا کو ہے، اوس سے ہمپائی
جہاں کی آنے، کر، اتنے میں دشت پیمائی
رہے ہے جست میں مثلِ غزالِ صحرائی
بہ وقتِ دغدغہ ہائے سپہر پیمائی
چلے رکاب میں اوس کے خیال مشائی
دُم اور بال سے سنبل کو تاب افزائی
غرض تمام وہ یک نوبہارِ رعنائی
کہ تجھ سے اہلِ ہنر کی ہے قدر افزائی
مگس یہاں کی ہے روحِ غیاث حلوائی
عسل کو تلخ کہے ہے دہانِ صفرائی
تمیزِ سنگ و گہر صاحبانِ بینائی
ترے مقاصدِ دینی، امورِ دنیائی
کہ بندگی ہے تری صاحبی و آقائی
نظر سے اوس کی ہے ساقط شکوہِ دارائی

---

۱۔ ب: لگے
۲۔ آ: سمجھے

لبِ سوال نہ اپنا کھلے ترے آگے ۔۔۔ زبان کو مری کم ہے نہ نطق و گویائی
ترے حضور میں پڑھتا ہوں شعرِ منت کا ۔۔۔ کہ اوس پہ ختم ہوئی طرزِ نکتہ پیرائی
کریم، وسمِ کرم گستری نکو داند ۔۔۔ چہ حاجت شدن بردرت تقاضائی
نہ عرضِ حال کی طاقت نہ مدح کا مقدور ۔۔۔ غرض دعا ہے، پہ واجب ہے نغمہ پیرائی
صباحِ عید کو لازم ہے تا فروغ و ضیا ۔۔۔ الم کی رات کو، تا تیرگی و یلدائی
ستارہ نت ترے احباب کا درخشاں ہو ۔۔۔ نصیب ہو ترے اعدا کو زشت سیمائی

## ۲۲۔ قصیدہ ایضاً در تہنیتِ عید الفطر مشتمل بر مدح مرزا محمد اکبر بادشاہ غازی

مرحبا اے صبحِ عید اے رشکِ رخسارِ پری ۔۔۔ چرخِ مینائی ہے تیرا شیشہ جلوہ گری
حبذا اے سیمیِ کافورتن، رخ پر ترے ۔۔۔ نورِ دل افروز کو گہہ چادری گہہ معجری
لوحش اللہ لوحۂ سیما[1] سے تیری ہے عیاں ۔۔۔ جوں جبینِ صائماں انوارِ طاعت گستری
وہ طراوت بخشِ چشمِ تشنگاں یعنے ہے تو ۔۔۔ چشمۂ صاف بلوری جوئے آبِ گوہری
واہ شیریں کاریاں تیری کہ بے تیشہ زنی ۔۔۔ کی ہے جوئے شیر پیدا گردِ کوہِ اخضری
اللہ اللہ کس قدر دامن کشائی ہے تری ۔۔۔ دور ہے جس کا محیطِ آسمانِ چنبری
انشراحِ خاطرِ دانا سے ہے وسعت زیاد ۔۔۔ انبساطِ طبعِ عارف سے فزوں پہناوری
ایک سا ہے ظاہر و باطن صفا و نور میں ۔۔۔ وہ ہی نسرین جامگی تیری وہی سیمیں بری
خوشۂ پرویں سے تیرے فرق پر بہرِ نثار ۔۔۔ سلکِ ذرۂ گردوں لیے پھرتا ہے مثلِ جوہری
دم سے آئینہ مکدر ہو ولے دم سے ترے ۔۔۔ واسطے آئینۂ عالم کے ہے روشن گری
دامنِ شب سے جھمکڑا[2] گر نہ ہو جاتا ترا ۔۔۔ بے طرازِ نقرہ گوں تھا یہ لباسِ عنبری
یوں تجلی خیز کیوں سینہ ترا ہے، کی مگر ۔۔۔ چہرۂ پرنور شہ نے تجھ پہ پرتو گستری
نیرِ اوجِ شہنشاہی کہ جس کے روبرو ۔۔۔ داغِ خجلت سے زمیں[3] آسماں پر مشتری
شاہِ اکبر وہ کہ جس سے آب و رنگِ سلطنت ۔۔۔ درۃ التاجِ شہی لعلِ کلاہِ سروری
کوکبہ[4] کو اوس کے دعوائے جہانگیری بجا ۔۔۔ جبہۂ شوکت سے ہے پیدا شکوہِ اکبری
[5] چوبان درِ دولت سے گر بھر کر چلے ۔۔۔ ہو دماغِ چرخ سے بیروں خیالِ خود سری
اس کی رفعت سے ملک کو دیں تشبیہ پر ۔۔۔ شرط یہ ہی ہے کہ ہو گردش سے محفوظ و بری
اوس محیطِ قدر سے اوٹھیں جہاں موجیں وہاں ۔۔۔ گنبدِ[6] نیلوفری ہے غنچۂ نیلوفری
گر مزاج اشیا کے، اوس کا حکم نافذ پھیر دے ۔۔۔ مثلِ انگشت کبک کا ہو قوت گل برگِ طری
عہد میں اوس کے کیسے پہنچے معاذاللہ ضرر ۔۔۔ دیکھتا دشمن سے دشمن بھی ہے روئے بہتری
بل بے اعجازِ طبیبِ عدل گر کافور دے ۔۔۔ شمع کی تپ کے لیے شاید کہ ہو چارہ گری
دے اگر اضداد کو وہ عدل، حکم اتحاد ۔۔۔ ہو رگِ جاں سمندر ریشۂ نیلوفری
یہ کمک ہے عدل کی اوس کے کہ روحِ ظالماں ۔۔۔ جسم سے مظلوم کے تن سے کرے ہے طائری

---

۱۔ آ، ب: سیما سے ہے تری عیاں
۲۔ آ: دز میں
۳۔ آ، ب: جبین
۴۔ آ، ب: طنطنہ
۵۔ لندن: زائد شعر، ب، م میں بھی ہے
۶۔ آ: آخر

[illegible] کی کاوشوں سے [illegible]
حکم اوس ایماے ابرو کا [illegible]
دشنہ، پیکاں، تیغ، خنجر، کس [illegible]
رو برے شاہ، ممتزل اور ایک مطلع [illegible]

## مطلع ثانی

ہو جو فیض تربیت سے تیرے اکسیر[۲] آوری — [illegible] طلائی[۱] [illegible]
راست بازی سے تری تالیف جزو کل کو ہے — رشتہ شیرازہ[۳] [illegible]
خامہ مشکیں رقم تیرا ہوا نک رشحہ ریز — کچھ تو کاوش [illegible]
خانہ زاد اس گھر کے ہیں اقبال و رفعت اوج و جاہ — تیری صرف بندگی [illegible]
قطب سے داغ غلامی ہے جبین چرخ پر — منطقہ کا خط کر [illegible] نطاق [illegible]
آرزوے سجدہ یاں تک اوس در دولت پہ ہے — شکل جبہہ کی بنا ہے آفتاب خاوری
عکس[۴] جبہہ سے تری خور مایہ دار نور ہے — ہے یہ آخر آفتاب اس سے [illegible]
مہر کہہ سکتے ہیں تجھ کو مہر گر ہو بے زوال — بدر بھی تو ہے اگر ہو بلد نقصان سے بری
اللہ اللہ قصر رفعت کا تری اوج و علو — اے کہ حد فکر سے اوس کو کہیں ہے برتری
پایہ اول تک قصد رسائی میں یہاں — طائران عرش ہیں شاکی بے بال و پری
یوں خم ابروے طاق اوس کے میں ہے شکل زحل — طاق ابروے بتاں میں جیسے خال عنبری
حلقہ در سے ترے نسبت جو دی ہے ناز سے — گرد اپنے آپ پھرتا ہے یہ چرخ چنبری
گرنگیں مرات سنگ در ہے تیرے کوئی پائے — ہم سلیمانی اوسے پھبتی ہے ہم اسکندری
قدر کیا چرخ پر اختر کی، کہ مطبخ سے ترے — چند اخگر ہیں پروے تودہ خاکستری
ہے ترے ہر ہر نفس میں ایک قانون شفا — اے کہ بیماران دل کی تجھ سے ہے چارہ گری
راحت آموز مریضاں گر ترے انفاس ہوں — چشم خوباں سے ہو، ہر بیمار کو ہم بستری
مانع زخم دل عاشق جو تو ہو، گم کرے — غمزہ و مژگان خوباں دشنگی و خنجری
خون اعدا سے ترے اور جوہر شمشیر سے — ہے عروس فتح کو، گہہ، غازگی گہہ زیوری
گر، گزارا زیر ظل کوہ تمکیں ہو ترے — کشتی طوفاں زدہ پھر خود بخود ہو لنگری
دے ہے یہ گنج معانی، زرفشانی وہ کرے — بذل و ہمت میں ہے دست و دل کو تیرے ہمسری
دو جہاں اکدم میں بخشے، یہ بھی اک اعجاز ہے — جود تجھ پر ختم ہے، احمد پہ جوں پیغمبری
پنجہ شمشاد قطعاً دست تاب تیشہ ہو — نک اگر مظلوم کو سکھلائے تو، زور آوری
واہ گردوں سیریاں اوس رخش کی، ہے آفتاب — یوں رکاب اوس کے میں جیسے لعل اور انگشتری
کیا ہوا اوس نعل کو، بر جبیں گر کہدے ہلال — کم نہیں کرتا ہے قدر جنس طعن مشتری
اچپلاہٹ سے کھنچے نقشہ کب اوس کا، ہاں مگر — کوند بجلی کی ہو صفحہ، خامہ موج صرصری

---

۱۔ آ، ب: طلا
۲۔ آ: سو ہے
۳۔ آ: رشتہ شیرازہ مصحف
۴۔ آ: زائد شعر

بسکہ حرفِ وصفِ شوخی کا ٹھہرنا تھا محال — ہے کمند الگن ورق پر نقشِ تارِ مسطری
جو ذرا چھوجانے اوس سے، بال و پر پیدا کرے — بلبے چالاکی و شوخی، واہ رے چابک تری
اوس کفل پر گہہ، گہے لگتا ہے سورنگ حنا — اس بلیے کرتا ہے دستِ دلبراں میں طاٹری
شوخیاں سی شوخیاں لبریز اوس پیکر میں ہیں — کوئی اس رفتار میں سرعت سی سرعت ہے بھری
تو عناں پھیرے جو اوس کی یوں کہیں انس و ملک — یہ سلیماں ہے، کہ رکھے حکم میں باد و پری
خسروا! بندہ نوازا! بادشاہا! داورا — اے کہ بابِ قصر تیرا سجدہ گاہِ قیصری
قبلۂ آمالِ عالم، آستانہ ہے ترا — یاں سے روتابی ہے بدبختی شقاوت مُدبری
شعر ایک اوستاد کا پڑھتا ہوں حسبِ اعتقاد — یہ عقیدہ ہے مرا اس میں نہیں کچھ شاعری
کعبۂ ایماں درت میگویم و ہر درکہ ہست — جز درت نزدیک من بایست آن از کافری
مانعِ طولِ بیاں آداب ہیں اوس کے حضور — کم نہیں ہوتا ہے ورنہ شوقِ مدحت گستری
لب پہ ممنوں کے لگی اس ذوق سے آنے دعا — سن کے آمیں کہتے ہیں انس و ملک جن و پری
بہرِ قتلِ غم، ہلالِ عید تا کھینچے ہے تیغ — تا صباحِ عید کو خاطر میں عشرت آوری
فرقِ اعدا پر الٰہی دم بہ دم شمشیر ہو — ہو طرب کو سینۂ احباب میں جلوہ گری

## ۲۳۔ قصیدہ ایضاً در تہنیتِ عید الفطر[1]

لوحش اللہ شبِ عید و زہے طرفہ ہلال — نقرہ گوں کشتی و عنبر کا محیطِ سیال
حبذا شب کہ بروقِ لمعات اوس کی، نے — مسطرح برق کیا جیبِ صحاریٰ و جبال
اے خوشا شب کہ شعاعی خط و خورشید جو ہوں — اس کے رخسارِ فروزاں پہ ہیں[2] گیسو و خال
شب نہ کہہ، خرمنِ انوارِ تجلی کہ یہاں — مہ نے لبریز کیا مثل حریصوں کے جوال
وقتِ تخمیر وجود اوس کی کیا گردوں نے — پنجۂ نورِ سحر مہر کا، لیکر[3] غربال
گویاں تک کیے اجزائے کدورت اوس نے — کہ مصفا تنِ خاکی بھی ہے جوں جسم مثال
اس کی ظلمت سے فروغِ ازلی کو پیوند — سربسر صورت و معنے میں تن وجان بعمل
شبِ جاں بخش کہ جوں آبِ بقا ظلمت میں — رکھتے انوارِ حیاتِ ابدی مالا مال
زیرِ دامن لمعاتِ سحری چمکیں تھے — جوں سیہ برقعِ لیلیٰ میں تجلیِ جمال
اوس کے طرہ میں نہاں غرۂ پیشانیِ زور — جوں تہِ زلفِ رخ ماہ وشِ مہر مثال
عنبریں جامہ میں جیسے ہو طراز زریں — اوس کے دامن سے لگی رہتی ہے یوں صبحِ وصال
نقطہ نقطہ جو تصور اوسے کیجے پرنور — دیکھیے مثلِ سویدائے دلِ اہلِ کمال
رشحۂ نورِ مسلسل کہ گسستہ جیسے — دست معشوق سیہ جردہ سے ہو عقدِ لآل
شب نگہبہ نیلِ شہنشاہِ جہاں کا سایہ — کون وہ اکبر ثانی شہِ اقلیمِ کمال
خلق و خُلقِ ملکی و بشری اوس میں جمع — آدمی ہے بہ جمال اور فرشتہ بہ خصال
ہو جو وہ رائے منور چمن آرائے وجود — شجرِ طور سے پیوند ہو ہر ایک نہال

---

۱۔ آ، ب: مشتمل بر مدح حضرت جہاں پناہ محمد شاہ بادشاہ
۲۔ آ: پے
۳۔ ل: لیکر جو غربال متن کے مطابق آ، ب

بلند کردئے وہ [illegible]
عہد میں اوس کے ہے [illegible]
طاقتِ خامہ کہاں ہے جو [illegible]

## مطلع ثانی[1]

تنگ سمجھے ورقِ چرخ کو منشیِ خیال
جائے [illegible] فضائل [illegible]

اللہ اللہ ترے کعبۂ عزت کا علو
واہ [illegible] واہ بلندی [illegible]

نیت طوق میں گر بال کشا ہو یکچند
اولیں پایہ [illegible] رفعت گر ہے [illegible]

ہے زحل طاقچۂ قصرِ جلالت میں ترے
جلوہ گر [illegible] ابروئے [illegible]

پرتوِ جبہہ ترا ظلمتِ دل کھوتا ہے
کہ سیہ بختی عشاق کو [illegible]

دستیارِ ضعفاء ہو جو ترا بازوے عدل
باز کا پنجۂ عصفور [illegible]

ہو ترے حکمِ عدالت سے اگر جمع دو ضد
گرچہ پیوندِ نقیضین ہے ممنوع و محال

دلِ عشاق سے جوں سختیِ ایام ہو دوست
الفتِ شیشہ و خارا میں نہ رہوے اشکال

سر کھجانے کی ستمگر کو نہیں ہے طاقت
سو وہ اس عہد میں ہے ناخنِ ہر ظلم [illegible]

شیر کے پر نہیں اس واسطے کھینچے ناخن
کہ اوسے کھینچتے ہیں خارِ کفِ پائے غزال

یاں تلک دبدبۂ رعبِ حمایت سے تری
آگے مظلوم کے، ظالم ہے پریشان احوال

صعوہ و باز کی تصویر جو لکھیں باہم
باز ہیبت سے اوڑے صعوہ لگے ہے دنبال

نقش باندھا یہ کراماتِ عدالت نے تری
کہ ستمگر تو وہیں سرد ہو، سوچے جو مآل[2]

کوئی تعویذ اگر پوست پہ آہو کے لکھے
ہو تب لازمی شیر کو، شاید کہ زوال

تابشِ آتشِ سوزندہ سے یک برگِ گیاہ
ہو اگر خشک تو، پھر چھوٹ کے جانا ہے محال

دامنِ شعلہ نہ ہو ہاتھ سے سبزہ کے رہا
خطِ نورشحر ہو جس رنگ سے اور چہرۂ آل

تابہ پر خانۂ تنِ خصم پہ ہے تیرِ بلا
طائرِ روح نے یہ اوس کے نکالے پر و بال

سیر ہو، لالہ و گل کی لبِ جو پر جیسے
خونِ باغی سے تری تیغ کے اطراف ہیں لال

جدولِ آب ہوی دستِ پیمبر سے رواں
دمِ اعجاز کہ شاداب یقیں کا ہو نہال

تو کہ نایب ہے اوسی کا سو ترے ہاتھ میں تیغ
موجۂ آب ہے، تا سبز ہو باغِ اقبال

حبذا رخشِ فلک سیر کہ اوس کے تہہِ سُم
بست و چار اختر تابندہ ہیں اور چار ہلال

اچپلاہٹ یہ غضب ہے کہ بوقتِ بندش
بغلِ لفظ میں مضموں کا ٹھہرنا ہے محال

اوس کی سرعت کی زمانہ میں جو تک ہو تاثیر
فرقِ ممکن نہیں پھر حال سے تا استقبال

جب سوے خانۂ زیں قصد تجھے ہوتا ہے
باگ تھامے ہے صبا اور رکاب اوسکی شمال

سامنے رکھ کے جو آئنہ[3] اوسے ڈپٹے تو
اوس کی کیا طیِ مسافت کا کہوں استعجال

غرب تک شرق سے، جاکر وہ پھرے اتنے میں
لوحِ آئنہ سے اوس کی نہ جدا ہو تمثال

بلبے شوخی کہ بیاں کیجیے کیا اوس کا وصف
ذہن میں کوئی ٹھہرتی نہیں تشبیہ و مثال

خسروا! نکتہ ورا! رمز شناسا! یعنی
تو سمجھتا ہے بہائے گہرِ اہلِ کمال

---

۱۔ آ۔ ب۔ مطلع پڑھوں
۲۔ لندن۔ سوچے مآل، جو درست نہیں
۳۔ آ۔ آئینہ میں

تیرا مداح جو ہے نکتہ طراز یکتا  لاف سنجانِ فصاحت کو کیا اوس نے لال
خود ستائی نہیں مثل شعراء اوس کی وضع  بیت ہر ایک شفائی کی پڑھی حسب الحال
بسکہ برگشتہ عروقم زمعانیِ دقیق  گربکاوی جگرم خونِ سخن از قیفال
جو صلہ اوس کو عنایت ہو سزاوار ہے وہ  کیونکہ واصف وہ ترا، تو ہے سراسر افضال
پیشدستی ہے طلب پر کفِ ہمت کو ترے  کھلنے دیوے ہے لبِ سایل، نہ ترادستِ نوال
قاعدہ دان تری بخشش کے بوقتِ تعلیم  نہیں لکھتے ہیں تہجی میں جو ہیں حرفِ سوال
کیجیے ختم سخن شہ کی دعا پر ممنوں  کہ ادب داں کو مناسب نہیں یہ طول مقال
عید کی صبح ہے تا روے منور سے شبیہ  صیقلیِ تیغ سے جب تک کہ ہے تشبیہِ ہلال
چہرہ افروز ہو، اوس بزم میں معشوق طرب  خونِ بدخواہ دمِ تیغ پر اوس کے ہو حلال

## ۲۴۔ قصیدہ[1] در تہنیت عیدالضحیٰ مشتمل بہ مدح حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

بہار و عید میں ہے اب کے اتحادِ[2] تمام  رکھے ہے نخلِ شگوفہ سے جامۂ احرام
ہوا ہے نغمۂ بلبل ترانۂ لبیک  ادائے حج کے مراسم یہاں تلک ہیں عام
کرے ہے دانۂ گل سے نسیم رمیِ جمار  نہ کم منا سے ہے گلشن میں ایک ایک مقام
سنے ہے موقفِ بستاں میں اس سے وہ تسبیح  جسے ہے نغمۂ قمری کا کچھ وقوف، مقام
فضائے کعبہ میں ہے کاروانِ روم و حبش  بھرا ہے یا گل و ریحاں سے صحنِ باغ تمام
نسیم، گردِ چمن یوں پھرے ہے جوں حاجی  طوافِ کعبہ کی خاطر سبک اوٹھائے ہے گام
پڑھے ہے منبرِ اشجار پر ببانگِ بلند  ہر ایک مرغِ چمن خطبۂ شہ اسلام
وہ عرش مرتبہ، عالیجناب اکبر شاہ  کہ پشتِ چرخ ہے خم جس کے آگے بہرِ سلام
وہ بحرِ جود، جو ہو موج زن تو آئے نظر  کنول کے پھول کے مانند چرخِ ازرق فام
منائی اوس نے یہاں تک بنائے کفر کہ جا  نپائیں[2] طاقِ دلِ بت پرست میں، اصنام
اشارہ اوس کا خداوندِ امر و نہی ہے یاں  زمانہ چاکر و اختر مطیع و چرخ غلام
اگر وہ لطف ہو تسکین افزائے بیتاباں  بغل میں شعلہ کے سیماب کو، رہے آرام
نسیم خلق جو اوس کی چلے بسوے چمن  شمیم گل پہ نہ مایل ہو بلبلوں کا مشام
یہ چارہ سازیِ تدبیر کا ہے تیرے حکم  کہ جو سبب ہے دبی ہووے مانعِ اسقام
ضرر رکھا نہ کسی شے میں، یاں تلک کہ طبیب  خواصِ نکہتِ گل میں لکھے ہے رفعِ زکام
زہے علو، ترے ایوانِ قدر کا شاہا  کہ اوس تلک نہیں ممکن رسائیِ اوہام
مسیحِ چرخ نشیں کی نگہہ نہ اس تک جائے  کتابۂ سرِ محراب پر ہو جو ارقام
کمندِ کاہکشاں پھینک دے اگر بالفرض  نہیں خیال کو ممکن عروج تا لب بام
وہ چیز جوکہ ذرا ہے شبیہ صورتِ نہی  سو اوس کو تجھ سے ہے نقصان، اے شہِ اسلام
ترے نہیب سے کاہیدگی وہیں دیکھے  بنائے جب مہِ کامل کو، چرخ صورتِ جام
یہی زمانہ کہ لازم تھا جس کے دور کو رنج  سو تیرے عہد میں بخشی ہے وہ مسرتِ تام
جہانِ بزمِ طرب ہے کہ ہو سرور افزا  مثالِ گردشِ اقداح، گردشِ ایام

---

۱۔ ب: یہاں آفاق مرزا والا قصیدہ ہے۔
۲۔ آ، ب: بنائے

تر ہے [illegible]
جو چرخ کھینچ کے [illegible]
تو دست چرخ بھی شل ہو [illegible]
جو تیغ قہر سے کھینچے ہے تو [illegible]

کہیں ہیں نیل پہ طلعت کو دیکھ کر تیری — [illegible]
رکھے ہے بحر تحیر میں کیا مجھے غواص — [illegible]
یہی کہوں ہوں مگر نیل سے یہ دقت شنا — [illegible]
زہے وہ سرعت توسن جو کیجیے اوس کا وصف — [illegible]
بہم نہ لفظ ہو پھر لفظ سے جدا مفہوم — نہ ابتدا [illegible]
زہے ارادہ شناسی ترے ضمیر میں گر — کرے طلوع [illegible]
تو چھوڑ ہمت عارف کیطرح کون و مکاں — ادھر فلک کے [illegible]
گزر سپہر سے اس خوبی و لطافت سے — زمیں پہ ہے وہ [illegible]
خدا یگانا! تیری ثنا رقم کب ہو — اگر مداد ہو دریا درخت ہوں اقلام
لب فرشتہ ہوا محو نغمہ آمین — کرے ہے مضمون تیری دعا [illegible]
جو خیرخواہ تری سلطنت کے ہیں اون کو — نشاط عید ہو ہر روز تا [illegible]
عدوے جاہ ترا مثل میش قربانی — بزیر دشنہ رہے دست آسمان سے مدام

## ۲۵۔ ایضاً قصیدہ در تہنیت عید الضحیٰ [کذا] [3] مشتمل بہ مدح حضرت جہاں پناہ مرزا اکبر بادشاہ بہادر

قریب صبح کہ تھی چشم زیر پردۂ خواب — دلے وہ خواب کہ جس سے نگاہ کو نہ حجاب
عجب نگاہ کہ گو بند چشم بینا تھی — دلے کشادہ تھے اوس پہ شہود کے ابواب
زہے شہود کہ بے پردہ گاہ صورت سے — نہ چھوڑی شاہد معنی کی رخ تک اوس نے نقاب
زمیں سے چرخ تلک ذرہ ذرہ پیش نظر — نظر حضیض سے لے اوج تک حقیقت یاب
تمام صرف تماشا ہر ایک جانب میں — کہ جوں مقابل محبوب دیدۂ احباب
پڑی نگہ غرض اک بارگاہ عالی پر — جہاں سپہر مدور مثال حلقۂ باب
بسان نقطہ کہ پیدا درون دائرہ ہو — میان حلقۂ در آفتاب عالمتاب
فزوں سپہر سے وہ ارتفاع میں اتنا — کہے ہے ہندسہ دان خوب کرکے جسکو حساب
کہ نیم حصہ سہا سے نظر پڑے کمتر — بجائے شمسہ ہو گر نصب تیر پرتاب
ہوا وہ سایہ فگن آب گوں سپہر میں یوں — کہ عکس چرخ نظر آئے جسطرح تہ آب
زہے بلندی ایواں کہ نقطۂ کیواں — مثال خال سیہ زیر ابروے محراب
زہے علو و تعالی اللہ ارتفاع مقام — حضیض خاک وہاں اوج عرش کا ہے جواب
نہ پہنچے پایۂ اول پہ تا حد[4] پیری — کرے نگاہ گر اوس پہ کوئی بہ عہد شباب
مگر نگاہ کی اوس پر کہ مہر نے دستار — رکھی ہے فرق پہ یوں پنجۂ شعاع سے داب

---

۱۔ لندن۔ "اسلام" جو درست نہیں غالباً سہو کاتب
۲۔ ب۔ زور ہے یہ۔
۳۔ لندن۔ عید الاضحیٰ سے آگے کی عبارت نہیں ہے۔
۴۔ لندن۔ "تا حدی پیری" جو درست نہیں۔ غالباً سہو کاتب

رفیع، سقفِ اولوالعزم کی ہو، جوں ہمت        وسیع صحن کہ جوں سینۂ اولی الالباب
صفا کو واں طلب زیر سائیگی غبار        ضیا کو واں ہوس خانہ زادگیِ تراب
ملک صفوف، صفوف و ہوائے طوفِ حریم        بشر جنود، جنود و خیال سجدۂ باب
بگِردوپیش تھے تکبیر خوان صغیر و کبیر        ہر ایک گوشہ میں لبیک گو، چہ شیخ و چہ شاب
کیا سوال یہ میں نے کہ کیا مقام ہے یہہ        کہ یاں ہے انس و ملک جمع بہرِ کسبِ ثواب
کہ ناگہاں وہ ملک، ہے سروش جسکا نام        لگا یہ کہنے کہ سن گر، ہے اشتیاقِ جواب
مجھے گمان تھا، شاید ترا ہے فہم درست        مجھے خیال تھا شاید تجھے[1] ہے رائے صواب
یہ کیا ہے بے خبری کسقدر ہے بے خردی        نہ کچھ وجوب سمجھتا ہے تو نہ استحباب
وہ دن ہے آج کہ اللہ اکبر اسکا یمن        نہ ہو وے[2] جسکے فضائل کا حصر و استیعاب
کہ پیشگاہِ تقدس سے حکم پہنچا یہہ        طوافِ[3] کعبہ سے ہر ایک ہو سعادت یاب
سو اوس کا کعبۂ مقصودِ جان و دل ہے لقب        سو اوس کا قبلۂ امیدِ دوجہاں ہے خطاب
مثال عالمِ صورت میں چاہیے گر اوس کی        تو کھول چشم حقیقت نگر کو اپنی شتاب
کہ ظلِ خالقِ اکبر کا بارگاہ ہے یہ        وہ کون حضرتِ اکبر شہِ سپہر جناب
یہ نام سنتے ہی شوق حضور نے ناگاہ        شکیب دل میں نہ چھوڑا رکھی[4] نہ دل میں تاب
فراشِ خواب سے اٹھتے ہی کر، ادائے وضو        زلالِ جوئے عقیدت سے با دوصد آداب
سجود در کے لیے اوس کے میں چلا یکبار        بجائے گام، تھا رکھتا جبیں شتاب شتاب
اوس آستانہ پہ پہنچا تو سر بسر جبہہ        برائے سجدہ بنا مثلِ مہرِ عالم تاب
سجودِ در کو ادا کر، حضور میں پہنچا        زباں پہ مطلعِ عالی یہ[5] ہے بطرزِ خطاب

## مطلعِ ثانی

سجودِ در کے لیے تیرے اے سپہر جناب        نہ قدسیوں کو ہے کیا کیا سماجتِ حجاب
وہ در ترا کہ نہ بدلیں یہاں سے جا، ابدال        وہ در ترا کہ ہے جائے سکونتِ اقطاب
یہ بارگہ ہے وہ عالی کہ بہرِ عرشِ بریں        نہ دیں مشابہتِ زینہ، واقفِ آداب
قمر کو طلعتِ روشن سے تیرے کیا تشبیہ        یہ آفتاب ہے آخر وہ کرمکِ شب تاب
ہر ایک کے بخت ہیں بیدار، عہد میں تیرے        بغیر فتنہ نہ طالع میں ہے کسی کے خواب
کسی کا نخلِ تمنا ہو خشک کیا ممکن        جو چشمہ سارِ عنایت سے تیری پہنچے آب
بزیرِ جامہ گل گون ہو جوں تنِ خوباں        گلوں پہ شعلہ جو لپٹیں تو یوں رہیں شاداب
زبسکہ ہے یہی منظورِ باغبانِ قدر        کہ نخلِ شوکت و ثروت سدا رہے سیراب
سو آبیاریِ بستان جاہ کو تیرے        ہمیشہ چرخ کو پھیرے ہے صورتِ دولاب
زہے بہار ترے لطف کی، کہ آتش میں        بصورتِ گلِ احمر ہو بوتۂ زرناب
نسیمِ خلق جو تیری چلے سوے دریا        حبابِ آب ہوں مانندِ شیشہ ہائے گلاب

---

۱- آ،ب- تری
۲- آ= کا
۳- لندن= "وہ کون حضرتِ اکبر شہِ سپہر جناب" لکھا ہے جو اگلے کسی شعر کا مصرعہ ثانی ہے۔ لیکن دونوں مصرعوں کے درمیان میں یہی مصرعہ لکھا ہے
۴- ب= جی
۵- ب- یہی

نسیب بادی [illegible]
برائے بادہ کشاں [illegible]
کسی کی گر رگِ [illegible]
اگر ہو خون رگِ [illegible]
ترے نہیب سے گر [illegible]
بیاں کی طرز ذرا اور ڈھب پہ [illegible]

## مطلعِ ثالث

اگر وہ لطف ہو تسکیں فزائے ہر بیتاب — کنارِ [illegible]
جو کارگاہِ عدالت سے تیری پہنچے حکم — کہ تار و پود [illegible]
دو ضد کے ربط سے تشریفِ اتحاد بنے — قماشِ تفرقہ [illegible]
عجب نہیں ہے کہ دامانِ مہ و شاں میں ہو — کتاں کے تجربے [illegible]
زمانِ عدل شہی میں ہو دشمنِ ضعفاء — ستمگروں کی ہے کتنی [illegible]
کہ دستیاریِ صولت سے اوس کی خنجرِ تیز — بنے ہے بالِ کبوتر [illegible]
ہنائے پائے ضعیفان نہ کشتی پر زور — کہ دستگیریِ [illegible]
ثباتِ خار نظر آئے راہِ طوفاں میں — کہ جیسے ہو مژہ و جوشِ اشک کا سیلاب
وہ ابرِ بخشش و برقِ غضب گر آئے بکار — سراب ہووے محیط و محیط ہووے سراب
بوقتِ بذل و کرم دستِ جودِ سلطاں کو — شبیہِ ابر سے کہنا نہیں ہے حرفِ صواب
کہ قطرہ آب وہ دیتا ہے اور گریاں ہے — عطا کرے ہے یہ ہنس ہنس کے بدرہ زرِ ناب
معاذ اللہ اگر برق ریز ہو وہ غضب — نعوذ باللہ اگر صاعقہ فگن ہو عتاب
عجب نہیں ہے کہ ہو اوس کی نیم تابش سے — شرارہ قطرۂ باران کفِ زبانِ سحاب
فلک ہے دشتِ تصرف میں اوس کے یوں مجبور — کہ جیسے پنجۂ شہباز میں ہو حالِ غراب
عدو گر اوس کا ہے ابلیس طبع کیا وسواس — کہ اوس کی تیغ بھی کرتی ہے کارِ تیرِ شہاب
زباں ہے عاشقِ مدحت گری، پہ ڈرتا ہوں — کہ ہو نہ وجہِ کلالت، طوالت و اطناب
کروں ہوں ختم دعا پر قصیدہ کو مشتاق — پہ وہ دعا جسے لازم اجابتِ وہاب
طوافِ کعبہ سے تا فرض اہلِ ایماں پر — بروزِ عید ہے قربان کی رسم تاکہ صواب
در اوس کا طوف گہِ دو جہاں رہے یارب — گلا عدو کا رہے، زیرِ دشنۂ قصاب
بہ صورتِ جگرِ گوسفندِ قربانی — جگر ہو دشمنِ دولت کا سیخِ غم پہ کباب

## ۲۶۔ قصیدہ در تہنیتِ جلوس میمنت مانوس حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

صباحِ عیش ہے طالعِ ہر اک ہے، مست سرور — بھرا شراب سے مطرب نے کاسۂ طنبور
قدح سے تا بہ ہوا ہے ہوا سے تا بہ فلک — شعاعِ بادۂ روشن کا رتبہ پہنچا دور

---

۱۔ آ: تیرے بھیجے۔
۲۔ لندن: "تختۂ ماہتاب"۔ لیکن لجہ، یہاں زیادہ مناسب ہے۔ غالباً سہو کاتب

زبس ہے عکس پذیر، شرابِ رنگا رنگ    بلور بو قلموں صبح کا ہے صفحہ، نور
فروغِ صبح و درخشندہ مے کی موجیں دیکھ    عجب بیاض میں سطریں بآبِ زر مسطور
سپہر اور ہے خورشید اور، اختر اور    نہیں نتیجۂ دوراں بجز مسرت و سور
شرابِ نیّرِ تاباں، بستارہ ہر قطرہ    بجائے چرخِ زجاجی ہے ساغرِ بلور
حریفِ حمکدہ کش، کرکے رو، سوے زاہد    سنارہا ہے یہ بیتِ قصیدہ، مشہور
"ہے مغانہ رحیقِ ختامہ مشک    سفالِ میکدہ کاسِ مزاجہا کافور"
اثر یہ نشۂ عشرت کا ہے، کہ لے ہے فقیہ    پیالہ ہاتھ میں، پڑھ اِنَّ رَبَّنا لَغَفُوْر
نشاطِ طبع ہے یاں تک کہ دانۂ تسبیح    ہوا ہے عین مے آب، مثلِ دانۂ انگور
گیا ہے پردہ تعین کا، اوٹھ نگاہوں سے    نہ رند شیخ سے، نہ شیخ، رند سے ہے نفور[1]
کھلے ہیں خاطرِ مستاں پہ معنیِ توحید    کہیں ہیں ایک ہے، آبِ مغاں و آتشِ طور
بغیر خندہ زمیں سے، نہ تا فلک دیکھا    کہ انبساط کا بزمِ جہاں میں ہے بہ وفور
برنگِ خندۂ دنداں نمائے سیم تناں    کرے ہے عقدِ ثریا سحر میں آج ظہور
جہاں تمام ہے خوش[2] لیک سب سے میں خوشتر    سرور سب کو ولے سب سے میں فزوں مسرور
کہ بہرِ تہنیتِ جشنِ خسروی، طالع    بصد نشاط مجھے آج لائے اوس کے حضور
صباحِ عیش ہے جس کی جبینِ انور سے    کرے ہے کسبِ فروغ اقتباسِ لمعۂ نور
مہِ سپہرِ خلافت کہ ایک بھی اختر    فلک پہ ایسا نہ چمکا پسِ از قرون و دہور
زہے جنابِ شہِ اکبر جہاں پرور    کہ اوس سے ہے متعلق مصالحِ جمہور
پڑھوں وہ مدح میں مطلع کہ سنکے جس کو کہیں    بلند مطلعِ شعری سے بھی سب اہلِ شعور

## مطلع ثانی

زمیں در ہے وہ ہر ہر وجب پہ مطلعِ نور    نقوشِ ناصیہ خلق واں شموس و بدور

## مطلع ثالث

اشارت اوس کی، کرے حکم انصرامِ امور    ستارہ کارکن و آسماں ہے یک مزدور
اسی کے قوتِ بازوے عدل سے ہمدست    ہوا ہے چنگلِ شاہین و مخلبِ عصفور
کہوں جو قصرِ معلیٰ کو اوس کے قصرِ بہشت    سو یہ ہے کوتہیِ عقل در تصورِ شعور
مثالِ حلقۂ چشمِ پری ہے حلقۂ در    ہر ایک طاق ہے ہم چشمِ طاقِ ابروے حور
فلک ہے شمسۂ ایواں سے یوں فروغ پذیر    کہ جیسے خود کے محاذی ہو صفحۂ بلور
زہے بلندیِ کاخ شکوہ وہاں فراش    سپہر فرش کریں جائے اطلس و سیفور
دماغِ شاخچۂ گل کا پھر زکام کھلے    جو پہنچے مجمرِ بزم اوس کی سے بخارِ بخور
یہ طمطراق ہے اوس شہر بندِ شوکت کا    حشم[3] وہاں کے نہ بازاریوں کا ہو مذکور
سکندرِ آئینہ دارا بنا ہے دارائی    جم ایک کلال ہے چینی فروش ہے فغفور
کھلے ہے مدحتِ غایب سے دل کہاں ممنوں    کہ دل میں ولولہ افگن ہے، اشتیاقِ حضور

---

۱۔ لندن وآصفیہ دونوں میں مصرعہ یوں ہے کہ "نہ رند شیخ سے ہے نہ شیخ سے ہے رند نفور" جو معنوی اعتبار سے درست نہیں۔
۲۔ لندن: "نغور" جو درست نہیں۔
۳۔ آ: ایک

ترا چراغِ دل روشن اور
[illegible]

غبارِ راہ ترا چارہ ساز ہے کے کو
[illegible]

عجب نہیں کہ یہاں تک بصر کو قوت ہو
[illegible]

کہے کہ نور بصر مرحبا تعال تعال
جو [illegible] اوس کی [illegible]

سپہر ترے زمین بوسِ در سے لایا تھا
خیال [illegible]

دیا یہ صدمہ ترے صاحبانِ دو [illegible] نے اوسے
کمر کو [illegible]

درِ محل پہ ترے روز و شب غلام ہیں دو
کہ نام ایک [illegible]

سحابِ دستِ کرم جب ترا ہو قطرہ نشاں
تمام [illegible]

یہاں[1] سے پہنچے ہے ہر ایک کو سر و سامان
ہوا ہے صاحب [illegible]

کہ کارگاہِ تفضل سے تیری لے نکلا
سپہر جامۂ گل روز [illegible]

نسیم کوچہ تری کسقدر ہے، روح فزا
کرے گزار جو ایک دو نفس [illegible]

تو سر نوشتِ حیاتِ ابد پڑھیں اوس کو
کہ جو ہے جبہ لوحِ مزار [illegible]

وہ چیز جسمیں ذرا نکلے شکل منہیات
سو ترے عہد میں یاں تک ہے غالب [illegible]

ہمیشہ رہتی ہے بیمار اس واسطے نرگس
کہ ہے شبیہ سے زرد [illegible] بلور

غضب اگر ہو ترا شعلہ ور معاذاللہ
بنانے واسطے ماہی کے حوضِ آبِ تنور

جو حرفِ قہر کرے تو رقم، تو بانگِ قلم
جہاں میں زلزلہ افگن ہو مثلِ نفخۂ صور

یہ اضطراب میں اجزائے کوہ آئیں کہ ہو
خطاب پارہ[2] سیماب پر متین و صبور

عجب ہے ایک گلستانِ تن عدو تیرا
جراحتوں سے گل و لالہ جسمیں نامحصور

ہمیشہ بر سرِ شرایں میں متصل اوس کے
رواں ہے آبِ دمِ تیغ و دشنہ تا ساطور

مثال کو خمِ چوگان[3] عدل میں تیرے
شہا سپہر مدور سدا رہا مجبور

طبیبِ عدل ترا قرصِ گل لکھے، گر ہو
تفِ خزاں سے، جگر عندلیب کا محرور

بلند مرتبہ و سرفراز دہر تمام
بگردِ سر ترے پھرتے ہیں آں غدیرِ غیور

مثالِ قطب کہ گردد بگرد او افلاک
تو ساکنی و علٰی حولک الملوک یدور

کتابِ مدح کا تیری نہ تار مسطر ہو
اگرچہ صرف کریں رشتۂ سنین و شہور

زہے سمند کہ ہنگامِ جست و خیز اسکے
ہزار مرحلہ دنبالہ رو صبا و دبور

رواں ہوں حرف، نہ انکیں زبان الکن پر
جو اوس کی شوخی و سرعت کا نک کرے مذکور

عجیب چھلاوہ کہ دھیان اوس کا باندھیے کیونکر
تصور اوس کا ٹھہرتا نہیں، نظر کے حضور

وہ تیزگام کہ چھوجانے جو قدم اوس کے
بہم پہنچتی[4] ہیں یہ شوخیاں اوسے بہ ضرور

جو شکلِ وحش کلال اوس کی خاکِ سم سے بنانے
عجب نہیں کہ جو پیدا کرے جناحِ طیور

بنائیں تیغ جو فولادِ نعل سے اوس کے
مثال تیر کی، چھٹ ہاتھ سے وہ پہنچے دور

---

۱۔ لندن: زائد شعر
۲۔ آ، ب: ترا ہو اگر
۳۔ ب: چوگانِ عزم
۴۔ آ: پہنچنے میں

سوار اوس پہ جو ہو، گر بلند سیری کا — کرے ارادہ سوے خاطرِ خطیر خطور
اچک کے چرخ سے گزرے بہ نیم چشم زدن — نگہ دوچار ہو عینک سے جوں کرے نہ عبور
عجب ہے سرعت و بالا روی و چالاکی — کہ اوس تلک ہو رسائی کسی کا کیا مقدور
غبار اوس کے حواشیِ زیں. کو چھو نہ سکے — کہ ذیلِ ہمتِ عارف کو جیسے گردِ. فتور
برابر آئنہ رکھ کر جو ڈپٹے اوس کو — ہنوز عکس کا باقی ہو اوس کے نقشِ ظہور
کہ جاکنارِ جہاں تک جو پھر کے آنے لگے[2] — دوچار عکس سے اپنے ہو خود وہ غیرتِ حور
لگے جو جانے وہ سرہٹ تو پاس اس سے کوئی — خدنگِ فکر جو پھینکے کہ کون پہنچے دور
یہ نیم راہ نہ پہنچے کہ وہ سریع المسیر — وہاں سے جاکے پھرے ہے بہ ہکہ ہو، جہاں منظور
تھکا یہ ہمرہیِ اشہب[3] سے پانے پیکِ خیال — کہ دستِ شل حرکت سے ہو جسطرح معذور
شہا! مدیح تری کچھ نہ کارِ آساں ہے — کہ یاں بیان ہے عاجز، زبان ہے مجبور
کہاں وہ رتبہء مدحت کہاں یہ فکرِ ضعیف — نہ پہنچے چرخ پہ، ہر چند، پر نکالے مور
مرا خیال کہ دعوا گرِ رسائی تھا — ہزار عجز سے کرتا ہے اعترافِ قصور
نہ تابِ مدح ہے تمنوں کو اب ہے وقتِ دعا — جہاں ہے دعوتِ اقبال کو ترے مامور
ہمیشہ تاکہ رہے ہے فروغِ صبحِ منیر — مدام تاکہ سیاہی رکھے شبِ دیجور
ترے عدو کی رہے صبح، شام ساں تیرہ — ترے محب کی رہے شام، صبح ساں پرنور ہے

## ۲۷۔ قصیدہ در تہنیتِ جلوسِ میمنت مانوس حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر[4]

سپیدہ دم، بازچشم تھی یاں کہ در سے ناگاہ جلوہ گستر — ہوا ہے اک رشکِ باغِ بستاں بہشتِ خوبی، قدم سے تاسر
وہ قدو قامت وہ رو و طلعت وہ لعلِ خنداں وہ چشمِ فتاں — نہالِ طوبیٰ بہارِ خوبی جوابِ غنچہ، حریفِ عبہر
جبیں مصفاکیوں میں احیا، عذارِ زیبا، وتن تماشہ — کفِ کلیم و دمِ مسیحا، جمالِ یوسف چہرِ معقر
بھویں دل آرا، وہ رخ چمکتا، عرقِ حیا کا جبیں پہ پیدا — ہلالِ طالع، صباحِ لامع، عیاں ثریا پدید اختر
کلالہ مشکیں، عذار رنگیں، وہ لعلِ میگوں، وہ قدِ موزوں — درختِ گل سے دمیدہ سنبل، گل اور غنچہ بفرقِ عرعر
گلوے سیمیں، دہانِ رنگیں لبانِ نوشیں. حدیثِ شیریں — صراحیِ چیں، پیالہ لعلیں، شرابِ احمر نبات وشکر
کرشمہ جادو، نگہ سخن گو، کشادہ گیسو. کشیدہ ابرو — فسونِ بابل حیا سے شامل کمند گستر بدستِ خنجر
زہے لطافت، جبے نزاکت، عجیب رنگت، غریب طلعت — سمن کو خجلت گلوں کو خفت، شفق کو حیرت. سحر مکدر
کھلا گریباں و مو پریشاں، بشکلِ مستاں وہ رشکِ بستاں — شگفتہ یک گل، بہارِ سنبل، ہوا معطر. صبا معنبر
روش میں لغزش، کمر میں جنبش، مژہ کو کاہش، نگہ کو کاوش — بوضعِ مستاں بشکلِ[5] رقصاں بطرزِ پیکاں بطورِ خنجر
گیے تبسم، گیے تھا تبقہ، گیے تکلم، خموشیاں، گہہ — بصورتِ گل برنگِ قلقل. بسانِ بلبل کلی کے ڈھب پر
بن اوسکے پان دمسی وہ دنداں عیاں تھے رخسارِ خالِ بن یاں — نہ لعل سے دُر. نہ ذرے نیلم نہ سرو سے گل. نہ گل سے عنبر
بہ نامِ شوکت، بعرفِ دولت لقب جلالت خطاب حشمت — بہ پیشِ سلطاں کہ جشن تھا واں چلے وہ خنداں یہ شعر لب پر

---

۱۔ آ: ب۔ جو
۲۔ لندن: "لگا" مگر "لگے" زیادہ مناسب ہے۔
۳۔ لندن: "حرکت سے جس طرح" لیکن "ہو" درست ہے۔

۴۔ لندن میں یہ عبارت نہیں ہے۔
۵۔ ب: اعضاں

تجھے مبارک ہو شاہِ اکبر یہ تاج [illegible]

## مطلعِ ثالث

مہِ منور کے گرد اختر چمک کر گریں جیسے پیکر — [illegible]
وہ شاہِ برحق، شہی کے الیق جہاں کی رونق ولیِ مطلق — وہ پاک طینت [illegible]
جنابِ خاقان ابنِ خاقان، خدیوِ دوراں، وشاہِ شاہاں — بہیر شاہ [illegible]
دمِ شجاعت، گہِ سخاوت بوقتِ شوکت، بگاہِ حشمت — عطائے حاتم [illegible]
سدا یہاں کا اس آستاں کا ترے سخن کا ترے بیاں کا — فلک ملازم [illegible]
وہ قصرِ دولت، رکھے یہ زینت وہ کاخِ شوکت رکھے یہ رفعت — دمِ رسائی لکھے برج [illegible]
یہ تیرے ایواں کو چرخ لکھے یہ اوس کو شمسی شمس کہوے — کہ ہم زمیں ہیں تو عرشِ اعلیٰ [illegible]
تری مدد سے تدرو و تیہو تری کمک سے غزال آہو — بہوے باز و بروئے شاہیں و گرگ [illegible]
تنِ حسوداں ہے باغ و بستاں تمام واں ہے چمن کا ساماں — نسیمِ افغاں، گلی سوزکاں، جراحتیں [illegible]
درونِ حاسد، دلِ معاند عدو کے مژگاں حسود کی جاں — گیے خراب و گیے کباب و گیے بر آب و بھگے [illegible]
وہ آبِ تیغ و شرار پیکاں، سمِ سمند و ہوائے جولاں — بروز میداں بحکمِ یزداں بکار آگ کریں [illegible]
اساسِ باغی عدو کا خرمن، تنِ مخالف، غبارِ دشمن — نثارِ سیل و نیازِ آتش سپردِ خاک و دوچار صرصر
وہ دست اور دل میں دونوں یکساں کہ اسمیں احساں ہے اسمیں عرفاں — کہ ہاتھ نیساں ہے دل ہے عماں یہ درفشاں وہ تمام گوہر
وہ جود دیکھو اور زرفشانی وہ عدل دیکھو اور جہاں ستانی — گدا فریدوں، فقیر قاروں خفیف کسریٰ، خجل سکندر
ترے محامد ترے خصائل ترے مناقب ترے فضائل — جو وہم کاتب ہو صفحہ گردوں سپہر مرقم نہ ہوں مقرر
جو تیرا ممنون یہ مدح خواں ہے نظیر اوسکا کوئی کہاں ہے — وہ افتخارِ سخن وراں ہے اسے سمجھتے ہیں نکتہ پرور
صلہ کے لائق وہ بلکہ الیق پر اوسکو نقلی ہوس نہ مطلق — ترے کرم کی ہے خواہش الحق کہ چاہیں عزت ہیں اہلِ جوہر
فقط نہ ہے لاف نہ ہے دعوا جو مدح تیری کری وہ انشا — ذرا جو منصف ہیں نکتہ پیرا، وہ سن کے کہتے ہیں یہ مکرر
اگرچہ ہوتے حریر و سحباں اگرچہ ہوتے ظہیر و سلماں — تو پیشِ مداحِ شاہِ دوراں وہ رکھتے نہ کر کتاب و دفتر
سخن ہے ختم اب دعا ہے واجب کہ حق سے سایل ہوں اور طالب — محب ہوں مسرور و شاد و خرم عدو ہوں مقہور و خوار و مضطر

## ۲۸۔ قصیدہ در قدومِ میمنت لزومِ مرشد زادہ آفاق مرزا جہانگیر بہادر از الہ آباد شاہجہان آباد[1]

بہر نسق ہے شاہِ بہاراں سے اذنِ عام — لے شاخِ گل سے دستِ صبا چوبِ اہتمام
کھنچ جائیں یوں صفوفِ بہاراں[2] بوستاں — تک دوش سے نہ دوش ہلے گام سے نہ گام
صف، سبزہ پیادہ روش پر کرے درست — دستے سوار گل کے چمن میں بانتظام
خوش قامتانِ سرو قداں کو ہو دوستو — گردن کشانِ تیرہ بکف کی طرح قیام
تاکید یہ بھی کارکنانِ چمن پہ ہے — اجزائے کارخانہ کو لینا کہیں نہ تھام
ہو رنگِ گل سے شاخ کے، توسن نگاربند — غنچوں سے اور دوست کریں لعل گون ستام

---

۱۔ آ میں یہ قصیدہ مرزا اکبر شاہ کے قصیدے کے بعد ہے۔
۲۔ آ، ب = جوانان

ہر برگِ سبز زین زمرد طراز ہو
گوہر نگار تار سے شبنم کی ہو لجام

کر کے بدن پہ چست قباہائے رنگ رنگ
اشجار ہوں سوار بصد نازو و احتشام

بالائے برگ برگ ہو زیرِ ورق ورق
یوں ریشمیں ہوں اطلس و مخمل کی سبز فام

یاں تک سحر ہو چار چمن پر فروغ ریز
مرأت جیسے نور سے لے آب و تابِ دام

اندام صحنِ باغ پہ یوں چار آئینہ
سج کر دکھادے رونق و زیبائی تمام

یوں ہو رسالہ ایک ذرہ پوش نہر پر
امواج میں ہو سایۂ اشجار کو مقام

ہتیار سج کے تازہ جوانانِ نونہال
شان و شکوہ سے ہوں صف آراستہ تمام

یاقوت کی ہو شانہ گلبن پہ گل سپر
ہو تیغ برگِ سبز کا فیروزہ گوں نیام

ڈالی جھکی ہوئی ہو کماں دوشِ نخل پر
ترکش کمر میں، شاخ و رگ و ریشہ ہوں سہام

کہ دے دبیر نشوونما کارسازِ باغ
اسبابِ احتشام کو دیں جلد انصرام

غنچہ کی ہر عماری یاقوتِ ناب پر
پرتو سے موتیا کے کریں موتیوں کا کام

ہو عکسِ سبزہ و گل و لالہ سے رنگ رنگ
یکسر جبینِ فیلِ سحابِ سبک خرام

ناقہ سوار ابر سے موج نسیم ہو
تارِ شعاعِ مہر سے زرتار ہو زمام

باجا بھی فوج گل کے ہے اب روبرو ضرور
کہدے نقیبِ فاختہ و قمری و حمام

نرگس کی نے بنے تو زمرد تراش کر
عنبر کے تاشہ میں نہ لگے غیرِ سیم خام

طاؤس کے گلے سے صدا کرنا کی ہو
لیں جھانج کا، طیور کے پر جھاڑنے سے کام

ہے دوشِ نخل لالہ و طرفہ نشاں کر ہو
شقہ[1] سرِ سنانِ زبر جد پہ لالہ خام

القصہ[2] جب یہ ٹھاٹھ سواری کا پاچکا
حکمِ شہِ بہار سے ترتیب و انتظام

آرائشِ سپاہ چمن کے نظارہ کو
خودرو گلوں کا جوش تھا جوں جمع ہوں عوام

ممتوں کے کیجیے مطلعِ رنگیں سے تک قیاس
کیسی چمن میں سیر تھی کتنی تھی دھوم دھام

## مطلع ثانی

ٹہرے ہر ایک سرو ہے، پانوں کو تھام تھام
ہے جوشِ گل سے بہرِ تماشہ یہ اژ

اہلِ تزک کی طرحِ نسیمِ سحر کبھی
پھرتی ہر ایک کو تھی جھکاتی پئے سلام

میں دیکھ کر یہ خالقِ حب دنوائی صنع
دل میں یہی کہوں تھا کہ اے خالقِ انام

تیار کس کے لیے ہے یہ ساماں: شکوہ کا
آمادہ کیوں ہوا ہے یہ اسبابِ احتشام

ناگاہ مرغِ زمزمہ پردازِ بوستاں
بولے بہم مثالِ فصیحانِ خوش کلام

آتا ہے وہ سوار کہ جس کی جناب کا
اقبال خانہ زاد ہے اور بخت ہے غلام

شہزادۂ زمانہ جہانگیر میرزا
وہ آب و رنگِ گلشنِ اعزاز و احترام

میں نے بھی سن یہ مژدہ لیا راہِ شوق پر
کارِ قدم جبین سے، پانوں کا سر سے کام

صرفِ نظارہ شوق نے یاں تک تعرض کیا
لی چشم سے ہر ایک بن موتی نگاہ دام

ناگہ وہ برقِ جلوۂ دشمن گداز دیکھ
مطلع پڑھا یہ میں نے کہ اے آسماں مقام

---

۱۔ یہ شقہ سرِ سنانِ زبرجد پہ لعلِ خام معنوی اعتبار سے موزوں نہیں۔
۲۔ لندن: زائد شعر

اعدا ہوں تیرے کوکب اقبال سے [illegible]
گر نور جہم سے تری کسب ضیاء کرے [illegible]
تو صورت نسیم ہے عالم ہے جوں چمن [illegible]
جوں ہو، زمیں شگفتہ قدوم بہار سے [illegible]
پایہ ترا بلند ہو سایہ میں شاہ کے [illegible]
اوس سایۂ الٰہ کے ممنون حضور میں ہو مدح [illegible]

## مطلع رابع

اللہ اکبر آپکا یہ کبریا ہے نام    عینیت اوس کو اسم الٰہی کے [illegible]
ہے مرتبہ اپنے مسمی کہ وہ دلیل    دیکھ اوس حروف اسم کا ترتیب [illegible]
اول کے مد سے ہے پیدا علیؓ کا اسم    ایجاد جعفر سے وہ ولی کا ہے [illegible]
تاج کمال ثانی و فرق بقا کا زیب    یعنی کہ اوس کمال و بقا میں ہے [illegible]
پایاں اوس اسم پاک کا ہے منتہائے امر    روے رضا و آخر کلہ و دل [illegible]
ایما میں تابہ چند، یہ نکتہ طرازیاں    کہتا ہوں صاف میں شہ اکبر کا ہے [illegible]
یاں تک بہشت شرع ہے اوس سے کہ باد صبح    دیتی ہے توڑ گل کو زبس ہے جبل [illegible]
جاری بجائے آب، ہو خوں لعل ناب کا    ہیبت سے اوس کی کوہ کے گل جائیں گر مسام
گر اوس کا حفظ حامی حال ضعیف ہو    مقدور کیا کہ لیوے ستمگر ستم کا نام
صیاد لے کے، دشنہ جو پہنچے تو بس وہیں    ناخن نیزہ کا پیکر نخچیر پہ ہو دام
آتش فروز فتنہ ہو ظالم ضعیف پر    ہے عہد معدلت میں یہ اوس کے خیال خام
گر برگ خس پہ شعلہ، تندکیں کرے[1] بلند    بجز جانے خار نیزہ لو اٹھا، بہر انتقام[2]
معجون نحل کو اوس کا طبیب بہار عدل    بہر علاج بلبل رنجور دے قوام
اوس عدل جانفزا سے بنے قوت بہر روح    پہنچے سے جعد کی عنبر نکہت جو تا مشام
گر اس کا حکم ہو پئے تبدیل خاصیت    شاید کہ بوسے گل سے کریں چارۂ زکام
گر اوس نسیم خلق سے یکدم ہو تربیت    شادابی و سموم میں باہم ہو التزام
سرکش کو دے، جو حکم توسیل ضعیف مٹے    موسیٰ برائے شعلہ بنے جبل[3] احتصام
کوتاہ یہاں ہے دست تصرف زمانے کا    شوکت یہ ہے ہمیشہ و اقبال بالدوام
موجود تاکہ شخص ہے سایہ کو ہے وجود    تو سایۂ خدا ہے، بقا ہے تجھے مدام
بت کو جگہ نہ طاق دل برہمن میں ہے    بنیاد کفر کو یہ دیا تو نے انہدام
کنعان اتقا کا وہ یوسف ہے تو اگر    دنیا ہے پر فریب زلیخا بنے نیام
نوٹ آستین ہی میں رہے دست خیرگی    دامن پہ تیرے چاہے اگر چاک بر اتہام
تو اوج بخش خاک نشیں ہو تو سایہ کو    ہو چشم آفتاب میں جوں مردمک مقام
کھینچے کمک جو حفظ ترا جان قیس سے    ہو فوج ناز و غمزۂ لیلیٰ کو انہزام
شیرازہ بندیاں تری تدبیر کی اگر    دیویں بہم دو ضد کے بیچ حکم التیام

---

۱۔ لندن "کریں" لیکن "کرے" درست ہے۔

۲۔ آ= انتظام

۳ ل = جعل

ہو تارِ موجِ صرصر و سوزن سے خار کے　　اوراقِ منتشر کو ہر ایک گل کے انتظام
ہودج میں جب وہ آنے تو ہو فیلِ کوہِ نور　　انصاف سے تو دیکھ سپہرِ سیاہ فام
خورشید تیرا یا یہ زیادہ منیر ہے　　وہ شام سے نہفتہ ہو، روشن ہے اِس سے شام
بلبے وہ رخش، وصف اگر اوس کے کیجیے　　لازم لب و زباں کو ہو سرعتِ کلام
کیا جلدیاں بیان ہوں اوس کی، بنایئے　　آہن سے اوس کی نعل کے گر خنجر و حسام
میدانِ کار زار میں تحریکِ دستِ رن　　دیکھے عدو کا سینہ و سرچھوڑ کے نیام
بلبے چھلاوہ دھیان جو باندھے تو اوس کی شکل　　آئینۂ ضمیر میں پاوے نہ ارتسام
سرپٹ اگر وہ جانے تو چھوڑ اوس کی ہمری　　تھک کر کرے ہے راہ میں۔ سایہ کہیں مقام
جسطرح دوبدو ہوں دو آہو بوقتِ جنگ　　ظلِ اپنے سے ملے دمِ رجعت وہ تیزگام
اوس کی ثنا نہ حدِ زباں ہے نہ تابِ نطق　　ممنوں دعاے شاہ پہ کر مختصر کلام
آباد امہات میں تاصرفِ پرورش　　اس مہد میں ہے تا سرِ موالید کو مقام
اوس کے کنارِ لطف میں اوس کا خلف رہے　　یارب بحقِ آلِ نبیِ سیدِ انام

## ۴۹۔ ایضاً[1] قصیدہ در مدح حضرت جہاں پناہ محمد اکبر شاہ بہادر

واژوں نصیب سیر نہ ہوں رہ کر آب میں　　خالی حباب کا ہے، سدا ساغر آب میں
ماتم زدہ ازل کے کسی رنگ خوش نہ ہوں　　کب ہو سفید، جامۂ نیلوفر آب میں
اہلِ کمال کی نہیں ہرگز وطن، میں قدر　　کرتا نہیں بہار کبھو، عنبر آب میں
اہلِ فریب سے نہیں بہبود کی طمع　　کشتی رواں نہ گلہ ہو موجِ سراب میں
پہلوئے صاف طبع میں ظالم ہوں خود خراب　　یعنی کر زنگ جانے پکڑ خنجر آب میں
گردش سے ربط صاحبِ تمکیں رکھے ہے باز　　کشتی کو تھام، دے مدد لنگر، آب میں
ہستی کی گر اساس ہو ویراں تو خوب ہے　　دیکھا جو غور کرکے جہانِ خراب میں
اس موجِ خیز میں نہیں رنگِ ثباتِ ہمیش　　دم کے لیے حباب ہے میناگر آب میں
اس بحر میں لکھی غزلِ عاشقانہ زود　　ہے نقشہ سازِ خامۂ افسوں گر آب میں

## غزل

ہووے جو قطرہ ریز یہ چشمِ تر آب میں　　پیدا ہوں پھر بجانے گہر، اخگر آب میں
جاری ہیں موجِ اشک میں دن رات لختِ دل　　آتش دموں کا دیکھ، رواں لشکر آب میں
پیکر گدازیِ تپِ الفت سے مثلِ شمع　　ہم تاگلو ہوں آب میں، ہم تاسر آب میں
بس اے تلاطم مژہ تر کر کشمکش　　رکھتا ہے خار ساں یہ تنِ لاغر آب میں
یاں سیلِ اشک میں تنِ خاکی رہے ہے غرق　　برپا بنانے خام ہے یہ کیوں کر آب میں
مطلع پڑھوں ہوں اور میں ایک شستہ و رواں　　سن کر جسے ہو گوہرِ صافی تر آب میں

---

۱۔ ب، ھ میں یہ قصیدہ بعد میں ہے۔

یک صبح گر نہانے وہ ... [illegible]
دیکھے کسی کے روبرے عرق ناک ... [illegible]
جوہر نہیں ہیں آئنہ میں تیرے ... [illegible]
آلودہ مے سے اوس لبِ شیریں کو غور کر [illegible]

موجِ صفائے چینِ جبین دیکھ کر تری [illegible]
دیکھی ہے کس کی صبحِ بنا گوش کی صفا [illegible]
کیا موجِ حادثات میں رنگین کلام ہو — تصویر [illegible]
تس پر بھی فیضِ مدحِ خدیوِ زمانہ سے — باندھے ہے [illegible]
بیٹنے محمدِ اکبرِ اعظم کہ جبکا لطف — رکھتا ہے تازہ غنچہ [illegible]
شامل ہے اوس کی ذات میں یوں نیکیِ صفات — گوہر میں جیسے آب ہو اور [illegible]
ہیبت تمامت اوس کا سما سے ہے تاسمک — ماہی کے پر، نہنگ کو ہیں [illegible]
کتنا ہے اوس کا حفظ کہ مانندِ ماہیاں — جھڑتا نہیں ہے تیر کا [illegible] آب میں

آڑے وہ عدل آنے تو اک شیشۂ حباب — توڑے نہ لطمہ پانی اور [illegible] آب میں
کشتی تک آنے کو رہِ طوفان جو روک دے — ہر ایک موج ہو سدِ اسکندر آب میں
جس جاکہ وہ سحابِ سخا قطرہ ریز ہو — بہتا پھرے ہے بہر بھی [illegible] آب میں
اللہ رے فیضِ بادِ بہارِ کرم کہ ہو — گل اوس کے عہد میں جو دیکھے [illegible] آب میں
کیا عام اوس زمانۂ رنگین میں ہے بہار — ہوتا ہے سبز دیکھیے اگر [illegible] آب میں
گر اوس کے ابرِ فیض سے کسبِ بہا کرے — پیدا ہو موتیوں کے عوض اختر آب میں
مطلع اب ایک حضور میں پڑھتا ہوں دیکھنا — غواص ہیری طبع ہوئے کیونکر آب میں

## مطلع رابع

دھویا ہے اس نے نہی کا، یہ دلِ تر آب میں — ہے صحو بدلے سکر کے پنہاں شراب میں
شاید ہر ایک مردمِ آبی کو بھی خیال — تحریر مدح کا ہے تری اکثر آب میں
دریا میں اوس کو کثرتِ امواج مت سمجھ — تیری کتابِ فضل کا ہے مسطر آب میں
منظور قتل تیرے عدو کا ہے بحر کو — کھینچے پھرے ہے موج جو یوں جدھر آب میں
خنجر پہ تیرے خونِ عدو کے ہیں یوں نشان — جس رنگ سے کہ ہوویں گل احمر آب میں
آتش زنِ محیط ہے ازبس یہ تابِ قہر — کیا ہے عجب کرے جو سمندر گھر آب میں
ہوں غرقِ سیل فتنہ نہ کیوں خصمِ سخت جاں — بالطبع بیٹھ جانے سدا پتھر آب میں
گر تیری برقِ تیغ کا پڑ جانے پر تو — مرجاں کا نخل، جل کے ہو خاکستر آب میں
یہ تیغ موجِ لجۂ اعجاز ہے مگر — دکھلانے خونِ خصم سے نت آذر آب میں

---

۱۔ ب: وہ جناب اکبرِ عادل

۳۔ لندن: "اخگر" لیکن "اختر" موزوں ہے۔

بلبلے سبک روی ترے توسن کی جوں حباب — سم ڈوبتا نہیں ہے چلے وہ گر آب میں
وہ آتشیں خصال کہ اوس کا اگر عرق — ٹھیرے لب صدف پہ کہیں گر کر، آب میں
آتش ہو بحر ہووے اکسیر گر صدف — سیماب کا سا قطرہ اوڑے گوہر آب میں
ممنوں دعا پہ ختم کر اب اس قصیدہ کو — تاکہ مقام طبع سخن پرور آب میں
گرداب کو ہے صورت پیمانہ جب تلک — اور موج کو مشابہت خنجر آب میں
احباب کو ہو جام مسرت سے سرخوشی — تیغ بلا کے ڈوبے عدو، تاسر آب میں

## ۳۰۔ قصیدہ در تہنیت جلوس مانوس حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ بہادر

سحر کہ سلسلہ جنبان دلولہ تھی نسیم — ملا کے یاسمن و گل کی موج، موج شمیم
عجیب یاسمین و گل کہ جنکی نکہت کا — کبھی گزار ہو، گر سوے شعلہ زار جحیم
تو پیش رخنہ دیوار دوزخ آکے مشام — رکھے ہیں گلشن جنت کے ساکنان و مقیم
زہے شمیم کہ بال قلم ہو رشتہ گل — جو ایک شمۂ وصف اوس کا کیجیے ترقیم
برنگ غنچہ گرہ، دل کی بازکرتی تھی — براے نکہت گل تھا خواص خلق کریم
زہے وہ نکہت جان بخش لطف سے جسکے — اتاغہ روح نباتی کا اس قدر ہے عمیم
کہ اہتزاز تروتازگی و نکہت میں — شبیہ دستہ نسریں ہو مشت عظم رمیم
بسان طرۂ معشوقہ گلستان پوش — مہک رہی تھی فضاے جہاں ملی التعمیم
مرا بھی کھینچ، گریباں صباے دلکش نے — کہا کہ کلبہ احزاں کا چھوڑ ربط قدیم
غرض شتاب مجھے لے چلی سبک روں — کبھی صبا کو قدم کو، کبھی میرے تقدیم
سوال مج کو، صبا سے کہ اے چمن پیما — خطاب مجھ سے صبا کو، کہ اے ذہین و فہیم
نسیم روح فزا ہے یہ کس گلستاں کی — روان تازہ ہے ہمرہ کہاں کی ہے یہ شمیم
بہم کہیں[۱] تھے، مگر آج دست رضواں نے — دیے ہیں کھول ادھر سب در ریاض نعیم
غرض اوٹھانے ہونے دامن و شتاب زدہ — صبا و بندہ رواں وزاں کہ ایک حریم
ہوئی پدید کہ دیوار سر بلند اوس کی — رکھے بزیر قدم تھی کلاہ عرش عظیم
زہے علو کہ دو صد قرن طے کرے گر راہ — نہ پہنچے پایۂ اول پہ اوس کی فکر حکیم
چمن چمن نغمات رواں فزا اوس کی — نکل کے مردہ دلوں پر کرے تھی جاں تقسیم
زہے حریم کہ در اوس کا روے خلق پہ باز — مثال دست کرم وقت بخشش زر و سیم
مری ارادت دل بھی کہے تھی واں پہنچوں — کہ رہنمائی طالع نے یوں کیا تفہیم
کہ تج کو اذن ہے جا اس میں پر بعد آداب — کہ تج کو حکم ہے دیکھ اسکو پر بہ صد تکریم
بہ شکل مہر ہوا میں جبیں براے سجود — بہ طور چرخ قدخم بنا پیئے تسلیم
جو اوس حریم میں پہنچا تو دیکھتا ہوں کیا — رسوم جشن ہیں[۲] اور شاہ واجب التعظیم

---

۱۔ب۔ تھیں
۲۔لندن: "ہے" لیکن "ہیں" درست ہے۔

عدو کے ؛ اوس کی یہ حالت ہے چرخ کے آگے ‏ ‏ کہ جوں لعاب طمع پیشگان، بہ پیشِ لئیم

نہیں شہاب سے آخر، وہ تیرِ قہر بھی کم ‏ ‏ کیا یہ فرض کہ دشمن ہے مثلِ دیوِ رجیم

لکھیں حروفِ مؤصل جو وصفِ برش میں ‏ ‏ جدا جدا ہوں سرِ صفحہ پہ دم ترقیم

نہ تیغ ہاتھ سے دے منصفی یہ وقتِ نبرد ‏ ‏ تنِ عدو کو برابر ہی کر رکھے ہے دو نیم

ثنا محال ہے ممنوں دعا ضرور ہے اب ‏ ‏ کہ در قبول کا کھولے ہے کرِ دگرِ کریم

حضورِ بادشہانِ فلک مکاں جب تک ‏ ‏ ملازمان کا زمیں پر جھکے سرِ تسلیم

ہمیشہ پایۂ اورنگِ سلطنت کے حضور ‏ ‏ جبینِ چرخ پہ واجب ہو سجدۂ تعظیم

## ۱۳۱۔ قصیدہ در مدح حضرت جہاں پناہ مرزا محمد اکبر شاہ[1]

:

شب کہ تھی بازمری چشمِ تماشا تصویر ‏ ‏ یک بیک کچھ در و دیوار ہوئے نور پزیر

حبذا نور کہ اک نیم فروغ اوس کے سے ‏ ‏ شبِ دیجور ہو چشمک زنِ صد صبحِ منیر

واہ رے نور جو اوس کا ہدفِ رشک بنے ‏ ‏ سینۂ مہر پہ ہر خطِ شعاعی ہو تیر

اے خوشا نور کہ آتا جو نظر موسیٰ کو ‏ ‏ مشعلِ طور کی جوں دود[2] سمجھتا تنویر

میں یہ کہتا تھا مگر برقِ تجلی چمکی ‏ ‏ یہ جو لمعہ سی درخشاں تھی کروں کیا تقریر

لیک حیرت کہ الٰہی یہ تجلی کیوں ہے ‏ ‏ نہ یہ کوہِ طور، نہ میں حضرتِ موسیٰ کا نظیر

پھر یہ سمجھا کہ مگر[3] مل کے سب اجرامِ نجوم ‏ ‏ خطۂ خاک پہ گردوں سے ہیں گرمِ شبگیر

تھی نگہ محوِ تحیر کہ اوٹھانے برقع ‏ ‏ آگیا سامنے ایک غیرتِ خورشید منیر

زلفِ شب گوں رخِ تاباں پہ جو لہراتی تھی ‏ ‏ دیکھ، حیرت نے دیا یوں مجھے اذنِ تقریر

کوچۂ موجۂ سرچشمۂ حیواں میں کبھو ‏ ‏ سیرِ مہتاب بھی کی اے خضرِ صبح ضمیر

دونوں زلفیں وہ دلآویز کہ جبکی ہر سطر ‏ ‏ خامۂ قدرتِ صانع نے عجب کی تسطیر

عرصۂ بینِ سطور اوس کے، میں اک مصحفِ نور ‏ ‏ کہ مرا شاہد دعویٰ ہے وہ رخسارِ منیر

زور موباف طلا کار وہ سبحان اللہ ‏ ‏ جعدِ مشکیں کے ہر اک بال سے پیوند پزیر

برق اک ایک رگِ ابر سیہ سے دی باندھ ‏ ‏ تجھ کو شاباش ہے مشاطۂ جادو تدبیر

مانگ کا موے معنبر میں وہ سیمابی خط ‏ ‏ کیا ہی ٹوٹا تھا ستارہ سا میانِ شب قیر

وہ جبیں آئنہ و خال نہ اوس پر کہ ہوا ‏ ‏ مردمِ دیدۂ اربابِ نظر، عکس پزیر

ہمسری اوس کی بھوؤں کی مہِ نو نے کی تھی ‏ ‏ اب تک انگشت نما ہے کہ ہوا یہ تشہیر

وصف میں اون کے پڑھوں مطلعِ عالی ایسا ‏ ‏ نہ رہے شعرِ ہلالی کے لیے قدر شعیر

---

۱۔ آب: میں یہ قصیدہ نہیں ہے۔

۲۔ ب، "لندن" ہے

۳۔ لندن: "سے مگر" پہ "زیادہ مناسب ہے۔ غالباً سہو کاتب

ابروے کج نے کیا ملک دل [illegible]
بلبے اعجاز کہ وہ معجزہ [illegible]

رندی اس چشم کی دیکھو تو ذرا کہہ بیں
[illegible]

تھیں تو بیمار وہ آنکھیں پہ عیاذ باللہ
[illegible]

جان اوس سنبل و نرگس سے بچانا مشکل
[illegible]

پاس اوس چشم کے تھی سایۂ مژگاں نے لگی
سوزہ [illegible]

چار سو تھا صفِ مژگاں کا تصور گھیرے
مرغِ دل [illegible]

کیا بنا گوش صفا خیز میں آویزۂ لعل
خوں گرا [illegible]

اللہ اللہ نزاکت کہ دمِ نیم نگاہ
رنگ اوس کے گل رخسار کا [illegible]

اوج، بینی کا رخِ گرم پہ تک دیکھو کبھو
تھی اٹھی موجۂ [illegible]

کچھ عجب آبِ بقا ہونٹ کہ اون سے لبِ خضر
فایدہ کچھ بھی اوٹھاتے تو [illegible]

وہ لبِ لعل کہ دو مصرعۂ رنگیں جیسے
طرفہ شنجرف سے یاقوت رقم [illegible]

دیکھو دندانِ سفید اوس دہنِ لعلیں میں
متحیر تھی مری چشم [illegible]

کیونکہ نسریں کی اوگیں غنچۂ گل میں کلیاں
باغبانِ چمنِ حسن نے کیا [illegible]

زلفیں جھک آئیں تھیں اور اوس میں زنخداں جیسے
شب میں نارنج کی قندیل دکھائی [illegible]

کارواں کیا چہِ یوسف کے ہوا گرد بگرد
دل عشاق سے غبغب پہ تھی ایک جمِ غفیر[1]

اوس کے رخسار و گلو کو[2] یہ فلک پر ملتے
دو بھی خورشید کبھی لائے تری صبحِ منیر

منتخب گردنِ سیمیں کی سراسر وہ بیاض
ہے خطِ جدولِ زر اوس میں طلائی تحریر

رنگِ گل، بوے سمن، نورِ سحر، آبِ گہر
کرکے حل اوس کے بردوش کی کھینچی تصویر

بلبے ساعد کی صفائی کہ بنائے یک دست
آبِ بلور میں کافور سحر کرکے خمیر

دلِ وحشی[3] پہ نہ موقوف کہ ان ہاتھوں سے
نام کو صید نہ چھوٹا ہے کہ جب سے ہو اسیر

طایرِ رنگِ حنا تک بھی ہوا رشتہ بپا
مت سمجھ دستِ حنائی میں وہ ہیں تحریر

دستِ افشار ترنج اوس کے وہ پستان لیکن
لے جو پرویزِ ہوس چھیڑ تو دیکھے تعزیر

مل کے دو غنچوں میں سب رنگِ چمن بالیدہ
ہاتھ گل چینِ تمنا کا [illegible] پہ نہ دلیر

خوابِ مخمل کا بندھا رختِ سفر کاشاں کو
تہ ہوئی بزمِ شکم دیکھ کے سطحِ حریر

ناف مت کہہ کہ سمن زارِ شکم میں[4] اگر
رشک سے غنچے ہوئے [illegible] صباحت [illegible]

بڑھ کے تک یاں سے ہے خلوت کدۂ حسن عجب
جھکے در تک گزرِ وہم ہے دشوار و عسیر

خون ہوتا ہے یہاں ہر حرکت پہ ناداں
دیکھ اے ولولۂ شوق نہ ہونا تو دلیر

واہ رے ساق کہ اوس طرفہ ستون پہ یعنی
کشورِ حسن کی برپا ہے تمامی تعمیر

نور کے آئنہ میں دستۂ بلور لگا
ساق اور کاسۂ زانو کی یہ سوجھی ہے نظیر

کہتے ہیں باندھ لیا وہیں حنا کو شاید
پہنچی اوس پاؤں تلک یہ ہی ہوئی تھی تقصیر

---

۱۔ بہ غبغب تھی یک جمع کثیر

۲۔ لندن: پہ

۳۔ آہ نہ تو

۴۔ لندن: عبیر غالبا سہو کاتب

وہ قد اور سرو، جو، اوستاد نے موزون کیے
ایک دو مصرعۂ دل کش نہ طویل و نہ قصیر
جھومتی آئی مئے ناز سے بالیں پہ مری
کچھ جھکیں شرم سے آنکھیں پہ نگاہیں تھی شریر
دیکھتے ہی نہ رہا دل میں کچھ اسبابِ شکیب
نقدِ طاقت سے تہی سینہ کہ جون دستِ فقیر
نفسِ چند تو حیرت مجھے روکے سی رہی
شوق نے دی ہے ولے رخصتِ حرف و تقریر
یوں خطاب اوس سے کیا میں نے کہ اے لعبتِ نور
طرفۂ نقشِ قلم صنعِ خداوندِ قدیر
گو نگہہ تو ہے ترے بادۂ دیدار سے مست
گوش بھی راہِ تکلم سے کباب ساغر گیر
کیا تیرا نامِ دل افروز. کدھر کا ہے قصد
اے کہ خوبی میں ہے معدوم ترا شبیہ و نظیر
سن کے جب اوس نے کیے باز دو گلبرگ سے ہونٹ
میں یہ سمجھا کہ ہے اک بلبلِ اعجاز صفیر
غنچۂ لب سے گل افشاں وہ لگی یوں ہونے
کہ[1] سن، اے بلبلِ گلزارِ بہارِ تقریر
کہتے[2] ہیں شاہدِ معنے نہ ہو مجھ سے یعنی
صاحبِ فطرتِ پاکیزہ سوا فیض پزیر
برق چمکے. میری برجستگیِ مضموں سے
شعلۂ گرم بیانی میرے رخ کی تنویر
مصرعۂ مشک رقم، میل مرے کاجل کی
غازۂ افشاں مرے رخسار پہ رنگیں تقریر
طبعِ عالیِ سخنور قدِ موزوں میرا
راستی فکرتِ شاعر کی. نگہ کا اک تیر
بافتۂ جعدِ گنھاوٹ سے رکھوں لفظوں کی
زلفِ پیچیدہ مری پیچ نہ پیچِ تسطیر
زورِ ترصیعِ صنایع سے مرصع زیور
ہے عبارت کی نزاکت مری پوشاک حریر
یہ مرا لطفِ ادا، پر نہ ادا فہم کوئی
نہ نظر باز کوئی. یہ مری صورتِ تصویر
اسی اندیشے میں تحلیل مرے حسن کو تھی
حجلۂ فکرِ سخنور میں نہ ہوجاؤں پیر
اتفاقاً جو کہیں خضرِ خرد آنکلا
اوس نے ارشاد کیا "یوں نہ رہا کر دل گیر"
اس زمانے میں ادا فہم و شناساے جمال
کوئی[3] دیکھا نہ بجز. خسروِ مرآت ضمیر
زینتِ افسر و اورنگ شہی اکبر شاہ
صاحبِ تاج و نگیں مالکِ دیہیم و سریر
آج[4] اوس کے گلِ خنداں کی ہے شادی کی رسوم
کہ جو ہے رنگ دہِ گلشنِ عز و توقیر
نونہالانِ چمن شاہ وہ شہزادہ سلیم
لطف[6] سلطان کا اوسے تازہ رکھے ابرِ مطیر
تہنیت[5] میرا لقب اورمیں ادھر جاتی ہوں
تو بھی چل ساتھ مرے تانہوں بہم فیض پزیر
سن کے یہ مژدہ کھلا صورتِ گلبن، میں تمام
اس خبر میں تھی مگر بادِ صبا کی تاثیر
میں بھی ساتھ اوس کے چلا دل میں لیے شوق و سرور
جا حضور اوس کے میں[7] یہ شعر پڑھا بے تاخیر
کہ مبارک ہو شہا تجھکو قرآن السعدین
ماہِ روشن سے ہوئی وصلتِ خورشیدِ منیر
بن[8] ترے نام کے ہر مدح ہے باطل کہ نماز
نہیں[9] ممکن کہ ادا کوئی کرے بے تکبیر
ایک مطلع وہ پڑھوں سن. جسے احسنت کہیں
طفل سے تاجواں اور جواں سے تاپیر

---

۱ - ب: آج وہ دن ہے کہ جوں غنچہ کھلا ہر دلگیر
۲ - س: یہ گیارہ اشعار نہیں ہیں۔
۳ - لندن: "کہ نہ عالی نظری میں ہے کوئی اس کا نظیر" لیکن زیادہ مناسب آصفیہ والا مصرعہ ہے۔
۴ - ب: یعنی اس نو گل
۵ - آ: تہنیت خوانی کی خاطر میں ب: تہنیت نام مرا۔
۶ - آ: رکھے اون دونوں کو عالم میں خداوند قدیر ب: کہ جو ہے مالک دیہیم و خداوند سریر۔
۷ - آ ب: یہ عرض کیا بے تاثیر
۸ - آ: ہے۔
۹ - تو کوئی کرتا ہے ادا آج تلک بے تکبیر

## ۳۲۔ قصیدہ در مدح امیر جامع الامارت والفضیلت

تو نے کیا شنا گراں تاکرانِ علم — ہر چند بے کنار ہے بحرِ روانِ علم
سلطاں اگرچہ علم تو سلطاں نشانِ علم — عالم کو شان علم سے، پر تجھ سے شانِ علم
عقدہ کشائے علم بنانِ بیاں ترے — عقدہ کشائے مشکلِ عالم بنانِ علم
سینہ ترا کہ آئینۂ باصفا ہے ایک — عکس الگن اس میں چہرۂ رازِ نہانِ علم
رنگینیٔ بیاں سے تری غازہ و حنا — لیتے ہیں بحر دست و رخِ شاہدانِ علم
مشاطگی کرے جو ترا دستِ تربیت — ہو جہل کو جمال پہ نازش، بسانِ علم
لفظوں سے تیرے سلکِ لآلی ہیں گوندھتے — بحر گلو و گوش، تر طلعتانِ علم
ہر سطر تیری خامۂ مشکیں رقم کی ہے — چسپ ورق پہ کاکلِ عنبر نشانِ علم
اے روشنیٔ چشمِ معانی نوید کحل — وہ کلک میل و مسطرہ ہے سرمہ دانِ علم
پاکیزہ حرف ہر سخنِ باصفا ترا — ہے درج درج خسروِ گیتی ستانِ علم
جوہر فروشِ عقل، لآلیِ آبدار — لے نطق سے تری چپکے زیبِ دکانِ علم
لفظِ جمیل تیرا وہ یوسف ہے کہ بے بہا — دے لعل کے عوض میں نہ بازار کانِ علم
جب طبعِ تیز تیشہ زنِ فکر ہو تری — کیا کیا نکالتے ہیں گہر ہائے کانِ علم
تیری ہوائے تربیتِ فیض، گر چلے — ہو دیں شرارِ جہل گلِ ارغوانِ علم
وہ دم مگر نسیمِ جنان کمال ہے — کیا کیا کھلا ہے یاسمن و ضیمرانِ علم
گرد اوس کے مرغِ روحِ حکیماں ہے جوں تدرو — وہ کلکِ خوش خرام ہے سروِ روانِ علم
آواز عندلیب سے کچھ کم نہیں صریر — خامہ ترا ہے بلبلِ خوش داستانِ علم
تیری نسیمِ فیض نے پھر عام کی بہار — عالم میں ہو چکی تھی دگرنہ خزانِ علم
شاہد کہ مثلِ طفلِ ہجا خواں رکے زباں — تو عقلِ کل سے جب کہ کرے امتحانِ علم
حرفِ شگفتہ سب ہیں کہ اس نحو سے بچے — نطق توبیخ کلہ نے تیرے بیانِ علم
کبرا تھا عقلِ اول و صفراد کا بہت — فکرت تیری نتیجہ کہ ہے کہنہ دانِ علم
تصدیقِ منطقی کو تصور تھا یہ مجھے — گویا کہ تن ہے علم ترا، دم روانِ علم
کیوں کر نہ پھر حکیم خلا کو کہے محال — پر ہے شکوہ فضل سے تیرے جہانِ علم
شکلِ عقیم سے جو نتیجہ ہو ممتنع — پھر فہمِ مدعی سے بہا کیا گمانِ علم
کر آئیں ہیں ریاضِ ریاضی کی سیر خوب — وہ بھی ترا ہے یک چمنِ بوستانِ علم
بولا زمینِ دور کو دکھا تیری یہ فلک — ذرے چمک رہے ہیں یہاں وہ اخترانِ علم
شب ہندسی عقل سے تھی رنج کو گنجو — کہتا تھا میں پڑا نہیں آسمانِ علم
کھنچے ہیں شکل ہائے بجستی تو کھیل میں — اطفال تیرے در پہ جو ہوں حرف خوانِ علم
دیکھا ہے صفحہ صفحۂ نسر دفترِ سپہر — وہ ہیں ترے کہیں ورقِ داستانِ علم
پہنچے فضائے صفحہ پہ معانی کی فوج فوج — خامہ ترا اٹھائے ہے جس دم نشانِ علم
جو لاڑسانِ عرصۂ معنی ہیں نکتہ تاز — چھٹ جائے اون سے سامنے تیرے عنانِ علم
مشائی کا خیال نہ پہنچے رکاب تک — لے جب عنانِ توسنِ سرعت نشانِ علم
بخشا ہے تو نے کوکبِ اشراقیاں میں نور — اے تیری طبعِ نیّرِ پر تو فشانِ علم

---

ملاحظہ یہ قصیدہ نہیں ہے۔
۲۔ آ، ت، ک
۳۔ لندن میں "عکس اس میں" لیکن "عکس افگن" موزوں ہے۔
۴۔ آ۔ انتیس اشعار زائد

نقل بھرے ہے [illegible]
[illegible]

تجھ سے جدا نہ علم، نہ تو [illegible]
[illegible]

نور و ضیا میں ایک یہاں، جان و جسم [illegible]
[illegible]

ہے کیا طلسم نازکیِ طبع اسعد [illegible]
[illegible]

احیا کیا ہے تو نے کمالاتِ مردہ کو
[illegible]

لکر دست کلہ ترا مومیائی دے
[illegible]

گو ازدہامِ جہل میں پانوں تھے لڑکھڑاتے
لی [illegible] تیرے دست [illegible]

کہتا تھا میں کہ عرصۂ بے دانشی میں تو
چاروں طرف سے جمع ہیں [illegible]

جنسِ علوم کیونکہ بچے گی! کہ عقل یوں
بولی جناب [illegible] زمان [illegible]

اوس کے حصارِ سینہ میں محفوظ حادثات
وہ دادرس ہے [illegible]

تاراج ہو چکی تھی متاعِ کمال سب
ہوتی نہ اوس کی طبع اگر پاسبانِ علم

دارائی و ریسمانِ سیاست برائے جہل
دیتا ہے نال و خامہ کو وہ تیر مانِ علم

ضحاکِ جہل صرفِ دمار آوری پہ تھا
اوس کا قلم ہوا علمِ کاویانِ علم

ہر معرکہ میں فتح نہ کیوں دیوے اوس کو دست
جب وہ زبان و خامہ ہو سیف و سنانِ علم

کیا جان جہل کی، کہ اودھر رو وہ کر سکے
ہے تیغ، طبعِ تیز پہ تیری فسانِ علم

ہوتی نہ راستی ترے فکرِ رسا کی گر
بنے تیر وہ گئی تھی جہاں میں کمانِ علم

اللہ رے زورِ رستمِ فکرِ قوی ترا
کرتا ہے ایک آن میں حل ہفتخوانِ علم

جوں آفتاب مطلعِ روشن پڑھے ہے اور
تیرے حضور میں یہ ترا مدح خوانِ علم

## مطلعِ ثانی

اے مہرِ اوجِ فضل و مہِ آسمانِ علم
نورِ ضمیر سے ترے روشن جہانِ علم

صد چاہِ تیرہ[1] اس شبِ تاریکِ جہل میں
ہیں رو بروئے ہر قدمِ رہروانِ علم

پر کیا خطر کہ شمعِ ہدایت لیے ہوئے
خامہ ترا ہے پیشروِ کاروانِ علم

کیا جودتِ ذکائے طبیعت ہے حبذا
کہنا اوسے درست ہے برقِ جہانِ علم

کیونکر نہ بحرِ حکمت و اسرار طے کرے
کشتیِ عقل پر ہے تری بادبانِ علم

ہے گوشِ استفادہ صدف وار ہر گہر
تیرا بیان سحابِ لآلی فشانِ علم

خامہ ترا ہے موجِ محیطِ حکم بجگر
سیراب نیم رشحہ ہوئے تشنگانِ علم

مشتاقِ نیم جرعہ ترے جامِ فیض سے
وہ اہلِ ظرف جو کہ ہیں دریا کشانِ علم

دیکھے ہے تیری طبع سے کشتیِ عقلِ کل
وہ ناتوان علم ہے، یہ پہلوانِ علم

وہ شاہبازِ فکر کرے صعوہ ساں شکار
جو کنگرِ سپہر پہ ہو آشیانِ علم

اے مالکِ رکاب، حکم تیرے سامنے
رہتے ہیں سر جھکائے بلند افسرانِ علم

مارا ہے سکۂ ملکِ معانی میں تو نے آج
رائج ہے تیرے نام سے نقدِ روانِ علم

تو عرش مرتبت ہے، کمالات میں ترے
زیرِ قدم ہے کرسیِ ہفت آسمانِ علم

ہو آستانہ بوس ترا رکھ کے زیرِ پا
کرسیِ نہم سپہر، قزل ارسلانِ علم

پابوس و دست بوس، ادب سے ترا کرے
ہم آستینِ دانش و ہم آستانِ علم

---

١۔ لندن: "تیرہ" مگر "تیر" درست ہے۔

ہو سنگ، لعل، پرورشِ آفتاب سے ۔۔۔ کامل ہوں تربیت سے ترے ناقصانِ علم
عالم کا سر ترے خطِ فرماں پہ جوں قلم ۔۔۔ ہم بندگانِ علم ہے ہم حکمرانِ علم
تمسنوں کی کیا زباں کہ تری مدح کر سکے ۔۔۔ اے وہ کہ تیری مدح سرا خود زبانِ علم
ایسا ہوا نہ عہدِ غلاموں سے آج تک ۔۔۔ کہتا تھا کل خرد سے یہ تاریخ دانِ علم
کیا حدِ خامہ جو کہ لکھے تیری شرحِ فضل ۔۔۔ کیا تابِ نطق جو ہو ترا ترجمانِ علم
میں اور تری مدح، پہ کرتا بھی ہوں عرض ۔۔۔ اے رمزِ فہم دانش و اے نکتہ دانِ علم
دانم ہمیں قدر کہ تو دربلم کاملی ۔۔۔ ہر چند بندہ نیستم از کاملانِ علم
کرتا دعا پہ ختم ہوں اب اس قصیدہ کو ۔۔۔ تاپست قدرِ جہل ہے عالی ہے شانِ علم
ہو حاسدانِ جہل نشاں تیرے زیرِ خاک ۔۔۔ در پہ ترے رہے سرِ تاہم آورانِ علم

---

ذرا چشمِ حیرت کو دیکھا جو مَل — یہ دیکھا بحکمِ حقِ عزوجل

کہ خورشید یک چتر گوہر نثار — کھچے ہے وہاں صورتِ چتر دار

بڑھی اور ہمت چلے ارتفاع — چڑھی قبضۂ پنجہیں پر شعاع

یہاں اک جواں سرخ مو، سرخ پوش — لیا مثلِ ترکاں کیے زیب دوش

نگہ کی ادہر، دل کو ہاتھوں سے تھام — یہ سمجھا، اسی کا ہے مریخ نام

ذبس یوں ہی طیران تھا متصل — گیا خانۂ ششم میں یہ دل

وہاں ایک پاکیزہ خو، پاک زاد — نکو خو، نکو رو و نیکو نہاد

جبیں مثلِ سیمائے اربابِ دیں — منور بہت تھی بہ نورِ یقیں

جو نام اس کا پوچھا، سنا مشتری — بہت اسکی مشہور بنیک اختری

اسے مثلِ عباد تھی یہ دعا — کہ اللہ! شہ کا ہو طولِ بقا

وہ صرفِ دعا، میں بھی آمیں بہ لب — غرض وِرد و تسبیح میں اسکی سب

چلا چھوڑ کر جب ششم خانقاہ — پڑی قصرِ ہفتم پہ ناگہ نگاہ

وہاں اک علم طرفہ آیا نظر — کہ منصوب تھا بامِ کیوان پر

تہِ سایہ اس کے کھڑے صف بصف — مَلک تہنیت خواں بہم ہر طرف

اسے دیکھ کہتا تھا[1] میں مستمند — عَلم کسکی دولت کا ہے یہ بلند

وہاں اک مَلک جس کو کہیے سروش — لگا مجھ سے کہنے کہ اے تنگِ ہوش

جہاں سربسر بزمِ شادی ہے آج — ہر اک سو خوشی کی منادی ہے آج

طرازندۂ لوحِ اقبال و بخت — فرازندۂ قدر و دیہیم و تخت

سریرِ شہی پہ ہوا[2] جلوہ ساز — کیا تخت نے اپنے بختوں پہ ناز

مگر سیر کرتا تو آیا نہ اب — کہ حاضر ہوئے اپنے عہدوں پہ سب

یہ رتبہ ہے شاہی کا اسکی بلند — کہ جانے علَم کی یہاں آن پسند

سزاوار اس تخت و افسر کا ہے — کہ مظہر وہ اللہ اکبر کا ہے

ہویدا اس جبیں سے ہے نیک اختری — عیاں شان سے شوکتِ اکبری

وہ ہے نوگلِ بوستانِ ثمر — وہ ہے مشعلِ دودمانِ قمر

باسم و بجاہ و بقدر و شکوہ — کہ اکبر ہے وہ شاہِ دانش پژوہ

سنا جب یہ نام سعادت قریں — کہ ہے فرخِ دانائی و داد و دیں

اٹھا جان و دل میں نشاط و سرور — پڑھے بیت یہ جاکے اس کے حضور

مبارک تجھے اے شہِ نیک بخت — یہ خطبہ، یہ سکہ، یہ افسر، یہ تخت

ترے سایۂ عاطفت میں جو آئے — تو کچھ بھی نہ ظلِ ہما اسکو بھائے

شہا تجھ کو کہتے ہیں ظلِ خدا — ترا ظل ہے بہتر کہ ظلِ ہما

ترا کون ثانی ہے اے شاہِ نیک — خدا ایک ہے اسکا سایہ ہے ایک

ترے گلشنِ خلق کی گر نسیم — چلے جانبِ شعلہ زارِ جحیم

گل و لالہ آتش ہو، بے قال و قیل — وہیں صورتِ بوستانِ خلیل

تری فوج و لشکر کے جو ہیں جواں — اگرچہ نہ نقاش ہیں وہ یہاں

سناں سے قلم لے کے، بہ وقتِ کار — کریں جسمِ اعدا پہ نقش و نگار

تری حفظ ہو کارفرما اگر — نہ دشمن کو دشمن سے پہنچے ضرر

---

۱۔ بہ کہنے جسکو

۲۔ بہ نہ آیا تو اب

رہے برق [illegible]
جو تو ناتواں کا [illegible]
کرم سے ذرہ بخش [illegible]
ترے عہد میں شرع رواج ہے [illegible]
کف جود کا کون تیرے نظیر [illegible]
کہ گریاں ہے وہ دے کے یک قطرہ آب [illegible]
نہ اس عہد میں ہے کسی کو خطر [illegible]
یہ ہنگامہ اب تیری ہمت کا ہے — سوا [illegible] جودِ حاتم
کوئی قطعہ مخمل کا مانگے اگر — اسے ملک [illegible] شاں ملے
بروبحر اس جود سے بہرہ ور — کسی کو [illegible] کسی [illegible]
کہاں ہے یہ ممنوں کی نطق و زباں — کہ شمہ ثنا کا [illegible] تیری [illegible]
یہی عرض کرتا ہے وہ بار بار — کہ اے خسروِ [illegible] ذات [illegible]
ترے در کا میں بھی ہوں ادنیٰ غلام — غلاموں کے دفتر میں [illegible] میرا [illegible]
نہیں حاجتِ عرض ممنوں خموش — کہ دریائے ہمت کو آیا ہے جوش
فلک کو ہے جب تک کہ شکلِ سپر — مشابہ ہے افسر سے [illegible]
بحق محمد شہِ دو سرا — تجھے تخت و افسر مبارک [illegible]

## در تہنیت شادی کتخدائی مرشد زادہ آفاق مرزا جہانگیر غفرہ اللہ تعالیٰ

چل اب مثلِ مشاطہ، بادِ صبا — عروسِ چمن کو ہو زینت فزا
ذرا سایۂ گل سے کر شانہ دام — پھنسے طرۂ سنبل مشک فام
کچھ ایک خوردۂ گل کو پھیلا یہاں — جبیں، صحنِ بستاں کی، کر زر فشاں
خدِ گل کو غازہ سے رنگین کر — رخِ لالہ پر، عنبریں خال دھر
نہ رکھ چشم نرگس کی، بے سرمہ یاں — اٹھا غنچۂ لالہ سے سرمہ داں
نہ دے گوشِ گل کو تو بے زیوری — ہر اک برگ پر کر، یہ صنعت گری
نگیں دار شبنم کو دے کر ثبات — مرصع بنا سرخ مینائے پات
یہ کچھ عکس سوسن سے دکھلا ہنر — لبِ غنچۂ گل، مسی زیب کر
گریبانِ گلبن میں باآب و تاب — لگا غنچہ سے تکمۂ لعلِ ناب
پہنے گردنِ شاخ اور طرفہ کار — بنا جلد، شبنم سے موتی کے ہار
ہر اک نخل گل پوش کر، سر بسر — بنا گل کی ہیکل پہنے ہر شجر
قدِ نارون کو کر اب حلہ پوش — کہ جوں خوش قداں ہووے جلوہ فروش
پہنے پائے سروِ لبِ آبِ جو — بھنور سے بنا جلد خلخال تو
بنا ٹھیک پوشاکِ رنگین باغ — عروسانہ کر کے یہ تزئینِ باغ
پہنچ تہنیت آ، سوئے بادشاہ — کہ ہے آج اسکے خلف کا بیاہ
وہ مرزا جہانگیر، دلبندِ شاہ — کہ نائب ہے، خورشید کا مثلِ ماہ
وہ نوشاہ بن کر ہوا ہے سوار — مری طرح اس پہ ہو تو بھی نثار

---

ا۔ ب: وہ

وہ پوشاک گل رنگ، گلگوں بدن — چمن پر تماشا کھلا ہے، چمن
وہ تابندہ چہرہ وہ دستار زر — کہ خورشید نکلا ہے، خورشید پر
وہ سرپیچ رخشندہ جوں مشتری — جبیں سے فروزاں نکو اختری
وہ جیغہ وہ سرپیچ جوہر نگار — عدو کو یہ اختر ہے دنبالہ دار
عجب خوشہ گوہر تاب دار — کہ ہے طرف دستار سے تا عذار
کہ پہلوے خورشید میں آج تک — کسی نے بھی پروین کی دیکھی چمک
وہ تا ساق سہرا کہ جسمیں گہر — مگر تار شبنم کے شمشاد پر
نہ تار[1] سنہری ٹھہرے نظر — خطوط شعاعی میں خورشید پر
زمرد کا کنٹھا گلے میں عیاں — لگے ہیں صنوبر میں انگور یاں
بیاض گلو اور سلک گہر — طلوع ثریا بوقت سحر
نہ الماس کے تکمہ کا ہے ظہور — گرہ ہو بہا ہے تجلی کا نور
وہ بازو پہ کیا نورتن جلوہ گر — کئی رنگ کے پھول ایک فاخ پر
کمر بند میں تکمہ لعل تاب — شفق رنگ نصف النہار، آفتاب
وہ قد نخل باغ ارم ہے مگر — ہوا جو جواہر سے یوں بارور
تہ ران عجب رخش زیور میں غرق — بہنگام شوخی درخشندہ برق
بصورت پری اور آتش خصال — خدا کا ظہور جمال و جلال
سراپا ہے جوں باغ، جلوہ فروش — کفل خرمن گل ہیں، زنبق وہ گوش
دم، بال کا جب ہو کاکل فشاں — ہوا کے ہو دامن میں سنبل نشاں
جو زنگار سے زور پھولا ہے باغ — کفل نے کیا باغ کو داغ داغ
مگر تھے وہ صناع اعجاز فن — کہ یکسر ہوا میں لگایا چمن
وہ رشک چمن؛ اس پہ ہے یوں سوار — کہ جوں بوے گل اور باد بہار
رواں تخت آگے گل، آرائشی — گل و لالہ ان پر وہ فرمائشی
گل کاغذی، گل سے خوش رنگ تر — مگر باغ رضواں کے لخت جگر
ہر اک شاخ کو ربط یوں گل کے ساتھ — کہ گل رو، رکھیں زیر رخسار، ہاتھ
سہی سرو کیا کیا قد آراستہ — مثال عروسان نو خواستہ
ہوا سے لچک کر جو ہوتی وہ خم — یہ مضمون کرتی ادا دم بدم
تواضع زگردن فرازان نکوست — گداگر تواضع کند خوے اوست
گل آتشیں کی ہر اک سو بہار — زمیں تاباوج ہوا، لالہ زار
انار ایک فوارہ نور ہے — ہر اک گل، جگر پارہ نور ہے
مسلسل گل افشاں ہوئی پھلجھڑی — مگر لعل شب تاب کی ہے لڑی
ہوائی ہوئی چرخ پر جلوہ گر — زمرد کے تختے پہ جوں خط زر
زمیں دے رہی ہے فلک کا جواب — ستارے ستارے ہوا ہے شہاب
زرنگی وہ چادر میں صد گونہ گل — بنفشہ کہیں اور کہیں لالہ گل
منقش یہ صفحہ ہوا کا تمام — کیا لاجورد اور قرمز کا کام
چمن و آرائش کی رنگیں نمود — گل آتشیں لالہ سنبل وہ دود
جواہر جھڑے مور سے، نے شرر — مرصع ہوئے نسر طائر کے پر
عجب آتشیں نیل کا زور و شور — تجلی کے ہنگام جنبش میں طور
زہے دید آتش کا رنگ شکوہ — دمیدہ گل و لالہ بالاے کوہ

---

[1] لندن = زر تار۔ تصحیح قیاسی

عجب برج [illegible]
چراغ اور محراب [illegible]
بندھی روشنی کی [illegible]
تماشا فروغ و عجب [illegible]

شہ جالی کہ ہر [illegible] تماشائیاں
رواں پنجۂ روشنی پیش [illegible]
ہر اک پنجۂ جوں پنجۂ آفتاب
وہ کہتے ہیں، دیکھیں جو حق کا ظہور
وہ نوشاہ اور روشنی کا وفور
شہنشاہِ عارف یہ ہے اس کا دل
زہے شاہِ اکبر زہے باشکوہ [illegible]
بطلعت قمر ہے، برفعت فلک — بصورت بشر [illegible]
اگر حکم دے وہ عدالت پناہ — رفوے کتاں [illegible]
زہے اس کے ایوانِ زینت کی شاں — کہ نسرین گردوں [illegible]
ترے عہد میں آئے پناہِ جہاں — یہ شکلِ [illegible]
نہ لے جائے انگشت کو ایک بار — دہن تنگ کوئی طفلک [illegible]
اگر کفر کا تو ہو بنیادکن — رکھے بت نہ طاقِ دلِ [illegible]
شہا وصف تیرے ہیں دریا بھلا — کوئی طے اسے کر سکے [illegible]
تری مدح، ممنوں کی طاقت کہاں — مگر عرض کرتا ہوں میں کچھ بیاں
خدا نے کیا تجھ کو جوہر شناس — یہ کرتا ہوں میں اس لیے التماس
نہ نازاں ہوں میں جوہرِ شعر پر — مرے اور جوہر بھی ہیں خوب تر
ازاں جملہ ایک یہ کہ جوں شاعراں — صلہ کے لیے میں نہیں مدح خواں
دُر و زر کو سمجھوں ہوں سنگ و خزف — اگر یہ ملے تو نہ چنداں شرف
مگر ہے نگاہِ کرم کی ہوس — یہی مجھ کو درکار ہے اور بس
تری ہر نگہ میں اک اعزاز ہے — یہ ہوجائے تو موجبِ ناز ہے
دعا پر میں کرتا ہوں ختمِ کلام — دعا تیری واجب ہے ہر صبح و شام
فلک پر رہے زہرہ تا نغمہ گر — رہے دائرہ تا کفِ ماہ پر
مرتب رہے بزمِ شادی سدا — طرب کا مہیا ہو ساز و نوا

## در تہنیتِ شادی کتخدائی مرشد زادہ آفاق مرزا بابر بہادر مدظلہ العالی

دلوں میں یہ ہے کس کی شادی کا چاؤ — کہ ہے شاہدانِ چمن کا بناؤ
رکھو آئینۂ آب کو روبرو — سنورتا ہے ہر سروِ لبِ آبِ جو
سرِ زلفِ ہر شاخِ سنبل کو موڑ — دیا دوشِ اشجارِ گلشن پہ چھوڑ
نہ کہہ کب برائے رخِ گل ہے زلف — دو سو سایۂ بالِ بلبل ہے زلف
لیے شانہ پنجہ ہے شمشاد کا — کہ گل چہرہ ہو موئے بنفشہ کی وا
عجب سنبلستانِ عنبر فشاں — رواں جدولِ آب، وہ درمیاں
درونِ سیہ موئے پر پیچ و تاب — نکالی ہے کیا مانگ جوں سیم ناب

رگِ برگِ سوسن کا رنگ اس نمط
کہ ہے چشمِ نرگس میں سرمہ کا خط

حنا بند ہیں گل کی ڈالی کے ہاتھ
کہ ہم دست ہوتا ہے خوباں کے ساتھ

ہر اک سو عجب ہی خوش انداز یاں
چلے سازیاں ، حلّہ پرداز یاں

مگر گوندھنے، موتیوں کے ہیں، ہار
کہ شبنم لآلی و مشتقب ہیں خار

دلوں میں ہے رعنا، گلوں کے امنگ
کہ رنگین ہیں پیراہن ان کے دو رنگ

معطر ہو تا جامہء بوستاں
کھنچے باز، ہر غنچہ نے عطر داں

میں اس باغ میں دیکھ کر یہ بہار
کہوں تھا، یہ دل میں کہ پروردگار

گلوں کے ہیں کیوں جلوۂ دلفریب
چمن زار کو کیوں عروسانہ زیب

کہ مرغِ چمن یوں ہوئے نغمہ ساز
چمن کو ہے آج اپنے بختوں پہ ناز

کہ آتی ہے اس گل[1] کی رنگین برات
جو ہے زینتِ گلشنِ کائنات

چمن سے چلی بوے گل اور صبا
کہ اس رشکِ گلشن پہ ہووے فدا

زِخود رفتگی مجھ کو بھی لے چلی
برات اس کی دیکھوں، ہوس دل میں تھی

نکل باغ سے آ، سرِ راہ پر
جو دیکھا، تو دیکھا یہ کچھ جلوہ گر

کہ آتا ہے یک طرفہ باغِ رواں
جگر خون کُنِ بوستانِ جناں

گلِ کاغذی جن سے رنگیں نظر
گل و لالہ رویاں سے خوش رنگ تر

ہر اک گل کی خاطر ہے آخر خزاں
بہار ان گلوں کی، ولے جاوداں

وہ مینا کے تخت اور گلِ زرنگار
سپہر پُر اختر تھے لانے، اتار

ملایک تھے، شاید کہ آنے ہوئے
خیابانِ جنت اٹھانے ہوئے

وہ گل دیکھیے گر انہیں آنکھ بھر
رگِ گل سے رنگیں ہو، تارِ نظر

ہر اک گل کو جنبش تھی ڈالی کے ساتھ
دمِ رقصِ خوباں حنا بستہ ہاتھ

عجب چشمِ نرگس میں شوخی نہاں
کہ بادِ صبا سے اشارت کناں

کسی گل پہ ڈالی ہوئی، کوئی خم
نہ ابروے لالہ عذاراں سے کم

وہ گیندے کہ تھے رنگِ خوبی میں فرد
زرِ جعفری ہوگیا، دیکھ زرد

ہر اک سرو کے قامتِ دل پسند
قدِ خوش خراماں سے رتبہ بلند

گر، اِس سرو آگے، کرے آکے ناز
عجب کیا کہ ہے، قدِ طوبیٰ دراز

صبا سے لچک گر نہوتی تھی، خم
کہ تھی حالتِ وجد میں دم بدم

یہی وجد تھا، یہ ہی حق بینیاں
کہ سب ایک صانع کی رنگینیاں

وہ تختے چراغوں کے پانور و تاب
کہ یک یک فلک پر ہزار آفتاب

چراغ ان پہ، مہ سے درخشندہ تر
کہ خورشیدِ تاباں کے نورالبصر

کنول سے، چراغوں کے، شعلہ عیاں
اگا، نیلوفر سبزے میں گل ارغواں

وہ مینائے فانوس، روشن چراغ
دلِ چرخ اور سینۂ ماہ داغ

عجب جوشِ[4] مینائے فانوس تھا
فلک جس کے پرتو سے طاؤس تھا

وہ فانوس میں، شمع پانور و تاب
جھلک روے خوباں کی زیرِ نقاب

---

۱۔ لندن: بوے اور گل
۲۔ آ: گل، لالہ رویاں
۳۔ ب: داز
۴۔ ب: خوشِ وہ مینائے

رخِ شمع تھا شب [illegible] — [illegible]
رواں ماہچہ روشنی [illegible] — [illegible]

بہت قصرِ نور اور نار [illegible] — [illegible]
ہر ایک برج شاخہ [illegible] سبز تمام — [illegible]

بہت روشنی پہ انہیں اپنی ناز — [illegible] زباں [illegible]
ثنا ان کی آتش زباں کو پسند — [illegible] گرم [illegible]

اٹھائے ہوئے تھے وہ دستِ دعا — کہ [illegible] اختر
بندھیں ٹٹیاں روشنی کی تمام — چراغ ان میں رنگ [illegible]

برنگِ گلِ سرخ جھلکے چراغ — مگر [illegible] رخ تھے [illegible]
چراغ ان شبکّوں سے یوں ربط یاب — کہ حاتم کے گھر میں ہو جس لعلِ ناب

شہ ٹٹی کہ یک دام تھا دل پسند — ستارے گچھے حلقہ حلقہ میں بند
سمجھ مت چراغوں کو پر تو فشاں — کہ جالی سے جھلکے رخِ [illegible] فشاں

بندھے برج وہ عرش ساں، جا بجا — زمیں نے دیے چرخ کیا کیا دکھا
ہر اک برج پر روشنی کا عروج — زمیں، آسماں وار ذات البروج

فلک پر تھی دودِ چراغاں کو راہ — لگا لینے کاجل سکورے پہ ماہ
فتیلوں میں صرف، ان کے ہوتا مگر — جو بے پنبۂ ماہ، سو کس قدر

گلِ آتشیں کی کھلی وہ بہار — زمیں تا بہ اوجِ ہوا، لالہ زار
انار آتشیں دیکھ حیراں نظر — کہ زریں لگے سرو میں برگ و بر

ترنجوں کے گل، پارۂ زرتاب — غلط بلکہ لختِ دلِ آفتاب
عروسانہ تھی پھلجھڑی، خوشنما — کہ تھا، سر پہ سونے کا سہرا بندھا

ستاروں کے وہ گچھے چھٹنے لگے — گہر ہائے شب تاب لٹنے لگے
چھٹیں چادریں، گل کھلے رنگ رنگ — فزائے ہوا، لوحِ کارِ فرنگ

ہوائی کی تھی آسماں پر نمود — کہ خطِ طلائی بہ لوحِ کبود
بہ دم[1] رقص، طاؤس تھے گل فشاں — مگر زیرِ ہر پر، تھا اک بوستاں

نہ کہہ[2] نیل، آتش کے تھے کوہِ نور — تجلی کے ہنگام، جنبش میں طور
یہ کچھ نیلِ جنگی کا ہنگامہ تھا — کہ جلتا عدوے سیہ نامہ تھا

ہوا آتشیں دیو، کیا شعلہ در — کھلا زورِ لالہ سپر کوہ پر
ہوا دیوِ جنگی سے روشن یہ آج — کہ سچ، دیو سنتے تھے آتش مزاج

کھلا باغ ایک آتشیں تھا، تمام — کہ باغِ جناں، اس کو بھیجے سلام
یہ کچھ روشنی اور وہ دل بندِ شاہ — ستاروں میں جیسے کہ قمر جالے ماہ

وہ شہزادہ بابرِ مہر چہر — سپہرِ شہی کا فروزندہ مہر
جو نوشہ بنا ہو کے آراستہ — لذا جانئے عالم تھی بے خاستہ

وہ تشریف زر تار و پیکر کا نور — کہ نورِ علیٰ نور کا تھا ظہور
وہ دستارِ زر کار و چہرے کی تاب — کہ یک جا نمایاں، مہ و آفتاب

وہ سرپیچ و جیغہ وہ دستارِ زر — گلِ مہر کی برگ نکلی مگر

---

۱۔ ب: یہ مصرعہ نہیں ہے
۲۔ لندن: یہ شعر نہیں ہے

دلآویز طرہ، فروزاں گہر — ہوا قطرہ نعرہ زلالِ سحر
رخجل خوشہ پروین کا اس کے حضور — کہ بالا سے نازل مسلسل تھا نور
خطوطِ شعاعی کے کچھ تار، لا — پرونے تھے، پروین کا سہرا بنا
گلے میں وہ موتی کی لڑیوں کے بل — کہ صبح و ثریا تھی دست و بغل
گریباں میں تھا تکمہ لعل رنگ — کیا عرصہ کیا غنچہ و گل پہ تنگ
وہ گل رنگ سینہ، وہ موتی کے ہار — چمن میں عجب موتیا کی بہار
کمر بند میں تکمہ لعل زیب — اگا سرو میں لالہ دل فریب
تہِ راں عجب توسنِ خوش جزال — کفل خرمنِ گل ہے، سنبل وہ بال
حِنا بند، لے ساق سے تا کفل — مگر کھیت لالہ کا آیا کھدل
کفل سینہ گردن سراسر تھی گل — کہ جیبِ صبا میں بھرا باغِ گل
پری شکل توسن وہ زیور میں غرق — شعاعی جواہر سے گوندی تھی برق
اشارہ پہ نوشہ کے جولاں گری — کہ حکم سلیماں میں بادِ و پری
رواں آگے آگے وہ نوبت نواز — ہوئے چرخ پر گوش، عیسیٰ کے باز
مچا شادیوں کا غل، تا فلک — گئے بھول، تسبیح خوانی ملک
یہ ہر ایک شبنا سے آتی صدا — کہ تجھ کو مبارک یہ شادی شہا
کرے فیض کا تجھ سے، وہ اکتساب — کہ نوشہ ہے، مہ اور تو آفتاب
زہے شاہِ اکبر، شہِ دل فروز — کہ مہر اس کے آگے ہے یک شمعِ روز
نہ پہنچا کسی دل کو اس سے خراش — مگر سینہ معدن کا ہے پاش پاش
حمایت جو اس کی ہو مانوسِ شمع — بنے بادِ صرصر سے فانوسِ شمع
ستم گر، ترے عہد میں ہے خراب — کہ ہے سر کھجانے کی ان کو نہ تاب
اگر ناخنِ شیر ہیں برقرار — تو ہیں کھینچتے، پائے آہو کے خار
جو اس حفظ سے جمعِ اضداد ہو — تو دشمن نہ دشمن سے برباد ہو
برنگِ عرق اور رخِ دلربا — رخِ مہر پر ہوئے شبنم کی جا
جو اس گلشنِ خلق کی ہو صبا — کہیں دامنِ بحر پر، عطر سا
عجب کیا کہ جوں شیشہ ہائے گلاب — کفِ بحر پر ہوں معطر حباب
ترقی دہِ باغ وہ ہو، اگر — صدف میں ہو غنچے کے شبنم گہر
درستی کا اس کی ہے یہ بندوبست — رہے ہے نہ زلفِ بتاں تک شکست
ترے وصف کس طرح لکھے قلم — نہ گز سے ہو پیمودہ دامانِ یم
ثنا تیری ممکن سے کب ہو بیاں — کہ ہے ناطقہ لال و الکن زباں
دعا پر سخن، اب کیا مختصر — دعا تیری واجب ہے، شام و سحر
رہے ساز، تا دستِ ناہید میں — شباہت ہے تا جام و خورشید میں
تری بزم میں عام ہو روز و شب — مے عیش اور نغمہ ہائے طرب

## مثنوی در تہنیت جلوس میمنت مانوس حضرت عرش آرام گاہ مرزا محمد اکبر شاہ

تماشا آج کی تھی صبح پر نور[۱] — جبینِ مہوشاں، یا عارضِ حور
تعالی اللہ عجب صبحِ پر انوار — تجلی، ایک اس کی آئنہ دار

۱۔ لندن۔ نوروز

دل ابراز ... [illegible]
عجب لطف و صباحت ... [illegible]
رواں یک جوئے آبِ زر ... [illegible]
سحر، روشن گرِ افلاک ... [illegible]
سحر، یا چشمۂ فیضِ الٰہی
سحر، یا صاف صاف آبِ بلور
سحر، یا مطلعِ نورِ تجلی
سحر، یا روشنیِ سینۂ حور
سحر، یا یاسمن زارِ فصاحت
سحر، یا انجمن افروزِ بستاں
صدائے وا شدن، گل کی دلآویز ... بہم مرغان ... [illegible]
مسجع گو تدرو نازک انداز[1] ... قوالی ... [illegible]
صدا نورِ بکہ یک سو، نور افشاں — کہیں شکر فشاں طوطی ... [illegible]
طرب سے تھی طبیعت سب کی مانوس — خراماں کبک تھا ... طاؤس
ترانہ سنج تھا ہر طائرِ کاخ — یکایک سم پہ بل ... [illegible]
کھڑکتا، برگِ برگِ ہر شجر تھا — کہ دستک زن دمادم ... چال
طنبورِ بوستاں تھے[3] نغمہ گرِ گل — چنگ، چٹکی بجاتی غنچۂ گل
صدا دلکش رکھے تھی موجۂ باد — رگِ طنبور، جیسے گرمِ فریاد
نئے نرگس میں پھوکے تھی صبا، دم — کہ صرفِ نے نوازی تھی دمادم
تموج سے نسیم کی ہے آواز — مگر تھا کاسۂ گل کاسۂ ساز
قدح میں گل کے لبریز، آبِ شبنم — صبا، کاسہ نوازی میں ہے بہم
لالا لعلِ آگیں دایرہ تھا — کفِ گل میں رنگین دایرہ تھا
کبھی دل ساتھ قمری کے، پرافشاں — کبھی ہمراہِ بلبل گرمِ دستاں
تک، ایک نکلا نہ گلشن سے ہو شاد — ذرا ٹھیرا، بزیرِ پایۂ شمشاد
کمانچہ ساز کا، ہر شاخِ خمدار — ہر اک موجِ صبا، طنبور کا تار
ہوا سے، شاخِ گل کو رقص سازی — ہر اک غنچہ سے کرتی، شیشہ بازی
عجب آبِ رواں کی، نرم آواز — ہوتی چشمِ نرگس، خواب سے باز
وہ شورِ جوئے آب، نغمہ سازی — ظہور بر حباب و شیشہ بازی
چمن میں تھی عجب رنگین مجلس — کہیں مطرب، کہیں ساقیِ مونس
جوانانِ چمن کو بادہ پینا — قدح رکھتا ہر گل، سرو، مینا
کج وا سج چلی تھی موجۂ آب — رہی تھی لڑکھڑا مستِ مے ناب
دکھاتا[4] ساغرِ مے لالہ یک دست — لیے بے خود پڑا، ساغرِ مے مست
نسیمِ عیش تھی، یہ گل کھلے تھے — تجھے بھی اس چمن میں ولولے تھے
کبھی کی، زیرِ گل نغمہ سرائی — کبھی رگردِ صنوبر پر کشائی
سناتا شعر پڑھ، مرغِ[2] چمن کو — کہ جوں صاحبِ سخن، صاحبِ سخن کو
جو، قصہ، بلبل و گل کا سناتا — تو ہر ایک غنچہ، کیا کیا مسکراتا

---

۱۔ ب۔ آواز
۲۔ ل: مرغان، غالباً سہو کاتب
۳۔ لندن۔ بوستاں نغمہ گر ہے
۴۔ لندن۔ وہ تھا مگر یہ ناموزوں ہے

صبا کے ساتھ گہ گہ بہرہ طیر — غرض اس باغ کی کرتا تھا میں سیر
کہ ۔ در سے یک بہار جلوہ ناگاہ — یہ رنگینی سی آنکلی کہ بس واہ
ادا و ناز آگے طرقہ خواں — دل و عاشق جلو میں گرم جولاں
مژہ برچھی نگہ تھی تیغ زر مشت — جو آوے سامنے اس پہ زد و کشت
حیا تھی دور باش و بستم شرم — نزاکت کا تبختر ۔ دیکھ مستِ گرم
ولیکن جان پر میں کھیل آخر — ادھر دیکھا تو دیکھے زور کافر
وہ قد تھا سروِ گلزارِ نزاکت — اٹھا سکتا نہ تھا بارِ نزاکت
ریاضِ جاں سے یک نخلِ رسا تھا — مگر پروردۂ آبِ بقا تھا
قیامت فتنہ گر وہ قدِ بالا — کہ شورِ حشر تھا سانچے میں ڈھالا
قدم تک، سر سے وہ زلفِ رسا تھی — ہوئی بالا سے نازل کیا بلا تھی
جھکی تھی فرق سے تا پشتِ پا، زلف — دخانِ آتشِ رنگِ حنا زلف
عذارِ گرم پر زلفِ معنبر — کہ آتش پر پڑا لوٹے تھا عنبر
تعجب ربطِ زلف و رخ خدایا — ہما خورشید کے پہلو میں سایا
خمِ ہر مو سے چہرے کی عیاں تاب — کہ اس شب میں دو صد مہرِ جہاں تاب
بندھے دل، اس سرِ کاکل میں یک مشت — وہ کافر سوئے قرآں تھی، کیے پشت
ڈھلک کو ملے سے بھی آئی وہ چوٹی — شبِ یلدا کہیں تھی اس سے چھوٹی
صفائی پشت وہ روے سحر ساں — میں اس پر دیکھ چوٹی سخت حیراں
سحر کا خط سدا، شب میں ہو پیدا — سحر میں یاں خطِ شب ہے ہویدا
سیہ چوٹی میں گوندھا سرخ موباف — نہ مشاطہ کہ جادوگر تھی وہ صاف
لگا رکھی تھی اس نے سحر سے سانٹھ — کہ شعلہ میں لگائے بال سے گانٹھ
سیہ چوٹی میں وہ موبافِ گلگوں — نہ بیمِ جاں سے دل، کس رنگ ہو خوں
یہ وہ کالا کہ جس کے منہ سے ہر دم — نکلتا ایک شعلہ سا ہے پیہم
وہ نرم و صاف گردن، جعدِ پر خم — بچھا لوٹے تھا ہندو، فرشِ قاقم
سیہ[1] مستی کا تھا ازبس تلاطم — عجب ہی رابطہ رکھتے تھے باہم
وہ کاکل، گردنِ روشن سے ہمدست — لیے شیشہ بغل میں ہندوے مست
وہ مشکیں بال اور مانگ آشکارا — اندھیری رات میں ٹوٹا تھا تارا
وہ خطِ فرقِ سیمیں جلوہ گر تھا — شبِ تاریک میں خطِ سحر تھا
وہ خطِ فرق مثلِ نقرہ ناب — کہ سنبل زار میں یک جدولِ آب
وہ سیما سیم گوں چوٹی سیہ رنگ — فرنگستاں سے سیدھی راہ تا زنگ
جبیں اور مانگ، رکھتی تیر مہ وش — مزید اس کے مہ وخورشید خط کش
جبیں آئینہ بلکہ اس سے بہتر — نہ چیں اس میں کہ آئینہ کے جوہر
جبیں مثلِ زمینِ شعر دل جو — عجب عالی تھی، اسمیں بیت ابرو
گرہ ابرو کی کیا ہی حسنِ مشحوں — کہ جوں بیتِ معقد میں ہوں مضموں
ہلال ابرو، جبیں یک ماہِ تاباں — ہلال و مہر تھے دست و گریباں
سیہ ابرو اگر ہے کیا عجب تو — سیہ ہو مہر کے آ، پاس مہِ نو
نزاکت کے غرض قرباں ہیں ہم — کماں یہ آتشِ گل پر ہوئے خم
نہ ابرو نظر کر چشمِ بدمست — نشہ حیرت کا یہاں آتاہے یک دست
کہ محرابوں [illegible] میں کعبے کے خدایا — بتانِ میکدہ کس نے ہیں آیا
وہ اسکی [illegible] و روئے عالم افروز — کہ دورِ مہ میں گردا تھے شب و روز

---

[1] ب، یہ شعر نہیں ہے۔ [2] ل۔ سا: ندارد تصحیح قیاسی

نشہ کے چشم [illegible]
[illegible]

غزال اس چشم [illegible]
[illegible]

نہ نیلا چشم شوخ اک خال [illegible]
[illegible]

نہ تھی ہر اک مژہ [illegible]
[illegible]

وہ مژگان تبر اسکی چار صف [illegible]
[illegible]

کرے دل چھوٹ، کیونکر اس سے پرواز
[illegible]

کہیں اس گوش سے کی طرح دعویٰ
[illegible]

وہ سیمیں گوش اور رخسار کا نور
چمکی [illegible] چاندنی [illegible]

گہر اس گوشِ سیمیں میں لٹکتا
ستارا [illegible] کا [illegible]

پروئے پھول تھے بالی میں دوچار
[illegible] ہوئے

رخِ آئینہ، نہ اس پر خال پیدا
[illegible] نظر

رخِ روشن پہ تھا بینے کا کیا اوج
اٹھی تھی [illegible]

سدا بینی سے وہ روئے منور
قلم تھا کھینچا [illegible]

دہن پر پئے بہ پئے موجِ تبسم
عجب بحرِ عدم کو تھا تلاطم

نہ کی کیا خوردہ بینی ہم نے، آیا
نشاں، پر اس دہن کا کچھ بتایا

بہت ڈھونڈا پر اس تک رہ نپائی
جب آیا یاد [illegible]

نمودِ بے وجود است ایں دہاں نیست
کہ چیزے جز تبسم درمیاں [illegible]

نہ دندان و دہن تھا وہ سراسر
نمایاں درجِ لعلیں میں ہے گوہر

وہ دندان سلک در لیکن نسفتہ
کئی نسریں کی کلیاں، ناشگفتہ

زنخداں، رنگ میں خوبی کے، تھی فرد
کہ سیب اس رشک سے ہو سرخ اور زرد

چہ غبغب نہ کہو، تھا چاہِ نخشب
رخ ایسا کا جبہ پہ نکلا ماہِ نخشب

گلوے صاف یا شفاف مینا
نظر آتا تھا اس سے مے کا پینا

جو اس کے تبسم کا رنگ لکھوں
جگر پھر قلقلِ مینا کا ہو خوں

گلی سے شعلہ، آواز دلکش
عیاں فانوسِ بلوریں سے ہے آتش

گلو وہ یک بیاضِ لطف آگیں
رقم کیا کیا، نہ بوسوں کے مضامیں

نمایاں وہ زہِ سرخ گریباں
بیاض و جدولِ شنگرف تھے واں

کہیں جو شیرۂ صبحِ صباحت
کرے تھا صاف، دستِ صنعِ قدرت

بنانے ورد سے خورشید و اختر
رہا جو صاف سو وہ، دوش اور بر

عجب بازو پہ بازو بند لعلیں
کہ لالہ لائے تھے، گلِ شاخِ نسریں

صفا، ساعد کی مثلِ آبِ بلور
ہوئی تھی آستیں فوارۂ نور

کفِ سیمیں پہ دکھلاتی حنا رنگ
شفق کا صبح میں، جلوہ نما رنگ

کفِ دست اور انگشتن تماشا
مرا دل دستمالِ حیرت اس جا

کہ موویں شاخ سے گلبرگ پیدا
یہاں گلبرگ سے شاخِ بن ہویدا

سدا انگشت و فندق سے حیراں
کہ گل لائی عقیق اب شاخِ مرجاں

بہت سرکش وہ دو پستانِ نوخیز
بخود مغرور ہر اک فتنہ انگیز

تن کا نوری و چترِ سیہ تھی
فرنگی زادگاں مشکیں کلہ تھی

وہ پستان یا ترنجِ دست افشار
ولے پرویز دل کا ہاتھ بیکار

سدا آئینۂ دل سے اسے جنگ
ہوئے یہ گوے سیمابی یہاں سنگ

مسک جاتی کہیں اس پر جو محرم
تو قدسی چاک کرتے خرقہ اس دم

شگافِ محرمِ اوپر، کان دھر کر — ذرا یہ بیت سنیو غور کر کر

نکورو تابِ مستوری ندارد — چو در بندی سر از روزن برآرد

نزاکت سے بھرا سینہ وہ دلکش — کیا موتی کے ہاروں نے منقش

وہ سینہ تا بشکم ایک چشمۂ نور — مکدر اس کے آگے آبِ بلور

کمر راہِ عدم ساں بے نشاں تھی — عبث کی ایک تہمت درمیاں تھی

کمر تنگ تھی وہ چوٹی عنبر افشاں — کمر مانندِ مو، چوٹی میں پنہاں

کہیں تجھے دیکھو، اسکی ناف کو سب — کہ نصف روز میں نکلا ہے کوکب

نہ آگے، راہ ڈھونڈ اے جانِ مفتوں — کہ بڑھ چلنے میں ہوتا ہے یہاں خوں

طلسمِ طرفہ تھا کوئی تہِ ناف — مگر تھا ایک قفلِ نقرۂ صاف

کھلے وہ قفل کب، ہے صعب و دشوار — کلیدِ فکر یعنی یہاں ہے بیکار

نہ اس نقرہ پہ ہوتی دسترس ہے — کہ یہاں محرمِ زرکوبِ ہوس ہے

سرینِ صاف تھی سرمایۂ ناز — وہ گنجِ حسن سے سیم پس انداز

عجب آئینۂ زانو تھے جوں مہ — غلط، کرتے یہ زانو مہر و مہ تہ

جو اسکا آئینہ گر نے سنا ذکر — اٹھاتا ہے نہ زانو سے سر فکر

نہ کہہ اس ساق کو شاخِ گل، اے دل — بھلا کیا شاخچہ بندی سے حاصل

لگا یہ ہاتھ، مضمون دست بستہ — وہ ساقِ آئینہ زانو کا دستہ

نہ اسکی ساق کا کچھ ہوسکے ذکر — بزیرِ بار ہے یہاں گردنِ فکر

وہ پشتِ پا کہ تھی، یک لوحِ مینا — حنا آتی نظر، جوں رنگِ صہبا

چمن میں آئی، جب وہ ماہ پیکر — دکھا سر، شاخِ گل نے اس قدم پر

صفا سے رنگ گل کا، پھوٹ نکلا — کفِ پا پر نہ جلوہ تھا حنا کا

غرض وہ دلبرِ زیبا شمائل — کہ دل بے اختیار اس پر ہو مائل

نظر آئی تو بس میں کر گیا غش — زباں پرواہ واہ اور دل میں عش عش

گیا چھا! مجھ پہ، بیہوشی کا ساماں — نگہ حیراں، طپاں دل، مضطرب جاں

زباں بیکار، دل وقفِ طپیدن — شکیب و صبر سرگرمِ رمیدن

تحمل نے ولے کی، بردباری — شکیبائی نے کرکے دل کی یاری

زباں کو قوتِ گفتار بخشی — بیاں کو طاقتِ اظہار بخشی

بصد شوق و بصد ذوق و بصد جوش — کہا میں نے کہ اے غارت گرِ ہوش

سہی سروِ گلستانِ تمنا — بڑھے قمریِ دل و جان تمنا

ترے جلوے سے آنکھیں مستِ دیدار — تجلی سے ترا سینہ، پُر انوار

بتا تو کون ہے! اے جانِ عشاق — کہ ترے نام سننے کا ہوں مشتاق

لبوں کو کر، دمِ عیسیٰ سے دم ساز — جلادے تو ذرا یہ کشتۂ ناز

یہ مجھ سے سن، لبوں پر لا، تبسم — زباں کو پھر دیا اذنِ تکلم

عجب آواز نازک اور پر شرم — صدائے خندۂ گل سے کہیں نرم

کہا مجھ سے کہ سن، اے جانِ معنی — کہ تو ہے بلبلِ بستانِ معنی

لقب میرے بہت رکھتے ہیں شہرت — مجھے کہہ خواہ دولت خواہ عشرت

طرب تو کہہ مجھے یا شادمانی — غرض میں ہی ہوں، لطفِ زندگانی

یہ وقتِ صبح، جو ہے لطف انگیز — کوئی ہے مست کوئی زمزمہ ریز

سبب یہ ہے، بجے ہے یوں منادی — کہ ہر اک سو، نئے ڈھب کی ہو شادی

ہوا شاہ [illegible] زماں [illegible]
وہ یعنی شاہ اکبر [illegible]
مبارک باد کو جاتا ہے اب [illegible]
سو میں بھی اب چلوں ہولوں تہنیت کو
یہ مژدہ جب سنا میں اس کے لب سے
کہ آنے میرے جنبش میں سب اعضا
خداوندا! یہ شہ ہو اور جہاں ہو
غرض، باہم چلے خنداں و شاداں … وہ [illegible]
غرض پہنچے ہم اس کے آستاں پہ … پہنچ [illegible]
ہوئے جب باریاب اس آستاں سے … تو پہنچے [illegible]
عجب تھا صحن میں ساماں مہیا … ہر اک [illegible]
مرصع چتر اور تخت ہوا دار … بہم خورشید و [illegible]
لوا زرتار تھے جوں بیرقِ نور … لگے پرچم میں اسکے [illegible]
زر و گوہر میں یک سو اسپ تھے غرق … برائے دیدہ نظارگی [illegible]
جل زرتار پشتِ فیل پر تھی … بہم پیوستہ کیا قام [illegible]
بنائے پھول تھے خرطوم پر گل … برائے جادہ کہسار تھے گل
بڑھا آگے تو دیکھا طرفہ ایواں … شہنشہ کے وہاں ارکان [illegible] اعیاں
پہ گرد و پیشِ شاہِ ہفت کشور … کہ دورِ ماہ حلقہ زن تھے اختر
وہ خود تختِ شہی پر تھا قدم زن … کہ جیسے آسماں پہ [illegible] روشن
ہوا یہ آفتابِ عالم افروز … حضور اس مہر کے یک مشعلِ روز
زہے تخت و شہی وہ صاحبِ تخت … کھلے اس کے قدم سے تخت کے بخت
نمایاں منہ پہ انوارِ الٰہی … عیاں ہے جبہہ سے فرِ بادشاہی
جبیں اسکی میں ہے اقبال کا نور … کہ ذات اسکی چراغِ چشمِ تیمور
سراپا ہے وہ یک نورِ تجلی … وہ اسکا تخت ہے طورِ تجلی
جو اسکا جلوہ گہہ ہو کوئی گلشن … تو ہر اک نخل ہو جوں نخلِ ایمن
جو اسکے عدل سے اضداد ہوں جمع … ہوا سے تازہ جوں گل ہو گلِ شمع
اگر ہوجائے وہ حامیِ مظلوم … ستمگر کی ہو قوت پھر تو معدوم
عجب کیا، آشیاں اپنا کبوتر … بنانے توڑ کر، پھر باز کے پر
ستم کے ہاتھ کاٹے اس نے باللہ … کتاں یائی کرے عالم شبِ ماہ
کرے سرمہ جو اسکی خاکِ در کو … تو یہ قوت ہو شپّر کی نظر کو
کرے خورشید سے جا کر ملاقات … سن اے نورالبصر! کہہ کر کرے بات
دلِ مجنوں کا گر وہ ہو نگہدار … تو گم ہو غمزۂ لیلیٰ سے آزار
درستی عہد میں اسکے ہے یہاں تک … شکست آنے نہ دے رنگِ عاشقاں تک
کھلے گنجینۂ بخشش کا جب در … دِنے یں، وہ نہ چھوڑے سیم اور زر
زبس خورشید گو ہے صورتِ زر … یہی ہر صبح کہتا ہے، نکل کر
سدا میں، اس لیے نکلوں ہوں لرزاں … مبادا بخشش دے مجھ کو وہ سلطان

---

۱۔ ب: اعیان وارکان — سلسلۂ ل۔ ک۔ ندارد تصحیح قیاسی

رقم کیجے، گر اس ہمت کے جوہر / تو ہو نالِ قلم یک تارِ گوہر
اس ابرِ جود[1] سے برسیں جو گوہر / گدا ہوں، آبِ گوہر میں شناور
جو اس سے کوئی مانگے قطعۂ ذق / وہ ملکِ مصر بخشے اس کو الحق
جو اسکے حکم سے تک تربیت ہو / نہ آتش میں رہے پھر تندئی خو
اگر وہ قہر ہووے بکار فرما / تو ماہی پر ہو آتش، آبِ دریا
وہ لیتا جود و جرأت سے ہے عالم / رکھے تیغ و طبق جوں مہر، باہم
جوانانِ سپاہِ شاہِ جم جاہ / مصور تو نہیں باللہ، واللہ
قلم کی طرح، لیکن لیکے، خنجر / کریں نقاشیاں، اعدا کے تن پر
نہ تنہا عالمِ صورت کا خاقاں / کہ ہے وہ ملکِ معنی کا بھی سلطاں
خدا آگاہ ہے یہ شاہِ عادل / خدا بینی، خدا دانی میں کامل
نگاہِ حق نگر دی، اسکو حق نے / عجب عالی نظر دی اسکو حق نے
ہر اک صورت میں دیکھے، جلوۂ دوست / کھلے ہیں، اس پہ معنیِ ہمہ اوست
ہووے حق بے دل، رو، سوے عالم / کرے دنیا و دیں کے کار، باہم
وہ دل تسبیح خواں، لب ہیں سخن میں / اسے خلوت ہے، عین انجمن میں
کہوں اوصاف میں اس کے کہاں تک / دعا لاتا ہوں ممنوں، اب زباں تک
رہے تا مہر کو، تشبیہِ افسر / کہیں تا تختِ گردوں کو سخنور
وہ سر ہو اور افسر یا الٰہی / قدم ہو زیب بخشِ تختِ شاہی

## در تہنیتِ جشنِ جلوس میمنت مانوس حضرت فردوس منزل شاہِ عالم بادشاہ غازی

ہلتھا میں سحر کو سر فرد تھا / آئینۂ دل ہی روبرو تھا
آئینہ نہ کہہ، کہ مطلعِ نور / جوں روے پری و سینۂ حور
آئینہ، طلسم خانۂ راز / میں چشمِ خیال سے نظر باز
ہو، فرط نشاط سے نوا ساز / بال و پرِ شوق کو کیا باز
ہر اک طرف میں، بال زن تھا / مفتونِ نظارۂ چمن تھا
گل طرفہ وہ پہلوے سمن میں / باہم شفق و سحر چمن میں
غنچہ پہ، سمن کے پرتوِ گل / مینا حلبی و لالہ گوں مل
گل ساغرِ بادہ تھے، دکھاتے / تھے پاؤں، صبا کے لڑکھڑاتے
سبزہ[2] پہ نسیم گر کے، جوں مست / کہتی تھی یہی کہ رفتم از دست
اینڈیں تھے، تمام نخلِ انگور / انگڑائیاں لے رہے تھے مخمور

## غزل[3]

گل جام لیے، گل گلابی / جھومیں تھے نہال، جوں شرابی
کیا کیا گل و غنچہ جھومتے تھے / باہم رخ و لب کو چومتے تھے

---

۱۔ لندن۔ ابر و جود۔ ساقط الوزن غالباً سہو کاتب

۲۔ لندن: "شبنم" مگر "سبزہ" زیادہ مناسب ہے۔

۳ لندن غزل کا عنوان نامناسب ہے، غالباً سہو کاتب

سرمایۂ عمرِ جاودانی — پروردۂ آبِ زندگانی
بالوں کا وہ طول اور قامت — تھا جادۂ عرصۂ قیامت
رکھتی تھی -- بلا ہی مانگ مہوش — خورشید مزید اس کا خط کش
راہِ ظلمات میں تھا آیا — نورِ نفسِ خضر ہویدا
بالوں میں وہ مانگ، کر نظارہ — دل، رشک سے شب کا، تھا دوپارہ
دل نے جو اسے نظر کیا خوب — حیرت کی، وہ موج میں گیا ڈوب
تھی مانگ وہ جعد سے جبیں تک — تھا بند سے ایک کوچہ چیں تک
وہ جعد سیاہ و سرخ ہو باف — کیا مجھ سے بیاں ہو مو بہ صاف
کالا تھا وہاں زبان نکالے — یاں جان کے، آپڑے تھے لالے
زلفیں، رخِ گرم پر نظر کر — انگاروں پہ لوٹتا تھا عنبر
عارض گل و رنگِ آتشِ گل — دود اس کا وہ زلف اور کاکل
ابروئے کج اس پہ کیا عیاں تھی — خم آتشِ گل سے[1] وہ کماں تھی
دونوں ابرو تھے اسکے ہم قدر — تھا حسن میں کوئی بھی، نہ کم قدر
ہوتے ہیں غرض دوچار، باہم — ایک، ایک کے سجدہ کو ہوا خم
ابرو کے تلے وہ چشمِ سرشار — حیرت سے سدا رکھیں، مجھے چار
کعبہ کی یہ طاق میں خدایا — رکھے کس نے ہیں جامِ صہبا
مژگان اس کی کہ چار صف تھیں — یک میل سے دل کریں ہدف تھیں
بینی سے وہ ربطِ چشم کیا تھا — بیمار دو اور[2] ایک، عصا تھا
وہ روح فزا دہان و دنداں — گوہر تھے درونِ آبِ حیواں
وہ موجِ تبسم و دہاں تھا — سچ ہے کہ لفظ سے خط ہویدا
ڈھبے، دلِ عاشقانِ بیتاب — وہ چاہِ ذقن کہ چاہِ سیماب
تھے گوش وہ گوشِ تابِ گوہر — گرد انکے صفا سے، آبِ گوہر
کیا، گوہرِ گوش دیکھ کر یاد — آیا مجھے ایک شعرِ استاد
سرمایۂ صد تجملِ صبح — گوہر، نہ کہ دانۂ گلِ صبح
نورِ سحر و صفائے نسریں — بوئے سمن لطافت آگیں
نقاشِ ازل[3] نے خوب حل کر — اس گل کے بنائے دوش اور بر
سیمیں ساعد تھی شمعِ کافور — فانوس وہ آستینِ پرنور[4]
کم روح سے کچھ صفا میں مت جان — تھی قالبِ آستیں کی وہ جان
پنجہ تھا وہ یا جوابِ مرجاں — نے بلکہ وہ پنجہ تابِ مرجاں
رنگین وہ قندقیں سراسر — غنچوں کو نچائیں انگلیوں پر
ہوں وصفِ گلو میں مستِ تحریر — ہے شوقِ صراحی اب گلوگیر
کیا قہر، صدائے قہقہہ مست — تھی قلقلِ شیشہ سے وہ ہم دست
پستان وہ سرکشِ اسکے نوخیز — مغرور بخود دو فتنہ انگیز

---

۱-لندن= پہ
۲-لندن= دو، ایک اور عصا" غالباً سہو کاتب
۳-لندن= اجل
۴-ب= بلور

دیکھتے تھے ...
تھا صاف شکم ...
انگشت سے سیم رنگ ...
اندام زبس کہ تھا پٹ صاف ...
دخل آگے نہ لکرت رسا کو ...
بنی ایک چمن وہ پا سے تا سر ...
گو فیض بہار تھا نہ کچھ کم شرمندہ ...
وہ برگ گل اور اس پہ پیدا ...
کر زور نہ اور لکر صافی ہوتی ... آگے ...
یک غنچۂ گل پہ ناشگفتہ یک دانہ ...
کیا وا ہو عقدۂ نہانی کیا خوب کسی کی ...
زیں پیش سخن نمیتواں گفت نادیدہ گہر نمیتواں ...
تھی کیا وہ سرین صاف سیمیں خرمن خرمن سمن و نسرین
کیسے جیسے گنج خوبی و ناز تھا اس سے وہ سیم کچھ بس انداز
آئینۂ زانوئے مصفا آئینۂ مہ کو داغ دکھتا
دیکھے جو اسے تلک آئینہ گر زانو سے نہ پھر اٹھا سکے سر
گلچیں نگاہ سر سے پا تک لوٹے تھا عجب بہار بیشک
آئی جو نظر وہ ساق سیمیں بولا ہے عجب یہ شاخ نسرین
اندیشہ ہو مثل غنچۂ دل تنگ بولا کہ یہ گفتگو کے کیا ڈھنگ
نسریں کی ، یہ شاخ میں ہے اسلوب . یہ شاخچہ بند ، یاں نہیں خوب
وہ گلبن باغ ناز و خوبی پامال کن ہزار طوبی
گل ہاتھ میں تھی لیے کہ ناگاہ وہ پشت قدم پہ آرہا ، واہ
سو رنگ ، صفا سے پھوٹ نکلا جلوہ نہ کفک پہ کہہ حنا کا
آئی جو نظر وہ غیرت گل ہوش اڑ گئے مثل نکہت گل
سب سیر چمن میں دل سے بھولا یہ اور ہی ایک پھول پھولا
یوں ، اس سے کہا کہ اے پری وش جی تجھ پہ فدا و جان ہے غش
اے لالہ عذار ، سرو بالا ہے تجھ سے بہار ، یہ دو بالا
تو خوب کن جان صد گلستاں کیا نام تیرا ہے ، تیرے قربان
وہ غنچۂ لب سے گلفشاں ہو افراط طرب سے گلفشاں ہو
بولی کہ سن ، اے جہان معنی دے بلبل بوستان معنی
سب مجھ کو کہیں ہیں ، شادمانی ہوں مایۂ اصل زندگانی
وا ، مجھ پہ کسی کی ہو ، کم آغوش ہوں صاحب تخت سے ، ہم آغوش
ہوں عاشق روئے شاہ عالم ہے جسکی طرف نگاہ عالم
سو اسکا ہے جشن عالم آرا اب تخت پہ ہے جلوس والا

یہ باغ جو دیکھتا ہے ناداں  اقبال کا ، اس کے ہے گلستاں
دخل، اس میں کبھو نہ ہو خزاں کا  جاوید ہے رنگ و بو یہاں کا
وہ روز ہے ، آج روزِ شادی  پُر ، بانگِ طرب سے شہر و وادی
جاتی ہوں میں تہنیت کی خاطر  رکھے اسے نت خدائے قادر
سنتے ہی کھلا بصورتِ گل  یوں میں نے کہا کہ غیرتِ گل
اس ذات کا میں بھی ہوں ثناخواں  میں ذرّہ، وہ آفتاب ذیشاں
القصہ میں اور وہ شتاباں  خنداں خنداں اٹھانے داماں
پہنچے جب اسکے آستاں پر  جو طعنہ زناں تھا آسماں پر
سجدے کو ہوئی مثالِ خورشید  سر تابقدم جبینِ امید
مجرے کی غرض جو بارپائی  دولت و ثروت ہزار پائی
دیکھا تو ہے بزمِ عشرت افروز  لبریزِ نشاط و فرحت اندوز
تھا زور بلند تختِ طاؤس  کرتا تھا سپہر بھی زمیں[1] بوس
تھے ، صحن میں بس ہجوم ایسے  افلاک پہ ہوں نجوم جیسے
وہ چترِ مرصع و دل افروز  تھے طرفہ گل و زمیں زردوز
صناع ، مگر تھے وہ فسوں گر  خورشید بنا لگانے اختر
کیا چترِ بلند لوحش اللہ  سایہ میں ہے اسکے مہر اور ماہ
عہدہ پہ[2] سب اپنے تھے سرا سر  خورشید لیے ہوئے تھا افسر
بہرام کے دوش پر لوا تھے  سو اوجِ فلک پہ فرق سا تھے
جوں مہر تھے شقہ ہائے زر تار  کم تارِ شعاع سے نہ ہر تار
خودنورِ خدا سے وہ فرشتہ  انسان کی شکل میں فرشتہ
دے زور اگر وہ ناتواں کو  تہدید کرے جو سرکشاں کو
عصفور سے آئے کارِ شہباز  نے، بلکہ کرے شکارِ شہباز
کمزور کی گر کرے رعایت  بے تاب و تواں کو وہ حمایت
سکھلائے قوی کشی کے گر، فن  شعلہ کے ہو ، مو ، کمند گردن
ماہی کی ہے ، شکل ، تیرا خنجر  ہے خونِ عدو میں پر شناور
سینہ ہے عدو کا باغ و بستاں  ہے شاخ سناں، و غنچہ پیکاں
جوشش جو اسے ، کرم سے دے تو  شعلہ پہ ہو ، راست قامتِ مو
بخشش پہ جو آئے تیری ہمت  کیا تجھ سے ، سحاب کو ہے نسبت
نقد اپنا تو دے ہے اور خنداں  گریاں ہے وہ دے کے آبِ عماں
افسانۂ جود ہے یہ مشہور  پونہچا بخشش کا کام کیا دور
روزینہ ہے مہر کا معین  لے، زر سے ۰ وہ صبح بھر کے دامن
شب ہوتے ہی بس ہر ایک اختر  پانے ہے ایک اشرفی مقرر
اس عہد میں تو گراں ہنر ہے  ارزاں ہے اگر، تو سیم و زر ہے
اے لجہ جود و بحرِ احساں  اس بحرِ کرم کو ہے نہ پایاں
تیرا وہ جود ، وہ سخا ہے  نامہ حاتم کا، ہوگیا طے
جو کوئی تیرا کہ مدح خواں ہو  انعام اسے تو بحر و کاں ہو

---

۱۔ ب: قدم بوس
۲۔ لندن: عہدہ سب لیکن "پہ" ضروری ہے، غالباً سہو کاتب

ممنوں حمد ہے
تو، اس کو صلہ جو ...
پڑ، چاہیے نہ وہ ...
سر پر ہو تیرے قدم
زر سنگ ہے اور خزف ہے گوہر
اک لطف ہی کی تیرے ہوس ہے
وہ دستِ دعا کو اب اٹھاکر
تا افسر و مہر و تختِ گردوں عالم میں ہے
یہ افسر و تختِ پادشاہی قائم رہنا

## در تعریف تختِ نماز حضرت فردوس منزل کہ بر شکلِ مسجد ساختہ بود

صریرِ خامہ ہے اللہ اکبر — قلم ہے کچھ مؤذن سے ...
خمِ انگشت سے ہنگامِ تحریر — نظر، محراب کی آتی ہے تصویر
مصلّیٰ وار ہے گسترده نامہ — ادائے سجدۂ حق میں ہے خامہ
یہ لوح و نامہ کو کیوں سرفرازی — مگر ہوں واصفِ تختِ نمازی
بنا وہ تخت شکلِ مسجدِ چوب — عجب اس میں ہے محراب خوش اسلوب
نہ کچھ نجار بھی مانی سے کم تھا — الہٰی تیشہ تھا یا مو قلم تھا
غلط! مانی کی کب یہ خوش طرازی! — نہ ہو یوں مو قلم سے نقشہ بازی
وہ محراب اور تحریریں خوش اسلوب — کہ جوں ہر چیں وہ ابروئے محبوب
گلوں میں یہاں تک آثارِ نزاکت — اٹھا سکتے نہیں بلبل نزاکت
گرے ہے نازکی ان سے طراوش — عجب کیا گر صبا دے انکو جنبش
وہ برگِ نازک و طرلہ رگِ گل — سمجھ کر پھول، ہو دلدادہ بلبل
وہ گنبد، جس سے موزونی ہے مانوس — چراغِ نورِ ایماں کا ہے فانوس
کلس کوتاہ و باریک و خوش اسلوب — کرے ہم دستیِ انگشتِ محبوب
اٹھائے ہے مثالِ اہلِ طاعت — کلس، ہر آں انگشتِ شہادت
وہ منبر جس سے ہے رہ، سوے افلاک — کہ وہ ہے نردبانِ عالمِ پاک
وہ اس پر تعبیہ قبلہ نما ہے — کہ قطبِ چرخ کا، حیرت فزا ہے
بہ پیشِ سجدہ گر رکھتا ہے منبر — رکھا قبلہ نما جو نصب اس پر
سو اس میں رمز یہ دیکھے ہے حق بیں — کہ اسکے روبرو ہے قبلۂ دیں
وہ یعنی شاہِ عالم شاہِ اکرم — کہ وہ ہے قبلۂ آمالِ عالم
ہمیشہ روبروے ربِ معبود — رہے سجدے میں: وہ عالم کا مسجود
جبیں میں کی انوارِ الٰہی — عیاں ہے جبہہ سے فرِ پادشاہی
یہاں تک جلوہ گہہ اسکا ہے روشن — تجلی زار ہے جوں دشتِ ایمن
یہ کچھ قصرِ جلال اسکے کی ہے شاں — کہ اس پر نسر طائر مرغِ ایواں
ادا کس سے ہو، ثنا کا، ہو دے مضموں — دعا میں اب یہی کہتا ہے ممنوں
بحق پادشاہِ عرش مسند — شہِ دنیا و دیں یعنی محمد
سریرِ عرش ہے جب تک الٰہی — برپا ہو، اس کے تختِ شاہی

## در تعریفِ باغِ حیات بخش

برنگِ نکہتِ گل ، میں سحر گاہ — نسیم صبح کے پھرتا تھا ہم راہ
لیے پھرتا ، ہر اک سو سیر کا ذوق — عنانِ آرزو ، وقفِ کفِ شوق
ہوا ناگہ ، عیاں ، اک دل کشا باغ — کہ جس سے روضہ فردوس تھا داغ
درِ ہر نیک و بد پر وا ، در اس کا — برنگِ بابِ لطفِ حق تعالیٰ
لبانِ دستِ اربابِ سخا ، باز — ہمیشہ ، جوں کفِ اہلِ دعا باز
کھلا تھا جوں لبِ خندانِ مستاں — کشادہ جوں جبینِ مے پرستاں
نظر آیا کشادہ جب درِ اسکا — برنگِ دیدۂ اہلِ تماشا
پئے نظارہ ، اذنِ شوق نے راہ — درونِ باغ دی ، بس در سے ناگاہ
تعالی اللہ عجب باغِ دلآویز — قدِ شاہد صفت ، ہر نخلِ نوخیز
کہوں ہر نخل کی ، کیا کیا نہ خوبی — کہے طوبیٰ ، لگ اٹھ ، جس کو طوبیٰ
شگفتہ گل ، بیاباں در بیاباں — ریاضِ جنت اس میں یک خیاباں
عیاں ہر گل پہ ، عکسِ بالِ بلبل — کہ جیسے لالہ رخساراں کے کاکل
رخِ نسریں پہ شاخِ کج ، پدیدار — عروسِ باغ کے ابروئے خمدار
فروغِ رنگِ گل ، برگِ سمن پر — حنا بستہ کفِ سیمینِ دلبر
نکالا شاخ سے ہر غنچہ نے سر — برنگ جیبِ سبز و تکمہ زر
برائے طرہ آرائیِ[1] سنبل — کرے شانہ کشی مژگانِ بلبل
فضا اس کی ہے از بس[2] عشوہ انگیز — نیاز و ناز کا ہنگامہ تھا تیز
طلب بوسے کی تھی ، از بس صبا سے — سمیٹے ہونٹ ، غنچوں نے حیا سے
عجب داغِ دلِ لالہ کو تزئیں — بتِ ہندو ، درونِ قصرِ لعلیں
نہ داغ و برگِ لالہ ، کہہ کر پیدا — نقابِ سرخ سے ، رخسارِ لیلیٰ
ہویدا لالہ سے داغِ سیہ فام — شفق میں جابجا تھے لکۂ شام
چمن یک محفلِ عیش و طرب ہے — رکھے ہے ہاتھ میں نرگس دف و نے
کمانچہ ساز کا شاخِ کجِ گل — ترنم ساز ، مطرب وار بلبل
مشعبد جوں رسن پر ہو قدم زن — رواں سنبل پہ ، ہر یک مرغِ گلشن
روش پر عرعر و سرو صنوبر — بہم رقصاں ، اصولِ فاختہ پر
گلِ احمر بزیرِ سرو رعنا — چنے کیا جامِ رنگیں گردِ مینا
گلوں کی شاخِ خم گشتہ کی تزئیں — برنگِ طاقِ سبز و جامِ لعلیں
کرے ہے جامِ گل حیرت فزائی — مئے لعل اور دُردِ کہربائی
لیے ہے نرگسِ سرشار مخمور — مئے اصفر سے بھر کے ، جامِ بلور
ہر اک سو عکسِ گل سے سرو بستاں — بسانِ شمعِ محفل ہے فروزاں
ہوئیں ہیں قمریاں گرد اس کے یوں جمع — کہ پروانہ ہو جوں پیش و پسِ شمع
چمن یا ادرس گاہِ اہلِ عرفاں — درخت اسمیں ، برنگِ سبز بختاں
صبا سے راز ہائے وقف و سیر — گلِ خیری کہے مثل ابوالخیر

---

۱۔ ب : عشق انگیز

۲۔ ب : میں

شفیق آسا گلستاں | [illegible]
کتابِ بوستاں ہیں | [illegible]
بلند و طرلہ و موقدوں سے | [illegible]
گبے نورِ شجر کہ واعظِ عرفاں | [illegible]
کروں گر لذتِ میوہ بیاں اب | [illegible]
رکھے ہے خوشۂ انگور، اس جا | [illegible]
ہوئی تا لذتِ انبہ جہانگیر | [illegible]
برنگِ غبغبِ امرد، ہر امرود | دل اربابِ ذوق، اس [illegible]
ترنجِ، اب گوئے خور پر، طعنہ زن ہے | ترنج رز کا [illegible] صفرا [illegible]
کہیے وا، لب برائے مدح نفزک | کہ پہلودار ہے [illegible]
شجر کو لون کے وہ اطرافِ گلشن | ہر اک دبے ہے جواب [illegible]
تماشا سرخ کوبیِ چشمِ بد دور | گرہ یاں ہو نہاں ہے [illegible]
جھکی شاخیں ہیں، محرابوں کی تمثیل | نہ گولے لٹکے، ہیں لعلیں قنادیل
رکھیں ہیں، دل میں ازبس رشکِ نارنگ | ترنجِ مہر کا زرد، اب ہوا رنگ
شجر ہیں بیر کے، سدرہ سے کیا کم | ظہور اس پہ ملائک سان مکرم
عجب ہی بیرہ رنگین و شاداب | خجالت سے ہے سرخ اب رنگ عناب
بھلا ہم دست ان کا کون ہے یاں | جو ہو تو فندقِ انگشتِ خوباں
یہ خورم باغ اور اسمیں وہ ایواں | کہ جس سے پست تر ہے، بامِ کیواں

## در تعریفِ بارہ دری

عجب بارہ دری، وہ عرش ساں ہے | کہ سر کوب برآوجِ آسماں ہے
بلندی میں وہ ہے گردوں سے برتر | رہا ششدر میں، اس سے ہفت منظر
عجب میں ہندسیِ چرخ پیما | ہوا یہ آسمانِ تازہ پیدا
ملے جا[1] اور پروازِ ملک کو | کہ ہے چرخِ دہم، یہ نُہ فلک کو
پہبر چار میں ہے، اثنہ مسیحا | کرے کسبِ ہوا، اس بام پہ آ
جو صوفی اس کے زینوں پر رکھے پا | کرے طی مدارج کا تماشا
تعالی اللہ زہے رفعت زہے شاں | کہ اس پہ نسرِ طائر مرغِ ایواں
نہ رفعت میں ہے کم عرشِ بریں سے | ہوا بالیدہ یک گردوں، زمیں سے
زحل نے چشم میں باندھی یہ تمثال | کہ ہے اس ابروے محرابی میں خال
وہاں ہر سنگ ہے لبریزِ انوار | بسان سینۂ اربابِ اسرار
کروں کیا وصف اس عالی مکاں کا | کہ سنوں کب، رازداں میں[2] آسماں کا

---

۱۔ ب: منت اپنے

۲۔ لندن: راز آسماں کا۔ غالباً سہو کاتب

## در تعریفِ حوض

قلم فوارہ آبِ گہر سے یہ وصفِ حوض کا شاید اثر ہے
عجب ہی حوض، رشکِ حوضِ کوثر کہ جسمیں مہر، اک مرغابی زر
وہ گرد و پیش صفہانے درختاں کہ جیسے گردِ کوثر سبز بختاں
لبالب اسمیں وہ آبِ دل افروز کہ جس سے آب حیواں ہے سیہ روز
عجب ہی آبِ صاف صاف تنویر زلال اسکا سحر دروے طلباشیر
رکھے مرات و آب زندگانی کہ ہے خضر و سکندر کی نشانی
وہ فوارہ کا چھٹنا چشم بد دور دل عارف سے جیسے جوششِ نور
مگر وہ ہاتھ ہے دریا دلوں کا کہ ہے سلکِ گہر ہر سو، لٹاتا
سمجھتے ہیں اسے فوارہ، ناداں کھڑا ہے آب میں، کوئی دعا خواں
دعا دیتا ہے مژگان کرکے، پر آب کہ یہ گلشن رہے سرسبز و شاداب
زبس تھی آبِ افشاں یہ دمادم ہوا تا سبزہ زار، چرخ بھی نم
رکھے یہ آب جا، افلاک پر گام کہے ماہی کا گوشِ مہ میں پیغام
بیاں اب خوبیِ تالاب کیجیے کہ گلزارِ سخن کو آب دیجیے

## در تعریف تالابِ باغِ حیات بخش

عجب تالاب اور خرم گلستاں کہ جیسے سلسبیل و باغِ رضواں
لبالب اسمیں[1] آبِ زندگانی ہوا تسنیم بھی یہاں پانی پانی
حباب اس کے ہیں عکسِ خود سے پر نور رکھے ہے ہاتھ میں تسبیحِ بلور
مصفا۔ جیسے عارف کی ہو طینت رواں جیسے کہ شاعر کی طبیعت
گر اس تالاب پر پاتا خضر، راہ نہ جاتا چشمۂ حیواں پہ ہرگاہ
کہ وہ صافی خرد کرتا نہ کیونکر عمل، خذ ما صفا دع ما کدر پر
یہ رنگ اس میں دکھانے[2] عکس گلزار کہ آئینہ میں تمثال رخِ یار
وہ آئینہ صفت اور سبزہ[3] اس پر نظر آتا ہے جوں زنگار یک سر
کرے زنگار، کم آئینہ کی آب پہ یہ زنگار تو ہے آئنہ تاب
صفائے تختۂ آب، آئینہ ساں میں اس پر مثل طوطی، شکر افشاں
نہ اس میں سمجھیو شکر فشانی کہ تھا رطب اللسان مدح خوانی
دل۔ مداحِ ذاتِ شاہِ عالم[4] بیاں کب ہوں صفات شاہ عالم[5]
جبیں میں، اس کی ہے اقبالِ تیمور کہ ذات اسکی ہے فخرِ آلِ تیمور
سراپا نورِ عرفاں ہے، سرشتہ بشکلِ آدمی لیکن فرشتہ

---

۱۔ ب: اس کے ہیں
۲۔ لندن۔ "دکھانے۔ نہیں ہے جو تکمیل مفہوم کے لیے لازمی ہے۔
۳۔ لندن۔ سبز، نا لیا سہو کا تب
۴۔ ب: اکبر
۵۔ ب: اکبر

گر ، اسکے [illegible]
یداللہ تا [illegible]
گر اس کا وصف [illegible]
جو لطف اس کا کرے [illegible]
جو ہووے شمع سے حفظ ، اسکا فانوس [illegible]
زمانے میں ہے ، اس کے بے تامل [illegible]
دلِ مجنوں کا ، تر وہ ہو نگہدار [illegible]
زمانِ معدلت میں ، اسکے راحت — [illegible] دلوں
کرے اسبابِ ایذا سے ، طرب گل — ہووے [illegible]
جو ہو دریا پہ قاہر ، بے محابا — پڑھے [illegible]
رکھے ہے خاکِ وہ اسکی مجبور — ہمیشہ [illegible] بوسہ [illegible]
مناہی کی ہے ، اس نے یاں تلک محو — نہاں ہے میں [illegible]
نہ خوار اس عہد میں کوئی مگر زر — نہیں کوئی ذلیل الا [illegible]
درستی عہد میں ہے ، اس کے یہاں تک — شکست آوے نہ رنگ عاشقاں [illegible]
شکست اتنی ہے ناپیدا ، جہاں سے — نہ [illegible] حرف الکن کی زباں [illegible]
جو وہ درماندگاں کا ہو ، مددگار — تو دیکھے آبلے سے ، [illegible]
دعا پر بس یہاں ختم بیاں ہے — کہ تاب مدح خوانی ، اب کہاں ہے
الٰہی گل ہو جب تک زیبِ دستار — رہے پامال ہر یک جب تلک خار
ترا ، احباب کا ہو رتبہ عالی — نصیبِ دشمناں ہو پائمالی

## مراثی

### ترکیب بند در مرثیہ ملک الشعرا میر قمرالدین منت علیہ الرحمتہ والدِ ماجدِ مصنف

اس باغ میں کہ سینہ ہر گل فگار ہے — ہر برگِ سبز خنجرِ زہر آب دار ہے
کیا رنگِ عیش یاں کہ ، برنگِ دو رویہ گل — ہم کاسہ اس چمن میں خزاں و بہار ہے
توام شگفتِ گل سے ہے ، آشفتگیِ گل — خنداں نہو کہ برہمی ، انجامِ کار ہے
یاں ایک نخل میں ثمرِ مدعا نہیں — حرمان و بے کسی ہی گل و برگ و بار ہے
نالاں ہے بے ثباتیِ باغِ زمانہ پر — ہر صبح صوتِ غنچہ سے یاں آشکار ہے
انگشت منع کی ہے ہر اک شاخِ گل ، کہ یاں — دل مت لگا کہ یہ چمن بے مدار ہے
برگِ خزاں رسیدہ کہ ہے دور نخل سے — لوحِ کتابِ تفرقۂ روزگار ہے
اس انجمن میں چشمِ تماشا نہ کھولیو — کب اسکو ایک ڈھب پہ ثبات و قرار ہے
یہاں بزم مثلِ مجلسِ پروین ہے[2] شب کے شب — تا صبح تنے تو بزم ہے نہ کوئی یار ہے

اس انجمن کو دیدۂ عبرت سے دیکھنا
لگ جائے جی نہ نقشۂ صحبت سے دیکھنا

---

۱۔ ب۔ فیض

۲۔ لندن۔ "ہیں"۔ مگر "ہے"۔ درست ہے۔

یاں ایک زیب و زینتِ بزمِ زمانہ تھا ۔ تزئینِ مجلسِ دوجہاں میں یگانہ تھا
تھا نور بخشِ انجمنِ شعر و شاعری ۔ وہ شمعِ بزمِ اہلِ زباں کا زبانہ تھا
وہ شمعِ بزم قدسی ہوا ، اپنے واسطے ۔ یہ کلبۂ سیاہ یہ تاریک خانہ[1] تھا
اس انجمن کو چھوڑ گیا تیرہ ہائے ہائے ۔ جاتے ہی اس کے بزم میں نامِ ضیاء نہ تھا
دردِ شکیب گلہ ، دیا کیوں فلک کہ یاں ۔ لافِ شکیب و دعویٔ طاقت کیا نہ تھا
تھا وہ ہمائے اوجِ سعادت ، ہر ایک آن ۔ سر پر ہمارے سایہ فگن کیا زمانہ تھا
اس دامِ کہنہ سے پرِ پرواز وا کیے ۔ قدسی نشیمن اور فلک آشیانہ تھا
اپنا گہر یتیم ہوا ، ہم سے اس طرح ۔ اس بحرِ مکرمت کو نہ کرنا ، کرانا تھا
اٹھی نہ اپنی گردِ گراں خیز یوں شتاب ۔ درکار رخشِ عزم کو کیا ، تازیانہ تھا

اس گرم رونے وادیٔ ہستی کو طے کیا
ہم والیوں نے ، ناقۂ ہمت کو طے[2] کیا

کیوں اے صبا! وہ زینت و زیبِ چمن کہاں ۔ ویرانہ ہے چمن کہ گل و یاسمن کہاں
موجِ تبسم آج[3] لبِ غنچہ پر نہیں ۔ وہ خندہ تھا کہ وقف لبِ نسترن کہاں
رکھتی نہیں ہے عارضِ نسریں شگفتگی ۔ شادابی و طراوتِ روئے سمن کہاں
گم ہوگیا ہے قامتِ شمشاد سے خرام ۔ وہ رقصِ دلکش قدِ ہر ناروَن کہاں
کھولے[4] حلۂ و حلۂ عروسانِ باغ نے ۔ غنچوں کے تکمہ ، گل کے ، وہ اب پیرہن کہاں
رنگین قمیصِ غنچہ و اطلسِ قبائے گل ۔ رہتے تھے تنگ و چست جو ، بالائے تن کہاں
پیراہن و قبائے جوانانِ بوستاں ۔ جز جامۂ دریدہ و خونیں کفن کہاں
مرغِ چمن کے لب پہ ، غزل نوحہ ہوگئی ۔ ہے نکتہ سنج شاعرِ رنگیں سخن کہاں
ماتم سرائے مسکن و موطن ہوا ہے آج ۔ وہ نو سفر کہاں وہ عزیزِ وطن کہاں

بادِ صبا کو رحم نہیں ، اپنی جان پر
لاتی نہیں وہ نکہتِ پیراہن اب ادھر

ہر دم ہے دل پہ زخمِ نو و جاں پہ یک گزند ۔ کیجیے نہ شکوۂ ستمِ چرخ تا بہ چند
تک دیکھیے کہ وضعِ جہاں میں خلل ہے کچھ ۔ کیجیے ذرا نہ دیدۂ انصاف بیں کو بند
افسردہ نے تو ، مجمرۂ آفتاب ہے ۔ نہ آتشِ فنا کے ، کواکب ہوئے سپند
نے ، وا ، ہوئے ہیں پائے ثوابت برائے گشت ۔ سیارگاں پہ ہے نہ سرِ راہ سیر بند
نے فرشِ خاک ، بادِ فنا نے لیا لپیٹ ۔ نے ہے ، فتادہ خاک پہ ، یہ خرگہِ بلند
نے کنگرِ سپہر بریں پر ہے زلزلہ ۔ نے کچھ گسستہ ، کاہکشاں کی ، ہوئی کمند
آیا نہیں ہے طبعِ عناصر میں اختلاف ۔ نے کچھ موافقت ہے ، انہوں کی خلل پسند
نے طبعِ زہر لی ہے ، شکر نے قبول اب ۔ کام و زباں کو دی ہے نہ سمِ التذاذ و قند

---

۱۔ ب= چھا
۲۔ ب= بے
۳۔ لندن۔ آپ۔ لیکن آج زیادہ مناسب ہے۔ ب = آج غالبا سہو کاتب
۴۔ ب= کھولا

ہم پہ بھی زندگی کی [illegible]
کس [illegible]
ہم کو تو جان [illegible]

کیا حال ہے کہ دل کو نہ ہے صبر نہ قرار — دل [illegible]
سینہ میں آج تعبیۂ صد جحیم ہے — [illegible] نکلے ہے شرار [illegible]
بھڑکی ہے آگ سینہ میں، کیسی کہ یا خدا — نکلے [illegible] شعلہ [illegible]
ہے مشہدِ ہزار فغاں، گوشہ گوشہ — کنجِ دہن سے نالۂ خونیں [illegible]
ہر زخم سینہ، یاں ہے ہم آغوش تیغ ہے — ہر داغِ دل [illegible] ہے رشکِ دل [illegible]
نہفتہ زیرِ ہر بنِ مو ہیں ہزار زخم — ہر زخم میں [illegible]
رکھ زخمِ دل پہ تیغ رگِ جاں میں سناں — چرخِ جفا پسند نے [illegible]
اے رہبرِ فنا! قمر الدیں کے پاس جا — میری زباں سے عرض بھی [illegible]
کہتے تھے جسکو لختِ دل و پارۂ جگر — اے قبلہ ہے ہزار جراحت سے [illegible]

وہ زخم اس کے سینہ پہ اب جانے گیر ہے
نہ قابلِ رفو ہے، نہ مرہم پذیر ہے

اے دوستو کہو کہ مری داستاں سنے — آکر حدیثِ دردِ جدائی بیاں سنے
میری حدیثِ درد کو اغیار و یار سے — آکر باتفاق سنے، یک زباں سنے
تھا چارہ سازِ درد و طبیبِ مرضِ مرا — بیماریِ دل اور مرا دردِ جاں سنے
کہتا ہوں کب کہ آکے، سنے آشکارۂ دل — پوشیدہ سب سے وہ مرے رازِ نہاں سنے
کہتا تھا مجھ کو بندِ دل و گوشۂ جگر — اب تیغِ ہجر کیا ہے، جراحت نشاں سنے
کہتا تھا مجھ کو قرۂ عینیں و نورِ چشم — اب ماجرائے دیدہ و اشکِ رواں سنے
کہتا تھا آفریں، مرے اشعارِ گرم پر — اب آہ کا وہ مصرعۂ آتش نشاں سنے
اصلاح دے کہیں، کہیں تحسیں کیے مجھے — وہ نکتہ سنج سب مری نظم و بیاں سنے
رنگینیِ کلام مری تھی پسندِ طبع — پُر خون نوحہ اور غزلِ خونچکاں سنے

موزون کرکے ہجر کی سب داستاں پڑھوں
رنگین ترانہ و غزلِ خونچکاں پڑھوں

امید تھی کہ آئے گا وہ نوسفر یہاں — پہنچے گا، تن کو مژدۂ جانِ دگر یہاں
امید تھی کہ عہدِ خزاں کا گزر چکا — پھر گل کرے گا بالبِ خنداں گزر یہاں
امید تھی کہ سعی ہے، اس ابرِ لطف کی — نخلِ مراد لائے گا برگ و ثمر یہاں
امید تھی کہ نخلِ ستم دیدۂ خزاں — آئے بہار ہوئے گا، پھر باروَر یہاں
اپنی شبِ سیاہ کو، امیدِ نور تھی — امید تھی کہ ہوگا، طلوعِ قمر یہاں
خوش تھے کہ وہ ہما، زپئے سایہ گستری — سر پر کرے گا، بازِ مرے بال و پر یہاں

---

۱- ب: حال

امید[1] تھی کہ نور فشاں ہوگا آفتاب  کچھ تو اثر کرے گی دعائے سحر یہاں
خوش تھے بہت کہ وصل کی اب آئے گی خبر  وا حسرتا، وصال کی پہنچی خبر یہاں
امید تھی کہ در سے، وہ خنداں پھر آئے گا  تا صبحِ حشر، چشم رہی سوئے در یہاں

تا صبحِ حشر، چشمِ تمنا براہ ہے
آواز پابہ گوش ہے، در پہ نگہ ہے

کیا حال ہے کہ آج شرارہ فشاں ہے آہ  دودِ فغاں ہوا ہے کلف بہرِ روئے ماہ
چہرہ ہوا ہے سیلیِ حرماں سے سب کبود  سینہ ہوا طپانچۂ حسرت سے سب سیاہ
نوکِ مژہ ہے چشم میں مثلِ سرِ سناں  کچھ کم نہیں خدنگ سے، آنکھوں میں ہر نگاہ
دیکھیں کہ کب عناں کو، ادھر پھیرتا ہے وہ  تا صبح گاہِ حشر رہی چشم یاں[2] براہ
اے رہ روانِ ملکِ عدم، اس طرف کو تم  جاؤ کہ ہے جدھر قمرالدیں کی بارگاہ
اول رخِ نیاز کو، اس آستاں پہ رکھ  کیجو یہ عرض، عرض ہے ممنوں کی قبلہ گاہ
واماندگاں کے حال سے، غفلت اب اس قدر  سالارِ کارواں کی، کہیں بھی ہے رسم و راہ
جنگلہ میں ہے آگ پڑی، لو خبر شتاب  اتنی کہیں ہے گرم روی رسمِ بادشاہ
آپ ہی کی ذات سے ہے امیدِ مدد مجھے  کرتی ہے ملکِ جاں پہ یورشِ ہجر کی سپاہ

پھیرو ادھر عنان تو مل آنکھیں رکاب سے
رؤوں یہ میں کہ دامنِ زیں تر ہو آب سے

## ترکیب بند سید حیدر، فرزند دل بند مصنف

اے برقِ نالہ! قصدِ سپہرِ سیاہ کر  دے سیلِ اشک، خانۂ ہستی تباہ کر
گردوں نے میرا سینہ کیا، وہ گزارِ تیر  تو ناوکِ فغانِ دل، گردوں میں راہ کر
بر میں لگیں ہیں کاوشِ پنہاں سے برچھیاں  اے دل! نہ ضبط بس، نفسِ سینہ کاہ کر
فریادِ خونچکاں سے مجھے روکتا ہے، کیوں  اے ہم نفس ذرا! مری محنت نگاہ کر
دل ریزہ ریزہ کرتے ہوں، جسکا خدا سے ڈر  ہے منصفی کہ اس سے کہے تو: نہ آہ کر
پیوند کو جگر کے جگر سے جدا کیا  سیرِ مروت، فلک کینہ خواہ کر
گم وہ عزیزِ جاں ہے کہ یعقوبِ آرزو  یوسف کو چاہتا نہ کبھو، جس کو چاہ کر
جو نورِ چشم تھا نہ رہا مردمانِ چشم  بیٹھیں نہ کیونکہ جامۂ ماتم سیاہ کر
مکھڑا وہ یاد آنے ہے دن رات یا خدا  رؤوں نہ کیوں، نگہ سوئے مہر و ماہ کر
خورشید رو نہاں ہے مرا، مجھ سے دور چرخ  طالع کر اس کو رات مری صبح گاہ کر

ہوجائے ایسی صبح تو دل میں سرور آئے
چمکے وہ آفتاب تو آنکھوں میں نور آئے

---

۱۔ ب۔ یہ شعر بعد میں ہے۔
۲۔ ب۔ گا

نادان دل! [illegible]
یہ ہے خیال میں کہ نظر [illegible]
آغوش سے مری وہ نکل جائے [illegible]
جو میری جان تھا سو گیا میرے پاس سے [illegible]
روحِ شریف حیدرِ صفدر کی ہے [illegible]
غم خوار، کر نہ میری تسلی کی گفتگو [illegible]
ہوں خاک پر پڑا تو اٹھاؤ نہ دوستاں [illegible]
میں ناتوان و ہجر سرِ مو سے مرے بندھا [illegible]
اے میری جاناں! حال تک اپنا بیان کر [illegible]
رہتا، ترے مرض کا تصور ہے روز و شب [illegible]

تپ تیری یاد کرکے، مری جاں نکل گئی
اس دل کو، آگ اس ہی حرارت سے لگ گئی

بیٹھے بسر عزائے پدر میں ہے، ہر کہیں
آفت ہے یہ پدر ہو، پسر [illegible]

یعقوب سے الم میں نہ تشبیہ دو مجھے
آخر ہوا وہ شاد، ابد تک ہوں میں حزیں

لائی صبا نہ بو مرے یوسف کی، گرچہ ہوں
بیت الحزن میں، صورتِ یعقوب جاگزیں

اے گم شدہ، کہاں ہے تیرا منزل ومقام
مدت سے میری چشم تمنا کو ہے کہیں

طے کسطرح سے تو نے یہ راہِ دراز کی
سوجی ہوئی تھی ہائے تیری پائے نازنیں

کہتے ہیں ہونگے صحنِ قیامت میں ایک جا
یہ بھی ہے تو محال، ملاقات کچھ نہیں

آ، دیکھ شورِ نوحہ و فریاد و آہ سے
گھر کی مرے ہے صحنِ قیامت بنی زمیں

تیرے فراق نے یہ لگائی ہے آگ کیا
فریاد شعلہ دم ہے، شرارِ آہ آتشیں

دیتا ہوں بوسہ یوں تیرے سنگِ مزار کو
جس شوق سے کہ گلہ، تیری چومتا جبیں

دیدار خواہ ہوں، مرے رکتے نہیں سرشک
لیتا اٹھا ہوں دیدۂ گریاں سے آستیں

گریم چو ابر برسرِ خاک مزار تو
تا بروید زخاک رخِ چوں بہار تو

اے رشکِ ماہ چار دہم، چار سالہ ماہ
بن تیرے، دود مانِ پدر سب ہوا سیاہ

تھا تو چراغ و چشم مرا آہ بن ترے
ہم خانہ بے چراغ ہے، ہم چشم بے نگاہ

دستِ تہی ہوں، دیکھ کے، اپنے سرشک ریز
کس گوہرِ مراد کو کھویا ہے، میں نے آہ

ڈھونڈوں کہاں! گرا ہے عجب درِ بے بہا
بے نورِ چشم راہ ہے تاریک، شب سیاہ

کینہ کسی کا تھا، نہ مجھے (۱) جفا پسند
چرخِ جفا پسند ہوا مفت کینہ خواہ

آرام تھا جسے مری آغوش میں سدا
اسکی بنائی خاک تلے آہ خواب گاہ

توڑا ہے کیا شگفتہ گلِ شاخِ آرزو
گل چیں نے میرا باغِ تمنا کیا تباہ

اپنے چمن کو کیا ہے توقع بہار کی
دل بندِ خاک سے نہ اُگے، جوں گل وگیاہ

---

۱۔ ب: غلط

جس اختر سپہر تمنا سے رات دن کرتی تھی کسب نور مری چشم یاالٰہ
اختر فشاں ہے صبح سے تاشام وہ ہی چشم اختر شمار شام سے ہے وہ ہی تا پگاہ

کیا ہو فروغ ریز اگر وہ ستارہ ہو
اس چشم کو نصیب نگہ دوبارہ ہو

اے طوطیِ ریاضِ تمنا و آرزو کیوں ہے خموش، ہو، شکر افشاں گفتگو
ہے کس سے ہم صفیر، ترا ہم نوا ہے کون یاں تو ہے مرغِ جاں کی نوا، تیری گو
اے عندلیب قدس، وہ رنگیں نوا تری کر یاد زمزمے، مرے لب پر ہوئے لہو
آموختہ تھا، دستِ محبت کا تو مری اے طائرِ مرادا کہاں پر فشاں ہے تو
ایک ایک شاخِ برگ و ثمر دوحہ و شجر میں ڈھونڈتا ہوں اس چمنستان کے سو بسو
گہ دل میں ڈھونڈتا ہوں، تجھے گہ چشم میں کہ تجھ کو گشتِ باغ ہے یا سیرِ آبِ جو
گھر میں مرے ہے خونِ جگر، یا فغاں کا دور تو کس چمن کی سیر میں ہے، محوِ رنگ و بو
تو ہے فضائے قدس میں، میں اس قفس میں ہوں پہنچوں ہوں کب اگرچہ کھلیں بالِ جستجو
اس باغ سے اڑا ہے، عجب طیرِ خوش نوا آواز اب خوشی کا سنوں گا نہ میں کبھو
ماتم کدہ بنا گلستانِ دہر، سب مرغانِ نغمہ سنج کے لب پر ہے ہائے ہو

ہیں داغِ دل اوگے، نہ چمن لالہ خیز ہے
نغمہ کہاں کہ باغ یہ سب نالہ خیز ہے

## ترکیب بند مرثیہ سید الحکماء میر محمد حسین علیہ الرحمتہ

یہ گلستاں کہ نہیں کچھ بجز آزار یہاں کاوشِ خار سے ہر گل ہے، دل افگار یہاں
فرصتِ عیش ہے، یک نیم تبسم سے کم ہر ہی گل کو، بس خندہ ہے، ناچار یہاں
تک ہنسے صبح تو پھر چاک گریباں کیا غم، ہر اک عیش کو ہے عاقبتِ کار یہاں
زہرِ حرماں ہے بس آخر دہن و کام ہو تلخ شہدِ مقصد سے حلاوت جو ہو یک بار یہاں
سو فلاطوں کی، کفِ خاک کرے ہے لیکر ایک خشت سرِ خم، چرخِ ستم گر یہاں
ہووے آرام بھلا کیونکہ کسی کو، کہ نہیں ایک ڈھب پر روشِ گنبدِ دوّار یہاں
ہم گرفتارِ فلک اور فلک گوئے صفت خم چوگان قضا میں ہے، گرفتار یہاں
بستہ خاطر کو، علایق سے نہ کیجو ہر گز چھوٹنا دل کا، مبادا ہو کہ دشوار یہاں

دل کو وابستہ نہ کر یاں طرب و عشرت سے
دیکھ یہ گلشن گیتی، نگہِ عبرت سے

باغِ حکمت میں یہاں اک گلِ رعنا تھا لطف و خوبی سے جہاں کا وہ چمن پیرا تھا
صرصرِ مرگ سے افسوس، خزاں دیدہ ہوا زینت و زیب جو، اس سات گلستاں کا تھا
کون یعنی وہ فلاطونِ زماں، میر حسین دردِ عالم کی دوا، لطف و کرم جسکا تھا
کیا ہوا اب کہ مرے درد سے بے پرواہ ہے اس سے آگے نہ مرے حال سے بے پرواہ تھا

تھی یہ امید کہ اس چارہ گرِ غم کو دیکھ　　دل سے پھر شکوہء غم تا بدہن آوے گا
تھی یہ امید کہ بھرلیو نسیمِ سحری　　تحفہء نکہتِ پیراہنِ تن آوے گا
مرگِ یوسف کا نہ معلوم تھا، ہے بخت قسمت　　لے کے پیغام کوئی، سوے وطن آوے گا

تادمِ صبحِ قیامت ہے یہاں چشم براہ
کب عناں پھیرے ہے ادھر وہ شہ عالی جاہ

ہائے محرومی و ناکامی و دردِ ہجراں　　حسرت اے حسرتِ دل، حیف ہے نو میدیِ جاں
ہائے! وہ ماہ یہاں انجمن آرا نہ ہوا　　ہائے تنہائی وہی روزِ سیاہِ ہجراں
چہرہ و سینہ ہوا اپنا طمانچوں سے سیاہ　　کچھ عجب شکل سے یاں، رنگ ہے ماتم کا عیاں
لب سے لے تابہ جگر آگ سی بھڑکے ہے پڑی　　تجھ سے فریاد ہے اے نالہء آتش افشاں
کس لیے نکلے ہے ہر دم نفسِ آتش بار　　ایک آتش کدہ سینہ میں نہیں، گر پنہاں
ہائے! کسطرح سے جاویں، طرفِ میر حسین　　نہ تو رہبر ہے، نہ اس راہ میں پاؤں کے نشاں
کسطرح کیجیے اب رختِ سفر اس کی طرف　　اپنے گریہ سے ہوا، راہ میں حائل طوفاں
ظلم و بیداد کا طوفان ہے، کیا دل پر آہا　　ہائے کیا جان پہ ہے ظلم و ستم کا طغیاں

ہائے کیا واقعہ ہے کچھ نہیں ممکن معلوم
ایک دل، تس پہ ہے صد حسرت و حرماں کا ہجوم

۱

جھمکڑا برق کا سا اس جمال میں دیکھا

دلِ گدا خستہ میں ہے فروغِ جلوۂ یار

تجلی عام ہے اس کی کہ یک مہر کا نور — کہ [illegible] جمال میں [illegible]

خمیر مایہ مرأت و تیغ ، یک آہن — کہ ایک رنگ سویدا و خال [illegible]

سمجھتے ربطِ ظہور و خفا ہیں اہلِ شہود — چمن چمن گل [illegible] زندان [illegible] سفال [illegible]

عجب بہار کا عالم ہے جسمِ خاکی میں — سو وہ بھی کاکل [illegible] کے [illegible]

فزوں تھی تیز پری ، دل کی گو فرشتوں سے — بہوش کوئی نہ [illegible]

اگرچہ قرب ہی ہو پر نظر کی تاب کہاں — [illegible]

کبھی نہ جمع ہوں خودبینی و خدابینی — بڑا یہ نقص ہے [illegible] کمال

۲

تجلی اس حسن مطلق سے ہے کب آئینہ اعیاں کا — دلِ ہر ذرہ ہے خلوت کدہ خورشیدِ تاباں کا

شکوہِ جلوہ ہے جس کے دو عالم تنگ ہے ، وہی — یہاں پیدا ہے دیکھو! ظرف اس آئینۂ جاں کا

بہارستانِ معنی دیکھ ، وا کر تک گرہ دل کی — کہ اس غنچہ کے کھلنے میں ہے ، ساماں سو گلستاں کا

جلایا طور جس نے ایک ہی جھمکے سے ، آیا ہے — ہماری طاقتِ موسیٰ کو دھیان اس برقِ سوزاں کا

تماشائی ہو اپنا ، کرکے آنکھیں بند ہر سو سے — کہ تو کیا ہے! نگارستاں ہے ، کلکِ صنعِ یزداں کا

چراغِ دیر و شمعِ کعبہ ، ایک آتش سے روشن ہے — نہیں ، پر دیدۂ تحقیق وا ، گبرو مسلماں کا

ٹھہر سکتی ہے اس آئینۂ دل پر نظر کس کی — کہ یاں ہے جلوہ گر خورشید ، اس کے روئے رخشاں کا

نخستیں گام پر اسبابِ ہستی سب لٹا بیٹھے — رہِ الفت ہے یہ ، یاں سر کا سودا ہے نہ ساماں کا

ادھر آ ، گر کلیسا و صنم خانہ نہ دیکھے ہوں — دلِ مسجد نشیناں ہے نمونہ کافرستاں کا

سمجھ کر عشق کی وادی میں کر و فر سے تو آتا — کہ چشمِ مور میں یاں ہیچ ہے یہ کشورِ سلیماں کا

الہٰی! کس قدر وسعت تھی میدانِ محشر نے — کہاں پھیلانے کا جا کے یہ (سب) طومار عصیاں کا

عجب آداب سے تمنوں کو دیکھا سجدۂ بت میں — کہ سخت افسوس آیا ہم کو اپنے دین و ایماں کا

۳

بندہ ہوں حسنِ صورت و عشقِ مجاز کا — ہر آئنہ میں جلوہ ہے اوس جلوہ ساز کا

---

۱۔ لندن ہو زائد غزل

۲۔ ل: جاناں

۳۔ آ: یہ شعر نہیں ہے۔

۴۔ سب کسی نسخہ میں نہیں۔

اے تو بے ادب نہ اسے آگ دے، کہ ہے
دل جلوہ گاہ، پردہ نشینانِ راز کا

ہے آستانِ دیر تپ، اپنی نشست و خاست
کب ہے حرم میں، ہم کو ارادہ نماز کا

از خویش رفتگی ہی تپ ہم عشق ہیں یاں نہیں
عزم کلیسا اور ارادہ حجاز کا

یاں جان تک بھی دے چکے، پروا ہی واں نہیں
جھگڑا کہاں سے چکائیے ناز و نیاز کا

مدِ نگہ غزال کی خامہ ہو جب لکھوں
افسانہ اوسکی نرگسِ افسوں طراز کا

ممنوں دل ستم زدہ ہے، عشق کا حریف
یاں ہے دوچار صعوہ پیے بالِ باز کا

۴

اے ساقی وہ کہ آئینہ ہے تو حسن قدیم کا
دولت تیری مشاہدہ ربِ عظیم کا

تیرے گدائے در سے جو رازِ فلک سنے
پردہ سا اٹھ گیا ہے کلامِ حکیم کا

دیکھیں گے اسکو لائے نہ عاشق پہ جس کی تاب
میں غش ہوں لن ترانی و لافِ کلیم کا

تو پرکشا جہاں ہے وہاں سے ہے دشتِ دست
پرواز دور طائرِ عرشِ عظیم کا

منسوخ کی ہر ایک اولی العزم کی کتاب
رتبہ تو دیکھو امی و طفلِ یتیم کا

تیری ہوائے کوچہ سے آتا ہے جس کو چین
سمجھے نسیمِ خلد کو شعلہ جحیم کا

نعتِ صحیح و مدحِ درست اوسکی ہوسکے
کیا حوصلہ ہے معنی و لفظِ سقیم کا

ممنوں کو یا رسول نہ ناکام چھوڑیو
ہووے گا جب کہ معرکہ امید و بیم کا

۵

لبالب نورِ عشقِ مرتضیٰ سے سینہ ہے اپنا
مقابل مہرِ عالمتاب کے آئینہ ہے اپنا

زہے رتبت کہ وہ پاؤ وقتِ معراجِ یقین بولے
کہ دوشِ پاکِ خیرالمرسلین سازینہ ہے اپنا

نہ اس مشرب سے لذت بد مذاقانِ تعصب لیں
کہ صفرائی کے آگے تلخ، یہ لوزینہ ہے اپنا

نہیں سرمایہ دل داغِ عشقِ آلِ احمد بن
سدا لبریزِ نقدِ جعفری گنجینہ ہے اپنا

---

۱۔ آ: "ہے یہ عشق میں یہاں نہیں"
۲۔ آ: "پرواہاں نہیں"۔
۳۔ آ: شوخ
۴۔ آ: شکستہ ہوا
۵۔ آ: ہے
۶۔ ب: یہ غزل بعد میں ہے
۷۔ ب: آئے
۸۔ آ: صفرائی
۹۔ آ: پوزینہ

# مطلع ثانی

۸

سیاہی[1] کب یہ پونچھے ہے، رگڑ کر، گوشہ داماں کا
کچھ کاجل نہ پھیلا، سایہ ہے تیرے ہی مژگاں کا

کرامت عشق نے دل کو کیا وہ داغ حرماں کا
کہ رہتا ہے سدا جو تشنہ لب خون نمکداں کا

لڑے سو شورِ محشر، گرد ہو یاں ایک جنبش میں
کیا تو نے غبار اے چرخ ہم کو کس کے داماں کا

ہوا بے پردہ و رسوا حریفوں رازِ دلِ مکنوں
اوٹھا کر پردۂ محمل یہ کس نے ناز سے جھانکا

خراشِ تازہ کی پھر آج کچھ لذت سی آتی ہے
قلق میں کھل گیا شاید دلِ مجروح کا ٹانکا

بھلا کیا فایدہ اوس دشمنِ جاں سے جو ملتا ہے
تجھے کیا شوق ہے ناحق ہی اے دل! جی کے نقصاں کا

ستارہ صبح کا یا عقدۂ آبِ لطافت ہے
ہوا جو تکمرہ الماس، زینت اوس گریباں کا

نمک میں سودۂ الماس کو اے واہ نے بھر دی
ملا کر زخمِ دل رو کش کیا اوسنے نمکداں کا

جراحت ریز کیا کیا ہو چکی اول نگہ اسکی
خیال اس پر کبھی ہے غمزہ کا گاہے، گلہ مژگاں کا

جگر ہے ٹکڑے ٹکڑے کون سی طاقت پہ ہوں ہمدم
حریفِ کاو کاوِ نشتر و ہم طرح پیکاں کا

بحذفِ نون، غزل ان قافیوں میں اور کہہ مکنوں
کہ مشتاقِ سخن تیرا ہے دل ہر اک غزل خواں کا

۹

کہے اب معرکہ میں شوق کے زہرہ ہے فوٹا کا
کہ پھر دنبال رو سرمہ ہے مژگاں صف آرا کا

جھمکڑا ایک دیکھا تھا ترا جس غرفہ سے گاہے
اودھر[2] رہتا ہے منھ دو دو پہر تک تیرے شیدا کا

ادھر اے خضر تک ہمت کر ہوتا پھر شناور ہے
دل اک طوفانِ بے پایان و بحرِ شوق افزا کا

کہا میں نے کہ دل گھبرانے ہے، رکتا ہے دم تجھ بن
تو کیا کہتا ہے، کچھ کیجے علاج اس اپنے سودا کا

تجلی کیسی اپنے سامنے اک برق کوندے ہے
یہ پردہ اٹھ گیا کس کے جمالِ عالم آرا کا

تمہارے خندۂ زیرِ لبی سے خرمنِ طاقت
حریفِ برقِ عالم سوز ہے اس ناشکیبا کا

گرہ ہے دم گلو میں، شوقِ آبِ تیغِ قاتل سے
نہوں، مشتاقِ آبِ خضرو نے بادِ مسیحا کا

جلادا مومِ طاقت پھر کسی کے گرم جلوہ سے
ہوا ہے آج روکش آفتابِ عالم آرا کا

میں اپنی بے سروپائی سے اتنا اس لئے خوش ہوں
کہ شور[3] غنچۂ مرہوں، گلِ گلشن کا ہوں، نے خارِ صحرا کا

الٰہی وہ جو وعدے تھے وفا کس طرح سے ہونگے
نہ واں خو یاد آنے کی نہ شیوہ یاں تقاضا کا

نگاہِ فتنہ زا کو کس کے اب مشقِ تغافل ہے
کہ مکنوں چرخ تک ہے موجزن پھر خوں تمنا کا

---

۱ - ب میں یہ شعر نہیں ہے۔
۲ - آ: اودھر
۳ - آ، ب: شور
۴ - آ: ہو

گمان کیونکہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا — [illegible]
وفورِ گریہ ترحم ، ہجومِ نالہ کرم — [illegible]
مجھے وداع کرو ہم نشیمنان[1] چمن — [illegible]
یہ سینہ ہے یہ جگر ہے ، یہ دل ہے[2] بسم اللہ — اگر [illegible]
کسی کے ہونٹ کے ہلتے ہی ہم تمام ہوئے — مزا [illegible]
مجھے یہ درد ہے معلوم ، حکمِ بلبل رہن — نہ میری [illegible]
بجھا کے سوزنِ الماس زہر میں لاؤ — کہ یاں ہے زخمیان [illegible]
بہم ہے نحوِ سخن یاں نگاہِ ناز و نیاز — رقیبا فائدہ کیا [illegible]
ترنمِ غزلِ تازہ ساز کر ممنون — کہ اشتیاق ہر اک [illegible]

۱۱

نہ بند غم میں ہے زور اشک بھی بہانے کا[3] — کہ اس قفس میں نہیں حکم آب ودانے کا
کسی کی چشم کا کشتہ ہوں ، ساغرِ مے پر — کرو تہیہ میری فاتحہ دلانے کا
دریغ واپسی قیس ، قصدِ ناقہ نشیں — ہوا ہے پردۂ محمل کو اب اٹھانے کا
نگاہِ ناز بس اب کب تلک یہ تیغ زنی — کہ یاں رہا نہ جگر زخمِ تازہ کھانے کا
وہ شعلہ رو سحر رخ افروز تو ارادہ ہے — چراغ ، تربتِ پروانہ پہ بڑھانے کا
دیا ہے وعدہ جاں بخش[4] نے تمھیں مقدور — ہزار آرزوے[5] مردہ کو جلانے کا
کیا فریفتہ کہہ کہہ کے حالِ دل اسکو — اثر فسوں سے نہیں کچھ کم اس فسانے کا
غموں کی گر یہی بالیدگی ہے تو آخر — دلِ گرفتہ نہیں سینے میں سمانے کا
رقیب کا تو نہ پامال ہوں ، بہر مجھے — غبار کبھو نہ پڑے ، اوس کے آستانے کا
وہ تیرِ ناز نگاکر کہے مرے دل پہ — کہ یہ خدنگ ہے لایق اسی نشانے کا
غزل پڑھی ہے قوانی میں کیا تصرف کر — غرض کہ ممنون اوستاد ہے زمانے کا

---

۱۔آ،ب۔نشیمان
۲۔آ۔بس
۳۔آ۔پند
۴۔آ،ب۔سے تجھیں
۵۔ب۔آرزو

۱۲

جھکی نگہ میں ہے ڈھب پرسشِ نہانی کا
حیا میں زور[1] دیا رنگ مہربانی کا

جتنے ہیں گرمِ نفس سوز سے کہ بہرِ چراغ
کرے ہے شعلہ ہی کام آبِ زندگانی کا

تبسمِ لبِ غنچہ کو دیکھ ، روتا ہوں
کہ ٹھیک رنگ ہے اس خندۂ نہانی کا

بکیا نہ بازوے قاتل کی نازکی پر دھیان
گلہ ہے سخت مجھے ، اپنی سخت جانی کا

نہ آنے دست بدوشِ کرشمہ کیوں وہ نگاہ
قبول اس سے نہیں عذر ناتوانی کا

بکیا ہے گردشِ چشمِ بتاں نے خانہ خراب
نہ کچھ قصور[2] ہے یاں دورِ آسمانی کا

کہاں سے روز[3] دل و سینہ و جگر لاؤں
تمھیں تو کھیل لگا ہاتھ تیغ رانی کا

الہی جیب کر دامن کہ آستیں دھوؤں
مژہ نے سیکھ لیا شغل خوں فشانی کا

ملے جو لب بھی پئے عرضِ حالِ دل تو کہے
مجھے دماغ کہاں تک ہے قصہ خوانی کا

خیالِ یار نہ آغوشِ دل میں دیکھ سکوں
یہ مرتبہ تو ہوا رشک و بد گمانی کا

نہیں بچا مرضِ عشق سے کوئی ممنوں
ہمیں دریغ بہت ہے تری جوانی کا

۱۳

تا عدم ہے شور اپنی آہِ پُر تاثیر کا
ہے بیادے دلِ عنقا ہدف اس تیر کا

جان دوں اس نزع پر میں تو جو گھبرا کر کہے
کام اس کا ہو چکا ، کیا فائدہ تدبیر کا

گلشنِ اقبال تک مردوں کے کب پہنچے خزاں
سبزۂ پژمردہ کبھی دیکھا نہیں شمشیر کا

جو نظر آتی ہے صورت ہے وہ معنی سے تہی
اس زمانے میں مرقع ہے جہاں تصویر کا

شعلہ زن رہتا ہے سوزِ دل سے پہلو میں مرے
جوں زبانِ شمع ہے پیکان اس کے تیر کا

ہر پری رخسار کا رہتا ہے منہ اس کی طرف
سیکھے آئینہ سے کوئی عمل تسخیر کا

بزم میں چرچے تجھے کیا کیا پر اسے واشد نہ تھی
گل عجب عالم نظر آیا ترے دلگیر کا

شرط یہ ہے بوستاں میں جانے گل شعلے گیں
فائدہ؟ اے عندلیبو ! آہِ بے تاثیر کا

صحبتیں اہلِ جنوں کی یوں جو برہم ہو گئیں
سلسلہ ابتر ہوا کس زلف کی زنجیر کا

اور طرزِ عاشقانہ میں کہوں[4] ممنوں غزل
چاشنیِ درد بن ہے کیا مزہ تقریر کا

---

۱ - آ: اور

۲ - آ: تصور

۳ - ب: اور

۴ - آ، ب - کہو

بالشِ ممنوں پہ جی جلتا رہا تا صبح دم
کیا عدو کیا دوست کا، کیا یار[1] کا، اغیار کا

۱۶

کیا کیجئے بیاں ترے عارض کے نور کا
خورشید یا کہ برق ہے یا شعلہ طور کا

خلوت میں صبح کی تھی شبِ وصل کیا خبر
یارب! سرِ زباں ہو بریدہ طیور کا

اللہ[2] ضعف! لب تلک آکر نفس کہے
درپیش کیا سفر مجھے آیا ہے دور کا!

ہنگامے سخت ہوں، شبِ ہجراں کے سبہ خفا
کیا خوف واعظا! مجھے روزِ نشور کا

کھولے ہے گل کے کان صبا، تو بھرے ہے اوس
کیا فایدہ چمن میں اسیروں کے شور کا

دورِ فلک میں کسی کو نہیں میکشی کا ذوق
رکھتا ہے ماہ ہاتھ میں ساغر بلور کا

کاہیدہ، ناتواں یہ ترا یاں تلک ہوا
درکار[3] ہے عصا اسے مژگانِ مور کا

ملتے[4] ہی آنکھ دل سے، خدنگِ جگر تھا پار
بیمار ہے چھٹا ہے غضب تیر زور کا

سینہ ہی بسکہ قتل گہِ آرزو ہوا
ہے داغِ دل چراغ تمنا کے گور کا

ہوتے ہی رنجش اتنی سماجت پہ آگیا
منہ اور بن گیا اودھر اس پہ غرور کا

بے طاقتی نے اسکی مجھے کردیا خجل
یارب برا ہو اپنے دلِ ناصبور کا

کعبہ ہو یا صنم کدہ خالی کوئی نہیں
دیکھو جدھر، اودھر ہی جھمکڑا[5] ہے نور کا

ممنوں ذرا شگفتہ سودا نگاہ کر
ہر سنگ میں شرار ہے اسکے ظہور کا

۱۷

مانع ہے عرضِ حال سے دھب اس نگاہ کا
دل درد سے ہے خوں، پہ کہاں[6] حکم آہ کا

جس برق نے جلا کے کیا خاک طور کو[7]
دوکش ہے اس سے حوصلہ اپنی گیاہ کا

قربانِ یار، نعش، مری دیکھکر کہا
گردن پہ کس کی خون ہے اس بیگناہ کا

---

۱۔ آ، ب: کیا یار کیا...
۲۔ ب: اللہ رے
۳۔ آ، ب: سے پورا مصرعہ لیا گیا ہے ل میں۔ ہر داغ گور کا
۴۔ ب: یہ شعر بعد میں ہے
۵۔ ت: ادھر ہے جھمکڑا ہی
۶۔ آ۔ نہیں
۷۔ آ۔ کا

مستی میں شیشہ ... [illegible]
دل کو کر تنگ طاقت ... [illegible]
بیعت کا قصد واہب میخانہ ہے ... [illegible]
کیا کیا کیا ہے خانہ خانہ ... خراب
آہوں نے جا کے آگ لگائی سپہر تک
صدقے تیرے کر منھ سے الٹ دے ذرا نقاب
ممنوں ہزار خاک جلے تو جبین ...

۱۸

کیا دل ہوا برشتہ تف[3] سینہ تاب کا
نکلے ہے دم کے ساتھ دھواں سا کباب کا
بجلی سی ایک بزم میں کچھ کوندنے لگی
کس منھ سے اٹھ گیا ہے یہ گوشہ نقاب کا
کس رو کا پر توا ہے یہ کس مو کا سایہ ہے
ٹکڑا کہیں شفق کا کہیں ہے سحاب کا
پہلوے رخنہ رخنہ سے جھلکے ہے داغ دل
ہر روز نہ میں[4] جلوہ ہے یاں آفتاب کا
میں شیفتہ ہوں اس گل رعنائے حسن پر
شوخی کے ساتھ رنگ ہو جسمیں حجاب کا
کیفیتوں سے زخم بھرے ہیں مگر دیا
پانی کسی کی تیغ کو صہبائے ناب کا
وہ زلف دست غیر میں ہے منصفی تو دیکھو
پھر پوچھتا ہے مجھ سے سبب پیچ[5] و تاب کا
اے انتظار یار ذرا رحم کر کہ ہے
مشتاق آج دیدہ بیدار خواب کا
کیا دل کے لخت لخت اڑائے ! جدا کیا
اس طفل نے ورق سے ورق کس کتاب کا
ممنوں غزل اک اور کہو وہ کہ نکتہ سنج
نقطہ ہر[6] ایک بیت پہ دیں انتخاب کا

۱۹

ٹکڑا سا اک دکھائی دیا آفتاب کا
گوشہ سرک گیا ہے یہ کس کے نقاب کا
سینے سے دل نکل نہ پڑے یا خدا ہے خوف
یک چند یہی حال ہے گر اضطراب کا
سرگشتگی میں گردش چشم بتاں سے ہوں
شاکی نہ دور چرخ کے ہوں انقلاب کا
آہستہ لب کو جنبش و پنہاں نگہ ہے تیز
دکھتا غضب ادا ہے یہ عالم عتاب کا
رسوا ہوں کس قدر کہ وہ کہتا ہے مجھکو دیکھو
رسوا شدہ[7] ہوں میں اسی خانہ خراب کا

---

۱۔آ۔ہو
۲۔ب۔کا
۳۔آ۔ تف
۴۔آ،ب۔ سے
۵۔آ،ب۔ اضطراب
۶۔ب۔کا
۷۔لندن۔زدہ، لیکن شدہ درست ہے، آ،ب میں شدہ ہی درج ہے۔

میں غش میں تھا کہ یارِ عرق ریز آن کر — بیٹھا تو ہو گیا مجھے چھینٹا گلاب کا
منہ پھیر، زیرِ لب نہیں کہنا صحیح کچھ (نہیں؟) — دو دو ہوں دو بدو تو مزہ ہے جواب کا
آ، دیکھ میری چشم میں اس رخ کا پر تو — کیا سیر ماہتاب ہے عالم ہے آب کا
رو کش ہزار قطرۂ سرسر سے ہے مدام — تک دیکھیو تو حوصلہ اپنے حباب کا
وعدہ تو اس نے خواب میں آنے کا ہے کیا — یاں پر، شبِ فراق میں کب نام خواب کا
ممنون تیری غزل اے نکتہ سنج کہہ — مشتاق آج دل ہے ہر ایک نکتہ یاب کا

۲۰

دھویا ہے کس نے منہ[۲] کو یہ ہے لطف آب کا — لبریز رنگِ گل سے ہے ساغر حباب کا
بیتاب نالہ نکلے ہے رخصت دے اے قلق — لوں[۳]، پوچھ حال تک، دلِ خانہ خراب کا
مستی میں گر ہوں چشم، کچے لب پہ بوسہ زن[۴] — بادام و پستہ ساتھ مزہ ہے شراب کا
ہے عکسِ روئے یار دلِ چاک میں عیاں[۵] — یاں ہے کتاں نقاب، رخِ ماہتاب کا
وا[۶] روئے آتشیں پہ نکر زلفِ عنبریں — سایہ حجاب کیا ہو، رخ آفتاب کا
پنہاں تڑپ کے جی ہی سمجھتا ہے کچھ مزے — آغوشِ دل میں خون ہے سو اضطراب کا
تھی حاشیہ پہ گل کے نہ تحریر عنبریں — یہ[۷] بھی ہوا طفیل خطِ مشک تاب کا
ممنوں کسی کو چشم حقارت سے تو نہ دیکھ — پر تو ہے سب میں ایک ہی عالی جناب کا
پہلے ہی ہم سے حضرتِ سودا ہیں کہہ گئے — جلوہ ہر ایک ذرہ میں ہے آفتاب کا

۲۱

کھولا جو پیچ طرۂ عنبر شمیم کا — مشکِ ختن سے بھر گیا دامن نسیم کا
وہ زلف اور قد و دہاں دیکھ، مٹ گیا — زاہد کے دل سے نقش الف لام میم کا
گو خشت بھی نہیں پئے بالیں ولے دماغ — ہے آسمان پر ترے در کے مقیم کا

---

۲۔ آ: کو
۳۔ آ: یوں
۴۔ آ: کو
۵۔ یہ شعر و نسخۂ لندن میں ہے۔
۶۔ آ: سے پورا مصرع لیا ہے۔
۷۔ آ: ہے

## ۲۳

کب گل ہے ہوا خواہ صبا اپنے چمن کا
وا، جنبشِ دم سے ہے رفو زخم کہن کا

بیتابیِ دل تیرے شہیدوں کی کہاں جانے
کچھ کم رگِ بسمل سے نہیں تار کفن کا

ضبط گرمِ نفس کر اے بلبلِ نالاں
گل ہے عرق آلودہ، جلا رنگ سمن کا

دیتا ہے پھر آئینہ کو کس واسطے بوسہ
وہ آپ جو دلدادہ نہیں اپنے دہن کا

زندانِ غریبی کو سمجھتا ہوں گلستاں
جوں یوسفِ کنعاں ہوں ستم دیدہ وطن کا

طفلی میں دیا ہے سبق استاد نے تجھ کو
ناز و نگہ و عربدہ و شوخی و فن کا

کس چیز کا اب وصف کروں تیری ادا میں
انداز کا، رفتار کا، قامت کا، پھبن کا

مانندِ حباب آب ہوا عشق نے ممنوں[۱]
پایا نہ نشاں جامہ میں، اپنے کہیں تن کا

## ۲۴

نہیں ہے جلوہ نما غنچہ شاخ پر گل کا
کہ ہو رہا ہے گرہ شعلہ، آہِ بلبل کا

مبادا جوشِ لبِ جام سے کریں تحال
ملا نہ لب نے مرے لب تو ساغرِ مل کا

چھکے ہے نیمِ تبسم پہ خوں بہا اپنا
ہمارے قتل پہ کیا ہے سبب تامل کا

کرے نہ حسنِ خدا داد، حادثہ برباد
ہوا نے کھل نہ سکے پیچ زلفِ سنبل کا

شرط ہے کہ لگے آگ جامہ گل میں
وگرنہ فائدہ کچھ بھی ہے بلبلو! غل کا

نسیمِ مشکِ ختن کی، عنبر کی ہے لپٹ آتی
کھلا ہے پیچ الٰہی! یہ کس کے کاکل کا

کہے ہے، دیکھ مجھے، صورت آشنا سے جو
ہزار جی سے ہوں قربان اس تجاہل کا

یہاں تک اوج پہ آئی ہے موجِ اشک اپنی
کہ چرخِ گم شدہ ہم شکل بن گیا پل کا

کسی کے نیمِ تبسم سے روکشِ صد برق
ہر ایک دانہ ہے یاں خرمنِ تحمل کا

نہیں ہے کام ہمیں[۲] آبِ خضر سے ممنوں
رواں ہے حکم یہاں خنجرِ تغافل کا

## ۲۵

قدم رکھا ہے یاں کس نے کہ گل، تصویر لالی کا
رکھے ہے رنگ اوس پانے حنابستہ کی لالی کا

دعائیں زیرِ لب آہستہ آہستہ اسے دوں ہوں
جو یاد آنے ہے لب تک آکے رک جانا وہ گالی کا

---

۱۔ بحداب
۲۔ آہ سے
۳۔ آہ مجھے

پڑا ہے پرتوِ ... طلحان ... [illegible]
نظر کر صبح ، ... عذرِ رہا ... [illegible]
کسی کی جنبشِ دستِ حنائی ... دل ... [illegible]
نگاہِ شوق ہیں گستاخ مت جا اس کے ... [illegible]
ترے بیمار کو طاقت نہ کروٹ کی ہے نہ جنبش کی [illegible]
فرنگی زادہ بے درد تجھ بن دل پہ مستوں کے [illegible]
خدا حافظ ہے اس مینائے دل کا ہاتھ میں اسکے [illegible]
لکھا جو شعر تعریفِ جمال یار میں ممنوں [illegible]

۴۶

رکھے ہے رنگ کچھ ساقی شرابِ ناب آتش کا
معطر کیا رکھا لیکر گلِ شاداب آتش کا

بسر ہے یہ گرم آنسو پونچھ مت دستِ نگاریں سے
کہ ان آنکھوں سے رہتا ہے رواں سیلاب آتش کا

نہ مژگاں نہاں رکھتے ہیں ہم لختِ دلِ سوزاں
یہاں خاشاک میں رکھا ہے اخگر داب آتش کا

نگاہِ گرم ہے اسکی دلِ بیتاب روکش ہے
حریف آخر ہوا یہ پارۂ سیماب آتش کا

جو سیلِ اشک و آہِ گرم کو ٹک دیکھیے رخصت
نشاں دریا کا گم ہو نام ہو نایاب آتش کا

شکیب و تاب و ہوش و صبر و سوزِ غم سے سب نہگا
ہوا طعمہ غرض اپنا تمام اسباب آتش کا

عرق اس شمع گوں عارض پہ کیا صنعِ الٰہی ہے
نہیں دیکھا ہے جیسے ربط باہم آب آتش کا

ہمارے دامنِ تر پہ نہ ہنس اتنا کبھی اے صوفی
کہ ہے یہ خشک پیراہن جرا کبھی باب آتش کا

تصور تیرے روئے مہروشی کا بسکہ رہتا ہے
نظر آتا ہے اک شعلہ بوقتِ خواب آتش کا

خدا کے واسطے برقِ فغاں کو روکنا ممنوں
کروگے وقف کب تک خانۂ احباب آتش کا

برنگِ شعلہ سینہ میں سدا جلتا ہی رہتا ہے
الٰہی کیا بنا ہے یہ دلِ بیتاب آتش کا

ڈراتا ہے عبث ممنوں کو تو دوزخ سے اے واعظ
دکھاؤں داغ دل تو جو وے زہرہ آب آتش کا

---

۱۔ آ۔ آنے
۲۔ آ: ہو
۳۔ آ۔ شعلہ
۴۔ آ: نہیں
۵۔ آ: ملنا
۶۔ بھوپال۔ لندن کے نسخوں میں یہ دونوں اشعار نہیں ہیں۔

## ۲۷

خالی رہا ہمیشہ ہی ساغرِ حباب کا ۔۔۔ روتا ہوں حالِ خوب[1] نظر کر، حباب کا
یہ ہو چکا طلاطمِ امواجِ گریہ، یاں ۔۔۔ بہتا پھرا ہے بھر بھی، جوں گھر حباب کا
ہر آبلہ ہے دل کا دوچارِ فغانِ گرم ۔۔۔ صرصر سے یاں مقابلہ ہے ہر حباب کا
گردابِ فتنہ سے نہ ڈریں کچھ سبک رواں ۔۔۔ رکھے نہ بیمِ غرق، شناور حباب کا
دامن تھا کس کا دیدۂ تر پر کہ اشک سے ۔۔۔ ہے پیراہن تمام معطر حباب کا
نازک دلوں کے سامنے دم بھی سمجھ کے کھینچ ۔۔۔ ٹوٹے نفس سے شیشہ، مقرر[2] حباب کا
ڈر اسکے عکسِ تیغ سے رہتا ہے بحر کو ۔۔۔ پہنے زرہ ہے موج کی، مغفر حباب کا
اتنی بقا پہ پر ہے وہ بادِ غرور سے ۔۔۔ بے مغز کس قدر ہے غرض، سر حباب کا
ممنوں، غزل اک اور بھی اس بحر میں لکھو ۔۔۔ بیکار لفظ ہو نہ کہیں پر، حباب کا

## ۲۸

ہوں میں گدازِ گریہ سے ہمسر حباب کا ۔۔۔ تن سب ہے آب، جیسے کہ پیکر حباب کا
دریا میں کون رشکِ قمر دھو رہا ہے منہ ۔۔۔ لبریزِ ماہتاب ہے ساغر حباب کا
تن اسکا گھر رہا تھا ستاروں میں چاند سا ۔۔۔ تھا پیراہن پہ کام جو یکسر حباب کا
سوزِ دروں سے پڑ گئے سینہ میں آبلے ۔۔۔ وجہِ ظہورِ شعلہ ہے کیونکر حباب کا
اس چشم سا رکھے نہ ہے دورِ فتنہ چرخ ۔۔۔ ہو جام گر مے سے جام برابر حباب کا
یہ موج خیزِ فتنہ نہ جانے مقام ہے ۔۔۔ بقچہ رہا ہمیشہ ہی سر پر حباب کا
اپنی فغانِ تند سے برباد ہے سپہر ۔۔۔ ٹھیراؤ کیا مقابلِ صر صر حباب کا
تک باؤ بندھتے ہی بس اب[3] اتنا اچھر چلا ۔۔۔ کیا تنگ حوصلہ ہے سبک سر حباب کا
آنکھوں میں پھر گیا سرِ ممنوں وہ تیغِ یار ۔۔۔ جلوہ قریبِ موج نظر کر، حباب کا

## ۲۹

نیازِ گریہ ہے، سرمایہ کیا ہوا دل کا ۔۔۔ کل ایک لخت نہ ہمراہِ آہ تھا دل کا
ہزار خونِ جگر سے بغل میں پالا تھا ۔۔۔ طپاں لہو میں نہ آساں ہے دیکھنا دل کا

---

۱ ۔ آ ۔ ب ۔ خوب حال
۲ ۔ آ ۔ معفر
۳ ۔ آ ۔ بس اتنا
۴ ۔ آ ۔ ہے

سپاہ درد نے طاقت سے [illegible]
یہ کس کا کوچہ دلکش ہے [illegible]
ہوا ستارۂ دنبالہ دار ہر اک [illegible]
ترے وسیلے سے ہے روشناس صد [illegible]
نگاہ اٹھ نہیں سکتی جھکی جھکی ہے آنکھ [illegible]
کیا شگفتہ پہلو تو خار سا نکلا — جگر [illegible]
رواں ہے خوں چپ و راست دونوں آنکھوں سے — جگر [illegible] جدا [illegible] دل کا
رکا نہ گریہ کسی سے بھی، بے دلوں نے ترے — عجب ہی [illegible] ہے شب [illegible] دل کا
کیا جو ضبط تو تڑپی فغاں یہ سینے میں — کہ [illegible] ہر ایک بس [illegible] دل کا
ہر ایک طفلِ سرشک اک ورق لیے نکلا — عجب ہی نسخہ پریشان ہو گیا دل کا
زبس کہ سینہ تو ہے بوقلموں تمنا یہاں — ہر ایک داغ [illegible] داغ سا دل کا
فغاں تو کھینچ کے لے ہی چلی تھی سینے سے — پہ حسرتوں نے نہ دامن [illegible] دل کا
بقیدِ لام قوافی غزل میں دکھ ممنوں — پہ خوب بیٹھے ہے تکرار جا بجا دل کا

## ۳۰

رہے ہے روکش نشترِ ہر آبلہ دل کا — یہ حوصلہ ہے کوئی بل بے حوصلہ دل کا
سمجھ کے رکھیو قدم رہروانِ وادیٔ عشق! — رواں ہے یاں دمِ خنجر پہ قافلہ دل کا
عبث نہیں ہے یہ وابستۂ پریشانی — کسی کی زلف کو پہنچے ہے سلسلہ دل کا
ہجومِ غمزہ و خیلِ کرشمہ، لشکرِ ناز — عجب سپاہ سے ٹھہرا مقابلہ دل کا
کہوں میں کیا کہ ہوا کیسے بے جگہ مائل — ہے اپنے بخت کا شکوہ، نہیں گلہ دل کا
ہمیشہ رنج و طرب کی ہے، یاں خرید و فروخت — رہے ہے یک غمِ نو سے معاملہ دل کا
گہے صبا سے گہے شانہ سے کشاکش ہے — پڑا ہے زلف سے کیا اکی مجلا دل کا
شبِ فراق نے چھوڑا نہ صبر و تاب و شکیب — لگی یہ آگ کہ اسباب سب جلا دل کا
کچھ آج اور ہی ہاتھوں میں جھنجھنا ہٹ ہے — ریلا کے خونِ حنا میں، مگر ملا دل کا
مژہ سے ٹپکے ہے کچھ خونِ گرم سا ممنوں — گیا ہے پھوٹ مگر کوئی آبلہ دل کا

---

۱۔ آ: کو ہی
۲۔ آ: صدانہ
۳۔ آ: کوئی
۴۔ آ: یہ شعر نہیں ہے، "ب" میں اس سے پہلے ہے۔
۵۔ آ: سے
۶۔ آ: چکی
۷۔ آ: رہا کیا
۸۔ آ، ب: ٹوٹ

## ۳۱

تھام اے دستِ تپش اب یہ ہلا نا دل کا
آج منظور ہے ٹک چاک رسلانا دل کا

ہاتھ سینہ پہ ٹک آہستہ رکھو چارہ گراں!
زخم تازہ نہ کہیں آہ دکھانا دل کا

رنگ چہرے سے اڑا جانے ہے ہر نفس کے ساتھ
ہو سکے ضبط سے کب، حال چھپانا دل کا

واہ رے کثرتِ درد و غمِ خوباں کہ یہاں
سینۂ تنگ میں مشکل ہے سمانا دل کا

شاخِ گل، مرغِ چمن زاد مبارک کہ ہمیں
نخلِ آتش پہ نشیمن ہے بنانا دل کا

آتشیں داغ سے ٹک بچ کے نکلتا دمِ سرد
دیکھیو تو یہ چراغ اب نہ بجھانا دل کا

نالہ دنبالہ رو، نالہ پسِ آہ ہے آہ!
قافلہ، لب سے فلک تک ہے روانہ دل کا

غمزہ، جاسوس ہے پہلو میں مگر مدِ نظر
اسکی دزدیدہ نگہ کو ہے چرانا دل کا

آگ دیتا ہے کوئی اپنے ہی گھر کو ناداں
تیرے ہے، حق میں نہیں خوب جلانا دل کا

اک طوفانِ سرشک، امڈے ہے، ہر حرف کے ساتھ
قصہ تا لب، نہیں آسان ہے لانا دل کا

زور راحت کدہ سینہ ہے کہ جو داغ یہاں
آنے ہے، تکیہ میسر ہے لگانا دل کا

سینہ سے تا بلب آغشتہ بخوں نکلے ہے
زور رنگین ہے ممنوں، یہ فسانہ دل کا

## ۳۲

منتظر دیدۂ تر اپنا تو گھر ہے اس کا
حلقۂ چشم مرا، حلقۂ در ہے اس کا

خوشۂ اشک نہیں مزرعۂ دل میں ہم نے
تخم الفت کا جو بویا تھا، ثمر ہے اس کا

جس نے دیکھا تیرے بیمار کو، سو غزوں ہے
آج کچھ حال مگر نوعِ دگر ہے اس کا

اور کچھ فکر نہیں اس دلِ سودائی کو
ہاں مگر ایک خیال، آٹھ پہر ہے اس کا

اس درِ گوش سے تاراج ہوا کشورِ دل
وقف سیلاب ہے گوہر کی، نگر ہے اس کا

تر اس آویزہ سے ہے نخلِ مرادِ عاشق
سبز اس آبِ زمرد سے شجر ہے اس کا

نقدِ دل کب کا دیا، مایۂ جاں بھی اپنا
نذر اس کی ہے، جو منظورِ نظر ہے اس کا

ہوں میں اس رتبہ شناسیِ محبت کا شہید
کس قدر لطف غرض واہ اِدھر ہے اس کا

خنجرِ ناز کو دیکھ اپنے، مرا لے کر نام
یوں کہا، اس کے سزا وار جگر ہے اس کا

کنجِ تنہائی میں یہ شغل ہے اب ممنوں کو
ظرفِ داماں ہے اور دیدۂ تر ہے اس کا

## ۳۳

نام جانے کا نہ لے یار کہ مرجاؤں گا
سنتے ہی نام سفر جی سے گزر جاؤں گا

نالۂ حلقۂ در کے سے، میرے بھی ہیں نصیب
باہر آوے گا وہ، میں گھر میں اگر جاؤں گا

---

۱۔ ب: اپنے گھر کو
۲۔ آ، ب: تاراج سب
۳۔ آ: یہ شعر نہیں ہے۔

ہے یہی گریہ بے مرحلہ [illegible]
گرنم رو راہِ فنا کا ہوں [illegible]

تیرا بیمار کیے تھا دمِ رخصت [illegible]

بے دھڑک تیغ لگا تو کہ اگر محشر میں [illegible]

خوب اس کشورِ ہستی میں غریبانہ پھرا
اب [illegible]

تک وہ مصری سے دکھادے لبِ شیریں مجھ کو
کھول [illegible]

خود پسندانِ فرومایہ کے آگے ممنوں
میں [illegible]

## ۳۴

عین راحت ہے جو کچھ ہم پہ ستم کیجے گا
سر جھکا دینگے اگر تیغ قلم کیجے گا

دیکھ کر مجھ کو کہیں ہیں یہ بتانِ خوشخط
ایک دن، سر کو ترے تن سے قلم کیجے گا

کس کو پروا کہ ہوادارِ گل و لالہ رہے
باغِ دل، اپنے ہی کو رشکِ ارم کیجے گا

کلبۂ تنگ میں ہستی کے رکے ہے خاطر
اب ذرا سیرِ بیابانِ عدم کیجے گا

نہ صفا، کعبہ نشینی سے ہوئی کچھ حاصل
دل کو جاروب کشِ بیتِ صنم کیجے گا

ساتھ بو سے کے، ہے دشنام کا کچھ بھی موقعہ
آبِ حیواں میں نہ آمیختہ، سم کیجے گا

ناتواں ہم سے[2] بھی دنبال ہیں اے راہرواں
توسنِ عزم کو مت تیز قدم کیجے گا

دل میں جو آگ سی بھڑکے ہے، ابھی جائیگی بجھ
سن کے گر سوزِ مرا، چشم کو نم کیجے گا

بخدا بندے کا وہ ہی خطِ آزادی ہے
نامہ اخلاص کو، اب کے جو رقم کیجے گا

دل ہے دل، اس پہ نہیں، تیز چھری کرتے ہیں
بے دھڑک، ذبح نہ آہوئے حرم کیجے گا

مجھلا زلف کا شانہ سے بہت طول کھنچا
آخر اے بادِ صبا تجھ کو حکم کیجے گا

ایک دن میں نے کہا اس سے کہ اے رشکِ بہار
کلبۂ غم زدگاں، رشکِ ارم کیجے گا

سن کے یہ عرض لگا کہنے، کہ یہ تو معلوم
خاک پر تیری کبھو لیک کرم کیجے گا

اور اے عاشقِ جاں سوز تری مرگ کے بعد
ماتم و نوحہ بعد درد و الم کیجے گا

جب کہا اس سے یہ ممنوں نے کہ پھر فائدہ کیا
زندگی میں ہی اگر میرا نہ غم کیجے گا

## ۳۵

آکے اس شرط سے تو دل پہ مرے تیر لگا
لیجو فتراک سے یعنی کہ یہ نخچیر لگا

بعدِ ہر زخم کہے تھا یہ ترا کرشمہ و ناز
تیرے قربان، اب ایک اور بھی شمشیر لگا

دل پہ ایسے نہ لگی گرم ہوا سی بھی کبھو
دوں، مجھے آگ اب اے آہ کی تاثیر لگا

تیرے نقشہ کا رہے یوں دلِ حیراں میں خیال
جس طرح دیکھیے آئینہ میں تصویر لگا

نکہتِ مشک، دمِ بادِ صبا میں ہے آج
کھولنے کون؟ سرِ زلفِ گرہ گیر لگا

گنہِ عشق ہی کافی ہے سزا دینے کو
اور بہتان نہ ظالم پہ تعذیر لگا

---

۱۔ آیا اس کو نہ پی

۲۔ ب: ہم سے دنبال

نمک و سودۂ الماس سے لونوں ہوں مزے — مت، مرے آبلۂ دل کو طلبا شیر لگا
کچھ شبِ وصل کی بیہوشیاں یاد بھی ہیں — تجھ سے کیا جانے تھا یہ عاشقِ دلگیر لگا
کھولتا گاہ سرِ کاکل و گہ عقدۂ زلف — کر گرہ طرہ میں دیتا، وہ بتدبیر لگا
سو وہ سب ربط گئے یوں کہ نہ گویا کچھ تھے — کچھ علاقہ نہیں رکھتی ہے یہ تقدیر لگا
پُر اثر کیا ہی غزل اور پڑھی ممنوں نے — کھینچنے شرم، بہت محسنِ تاثیر لگا

## ۳۶

کون کھینچے ہے کماں[1] کاف میں اب تیر لگا — کہ اُدھر ہی کو نظر رہ گئی نخچیر لگا
شب یہ سوجھا دلِ بیتاب کی تسکیں کا علاج — سینہ پر نام ترا کرنے میں، تحریر لگا
خواب میں لب پہ رکھا شب، قدحِ آبِ حیات — صبح اس منہ سے دیا منہ پہ تعبیر لگا
ایک دو آن کا بیمار ترا مہمان ہے — کہیں آنا ہے تو آچک، کہ نہ اب دیر لگا
رخصتِ حرف نہ دی ناز نے اس کو ورنہ — ایک دو بات میں لیتا دمِ تقریر لگا
آپ کو خاک جو کیجے تو ملے نقشِ[2] مراد — ہاتھ اپنے یہ عجب نسخۂ اکسیر لگا
کوئی غمخوار لگاوے نہ گلے تو آپ ہی — اپنی چھاتی سے ہوں روتا دلِ دلگیر لگا
قتل بے وجہ نہ کر مجھ کو کہیں گے کیا لوگ — کوئی نہ کوئی تو، ذمہ مرے[3] تقصیر لگا
لکھ کے ایک قتل کا محضر تو مری نعش کے[4] ساتھ — اب درِ شہر پہ ظالم پئے تشہیر لگا
نہیں معلوم کہ ممنوں کے گھر آیا کون — دی سرِ شام ہی دروازہ کی زنجیر لگا

## ۳۷

نورِ[5] مہ کو شب، تہِ ابر تنک کیا لاف تھا — بال اس مکھڑے سے اٹھ جاتے[6] ہی مطلع صاف تھا
صافی و نغزیدگی کیا تھی دمِ بوس و کنار — بوسہ کو مشکل ٹھہرنا، سینہ سے تا ناف تھا
گوہریں زیور کے پیدا عکس کیا تھے جابجا — وہ بلوریں سینۂ[7] یا آئینۂ شفاف تھا
شیشۂ دل سے نکالے کس طرح تیرِ نگاہ — شستِ چشمِ ناوک افگن کا غضب ہی صاف تھا
گبر محرف کی کلہ[8] مجلس میں، گر شیشہ پہ جام — سادہ رو تھا مغبچہ پر کس قدر حراف تھا

---

۱۔ آ: ہاتھ
۲۔ آ: ہی آکر
۳۔ آ، ب: بے
۴۔ ب: کو
۵۔ ب: یہ غزل نہیں ہے
۶۔ آ: تو
۷۔ آ: شیشہ
۸۔ آ: کے گلے

تک[1] شرارے آہ کے پہنچے کہ [illegible]
چند غارت گر جہاں دیکھے وہیں [illegible]
آج مستانہ سا پھرتا تھا درِ میخانہ [illegible]
رات ممنوں کی سنی تازہ غزل ، کیا خوب تھی

## ۳۸

ابر[2] کو ہم چشمی مژگاں کا میری لاف تھا
آہ کے دو ایک ہی جھونکوں میں مطلع صاف تھا

میری بربادی کی خاطر اخترِ دنبالہ دار
سوستی ہمجر کے پیچے نقرہ گوں موباف تھا

کی شکایت ظلم کی میں نے تو بولا مسکرا
کشورِ خوباں میں گاہے بھی کسی انصاف تھا

کھودیے دریا کے دریا ، دُرِ خوش ، آبِ سرشک
یا دستگہ مرہ اسراف سا اسراف تھا

داغ کے سکہ کی خاطر نقدِ دل دیکھا مرا
جب پرکھتا قلب ، ہر اک عشق کا صراف تھا

رات اس مجلس سے جو آتا تھا ، کہتا تھا مجھے
نام لے لیکر ترا وہ آج یوں وصاف تھا

بیرگی ، وارستگی ، آشفتہ وضعی تھی تمام
وہ مرا شوریدہ سر ایک مجمعِ اوصاف تھا

اک نگہ کا دور سے بھی آج کل محروم ہے
دل کہ تیرا مدتوں خوگردہ الطاف تھا

سو درِ میخانہ پر ، لے ، دخترِ رز بیٹھے ہوئے
حضرتِ ممنوں بہی کیا شیوہ اشراف تھا

## ۳۹

مایلِ افسانہ شب ، وہ شوخ افسوں ساز تھا
شوق سے رقصاں ہمارے لب پہ حرفِ راز تھا

فرصتِ یک بوسہ ، بیتابیٔ دل نے دی نہ آہ
کل لبِ معشوق سینہ میں وہ تیرِ ناز تھا

تھے بہت مضمون باریک ۔ اشاراتِ نہاں
خوب دیکھا مصرعہ ابرو میں کیا ایجاز تھا

حالتِ دل چشم سے اسکی چھپاتے رات کیا
ہرنگہ جاسوس تھی ، غمزہ ہر ایک غماز تھا

قتل کرتی تھیں وہ آنکھیں ، جان دیتے تھے وہ لب
ہرنگہ جادو تھی اسکی ، ہر سخن اعجاز تھا

چشمِ حیرت ، باز کیسی آئینہ کی رہ گئی !
وہ خود آرا کل جو خلوت بیچ محوِ ناز تھا

سینہ میں لگتے ہی آخر جی گیا تن سے نکل
طائرِ جاں کو خدنگ اوس کا پرِ پرواز تھا

سنتے ہی آہنگِ مطرب خاک ہم جل کر ہوئے
برقِ خرمن سوزِ ہستی شعلۂ آواز تھا

وہ خدنگ انداز مژگاں چار صف ہیں اور دل
جا بھڑا تنہا عجب ہی یہ جواں جاں باز تھا

ہوگیا یہ ناتواں دل روکشِ مژگانِ یار
صعوۂ بیجاں حریفِ چنگلِ شہباز تھا

جی بچاتے کسطرح ! کل در پئے جانِ نزار
غمزہ تھا ، عشوہ تھا ، ممنوں ناز تھا انداز تھا

---

1 اب ۔ یہ غزل نہیں ہے۔
2 اب ۔ یہ غزل بھی نہیں ہے
3 ۔ق میں بھی

۴۰

کل گرمِ تاز کون سا گلگوں سوار تھا | جو دھبرو یاد یہ مشتِ غبار تھا
میں کربلائے عشق ہوں، ۲ وشت دور تر | ابرِ بہار مجھ سے سدا قطرہ بار تھا
پڑتی تھی وصل میں بھی نگہ در پہ بار بار | از بسکہ دیدہ خوگرِ صد انتظار تھا
کھٹکے تھا کون، کل مرے دل میں کہ ساری رات | سینے میں آرزو کا[ئے] عجب خار خار تھا
گل جوں[۲] شگفتہ موج صبا سے ہو باز، یوں | تحریکِ دم سے زخمِ دل داغ دار تھا
آیا نفس گستہ حرم سے ہر یک صید | محوِ شکار کل جو وہ طاقت شکار تھا
ٹپکے تھا جانے خوں، گلِ داغ سے گلاب | شب، ہم بغل جو مجھ سے وہ رشکِ بہار تھا
ممنوں ہوا دوچار جب اس سے، نیازِ برق | سامانِ ہوش و طاقت و صبر و قرار تھا

۴۱

شبِ ہجر میں یہ ستم زدہ عجب اک بلا سے دوچا تھا
کہ نہ تاب اور نہ[۳] خواب تھا، نہ شکیب تھا، نہ قرار تھا

دل و سینہ ہوگئے[۴] ریش ریش، جو وداعِ یار ہوا یہ پیش
کہ نگاہ گاہ خدنگ زن گہے غمزہ تیغ گزار تھا

سرِ شب سے لے کے سحر[۵] تلک گئے پھنک قدم سے جو سر تلک
تپِ دل تھی یا کوئی شعلہ تھا، دمِ گرم تھا کہ شرار تھا

ہدفِ خدنگِ بلا یہاں دل و سینہ ہوگئے بلکہ جاں
جو کسی پہ ناز سے تیر زن میرا نازنیں وہ سوار تھا

یہ نفس کے رات تھے کاد کاد کہ دل و جگر میں تھے گھاؤ گھاؤ
یہ جگر خراش فغاں تھی شب کہ گلو و سینہ فگار تھا

تیرے پاؤں پہ تھا یہ سر مدام ترے رخ پہ چشم صباح و شام
نہ تو ربطِ دامن و چشم، نے سرِ زانو میں سروکار تھا

نہ فقط میں عار چمن رہا کہ ہمیشہ تنگ تھا دشت کا
نہ یہ[۶] سر ہی قابلِ گل کبھی۔ نہ قدم ہی لائقِ خار تھا

طرفِ زمیں نگاہ کر سرو رو دکھوں میں خاک پر
کہ برائے سیر جدھر جدھر، تیرا گاہ گاہ گزار تھا

---

۱۔ آ: بہ سے
۲۔ لندن: جو، لیکن جوں درست ہے۔ غالباً سہو کاتب
۳۔ آ: ہی
۴۔ آ: نگاہ نگاہ
۵۔ آ: صبح
۶۔ آ: کہ یہ ہی

ہجوم غم کی تھی جنبش ...
تجھے اپنی زیست سے ہے ... خلش ...

... طریق ...

۴۲

کل جو خلوت میں وہ گل محو خود آرائی تھا — آئینہ پشت بدیوار تماشائی تھا
تیرے قامت نے کیا خوب ہی سیدھا اوسکو — سرو گلشن کو بہت دعویٰ رعنائی تھا
برق بے دست نے یک دست جلایا ہیہات — خار صحرا جو مرا رفیق جبہ سائی تھا
گل غزالہ جو ہوا تیری طرف چشمک زن — کیا اسے کام ادب ہے کہ وہ صحرائی تھا
نک جو ابروئے کج منبچاں آنے نظر — شیخ کا طاق پہ سب دفتر دانائی تھا
ہاتھ میں جنبش محمل کے عناں ہے اپنی — ورنہ یاں کس کو سر آبلہ فرسائی تھا
گر تصور سے ترے غلط لڑائی تھی کبھو — تیرے شیدا کو یہ شغل شب تنہائی تھا
سو گماں کیوں کہ نہ آتے کہ مجھے دیکھ کے وہ — خندہ تیرا سبب وسوسہ افزائی تھا
روبرو ہوتے ہی اس برق بلا کے ممنوں — نذر آتش مرا سامان شکیبائی تھا

۴۳

کھا کے، کل سوچ وتاب اٹھا جو دل سے نالہ تھا — جاکے گردوں پہ چھٹا شعلہ جوالہ تھا
خواب میں بوسہ لیا تھا رات، بلبے نازکی — صبح دم دیکھا تو اسکے ہونٹ پہ تبخالہ تھا
تھی خیال مہ رخاں سے شب بغل لبریز نور — آپ سے خالی ولیکن میں برنگ ہالہ تھا
گل برنگ غنچہ تھی کس کو مجال گفتگو — بات جب کرتا تھا، منہ میں دل کا اک پرکالہ تھا
بدگمانی سے ذرا ورنہ لیا تیرا جو نام — دیکھتا بوسہ کی خاطر میں لب دلالہ تھا
اس گل سیراب بن کل ہم کو بزم عیش میں — جام عشرت ہاتھ میں یکدست خوں، جوں لالہ تھا
واہ رے! افسردگی اس خاطر دلگیر کی — اشک کا قطرہ جو ٹپکا چشم سے سو، ژالہ تھا
رات تبدیل قوافی سے یہاں تا صبح دم — دل سے ممنوں اس طرح موزوں نکلتا نالہ تھا

---

۱۔ ب: یہ شعر نہیں ہے۔ ۲) آ، ب، ج: ب اسکو
۳۔ آ، ب: بت
۴۔ آ، ب: بے درد
۵۔ لندن: "رعنائی" لیکن دانائی زیادہ مناسب ہے۔

## ۴۴

بس کہ وقتِ گریہ پیشِ چشم وہ مہ پارہ تھا ‌ ‌ ‌ ‌ بہ چلا جو اشک سو، یک اخترِ سیارہ تھا
اے وفورِ گریہ! تک رخصت کہ پوچھوں اس کا حال ‌ ‌ ‌ ‌ کل تڑپتا سینہ میں بیڈھب دلِ بیچارہ تھا
اپنی راحت گہ سدا آغوشِ بیتابی رہی ‌ ‌ ‌ ‌ کب ہمیں طفلی میں سیلِ جنبشِ گہوارہ تھا
دم سے شب ہوتا تھا میلا، آہ کا کم تھا اثر ‌ ‌ ‌ ‌ تھا بدن یا آئینہ، دل تھا کہ سنگِ خارہ تھا
صبح کا نکلا ہوا آیا تھا گھر میں شام کو ‌ ‌ ‌ ‌ ہرزہ گرد خورشید ساں، کل وہ مہِ آوارہ تھا
خرمنِ طاقت سے یاں شعلے پڑے بھڑکا کیے ‌ ‌ ‌ ‌ گرم جولاں کل کہاں یارب وہ آتش پارہ تھا
جلوۂ رنگیں اسے ممنوں ادھر تھے اور ادھر ‌ ‌ ‌ ‌ خون آنکھوں میں مری اندازِ صد نظارہ تھا

## ۴۵

آج آفت قہر ہے، یوں خشمگیں تو کب نہ تھا ‌ ‌ ‌ ‌ آستیں بالیدہ و چیں برجبیں تو کب نہ تھا
آج پشتِ زیں پہ آشوبِ زماں کچھ اور ہے ‌ ‌ ‌ ‌ ورنہ ظالم فتنۂ روے زمیں، تو کب نہ تھا
آج خونِ صید پہنچایا ہے تا صحنِ حرم ‌ ‌ ‌ ‌ ورنہ تر رکھتا لہو سے ذیلِ زیں تو کب نہ تھا
آج ہے ایمائیاں دنبال کیا کیا داد خواہ ‌ ‌ ‌ ‌ پیشِ خیلِ غارت اندازانِ دیں تو کب نہ تھا
آج بے ڈھب تیر پر کچھ تیر پوشیدہ چلے ‌ ‌ ‌ ‌ جانتا اے غمزہ انداز' کیں، تو کب نہ تھا
آج ٹپکا ہر نگہ سے خونِ مظلوماں[1] چند ‌ ‌ ‌ ‌ تیز رکھتا ورنہ قاتل! تیغ کیں تو کب نہ تھا
آج ہے کچھ وہ تبسم خرمنِ طاقت پہ برق ‌ ‌ ‌ ‌ ورنہ اخگر ریز لعلِ آتشیں تو کب نہ تھا
آج ہیں کچھ اور ہی یہ جلوہ ہائے رنگ رنگ ‌ ‌ ‌ ‌ ورنہ رشکِ صد نگارستاں چیں تو کب نہ تھا
آج دیکھ آئینہ کیا پوچھے ہے کچھ نازک ہوں میں ‌ ‌ ‌ ‌ سن لے او جانِ نزاکت' نازنیں تو کب نہ تھا
آج لچکے ہے کمر کچھ بار کے بھی بوجھ سے ‌ ‌ ‌ ‌ ورنہ نازک شکلِ شاخِ یاسمیں تو کب نہ تھا
آج ہے ابرِ تنک ہیں نورِ مہ پر طعنہ زن ‌ ‌ ‌ ‌ کھولتا چہرہ پہ زلفِ عنبریں تو کب نہ تھا
آج ممنوں دوسری کہہ کر غزل نازش ہے کیا ‌ ‌ ‌ ‌ کب نہ مضموں بند و معنی آفریں تو کب نہ تھا

## ۴۶

میں لگا جاتا نہ کب! کہتا 'نہیں' تو کب نہ تھا ‌ ‌ ‌ ‌ میں نہ تھا گستاخ کس دن شرمگیں تو کب نہ تھا
گوشۂ[2] چشمی سے بھی نگاہیں تو مری جانب نہیں ‌ ‌ ‌ ‌ اب ہوا کیا؟ غیر کا پہلو نشیں تو کب نہ تھا
اب نہ[3] ایمائی اشارے ہیں نہ رمزیں میرے ساتھ ‌ ‌ ‌ ‌ نکتہ سنج اے غمزۂ سحر آفریں تو کب نہ تھا
اب نشانِ بوسہ سے لب پر مرے سمجھے ہے ننگ ‌ ‌ ‌ ‌ سچ تو کہہ، رکھتا یہی نقش نگیں تو کب نہ تھا
غش ہوں اس پرسش پہ، دیکھ افسردہ پوچھے ہے مجھے ‌ ‌ ‌ ‌ آج کیا صورت بنی؟ اندوہگیں تو کب نہ تھا
چیکے چیکے طائرِ دل پر مرے، اے طفلِ شوخ ‌ ‌ ‌ ‌ اک چھری لاتا درونِ آستیں تو کب نہ تھا

---

۱۔ آ: خوں کسی مظلوم کا
۲۔ آ: گوشہ چشم نگاریں۔
۳۔ آ: نہ اب ایمائی

مجھکو نزدیک ہے دل جانبِ یارانِ وطن    تفرقہ سازیِ دوراں سے ہوں گو دور ہوا
چاندنی مار گئی اس دلِ زخمی کو رات    پرتو انداز یہ کس کا رخِ پر نور ہوا
ہوں شبیہِ خطِ سبز و نگہہِ جادو فن    میں نہ مسموم ہوا اور نہ مسحور ہوا
یوں اشارہ نہ کر ابرو سے کہ ہو لغزشِ دل    گر گرا طاق سے یہ شیشہ تو بس چور ہوا
دکھ دیا ساتھ مرے کس نے دلِ نالاں کو    کہ نہ آرام درونِ بغلِ گور ہوا
دست بردوش نفس سینہ سے نکلے ہے آہ    ناتوانی کا یہاں اور ہی بس زور ہوا
اور بھی ایک غزل کہہ، کہ ہر اک سو ممنوں    تیری شیریں سخنی کا تو عجب شور ہوا

## ۵۰

رخصت ایک اک سے کیا عاشقِ رنجور ہوا    گھر سے جو اسکے بلند آج عجب شور ہوا
غیر تھا داغ[۱] مرے تیرے گماں سے جو کہیں    جوششِ عاشق و معشوق کا مذکور ہوا
ربطِ داغِ دلِ سوزاں سے یہاں شعلہ فروز    شمعِ کافور صفت، مرہم کافور ہوا
مردمِ چشم کے مانند کر ہے چشم کے بیچ    یار ہے چشم میں اور چشم سے مستور ہوا
حیلہ جو لطف کی تھی وہ نگہِ ناز پہ یاں    کچھ نگاہوں میں کہیں، سو نہ یہ مقدور ہوا
جو لگا زخم یہاں نشترِ راحت سے آہ    رختہ رختہ مرے سینے میں وہ ناسور ہوا
اڑے ہاتھوں جو لیا اسکو شب، اک گوشہ میں    میرے قابو سے نکل جانے، نہ مقدور ہوا
ہوکے ناچار لگے کہنے کہ سبحان اللہ    تم تو مختار ہوئے اور میں مجبور ہوا
ناتوانی سے یہ کاہیدہ ہوئے ممنوں اب    انکو درکار عصائے مژہ[۲] مور ہوا

## ۵۱

دیکھ کر یاس و تمنا سے یہ بسمل رہ گیا    جب گلے پر تیغ رکھ کر[۳]، تک وہ قاتل رہ گیا
کل ترے بیمار نے غش سے ذرا کھولی تھی آنکھ    تو نہ تھا، سو دیکھ بالیں کو وہ بے دل رہ گیا
کوئی کہہ دے تیز رو ناقہ نشیں سے یوں پکار    گر کے اب اک ناتواں دنبالِ محمل رہ گیا
کھل چکے ہیں کیا نقاب و پیرہن کے بند، کیا    ایک پردہ شرم کا تھوڑا سا حایل[۵] رہ گیا
عرض بیتابیِ دل میں نے جو کی، چھاتی سے لگ    وہ لگا کہنے کہ لے اب تو ترا دل رہ گیا
جب وہ آبِ تیغ وقفِ ہر گلو ہونے لگا    گھونٹ لو ہوکے سے پی پی کے یہ گھایل رہ گیا
اشک کے سیل و وفورِ گردِ خاطر سے مری    بیٹھ گردوں کا سفینہ اب تہ گِل رہ گیا
جی نہ کیوں پروانہ دیتا یہ بھبوکا تن ترا    ڈھل گئی ہے، تس پہ بھی اے شمعِ محفل رہ گیا

---

۱۔ آ، ب: حسرت
۲۔ آ، ب: یہ شعر نہیں ہے
۳۔ آ، ب: یہ بھی شعر نہیں ہے۔
۴۔ ب: کے
۵۔ ل: بایل، غالباً سہو کاتب

قیس اور ہم تھے دبستانِ جنوں میں [illegible]
تو گیا جوں ہی تو مرنے کی سی ٹھہرا ایک جوں [illegible]
ہم رہے اے موج خیزِ فتنہ اس گرداب میں [illegible]
سن غزل اک اور ممنوں سے لگا کہنے وہ شوخ [illegible]

۵۲

رشک اس پر ہے کہ یوں مر کر جو بسمل رہ گیا
سر قدم رکھ ہاتھ میں دامانِ قاتل رہ گیا

کون سا محمل نشیں گزرا کہ یہ رویا ہے قیس
قافلہ کا قافلہ سب پاسے در گل رہ گیا

کچھ نگا ہوں میں کیا چاہے تھا دل عرضِ ہوس
تیری چتون دیکھ کر لیکن یہ سائل رہ گیا

وہ جو کم قسمت ہیں، نیں اہلِ کرم سے فیض کیا
خشک لب اس قرب پر دریا کے ساحل رہ گیا

جس طرف کو میں گیا اس کعبۂ در کی طرف
صورتِ قبلہ نما، دل ہو کے مائل رہ گیا

چل بسے پیش از سحر تھے جو رفیقانِ سفر
آہ ایک سوتے کا سوتا میں ہی غافل رہ گیا

اشک افشاں ہم جو گزرے تھے سو پاؤں کا نشاں
کوئی بھی باقی نہیں، اب تا بمنزل رہ گیا

وہ جو ہیں گرمِ سراغ، آویں کہ ہر ہر گام پر
یا جگر کا لخت یا پرکالہ دل رہ گیا

شب جو پہنی گل کی بدھی تھی سو پھولوں کا نشاں
اس تنِ نازک پہ مانندِ حمائل رہ گیا

چل بسالا سرِ لشکرِ اہلِ جنوں، ممنوں کہاں
آج اس وادی میں کچھ شورِ سلاسل رہ گیا

۵۳

آمد آمد[1] سن تری جی تن سے چل کر رہ گیا
آ کے دم آنکھوں میں، سینہ سے نکل کر رہ گیا

دیر سے مستی میں سوے کعبہ چل کر رہ گیا
لڑکھڑانے پاؤں تھے، پھر میں سنبھل کر رہ گیا

لے گیا دل ہاتھ سے اور پاؤں کے نیچے مَلا
دیکھتے کا دیکھتا میں ہاتھ مَل کر رہ گیا

لشکرِ غم میں یہ سمجھا تھا کہ جانے گا گزر
یہ تو ملکِ دل میں آ، اپنا عمل کر رہ گیا

غالباً خوں ہو چکا سینہ میں دل، ہے غم ہوا
قطرہ قطرہ منہ پہ اشکِ سرخ ڈھل کر رہ گیا

برق سی سینہ سے چمکی پھر جو دیکھا، کچھ نہ تھا
سو ختہ جاں، شب ترا بستر پہ جل کر رہ گیا

نام سنتے ہی ترا، گریہ بکیا کیا کیا نہ ضبط
ایک دریا سا مرے دل سے ابل کر رہ گیا

بزم سے اس نے نکالا ہی تھا، پر مجھ کو بھی دیکھ
دردِ دل کا کیا بہانہ کر، مچل کر رہ گیا

کچھ نہ سمجھا کیا ہوا، عرضِ تمنا کا جواب
وہ لبِ نازک کچھ آہستہ سا ہل کر رہ گیا

اور بھی تصویر چاہی تھی کہ تجھ[2] سی ہی بنے
کچھ جو نقاشِ فلک سوچا، سنبھل کر رہ گیا

رنگِ رخ ویسا نہ ہوتے دیکھ شنجرفِ شفق
لے سفیدی میں سحر کی یونہی گل کر رہ گیا

اشک کا طغیاں ہوا ممنون غرقِ رحمت آہ
ایک یا دو مرتبہ اچھلا اچھل کر رہ گیا

---

۱ - ب: یہ پوری غزل بہت آگے دوبارہ دی گئی ہے
۲ - آ، ب: تجھ ہی سے

## ۵۴

اس نگہ نے کیا کہا، چپ میں جو یاں تک رہ گیا
دل سے حرفِ آرزو آکر زباں تک رہ گیا

لب تلک آیا ہے جی، پر آکے یاں تک رہ گیا
ہاں دلِ نالاں تعلق یک فغاں تک رہ گیا

واہ رے یہ زورِ جذبِ عشق اور تمکینِ ناز
گھر سے بیتابانہ آہ[1] وہ آستاں تک رہ گیا

کب تلک اے گریہ ہر دم پارہء دل کا سوال!
تو ہی منصف ہو، یہ سرمایہ کہاں تک رہ گیا

سینہ تو زخموں کا خواہاں تھا، پہ اٹھکیلی تو دیکھ
لا کے سو سو بار وہ خنجر یہاں تک رہ گیا

کیا ہی الجھاوا[2] پڑا ایک ایک نوکِ خار سے
برق کا داماں پہنچ، اس آشیاں تک رہ گیا

مت سمجھ آویزۂ[3] گوہر کہ ہو ہو کے گرہ
ہر سخن میرا پہنچ گوشِ بتاں تک رہ گیا

اشک آج آتے ہیں تھم تھم، لختِ دل کوئی مگر
آہ بنِ مژگاں، چشمِ خوں فشاں تک رہ گیا

آگ دی کیا یاں تبِ الفت نے جل کر مثلِ شمع
استخواں تک بلکہ مغزِ استخواں تک رہ گیا

دیکھ ٹپکانا اور اٹھکیلی کر بوسے کے لیے
وہ دہاں سو مرتبہ لاکر، دہاں تک رہ گیا

نقدِ جان و جنسِ ایمان و متاعِ دل، سبھی
دے چکے اب[4] دھیان کیا، سو تک رہ گیا

محوِ خود آرائی تھا خلوت میں وہ بت، آئینہ[5]
پشت بر دیوار حیراں نگہاں تک رہ گیا

اذنِ عرضِ شوق بارے بس، رہا جاتا نہیں
رہ سکا ظالم، جہاں تک میں وہاں تک رہ گیا

زہرِ غم نے کیا سرایت کی کہ ممنوں بعدِ مرگ
وہ جگر دو، لا دہن یاں، استخواں تک رہ گیا

## ۵۵

دل، شب جو شعلۂ تبِ ہجراں سے جل گیا
کچھ بھاپ سی لگی تھی کہ سب سینہ چھل[6] گیا

خاموش ہم زباں کر لیا تو نے کس کا نام
دل میں اٹھی[7] یہ ہول کہ دم سا نکل گیا

اے واہ سادگیِ وفا، بعدِ صد فریب
آج اسکے جھوٹ وعدے پہ، پھر میں بہل گیا

سر اس قدر نہ کھینچ تو اے شمع بزم میں
تک منہ پہ نور آنے ہے، جوبن تو ڈھل گیا

کچھ حال اور تو نہیں معلوم، شب کوئی
سو بار دل کو سینہ میں جیسے کہ مل گیا

بے اختیار گریہ جو چھوٹا تو کیا کروں
سینہ جو آبھرا تھا، یکایک ابل گیا

کیا عرضِ آرزو میں بھلا کر سکوں کہ واں
ٹپکا نگہ سے قہر، جو تک ہونٹ ہل گیا

قاصد سے میری مرگ کی سن، دل پہ رکھ وہ ہاتھ
بولا کہ کیا کہا کہ میرا جی ہی دہل گیا

تک ہوش دیکھ حیلۂ مستی سے لڑکھڑا[8]
رکھ ہاتھ اس کے دوش پہ ممنوں سنبھل گیا

---

۱۔ آ۔ "آہ" نہیں ہے
۲۔ آ، ب۔ الجھاؤ آپڑا
۳۔ آ۔ آمیزہ۔ گوہر
۴۔ ا۔ سب
۵۔ آ۔ اور
۶۔ آ۔ چھل
۷۔ آ۔ تھی

۸۔ لندن: لڑکھڑا نے لیکن یہی درست ہے۔ غالباً سہوِ کاتب

بغل میں تجھے کھینچا کر [illegible] / [illegible]
نہیں معلوم کمیں گہ میں نگہ تھی کس کی / [illegible]
آفریں جذبۂ الفت کہ سرِ مجنوں پہ / [illegible]
جلوہ افروز ترے ہوتے ہی اے غیرتِ شمع / [illegible] نشاں جوں [illegible] آ گیا
میں جو خلوت میں گیا اسکی، مرے[2] ولولہ دیکھ / ہنس کے بولا کہ [illegible] آ گیا
بے تکلف برِ اغیار میں بیٹھا تھا وہ / میں جو پہنچا تو کہا [illegible] آ گیا
دوربیں سے وہ فرنگی بچہ دیکھے تھا خدنگ / نگہِ تیز کا جوں تیر [illegible] آ گیا
مثل دل شیشہ چھپاتا تھا بغل میں ناگاہ / ہاتھ سے محتسبِ شہر کے سنگ آ گیا
کس قدر دل کو تصور خطِ خوباں کا رہا / آخر اس آئینۂ صاف پہ زنگ آ گیا
حملۂ عشق تو دیکھو کہ شکارِ[3] دل پہ / ایک ہی جست میں مانند پلنگ آ گیا
ایک دو جرعہ بصد شرم رہے تھے بھر، چند / پر نشہ کا تری آنکھوں میں تو رنگ آ گیا
درِ میخانہ پہ دیکھا تھا بہت شرمانے / میر ممنوں کو اندیشۂ ننگ آ گیا

## ۵۷

دل کاوِ کاوِ غمزے سے پرنیش ہو گیا / یک قطرہ خوں حریفِ دو صد ریش ہو گیا
یا ہے جگر خراشی و یا سینہ کاویاں / قسمت[1] سے شغل ہم کو یہ درپیش ہو گیا
دشنہ سے سیر کچھ نہ ہوئے کشتگانِ شوق / دل وقفِ غمزۂ ستم اندیش ہو گیا
آنے تجھے کعبہ چھوڑ صنم خانے میں سو یاں / للہ دشمن ایک ہمہ کیش ہو گیا
ہر دم عتابِ نیش زنی ان لبوں سے ہے / آبِ بقا میں غلط یہاں نیش ہو گیا
شاہانہ جنسِ طاقتِ صبر و خرد تھی یاں / دل دستبردِ غم سے پہ درویش ہو گیا
ممنوں تقاضے ہم کو دیا کیا بغیر دل / سو وہ بھی نذرِ کاہشِ تشویش ہو گیا

## ۵۸

آنکھیں لڑی تھیں، اس سے دل زار بندھ گیا / کیا مفت بے گنہ یہ گنہگار بندھ گیا
دامن چھڑا کے کون گیا اپنے ہاتھ سے / اشکوں کا پھر جو جیب تلک تار بندھ گیا
تاثیر، گرم[4] آہ نے کی تھی، اوت ولے / آیا وہ جب کہ یاں لبِ اظہار بندھ گیا

---

١۔ ب۔ تری
٢۔ ب۔ مرا
٣۔ آ۔ حملۂ عشق تو دیکھو اڑ کے شکار دل پہ
٤۔ آ، ب۔ آہِ گرم

مجلس میں آگیا تھا کہیں ساغرِ شراب
پہروں خیالِ نرگسِ سرشار بندھ گیا

تو نے جو ہیں یہ بال لپیٹے، سو کھول دے
اپنا دل ان میں ہو کے، گرفتار بندھ گیا

رقاص موجِ باد و نوا سنج تھے طیور
کل کیا سماں درونِ چمن زار بندھ گیا

ہم والیوں کی جنس پریشاں ہے جا بجا
یاروں کا رخت سر بسر و بار بندھ گیا

تھی دل میں کاوکاو رگِ جاں میں خار خار
شب جو تصورِ مژۂ یار بندھ گیا

گزری ہمیں تڑپتے ہی امیدِ قتل میں
کب کا بتوں کی تیغ کو زنگار بندھ گیا

ممنوں شبِ وصال بتا، تجھ کو کیا ہوا
جو دیکھ کر اسے لبِ گفتار بندھ گیا

## ۵۹

ہر نفس ضبط، زبس نالۂ شبگیر کیا
ہم نے ہر لختِ دل، آماجگہِ تیر کیا

بنِ مژگاں میں تیرے اشک نہاں ہیں، کس نے؟
قصۂ یاس مرا آن کے تقریر کیا

نہ ہوئے بخیہ، مرے زخمِ جگر، عیسیٰ نے
مفت، افسردہ سرِ سوزنِ تدبیر کیا

نہ گئے چشمۂ حیواں پہ یہ حلقِ تشنہ
آج منت کشِ آبِ دمِ شمشیر کیا

سینۂ سوختہ آتش کدۂ آذر ہے
ضبط، ازبسکہ ہے سوزِ دلِ دلگیر کیا

غنچہ ساں ہر گرۂ دل میں نہاں ہے خوشبو
آج کس گل کو تصور میں بغل گیر کیا

یوں تو کیا کیا نہ یہاں تو نے بنایا اے رہبر
پر خرابہ مرے دل ہی کا نہ تعمیر کیا

قلم مو سے نہ بہزاد کہ[1] اوسکی کھینچے
اور باریک نہ کیوں خامۂ تصویر کیا

آہ ہر حرف پہ[2] نکلے تھی، ٹپکتے تھے سرشک
دیکھ کس شوق سے خط تجھ کو یہ تحریر کیا

کاوشِ خار کرے ہے گرہِ آبلہ وا
ہم نے بھی عقدۂ دل وقفِ سرِ تیر کیا

عوضِ رحم اسے سن کے چھٹی جھنجھلاہٹ
لے، تجھے ہم نے سلام، آہ کی تاثیر کیا

کاوشِ آہ نے چھوڑا نہ پسِ مرگ بھی آہ
لوحِ تربت کو مری خاکۂ تصویر کیا

آبِ خنجر وہ سلامت رہے ممنوں تا حشر
جس نے سیرابِ دلِ تفتۂ نخچیر کیا

## ۶۰

بوسہ بھی دے، کہ اتنے تامل[3] نے غش کیا
غلطی میں ہم کو طرزِ تساہل نے غش کیا

چمکا یہ نور اٹھتے ہی برقع کے بزم میں
دعوئ گرانِ صبر و تحمل نے غش کیا

کس کو ترانۂ نغمئ داؤد پہ خیال
اس انجمن کو نغمۂ قلقل نے غش کیا

دریا کشی کا مژدہ اونہیں جو ہیں اہلِ ظرف
ہم کو تو ایک ہی قدحِ مُل نے غش کیا

دی کس کی باس طرۂ سنبل نے باغ میں
آشفتگانِ نکہتِ کاکل نے غش کیا

---

۱۔ یہ مگر
۲۔ آ۔ سے
۳۔ تیرے تامل

کن[1] حلقہ حلقہ بالوں کی لالی [illegible]
دے بادہ[2] بوے عطرِ قباے [illegible]
کس سروِ گل عذار کا گلشن میں ذکر [illegible]
غنچہ نے کی جو اس لبِ خنداں سے ہمسری
تھا کیا فسوں فسانہ دل میں کہ سن کے رات [illegible]
ممنون اس طریقِ غزل گوئی پہ تری [illegible]

## ۶۱

منہ ڈھانکے آ وہ بولا ، میں بے نقاب آتا — طرزِ نگہ سے تیری [illegible] حجاب آتا
یہ سیم تن ہے کوئی دیکھو تو پیرہن میں — لبریز تا ہے نورِ [illegible] آتا
خورشیدِ روے جاناں ہے کس قدر درخشاں — کچھ چشمِ آئینہ میں بھر بھر کے آب آتا
اوس رخ کا رشکِ پنہاں روشن ہوا کہ ہر صبح — رنگِ شکستہ لے کر ہے آفتاب آتا
اوس روے پُر عرق کے روتا خیال میں ہوں — ہر اشک و لختِ دل ہے باآب و تاب آتا
تقواے قدسیوں کے پھر پاؤں لڑ کھڑاتے — گر ہاتھ میں لیے وہ جامِ شراب آتا
غنچہ کو اسکے آگے تھا لافِ خوش دہانی — کچھ وہ جو بول اٹھتا تو کیا جواب آتا
چشمِ بتاں کی گردش کرتی نہ گر خرابی — خلقِ خدا میں پھر یہ کیوں انقلاب آتا
شب میرے ولولوں سے ہو ہو کے تنگ بولا — یوں جانتا تو کیوں میں تجھ تک شتاب آتا
میری طرف نگاہیں کیا گرم گرم کی ہیں — منہ پہ عرق ہے، گل سے جوں ہے گلاب آتا
ہاروں میں کشمکش ہے ، الجھے ہیں موے کاکل — رہ رہ کے میرے دل میں ہے پیچ و تاب آتا
چولی مسک رہی ہے زیور جھٹک رہا ہے — ہاتوں پہ تیرے غصہ ہے بے حساب آتا
صورت ملی دلی سی، دکھلا کے پھر کہے تھا — کیا آدمی ہے کرنا، تجھ کو خراب آتا
ممنوں تری غزل میں تاثیر کس قدر ہے — حالت میں وجد کی ہے ، ہر شیخ و شاب آتا

## ۶۲

شعلے[5] سے طور کے ہے زیرِ نقاب آتا — پھر کون دیکھ سکتا ، گر بے حجاب آتا
کہتا ہے آؤں گا میں شب خواب میں، یہ سچ ہے — تو جانتا ہے مجھکو ، تجھ بن ہے خواب آتا
قاصد کو دیتے ہی خط ، در سے لگائی آنکھیں — سمجھا رہا ہوں دل کو یہ ہی جواب آتا
گر انتظار کے درد اپنے ، میں تجھ سے کہتا — وعدے سے پیشتر تو بے صبر و تاب آتا
شب دل خراش نالے ، سن کر مرے کہے تھا — ہمسایگاں کو اسکے کیونکر ہے خواب آتا

---

۱۔ آ: کس
۲۔ آ: برنی
۳۔ طالب آملی
۴۔ آ ب میں یہ غزل نہیں ہے۔
۵۔ آ ب یہ غزل بھی نہیں ہے

سوزِ دروں سے کیا دل ، سینہ میں بھن رہا ہے — ہر اشک گرم ہے جوں اشکِ کباب آتا
ڈرتا ہوں یہ نہ خالی ہوجائے دل کا معدن — ہر اشکِ سرخ سے ہے اک لعلِ ناب آتا
جوں صبح سانس ٹھنڈی دل سے ہے اک نکلتی — پیری میں یاد جب بھی عہدِ شباب آتا
کیا شوق کشتہ اسکے ، ہنستے ہیں آج شاید — خنجر کو زعفراں سے دے کر ہے آب آتا
ہاتھ اسکا ہاتھ میں ہے اللہ ، آج کس کے — کچھ نبض میں ہے میری آج اضطراب آتا
پھر تیسری غزل بھی تمنون دیکھتے ہم — دیواں جو ہاتھ تیرا ، اے نکتہ یاب آتا

## ۶۳

گر[1] آسمان سے ہے وحی و خطاب آتا — خط کا مرے نہ واں سے لکھا جواب آتا
رخشِ غرور سے کب رکتا تھا میں کہ اترے — اے کاش کہ وہ آتا ، پادر رکاب آتا
مجھ تشنہ حلق کو وہ دے آبِ تیغ بولا — اس رہن نہیں مجھے کچھ کارِ ثواب آتا
کل چور کر چکا تھا نشہ میں شیشہء دل — پھر آج ہے وہ مستِ صہبائے ناب آتا
یوں تیغ دیکھ اس کی، خوش شوقِ کشتگاں ہیں — لبِ تشنگاں کی خاطر ، جیسے ہے آب آتا
سینہ میں ریزہ ریزہ دل کا ہوا برشتہ — ہر نالہ سیخ پر ہے لے ، ایک کباب آتا
وہ خاک میں ہیں لپٹے اور خار ہیں دمیدہ — مخمل کے خواب پر تھا جنکو نہ خواب آتا
لب تہنیت سرا ہیں ہر زخم دل کے باہم — خنجر لیے ہے شاید وہ پر عتاب آتا
سینہ میں کوئی دل کو ، تمنوں مسل رہا ہے — آنکھوں سے متصل ہے کچھ خون ناب آتا

## ۶۴

غش میں جو ناگہاں دل روزِ وصال آیا — اس عطرِ پیرہن کی بو سے بحال آیا
نے[2] غمزہ نا اشارہ پرسانِ حال آیا — کیا اس نگہ[2] سے دیکھا جو یوں ملال آیا
ٹپکا ہے ان لبوں سے خوں طرزِ یک تبسم — بوسوں کا اے تمنا، کن پر خیال آیا
مشہد سے اپنی اب تک لبِ تشنگی اُگے ہے — خاک اپنی پر نہ ساقی ، یک جرعہ ڈل آیا
اس کشتہء ستم کو یارے[3] جے بیقراری — کیا بعدِ ذبح، قاتل کچھ انفعال آیا
شب تھی طلب کہ کیجے ، تک سینہ جیب سے وا — ہوں سر بجیب ، لب تک یہ کیا سوال آیا
دونوں طرف دلوں کی حسرت رہی دلوں میں — ارماں ، نہ ایک کو بھی باہم نکال آیا
تھا شوق و خوفِ رنجش ، تھا ناز و بیم جرات — یاں کیا گماں، وہاں شب ، کیا احتمال آیا
دل پر ستم کشوں کے ، تک رحم بھی، کہ کیا زخم — یہ نیم قطرہء خوں ، اب چھیل چھال آیا
سیرِ چمن کو اے دل ، پروازِ شوق کب تک — پس سخت زحمتوں میں بازو و بال آیا
تک اور شعر پڑھ لے تمنوں ، کہ اس غزل کا — ہر ایک شوخ مضموں ، رشکِ غزال آیا

---

۱۔آ، ب۔یہ غزل بھی نہیں ہے۔
۲۔آ۔نے
۳۔آ۔بھولے ب۔یہ ہوتی ہے

کب کشتگانِ غم سے گرہ عرض حال [illegible] — [illegible]
اس چشم میں نہ فتنہ[1]، نہ زلف میں بلا ہے — [illegible]
گر خوں سے، خاکسر پُرنم دی ہاتھ میں فلک نے — [illegible]
ہاں گوشِ غیر وا رہ، عشاقِ بے زباں کو — ہر [illegible]
چھاتی سے تیرے مجنوں کیا کیا لگا کے رویا — دل [illegible] بار [illegible]
جو دل پہ[2] ہو بجا ہے اسکی یہی سزا ہے — یوں [illegible] نظر نہ [illegible]
لب کیوں نہ بند کیجے جب معرکہ میں ممنوں — دعویٰ [illegible] فصاحت، ہر [illegible]

٦٦

غش سے ہمیں افاقہ، دم بھر کبھو نہ آیا — جب تک صبا کا جھونکا لے تیری بو نہ آیا
اللہ[3] رے ناتوانی، سینہ سے اپنے نالہ — اٹھا تھا شب سحر تک، پر تا گلو نہ آیا
وہ تفتہ ہوں کہ بعدِ گردن زدن، رگوں سے — جوں تارِ شمع شعلہ نکلے، لہو نہ آیا
ہم نذرِ نیم جولاں خاک اپنی کر چکے ہیں — رخشِ غرور سے تو، لیکن فرو نہ آیا
قربانِ مہربانی، سینے سے لگ وہ بولا — اب تک بھی تیری نکلی کچھ آرزو نہ آیا
زخموں پہ زخم جھیلے، داغوں پہ داغ کھائے — گزرا نہ فکرِ مرہم، وہمِ رفو نہ آیا
یاں در سے لگ رہی ہیں تا وقتِ نزع آنکھیں — لے حسرتیں چلے ہم، پر آہ تو نہ آیا
بیمار کا ترے شب ایک دم سا لگ رہا تھا — سو بھی، کبھو تو پیارے آیا، کبھو نہ آیا
کل دیکھ نعش میری کس کس کو تھی نہ حسرت — پھر تجھ کو[4] بھی تاسف کچھ ایک گو نہ آیا
صد آفریں عجب ہی ممنوں غزل پڑھی ہے — تجھ سا نظر تو کوئی خوش گفتگو نہ آیا

٦٧

زخمی کو دیکھ تیرے، یک چارہ جو نہ آیا — انگشت زیرِ دنداں جو سرخرو نہ آیا
آزارِ خلق پر تو مت باندھ تیغ ظالم — پانی کمر سے کس کی یہ تا گلو نہ آیا
طغیانِ گریہ جس دم، آنکھوں نے تک کیا یاں — خونبار جوں مژہ کب، ہر ایک مو نہ آیا
اس معرکہ[5] (میں) ہم بھی ہیں شکلِ زخمِ تازہ — رونے سے تک جدا یاں، ہنسنا کبھو نہ آیا
ایما، سخن اشارہ، اس چشم کو ہے سب سے — ہم بھی تجھے کچھ سمجھتے، پہ گفتگو نہ آیا
دل اور خیلِ حرماں، یہ نیم قطرۂ خوں — صد داغِ جاں گزا سے کب دو بدو نہ آیا
کہتے تھے ہم کہ ممنوں کر ضبطِ گریہ ناداں — دیکھا کہ دل مژہ سے آخر کو چو نہ آیا

---

۱۔ ب: نے
۲۔ لندن: جو دل پہ بجا ہے لیکن یہ درست ہے، غالباً سہو کاتب
۳۔ آ، ب: تک دیکھ
۴۔ آ: تو بھی
۵۔ ب: معرکہ میں، لندن: میں، ندارد

## ۶۸

شب، بسترِ راحت پہ جز آزار نہ پایا
تلوار کی ڈوری سے کم اک تار نہ پایا

مدت سے سمجھتے تھے بغل میں خلشِ دل
پہلو کو جو چیرا تو بجز خار نہ پایا

دل مرگ پہ رکھا تھا قلق سے چہ شب افسوس
بستر کے تلے دشنۂ خونخوار نہ پایا

کیا ہوگئے سب صرفِ سرشک آہ کے ہمراہ
آج ایک بھی لختِ دلِ انگار نہ پایا

تھا خانۂ ہمسایہ میں وہ جلوہ نما، پر
اس چشم نے تک رخنۂ دیوار نہ پایا

دی رنگِ رخِ گل نے یہ آتش کہ قفس میں
آج ایک پرِ مرغِ گرفتار نہ پایا

دل کعبہ میں چھوٹا تھا ولے خوب جو ڈھونڈا
جز گردِ درِ خانۂ خمار نہ پایا

سر پر ترے بیمار کے افسوس سے ظالم
دنداں کے تلے لب، لبِ غمخوار نہ پایا

مانع تھا اِدھر تو ادب، آڑے تھی اُدھر شرم
شب، لب سے بہم ملنے، لب اک بار نہ پایا

ہر دم طپشِ دل سے نوازن ہوں قفس میں
نالہ نے گزر، تا سرِ منقار نہ پایا

ممنوں کی غزل سن کے ہزارانِ چمن نے
یہ رتبۂ رنگینیِ گفتار نہ پایا

## ۶۹

دل جب سے لگایا، بجز آزار نہ پایا
یہ شغل تو کچھ ہم نے سزاوار نہ پایا

گم ہو یہ اسیری کہ تہی پائی نے اپنی
گاہے مزۂ سرزنشِ خار نہ پایا

کس نے ترے سینہ سے ملے دیدۂ تر رات
پژمردہ جو پھولوں کا سحر ہار نہ پایا

اس بن کہ مری خرمنِ ہستی کو کیا خاک
تجھ میں اثر اے آہِ شرربار نہ پایا

ساتھ اسکے نہ جاگے، کبھو ایک بار بھی ہمنے
اِس طالعِ خوابیدہ کو بیدار نہ پایا

پرواز کرے شوق سے، گر روح، بجا ہے
اس طائرِ دل سا تو، گرفتار نہ پایا

لیتے ہی بس اس شوخ نے جز رشتۂ دامن
پر باندھنے کو اور کوئی تار نہ پایا

ممنوں نے پڑھی وہ غزلِ صاف کہ جس کا
ہم قدر صفا میں درِ شہوار نہ پایا

سن کر[1] یہ کہا میر نے انصاف سے افسوس
اس جنس کا یاں کوئی خریدار نہ پایا

## ۷۰

کیا گراں طرۂ گل ہے ترے سر پر آیا
ایک باریک سا لچکا جو کمر پر آیا

تیرِ بیداد جو اس شستِ[2] نگہ سے چھوٹا
سیدھا مرے دل ہی پہ یا میرے جگر پر آیا

کیا رقیبوں کو جلایا، تری تصویر کے پاس
کھینچ[3] تصویر ہوں اپنی ترے در پر آیا

مرحبا ناوکِ بیداد، کہ سینہ میں مرے
سرِ پیکاں سے جو نپکا تو اُتر پر آیا

---

۱۔ آ، ب: سید نے کہا سن کے
۲۔ آ: سمت
۳۔ آ: کھینچے

مجھ سے ہم خراب تھا [illegible]
بیمار کی دیکھو گے [illegible]
پردہ الٹتے ہی وہ بت گھر سے [illegible]
جذبۂ دل نے کیا زور، پہ طالع [illegible]
آگ کیا دل میں بھری ہے، عوضِ آہ [illegible]
کس سے وعدہ تھا کہ شب اٹھ کے سحر تک [illegible] بار
اے جنوں مژدہ، ہوا جوشِ بہاراں تازہ [illegible]
اسکے رخسار سے، تشبیہ جو دی تھی ناگاہ [illegible]
گر غزل اور کہے، لاف نہ کیجو ممنوں [illegible]

۷۱

کیوں یقیں، اب تو مرے دل کے اثر پر آیا
تو تو کہتا تھا نہ آؤں گا، ادھر پر آیا

غمزۂ یارا نشانہ پہ کوئی چھوٹے تیر[1]
صیدِ غفلت زدہ [illegible] نظر [illegible] آیا

کچھ لبِ بام سے نیچے تھی، رہی اپنی کمند
صحن میں گھر کے، وہ کوٹھے سے اوپر پہ آیا

دل پہ جو تیغ لگاتا تھا، لگی سینہ پر
ہے تاسف میں کہ کیوں وار سپر پہ آیا

دل کو کس دستِ حنا بستہ میں تھا رات فشار
رنگ خون کا، مژۂ دیدۂ تر پہ آیا

اے گلِ تازہ! تجھے ہے بھی خبر، ہمرہِ باد
گل لڑا بلبلِ دل خستہ کا پر پہ آیا

اشک دُرِ کالۂ دل، سلک و جواہر تجھے مگر
کہ گہر لعل پہ اور لعل و گہر پہ آیا

چھپ کے وہ خانہ نشیں، چشم نگہ بازاں[2] سے
تھا ادھر، گرچہ نہ امکانِ گزر، پہ آیا

آتے ہی ناز سے بولا کہ تیری خاطر میں
لاکھ ہی ڈھب کے تھے ہر چند خطر، پہ آیا

نہیں معلوم کہ ممنوں کے کہاں اٹھا درد
دیکھتا یہ ہوں کہ ہاتھ اس کا جگر پہ آیا

۷۲

گھر سے گرمِ عتاب نکلا
وہ ماہ تو آفتاب نکلا

تقوے کے ہیں پاؤں لڑکھڑانے
وہ در پہ رہیے شراب نکلا

اس لب پہ ہے داغِ مسّی، قیامت
مغرب سے بھی آفتاب نکلا

یاں سر سے دھوئیں نکل گئے، وہ
دیتا، زلفوں کو تاب نکلا

چھٹکی کچھ چاندنی سی شاید
وہ منہ سے الٹ نقاب نکلا

آنکھ اس سے لڑی تو ہر نگہ سے
شوخی میں ملا حجاب نکلا

کل کوچے میں میں ترے تھا گزرا
دل ہاتھوں میں داب داب نکلا

اے تشنہ لبی! تجھے مبارک
دریائے جہاں سراب نکلا

---

۱۔ آ: ذرا

۲۔ آ، ب ۔ جاناں

وا، ہوتے ہی چشم، کچھ نہ دیکھا — دیکھا جو یاں، سو خواب نکلا
کون آنے ہے، سینہ سے یہاں دل — جاتا ہے، باضطراب نکلا
جاں کندنِ سخت دیکھ تیری — آنکھوں سے تو خوں ناب نکلا
ممنون تھا انتظار کس کا؟ — کیوں دم نہ ترا شتاب نکلا
ہر شعر تیری غزل کا ممنوں — شائستہ انتخاب نکلا

۷۳

بریان و صد التہاب نکلا — دلِ داغ زدہ کباب نکلا
لختِ دل، گرم اشک کے ساتھ — کیا کیا نہ بہ آب و تاب نکلا
بوسہ جو دیا[1] تو کس مزے سے — بارے کچھ تو حجاب نکلا
گوشہ جو نقاب کا وہ سرکا — یک پارۂ ماہتاب نکلا
مرتا ہوں میں اس نگہ پہ، جس سے[2] — کچھ لطف میں ہو عتاب نکلا
یاں جس نے کر خاکساریاں کیں — وہ ہی عالی جناب نکلا
ہے جوشِ رشک آستیں سے — فوارہ سے جیسے آب نکلا
جاگے ہو، کہیں قدح کشی کی — شب سے تا آفتاب نکلا
صدقے[3] انکار کے، نہ اب تک — آنکھوں سے خمار و خواب نکلا
کیا صلِ علیٰ، ہے تیرے منہ پر — گل سا رنگِ شباب نکلا
ممنون کو پارسا تجھے سمجھے — سو بادہ کش و خراب نکلا

۷۴

کیا نقش ترا لوحِ دلِ تنگ پہ کھینچا — یک دستِ قلم صفحۂ اورنگ پہ کھینچا
بلبے وہ نزاکت جو کبھیں پھول تھے پہنے — خط ہر رگِ گل نے تنِ گلرنگ پہ کھینچا
کس کا ہے رواں ناقہ کہ مجنوں نے دمِ سرد — ہر ایک صدائے جرس و زنگ پہ کھینچا
کیا سینۂ فرہاد نہ تھا تیشۂ فولاد — یوں نقش جو شیریں کا سرِ سنگ پہ کھینچا
ہائے اے جگر و دل! مژۂ یار نے خنجر — پھر قصدِ ستیزہ گری و جنگ پہ کھینچا
مدہوش تھا اس خط سے، کیا چشم نے بھی مست — اور ایک قدحِ مے، قدحِ بھنگ پہ کھینچا
دل نغمہ گرِ عشق ہے، ظالم نہ ہدف کر — کیوں تیر ہے؟ اس مرغِ خوش آہنگ پہ کھینچا
گو رنگ قبا سے تنِ نازک کا چکاں[4] تھا — اسکو بغلِ شوق میں کیا تنگ پہ کھینچا

---

۱۔ آ۔ تھا ب۔ تو۔ بھی درست ہے
۲۔ آ، ب۔ میں
۳۔ آ، ب۔ میں یہ شعر پہلے والی غزل میں ہے۔
۴۔ ب۔ چونے تھا

ہم خاک نشیں عرش [illegible]
ممنون نے اٹھاتے ہیں [illegible]

## ۷۵

مطرب نے نہ دل بانگ[2] نے دو چنگ پہ کھینچا — [illegible]
شاباش ہے[1] اے زورِ کمندِ کشش قیس — [illegible]
کاٹنے سے رگِ جانِ سیہ روز میں کھٹکے — شانہ [illegible]
یاں ہاتھ میں طشتِ دل پر خوں ہے لکھا — واں تیغ [illegible]
تصویرِ شہادت کا مری عالمِ رنگیں — نقاش نے اس رنگ [illegible]
مشتاق ہوں شوریدگی و ہرزہ سری کا — خط نسخۂ ہوش [illegible]
ممنون نہ پرکار تھی گو دستِ قضا میں — کیا دائرہ چرخِ سیہ [illegible]

## ۷۶

جو کیا سوالِ بوسہ، تو ملا جواب الٹا — مرے منہ پہ ہاتھ مارا بدوصد عتاب الٹا
پڑا شمع کا سا[1] پرتو، مرے آ، قریبِ خانہ — رخِ آتشیں سے کس نے، یہ سر نقاب الٹا
یہ گریزِ حسن تھی وارثہ[2] کشش تھی عشق کی یاں — کہ وہ گھر سے در پہ نکلا، پہ پھرا شتاب الٹا
وہ جھکی جھکی سی آنکھیں نظر آکے مر گیا ہوں — سرِ قبر پہ مری رکھو، قدحِ شراب الٹا
اسے کیا غدر کا ڈر ہو، جو مثالِ مثبت[3] قرباں — مجھے ذبح کرکے سمجھا کہ ہوا ثواب الٹا
جو وہ تیغ کھینچ آیا، مجھے گریہ سے کیا منع — یہ ستم ہے اور روکا دمِ ذبح، آب الٹا
تپِ دل سے شعلہ بستر یہ ہوا کہ اپنی کروٹ — گئی جل کہ آگ پر جوں نہ کیا کباب الٹا
نگہ اس پہ[4] گرم کی تھی کہ جلیں حیا کے پردے — اسے اور بھی کچھ آیا عرقِ حجاب الٹا
مری اس غزل سے ہمسر کہیں اور کی غزل کو — کہ یہاں ہے سامعوں کا عجب انتخاب الٹا

## ۷۷

یہ نظر پڑا جھمکڑا جو وہ تک نقاب الٹا — کہ گرا زمیں پہ موسیٰ بصد اضطراب الٹا
ترے لب سے[4] مے ٹپکنی، عجب ایک ہے قیامت[5] — کہ ستم ہے غرب سے جو پھرے آفتاب الٹا
جو سرشک میں نے روکے، لگی آگ دل میں دونی — کہ لگا جلانے اپنا یہ گھر اور آب الٹا
دبی آگ اپنی خاطر غرض آبِ شعلہ رو کی — ترے مکھڑے سے دوپٹا جو وقتِ خواب الٹا

---

۱۔ آ: کا پرتو
۲۔ آ: عبد
۳۔ آ: سے
۴۔ آ: سے
۵۔ آ: ڈولے

سرِ زلف شمع رخ پر تری دیکھ کر ہو حیراں — کہ چلا یہ دود، کھا کر[1] خمِ پیچ وتاب الٹا
جو اُسے کہا ہر ایک جا، نہ قدح کشی کیا کر — تو (وہ؟) مستِ ناز دینے یہ لگا جواب الٹا
مرے لب کے جام چھولے رہی آرزو ہمیشہ — لگی آگ، مجھ پہ کرنے یہ اب احتساب الٹا
طرفِ مریض اپنے، چلے آؤ اب تو سیدھے — کہ دم اسکو لگ رہا ہے بہ دو صد عذاب الٹا
ہوئے جتنے اشک افشاں ترے دل میں شعلہ اُٹھے — کہ اس آب سے ہوا کچھ عجب التہاب الٹا
جو بنائے کارِ دنیا وہ بگاڑتا ہے ممنوں — جو رہا سنوارنے میں، وہ ہوا خراب الٹا

## ۷۸

کاوشِ غم نے ستم، رات یہ مجھ پر توڑا — کہ ہر اک موے بدن پر سرِ نشتر توڑا
ہائے کس طفل کا گردوں نے گرفتار کیا — کہ قفس سے جو نکالا تو ہر اک پر توڑا
کروٹیں خون ہوئیں رات کہ بے چینی سے — خار سا کچھ تہِ ہر رشتۂ بستر توڑا
کچھ نہ خارہ شکنی کی سی صدائیں ہیں آج — غالباً تیشہ ہے فرہاد نے سر پر توڑا
ہچکیاں سب کو لگیں، اسکے سرہانے شاید — تیرے بیمار نے دم، آج ستمگر توڑا
کس قدر شرحِ گراں باریِ غم لکھی تھی — کہ مرے نامے نے بازوے کبوتر توڑا
چشم سے قہر، تری تیرِ نگہ کا چھوٹنا — کہ جگر تک مرے سینے سے گزر کر توڑا
آئی پرخوں دلِ بلبل سے اک آوازِ شکست — بے دھڑک کس نے یہ گلبن سے گلِ تر توڑا
کچھ عجب کوہ[2] شکنی کا تو نہیں، پر فرہاد — رشتہ امید کا معشوق سے کیونکر توڑا
تیری نرگس سے بہت دعویِ ہم چشمی تھا — سرِ بادام کو کیا مار کے پتھر توڑا
جوں حباب ایک نفس ہے یہ طلسمِ عشرت — اس میں گر شیشہ بنایا، گہے ساغر توڑا
آج ممنوں نے کہی کیا غزلِ شیریں اور — کہ مرے ذائقہ میں رتبۂ شکر توڑا

## ۷۹

میں نے کل اس سے کہا دل کو ہے کیونکر توڑا — اک آئینہ مرے رکھ کے برابر توڑا
دل کہ تھا قدر میں کعبہ سے فزوں تر، توڑا — ہو تو بت، تم نے خدا کا ہے ولے، گھر توڑا
دیکھ کر بند قبا کے ترے ٹوٹے ٹوٹے — میں نے کیا آپ کو ہو ہو کے ہے مضطر، توڑا
کاوشیں مجھ سے رہیں ضبطِ فغاں کو کیا کیا — تا گلو سینہ سے نشتر[4] پہ ہے نشتر توڑا
قصہ کہتا تھا کسی عہد شکن کا میں رات — وہ لگے کہنے، یہ طعن آپ نے ہم پر توڑا

---

۱۔ آ: لیکر
۲۔ ب: وہ، لندن۔۔۔ "نزہ" ندارد سہو کاتب
۳۔ لندن "ب" کہ۔ متن مطابق "آ"
۴۔ آ: محض

اشکِ شادی ترے آنے [illegible]
لگ چکا جی تو نہیں ہم [illegible]
دل کے پیوند ہیں یہ یادیِ [illegible]
کوہِ غم کی یہ گرانی ہوئی [illegible] آخر
جزو جزو دلِ[2] سیپارے کیے کیا برباد
نزع میں بھی نہ وہ پیمان شکن آیا افسوس [illegible]
ہاتھ گستاخ نہ کیوں ٹوٹ گئے ممنوں کے [illegible]

۸۰

مزا[3] لڑنے کا ، ہنسنے کا نہ پایا اسے ہم چھیڑ [illegible] پایا
صفای طاقِ کعبہ ، اللہ اللہ پہ رکھا جام یا [illegible] پایا
کئی نکتے تھے لکھنے اُس دہن کے تیرا صفحہ ، پہ عنقا نہ پایا
نہ دیکھا خندہ دندان نما وہ کوئی بھی عقدہ دل ، وا نہ پایا
تپِ دوری و تن ہے خس ، پہ اپنا - بجز آتش ، کرم فرما نہ پایا
علاجِ دردِ دل کا نسخہ تجھ بن بیاضِ حضرتِ عیسیٰ نہ پایا
شب ایک کروٹ پہ دردِ دل سے تا صبح ذرا آرام - وادر وا وا نہ پایا
جگر کیا ہوچکا پُر کالہ کوئی سرِ مژگاں خون ، پالا نہ پایا
بھٹکتی روح ہے مجنوں کی کب سے گزر تا ناقہء لیلیٰ نہ پایا
نوشت و خواند بن دل دے دیا تھا تمسک کچھ پلے دعویٰ نہ پایا
کہا "آؤں گا فردا کو" دیکھ لینا ، کہ یہ بیٹھا تا فردا نہ پایا
غضب ہے بے کسانہ راہ در پیش رفیق و ہمرہ و ہم پا پایا
گیاہِ خشک کی کیا تاب اپنے بیاں کب برقِ رنگ اوڑتا پایا
برا ہو رشک کا، اس کا تصور جو اپنے دل سے شب ہم خانہ پایا
یہ گھبرایا کہ سینہ چیر ڈالوں کوئی خنجر پہ جاں فرسا نہ پایا
غزل کیا اور بھی لکھی ہے ممنوں کوئی تجھ سا سخن پیرا نہ پایا

۸۱

وہ[4] آیا جب کہ لب ہلتا نہ پایا کہوں کچھ ، اسقدر یارا نہ پایا
رہِ کعبہ میں دل چھوٹا تھا ہم سے بہ درِ میخانہ مستانہ پایا
ادا، غمزہ، کرشمہ، ناز سب ہیں ترحم آپ میں الّا نہ پایا

---

۱ ۔ آہ توڑا

۲ ۔ سیدوہ نہ

۳ ۔ لندن ۔ زائد غزل

۴ ۔ لندن ۔ زائد غزل

تیری مژگاں کی ان چاروں صفوں سے ۔۔۔ دو عالم کب نہ و بالا نہ پایا
تہی، صد کاوشِ نیشِ ستم سے ۔۔۔ کوئی محنتِ دلِ شیدا نہ پایا
گدازِ آتشِ پنہاں سے جوں شمع ۔۔۔ نشان سر سے کہیں تا' پا نہ پایا
نہفتہ درد سے ہوتی ہے خونِ جان ۔۔۔ پہ کوئی زخم تو پیدا نہ پایا
مرے نالوں نے شب کیا صور پھونکے ۔۔۔ کہ چرخِ ہفتمیں ڈھونڈا، نہ پایا
کسی کے تھے نہ آغوشِ ہوس میں ۔۔۔ کہ پیچ چولی ' کا تو مسکا نہ پایا
رہی گرداب میں ٹوٹ اپنی کشتی ۔۔۔ گزر تا ساحلِ دریا نہ پایا
ترے جلووں سے کب اپنا پرِ کاہ ۔۔۔ حریفِ برقِ آتش زا نہ پایا
کہا میں نے کہ ڈھونڈے، شہر و صحرا ۔۔۔ دلِ گم گشتہ پر' اپنا نہ پایا
لگا کہنے ' بھلا یہ ذکر کیا ہے ۔۔۔ کسی سودائی کو پایا، نہ پایا
رہا ممنوں تو جیتا شبِ ہجر ۔۔۔ کوئی خوں ریز دشنہ کیا نہ پایا

۸۲

ہر مو، سے سوزِ غم نے شعلہ اٹھا کے چھوڑا ۔۔۔ الفت کو آگ لگ ہو، آخر جلا کے چھوڑا
کیا کیا نہ میں ہوں پھڑکا، صیاد پیشگاں نے ۔۔۔ جو تُو اسیر چھوڑا ، مجھ کو دکھا کے چھوڑا
تھا کس قدر تعلق قاتل سے ' دامن اسکا ۔۔۔ تلوار پر نہ ہرگز ، تلوار کھا کے چھوڑا
کس صید گہ میں لا یا گردوں کہ ہر طرف سے ۔۔۔ ایک ایک تیر ہمراہ ، آوازِ پا کے چھوڑا
اس گردن و کمر میں غم ہو چکی تھیں باہیں ۔۔۔ بے جراُتیِ دل نے قابو میں لا کے چھوڑا
اک[1] نور کا جھمکڑا کچھ رہ گیا چمک کر ۔۔۔ چہرے سے آج پردہ کس نے اٹھا کے چھوڑا
اے بادِ آہ ! جنبش اتنی بھی تھی نہ لازم ۔۔۔ ایک ایک پارۂ دل ، آخر اڑا کے چھوڑا
کیا کہہ گئے طبیب اب بیمار کو تمہارے ۔۔۔ کہتے ہیں آسرے پر ، اسکو خدا کے چھوڑا
صید حرم پھرے ہے غافل مزاہی ہوگا ۔۔۔ ایک آدھ ہاتھ اس نے گر گھات پا کے چھوڑا
دیں کھول کس نے زلفیں ، نگہت کا ایک بکا ۔۔۔ دامان و جیب میں کچھ بادِ صبا کے چھوڑا
ان رہرواں کے یارب کیا ہاتھ آگیا ہے ۔۔۔ جوں نقشِ پا ، ہر اک نے مجھ کو مٹا کے چھوڑا
کب وہ قدم تھے چھٹتے ہر چند خون ہوتے ۔۔۔ پر رشک سے انہوں کو ، دستِ حنا کے چھوڑا
تو جس کے ساتھ چاہے ، اب شوق سے لگا پھر ۔۔۔ ہم ہی ہوئے الگ ، لے ، سوگند کھا کے چھوڑا
ممنوں مئے محبت پی ، سہل مت سمجھ کر ۔۔۔ یہ جام کم' کسی نے منہ سے لگا کے چھوڑا

۸۳

سینہ میں اک نفس بھی نہ ترا تیر رہا ۔۔۔ خونِ[2] حسرت میں تڑپتا دلِ نخچیر رہا
دیکھ[3]، عیسیٰ ترے بیمار کو دلگیر رہا ۔۔۔ سرِ انگشت تہِ لب دمِ تدبیر رہا

---

۱۔ تہ میں باقی کے اشعار نہیں ہیں۔
۲۔ تہ یوں
۳۔ تہ دیکھا جس نے

ہائے رے [illegible] [illegible]
پوچھ نہ صورتِ دلِ بیتاب کی [illegible] [illegible]
جب کیا قہقہہ مانندِ صراحی [illegible] [illegible]
ہائے یہ گریہ بے مرحلہ کہیں ڈوب نہ جائے [illegible]
پوچھنے آرزوئے دل، وہ کب آیا ہے کہ جب [illegible]
جذبۂ قیس مگر زور پہ آیا کہ رکا [illegible]
بنِ مژگاں میں مرے اشک نہاں ہیں، بن کر [illegible]
گریۂ بنیادِ تمنا نہیں چھوڑے ہے بجا [illegible] سیلاب [illegible]
جب وہ مژگاں کی صفیں آئیں سناں بازی پہ لشکرِ طاقتِ دل [illegible]
ایک دو دم میں غزل اور بھی لکھیے ممنون شب [illegible] سحر [illegible] وہیں مائلِ تحریر [illegible]

۸۴

یک جراحت کو سسک اور یہ نخچیر رہا کہ تک ایک تشنۂ آبِ دمِ شمشیر رہا

## مطلعِ ثانی

ناوکِ انداز جو شب نالۂ شبگیر رہا شیشۂ چرخ سحر تک ہدفِ تیر رہا
دل میں کیا کیا ہوسِ عرضِ تمنا تھی ولے تیری چتون کا وہ ڈھب مانعِ تقریر[1] رہا
رات کیا کیا تجھے سینہ سے لگایا ہے کہ میں صبح تک تیرے تصور سے بغل گیر رہا
سارباں ناقۂ لیلیٰ کی پڑھ آہستہ، حدی گر کے دنبال اب اک پالے ہوئے نخچیر رہا
عوضِ بوسہ میں دشنام وہ دے ہے مجھ کو ذوقِ عصیاں کا، بچے لذتِ تعذیر[2] رہا
کس نے چوسا لبِ شیریں کو ترے رات کہ یاں گھونٹ سے زہر کے پی پی کے یہ دلگیر رہا
دل میں شب کیسی تھی ممنون خلشِ دشنۂ رشک رنگ کیوں منہ کا ترے، مائلِ تغئیر رہا

۸۵

شبِ انتظار تھی کس کی کل، کہ خیالِ جانبِ در رہا
سرِ شب سے لے کے کھلا ہوا درِ دیدہ تا بسحر رہا
ہوئی خاک کشتِ جہاں کی، یہ ہوائے نالۂ غم چلی
مگر ایک گلشنِ بیکسی کہ ہے اپنا سینہ، سو[3] تر رہا

---

۱۔ آ: قابل تحریر
۲۔ آ: بے لذت تقدیر
۳۔ آ: سبز

لبِ جامِ سم ، دمِ تیغِ غم ، سرِ خنجرِ ستم و الم
کوئی نذرِ جاں ، کوئی وقفِ دل ، کوئی صرفِ زخمِ جگر رہا

نہ قلق سے جاں مری ، اب تلک کبھو آکے پہنچے ہے لب تلک
نہیں دن کھنچے ہے یہ شب تلک یہی اضطراب اگر رہا

شبِ وعدہ یاں یہ قلق رہا کہ لبوں پہ جی مرا آگیا
پہ فریبِ وصل جو تھا ترا ، اسی آرزو میں ٹھہر رہا

کبھی بھرتے گر ، دمِ آہِ سرد دلِ سنگ میں بھی اٹھے تھا درد
نہ دموں میں ہے وہ تصرف اب ، نہ کچھ آہ میں وہ اثر رہا

غم و درد جس کی طرف چلا ، سو ادھر سے اس نے گزر کیا
کہ سدا یہ کوچہء دل مرا غمِ نو کا راہ گزر رہا

شبِ وصل کون سا عقدہ تھا کہ کیا نہ دستِ ہوس نے وا
نہ حجاب اسکو اُدھر رہا ، نہ لحاظ ہم کو اِدھر رہا

جلے دل میں جتنی ہوس تھی سب کہ یہ دستِ شوق تمام شب
کبھو حلقہ گردنِ یار میں ، کبھو اس کا طوقِ کمر رہا[1]

جو کسی نے قافیہ کو بدل ، پڑھی اس زمیں میں شب اک غزل
تو ہر ایک شعرِ خوش ادا اس کا ، کل مرے وِردِ تا سحر رہا

٨٦

نہ شفیق سر پہ رہا کوئی ، جو رہا تو زخمِ ستم رہا
نہیں ہوئی کو کوئی مری ، مگر ایک تیغ کا دم رہا

نہیں لب پہ دودِ فغاں عیاں ، نہیں سرخ جیشی سے خوں دہاں
کسی لب کا رنگِ مِسّی وہاں ، جو لیے مجھے بوسے ، سو جم رہا

ستمِ گزشتہ کے عذر واں کسی لطفِ تازہ کی عرض یاں
نگہوں میں نازونیاز کی عجب التماسِ بہم رہا

پئے نذرِ دامنِ چشم کیا گلِ اشک لائے اب بھلا
نہ جگر میں آب ، نہ دل میں خوں ، نہ بنام سینہ میں نم رہا

نہ وہ فصلِ گل ، نہ سماں رہا نہ چمن ، نہ پھول ، نہ وہ ہوا
کوئی پھول یہاں جو رہا ہرا ، سو وہ دل پہ داغِ الم رہا

نئے ڈھب کی آنکھ میں ہے کھٹک ، مگر آج آکے مژہ تلک
کوئی شیشہ ریزہ کہ لختِ دل جسے کہتے ہیں ، سو وہ تھم رہا

کہوں تمنوں اسکو میں شاعری ، یہ فسوں گری ہے کہ ساحری
کہ ہمیشہ خامہء نطق سے تری سحرِ تازہ بہم رہا

---

١ ۔ آیہ پڑھا

ہوئیں تم کو یاور ہے [illegible]
نہ وہ ہم رہے ، نہ وہ تم رہے [illegible]

ترے اشک [illegible]
کہ تمام دل [illegible]

تجھے پانے ناقہ یار کا ، کہیں قیس کچھ نہ [illegible]
ترے سیلِ گریہ سے جابجا ، جو غبار دشت کا رگل [illegible]

ہوئیں کس مزہ کی ہیں [illegible]
کہ جگر پہ داغِ کہن ہر اک [illegible]

ہوئیں روز خلوتِ خاص شب کہ وہ بت تھا ساتھ ہوسِ طلب
پہ اُدھر حجاب ، اِدھر ادب ، جو رہا۔ تو یہ ہی مخل رہا

وہ گرہ تھی کون سی رہ گئی کہ نہ دستِ شوق سے جو کھلی نہیں
شبِ وصل جراتِ عشق ہے ، بہت آہ میں تو تحمل رہا

ہوئے جب سے گرم روِ فنا ، نہ [۱] سایہ دم نہ کہیں لیا
مگر اسکی تیغ کا تو سدا سرِ تفتگاں پہ ہے [۲] ظل رہا

تجھے دردِ رشک کی کیا خبر ، کہ گراں یہ دل پہ ہے کس قدر
کہ جو پھول ہے ترے سینہ پر ، مری چھاتی پر وہی سل رہا

مرے چتونوں نے ہے کیا کہا کہ کچھ ایک غصہ ہے ، کچھ حیا [۳]
گئی جھک نگہ ، لبِ نازنین/ ترا ہولے ہولے ہے ہل رہا

رہی آنچ [۴] عشق کی یہ متصل ، یہ ہوا گداز ملائے دل
نہ کچھ آرزو ہی کا غش رہا ، نہ کسی ہوس کا ہی غل رہا

جو کہا یہ میں نے کہ کی دغا ترے دل نے لے کے [۵] بھی دل مرا
تو لگا یہ کہنے کہ تم کو کیا ، یہ معاملہ تو بدل رہا

ترے رنگ رنگ کے جلوے جاں ، یہ نگار و نقش دکھیں عیاں
کہ ہر ایک گوشہ خانہ یاں مرا رشکِ چین و چگل رہا

سرِ نقص سے نہ جگہ ملی اسے بحرِ کاملِ شعر میں
کہ دل اپنا ننگ سے نام کے ، جو غزل کہی تو مخل رہا

---

۱۔ آ۔ گر دیرہ فغانہ ذرا سا
۲۔ آ۔ د اشک
۳۔ آ۔ د نیا
۴۔ آ۔ د رہے آنچ
۵۔ آ۔ د ہے

## ۸۸

تھا روز کون سا کہ یہاں غم نہیں رہا — پڑھ پڑھ کے دل کا مرثیہ ماتم نہیں رہا
کیوں مسکی مسکی چولی ہے اور بکھرے بکھرے بال — گر اختلاط غیر سے ، باہم نہیں رہا
بس اے وفورِ گریہ ، ذرا رخصت اب کہ یاں — لوہو جگر میں ، سینہ میں کچھ نم نہیں رہا
اب جز خدنگ اور دمِ تیغِ یار بن — پہلو نشیں نہیں کوئی ، ہم دم نہیں رہا
اسبابِ عیش جمع ہیں سب کچھ ولے یہاں — کیا ہوئی خوری ! دلِ خورم نہیں رہا
نت سینہ چاک و زخم جگر پر رہا ولے — کچھ فکرِ بخیہ و سرِ مرہم نہیں رہا
لو آستیں میں ہے اب اس عطرِ جیب کی — گردن میں دستِ غیر ، تری خم نہیں رہا
آیا تھا دیکھ زلف تیری کس کے ہاتھ میں — کیا کیا ترا اسیر کبھی برہم نہیں رہا
تبدیلِ قافیہ سے جو کل یہ غزل سنی — رویا یہ میں کہ چشم میں کچھ نم نہیں رہا

## ۸۹

یاں ذوقِ زخمِ خنجرِ قاتل نہیں رہا — دل چاہئے تڑپنے کو ، سو دل نہیں رہا
واحسرتا کہ قاتلِ بے رحم بعدِ ذبح — یک لحظہ پیشِ دیدہ بسمل نہیں رہا
کیوں بزم میں جھکی جھکی آنکھیں تھیں کل اگر — چتون میں کوئی بوسہ کا سائل نہیں رہا
اے کاوشِ خدنگِ نگہ، رحم کر کہ یاں — ٹکڑے جگر ہے، سینہ میں اور دل نہیں رہا
کیا جانئے کہ دل[1] میں یہ کیسی بھری ہے آگ — کس دم کے ساتھ شعلہ مرے دل نہیں رہا
آنی بہار و غنچہ صفت دل مرا ہے بند — گل کون سا ہے ورنہ کہ جو کھل نہیں رہا
وا کرچکا ہوں عقدۂ بند نقاب کو — اب جز حجاب، پردۂ حائل نہیں رہا
کم ، تابِ دل ہے گرچہ پرِ کاہ سے ولے — کب برقِ طور سے وہ مقابل نہیں رہا
کوچہ میں تیرے کون سا دیوانہ آ بسا — شب ایک آن شورِ سلاسل نہیں رہا
قرباں بسر ہیں بے سروپائی کے اپنی ہم — ممنون ہم کو فکرِ گل و گل نہیں رہا

## ۹۰

ذرا جب[2] کہ یہاں رو کے داماں نچوڑا — ہر ایک تار سے ایک طوفاں نچوڑا
ٹپکتے ہیں کچھ متصل خوں کے قطرے — یہ کیا دل کو اے دستِ حرماں نچوڑا
عجب مشغلہ چشمِ تر نے دیا ہے — کہ دامن گہے ، گہ گریباں نچوڑا
دمِ نزع بوسہ دیا ، جان آئی — ترے لب سے کیا آبِ حیواں نچوڑا
گریباں نہ تر کر ، کہ سرِ آستیں کو — ابھی تو ہے اے چشمِ گریاں نچوڑا
دہن میں مریضانِ غم کے ، ترے آج — سنا ہے کہ شربت مری جاں نچوڑا

---

۱۔ آ: سینہ میں کیسی

۲۔ آ: جب یہاں

بھبوکا سا کچھ رنگ [illegible]
مری طرح گھر رو کے دامن [illegible]
نثارِ کفِ دستِ حوضاں سے [illegible]

۹۱

دھواں اسے آہ یوں کرتی ہے کیا، جا جلانا [illegible] جا
ٹھہر اتنا کہ میں سینہ کروں چاک بسر ے [illegible] دل [illegible]
نکل سکے[1]، جوں بوئے گل جاؤں گا گھر سے مجھے مت [illegible]
یہ ہے عرضِ اسیرانِ مرغِ گلشن ہمیں آواز تو [illegible] جا
کہاں تک ترک تاز، اے لشکرِ غم فلاحِ دل تو ویراں ہوچکا [illegible] جا
سلام اپنا بھی یارانِ وطن کو کہہ کے، اس دشت میں جوں نقشِ پا [illegible] جا
تمنائے جراحت میں ہے خونِ دل خدا کے واسطے، تیغ اک لگا جا
یہ جسمِ ناتواں ہے کشمکش میں نہیں اے دم! اس طرح اب تو [illegible] جا
جگر، دل، سینہ، سب حاضر ہے قاتل یہاں تو شوق ہے تیغ آزما جا
ترے بیمار کے سر پر ہیں سب جمع بہانے رخصت، ایک دم تو [illegible] جا
بس اب تو شوق سے بیگانہ وش پھر ہوا اوروں سے تمیں بھی آشنا جا
یہ جی میں ہے کہ کوئی تکیہ ممنوں بتاؤں جانبِ دشتِ فنا جا

۹۲

جو بعدِ مرگ بھی دل کو رہی کنار میں جا تو سوچکا میں، فراغت سے بس مزار میں جا
تمام درد ہوں[2]، معلوم کچھ نہیں کہ، کہاں ترے خدنگ نے کی ہے تنِ نزار میں جا
اٹھا جو داغ کہیں سے، چلا جو درد کہیں سو کی پسند، مرے سینۂ فگار میں جا
نکل کے گھر سے گیے در پہ، گہہ سر کو پہ پھروں تھا رات میں تیرے ہی انتظار میں جا
سمجھ کے لختِ جگر آ کہ دل کے ٹکڑوں سے تہی نہیں ہے مری چشمِ اشکبار میں جا
یہی تو رزق تہی پائی ہے مرا ظالم سمجھ کے برقِ شرربارا خار زار میں جا
متاعِ نالۂ سیماب و شوق، نقصانِ دوست کیے ہے، آج رہیں اک شعلہ زار میں جا
قدم سمجھ کے تو رکھ، کشتگانِ حسرت سے تہی نہیں ہے تک الفت کی رہ گزار میں جا
ملالِ بے کسی و یاس! بس ادھر مت آ نہیں رہی ہے دل و جانِ بیقرار میں جا
یہ رنگ ہے دلِ مضطر میں داغِ پر خوں کا کہ جام مے کو ہو جوں دستِ رعشہ دار میں جا
اٹھے جو کلفتِ دل، گم ہو میری کلفت میں غبار جیسے کہ مل جانے ہے، غبار میں جا
نہو کہیں کہ دو صد خونِ خفتہ ہوں بیدار صبا جو جانے تو آہستہ کوئے یار میں جا

---

۱۔ لندن ؔ: بکھر جاؤں گا جوں شبنم، ابھی دیکھ لیکن زیادہ مناسب ؔب والا مصرع ہے۔
۲۔ ؔ: یہ شعر نہیں ہے۔

[1] جو یوں کبود ہے تیرِ نغاں زہر آلود — لگا ہے کس کا تن ؟ چرخِ کینہ کار میں جا
خدنگِ غمزہ تو خارا شگاف ہے اس کا — چھپائیے جی کو ، کوئی کون سے حصار میں ، جا
گھٹے ہے دم غمِ تنہائی میں کہ ہم فنِ عشق — لبے ہیں ، چھوڑ ہمیں کون سے دیار میں جا
مزارِ کوہکن و قیس پر یہ جی میں ہے — کہ خوب روئیے اب دشت و کوہسار میں جا
تمام زخم ہوں ، پر لذتِ خراش کہے — کہ خوب لوٹیے ممنوں دشتِ خار میں جا

## ۹۳

ہو قلموں جلوہ ہے ، ہر آن تماشا — یاں دیدہ سراسیمہ ہے ، حیران تماشا
[2] قاتل ہی نہ ہووے ، کہ مری نعش پہ اک شوخ — تھا دیکھ رہا بن کے کچھ انجان تماشا
بسم اللہ اب اے خضر و مسیحا کہ وہ قاتل — تلوار کو آیا ہے لگا سان تماشا
بسمل کوئی ، کشتہ کوئی ، سسکی ہے کوئی آہ — دیکھا ترے کوچہ میں یہ انجان تماشا
کھینچے ہے وہاں ہر حرکتِ دل ، طرف اپنی — آشفتہ نظر یاں ہے ، پریشان تماشا
لڑتی تھی بہم آنکھ ، ہوا سیر میں دل مفت — سمجھا تھا لڑانے کو یہ نادان تماشا
دور آپ کو کھینچے ہے ، جو آجائے وہ خوش قد — دیکھے ہے ابھی سروِ خیابان تماشا
دل تمام کے ہاتھوں میں نظر اس پہ کروں ہوں — اس ہوش ربا کا نہیں آسان تماشا
کعبہ بھی ، ترا شیخ صفا سے نہیں خالی — دیکھا تو ہے بتخانہ رہبان تماشا
ہے فصلِ گل و رخنہ دیوارِ چمن سے — ممنوں کو میسر نہیں ایک آن تماشا

## ۹۴

[3] کچھ رنگ ترا قہر میں آ ، اور بھی چمکا — آتش سے یہ مانندِ طلا اور بھی چمکا
پھر داغِ جگر آہ سے دہکا ، کہ یہ اخگر — ٹک باد کا جھونکا جو لگا اور بھی چمکا
گو آپ سے افسردہ ہو ، آتش پہ ترا رنگ — جرعہ جو کوئی مے کا پیا اور بھی چمکا
پیشانیِ سادہ بھی نہ آئینہ سے کم تھی — افشاں سے ولے ، جبہہ ترا اور بھی چمکا
دل بجھ ہی چکا تھا ، نہ جگر دیکھ جلا ہو — شب شعلہ مرے سینہ سے تھا اور بھی چمکا
کہتے ہیں کہ طور ایک جھمکڑے سے ہوا خاک — ویسی[4] ہی کوئی برقِ خدا اور بھی چمکا
تھی کان میں موتی کی لڑی ، عقدِ ثریا — آویزہ دُرِ مثلِ سہا اور بھی چمکا
جامِ مئے گلرنگ میں ٹک عکس دکھا دے — خورشید میں خورشید ذرا اور بھی چمکا
ممنوں وہ سینہ تھا عجب نور کا تختہ — الماس کے زیور نے دیا اور بھی چمکا

---

۱۔ آتہ جو یوں کبود ہی
۲۔ آتہ نو اشعار نہیں ہیں۔
۳۔ آتہ شروع کے تین اشعار نہیں ہیں
۴۔ آتہ ایسے ہی

نہ توڑ اے محتسب ناحق [illegible]
شکستہ صاف طبعاں سے حذر ظالم [illegible]

حریم کعبہ میں دیکھا کہ کل اک مست کہتا تھا [illegible]
کہا میں نے کہ دل کو ربط تیری چشم سے کیوں ہے [illegible]

کسی کی چشم و گردن کا ہوں کشتہ، یہ وصیت ہے [illegible]
نہیں معلوم کیا ہیں راز رونے اور ہنسنے میں [illegible]

فلک پہ یار کہ مہر و ماہ پہ ہو حکم، کیا حاصل [illegible]
یہاں ہے کنجِ غم میں دیدۂ تر اور دل پرخوں [illegible]

درِ میخانہ پہ ممنوںؔ ملے تجھے سخت شرمانے [illegible]
غزل لبریزِ کیفیت کوئی محفل میں اب پڑھ لے [illegible]

## ۹۶

یہاں ہے خوں شدہ دل، دیدۂ تر ساغر و مینا
رکھے ہے بزم میں وہ نشہ پرور ساغر و مینا

مجھے مستانہ چشم و سبز پوش اک چاہیے ساقی
مبارک ہو تجھے، تجھ کو ہے بہتر ساغر و مینا

چمن میں کون سا نازک طبیعت بادہ پیما ہے
کہ جائے سرو و گل دیکھیں ہیں یکسر ساغر و مینا

ہوئی کس مست کی آمد چنے جو غنچہ و گل نے
خیابانِ چمن سے لیکے تا در ساغر و مینا

چمن یہ دیکھ، چشم پر دل میں خوں آیا ہے بھر ساقی
مجھے توڑے، مئے گلگوں سے بھر کر ساغر و مینا

بھر آویں کیوں نہ اب آنکھیں، نہ دل کس رنگ سے خوں ہو
جو دیکھے یوں بوسہ، جھک جھک ان لبوں پہ ساغر و مینا

رکھے ہے قہقہہ اور دیدۂ نمناک محفل میں
وفا و جور پر کس کے ستم گر ساغر و مینا

نہیں ممنوںؔ شرابِ لعل گوں اس رنگ مجلس پہ
رکھے ہے خون پہلو میں سراسر ساغر و مینا

## ۹۷

جاں بخش ہے اس خنجرِ بران کا لوہا
یاں کام کرے ہے چشمۂ حیوان کا لوہا

یہ سانس سے میلا ہو، وہ آہوں سے نہ ہو نرم
تن آئینہ ہے، دل ہے مری جان کا لوہا[1]

اس صدمۂ ہجراں کی ہے وہ کوفت کہ اڑ جائے
جی سنگ ہو، دل ہو اگر انسان کا لوہا

جلبے دل گرم اپنے کی سوزش کہ ہوا جذب
بن قطرۂ آب، آپ کے پیکان کا لوہا

اس رمز کا کشتہ ہوں، وہ پوچھے مجھے دکھلا
کیا ہے مری[2] تیغِ سفاہان کا لوہا

رہ، لذتِ زخمِ کفِ پا، خاک چلیں ہم
تفتہ ہے سب اس عشق کے میدان کا لوہا

وہ تفتہ جگر ہوں کہ دمِ ذبح سے اب تک
ہے گرم ترے خنجرِ بران کا لوہا

راحت ہے جراحت ترے ہاتھوں سے، لگا تیغ
یاں حکم رکھے ہے گل و ریحان کا لوہا

---

۱۔ آ، ب: دل آئینہ ہے تن ہے۔
۲۔ آ: تری

کب سلسلہ تقدیر کا کٹتا ہے ، گیا مفت — آہن گر تدبیر کے سوہان کا لوہا
ممنون غزل اک اور کہہ ایسی کہ نہ سمجھے — بیکار کہیں فہمِ سخندان کا لوہا

۹۸

خوں سے مرے تر ہے ترے پیکاں کا لوہا — یاں رشک بنا لعلِ بدخشان کا لوہا
قیدی ہوں میں اس کا کہ دلِ سخت سے جس کے — شرمانے ہے قفلِ درِزندان کا لوہا
مت ، اشک کے دے داغ جگر پر کہ جلادے — روکش ہو گر ، اس آتشِ سوزان کا لوہا
ہو دل کی صفائی سے شہود ، اصل سے کیا کام — ہے بادۂ آئینۂ حیران کا لوہا
کیا کیا نہ لگے تیغ و سناں ، مجھ پہ نہیں ہے — باقی کسی حداد کی دوکان کا لوہا
نغمہ گرِ الفت سے دل سخت ہو تسخیر — محکوم تھا داؤدِ خوش الحان کا لوہا
یاں پاسِ ادب سے ہے لہو خشک کہ ممنوں — تر ہو وے نہ اس خنجرِ برّان کا لوہا

۹۹

کہیں[1] یہ دل و خیال کوے دلبر میں نہیں لگتا — لگا ہے جی کس گہر میں کہ جی گھر میں نہیں لگتا
دم آجاتا ہے آنکھوں میں ، جو دلبر میں نہیں لگتا — نکل آتا ہے یہ در پر کہ جی گھر میں نہیں لگتا
شہیدِ عشقِ نیرنگی یہاں تک ہوں ، دم بسمل[3] — کہ داغِ[2] خوں مرا اس تیغ و خنجر میں نہیں لگتا
غنیمت جانِ پہنچے سر تلک گر جوش اشکوں کا — یہ درِ بے بہا شاہوں کے افسر میں نہیں لگتا
تری اس چشمِ جادو میں قیامت لچپلاہٹ ہے — جو دیجے سرمہ تو اس شوخ کافر میں نہیں لگتا
مقابل کون ہوسکتا ہے تجھ سے جامہ زیبی میں — بھلا یہ سبز جامہ سرو کے بر میں نہیں لگتا
جنہوں کے خشک دامن ہیں ، ذریں وہ مے پرستی سے — کہ داغِ بادہ اپنے دامنِ تر میں نہیں لگتا
سرِ مژگاں ، سرِ مژگاں سے اپنا ہجر کی شب میں — کسی[4] کی یادِ گیسوے معنبر میں نہیں لگتا
نشے میں سرخ ڈورے دیں ان آنکھوں کی یہ کیفیت — بھلا یوں مے کا لہرانا کبھی ساغر میں نہیں لگتا
کرے تاثیر اس دل میں نہ آہ جاں خراش اپنی — مثل مشہور سچ ہے ، نیش پتھر میں نہیں لگتا
رہا دل غنچہ آسابند تو کیا فائدہ اس سے — کلی کی طرح اوس پھولوں کے زیور میں نہیں لگتا
گیا چھپ چھپ کے سو سو طرح اسکے دیکھنے کو میں — ولے قابو مرا اس رخنۂ در میں نہیں لگتا
کبوں کیا دل خراشی تیرے حسرت کش کے نالے کی — کہ کس شب تیر سا ، اک جانِ مضطر میں نہیں لگتا
غزل میں ایک شعر سست بھی بہتر نہیں ممنوں — خذف پارہ بھلا جوں سلکِ گوہر میں نہیں لگتا

---

۱۔آ،ب = یہاں
۲۔آ= کہ داغ خون مرا اب وہاں، تیغ و خنجر میں نہیں لگتا
۳۔آ= یہ شعر نہیں ہے ،لندن= دل بسمل جو درست نہیں۔ غالباً سہو کاتب ۔ ب = دم"
۴۔ب = کسو

تم بن اس جانِ تفتہ کا ، کیا خاطر [illegible]
دانہ اختر سیہ بختوں کا تیرے [illegible]
آبلہ پائی کو اپنی ، کام لیتے ہیں [illegible]
زیر گلبن آج کچھ جز مشتِ خاکستر نہیں [illegible]
سینہ سے تا پردۂ[1] لب ، چمن دے شعلے دلے [illegible]
یاد آتا ہے دلِ آتش نوائے گم شدہ [illegible]
قتل گاہِ آرزو سینہ ہے اپنا ، رات یاں [illegible]
ان دنوں ہے ہاتھ صرفِ سینہ کاوی ، تم پہ جی [illegible]
حسرت آباد دل اپنا یوں جلا یا دوست نے [illegible]

۱۰۱

کوئی[2] ہمدرد ، نہ ہم دم ، نہ یگانہ اپنا — روبرو کس کے کہیں ہم یہ فسانہ اپنا
نہ کسو جیب کے ہیں پھول ، نہ دامن کے خار — کس لیے تھا چمنِ دہر میں آنا اپنا
فائدہ کیا جو ہوئے شیخِ حرم ، راہبِ دیر — نہ ہوا دل میں کسی کے جو ٹھکانا اپنا
ہیں رواں ناقہ[3] کے دنبال ہزاروں بیتاب — دیکھیو پردۂ محمل نہ اٹھانا اپنا
ہم ہیں ایک آتشِ سو زندہ و پر سوزِ فغاں — خرمنِ چرخ کی خاطر ہے زبانہ اپنا
ہیں ہزاروں دلِ پر خوں کو ہر ایک عقدے سے ربط — دیکھیو طرۂ مشکیں نہ ہلانا اپنا
میں[4] نے لکھا تھا کہ جان آئی ہے لب پر اب تو — یوں جواب آیا کہ ہوتا نہیں آنا اپنا
ضعف ہے مانعِ تحریر و لیکن قاصد — اسے پیغام زبانی یہ سنانا اپنا
مثلِ شمعِ سحری رہگزرِ شوق میں یاں — دم لبوں پر ہے اب اے ماہِ یگانہ اپنا
اگر آنا ہے تو آ ، ورنہ کوئی دم میں اب — عدم آباد کو نزدیک ہے جانا اپنا
آہ کا کھینچیے گر تیر ہوائی ممنوں — مرغِ عرشی ابھی ہوتا ہے نشانا اپنا

۱۰۲

ٹھہرائے[5] ہے یاں بوسے پہ پیغام تمہارا — چوسوں میں لبِ جام کو لب جام تمہارا
وہ بے کسی اپنی کہ گئی طاقتِ پا ، کب — دروازہ رہا جب کہ گئی کام تمہارا
کی میں نے پئے چھیڑ کہ اب غیر کے در پر — اپنے تئیں نام آج لکھا نام تمہارا

---

۱۔ آ: تا پردہ چلمن دیئے
۲۔ آ: کسی
۳۔ ب: ناقہ دنبال
۴۔ آ: زائد شعر
۵۔ ب: ٹھہرا ہے

دل سننے کو تڑپے، پہ کہے رشک کہ ہو کیوں
محرم لبِ دلاّلہ سے پیغام تمہارا

خط دیکھے کبوتر تو اڑانے پہ اڑے ہوش
ہے مسکنِ صد باز، لبِ بام تمہارا

تا سینہ نہ رکھے دمِ خنجر پہ، نہو چین
کشتہ ہے نپٹ خوگرِ آرام تمہارا

مشہد پہ مری پہنچے گر، شمع تو ہو سرخ
کشتہ ہوں میں اے سروِ گل اندام تمہارا

ہے چارہ گراں! دستِ جنوں[2] جیب پہ گستاخ
اور وشتۂ تدبیر بہت خام تمہارا

بوسہ ہے لب حور سے بھی زہر[1]، کہے تھا
یوں نزع میں لذتِ چشِ دشنام تمہارا

اول نفسِ زیست میں جوں شمع ہونے داغ
ممنوں یہاں دیکھیے انجام تمہارا

## ۱۰۳

مر کر بھی یہاں جوشِ تب و تاب نہ ٹھہرا
تک سبزہ، مری قبر پہ شاداب نہ ٹھہرا

گُل ہار کے مرجھانے تا صبح و شاید
آنکھوں سے شب وصل کبھی یاں آب نہ ٹھہرا

جانا تجھے شب، عطرِ گریباں سے وگرنہ
کچھ فرق میانِ تن و مہتاب نہ ٹھہرا

خوں چشم میں ہو، حسرتِ دیدن کر پس از ذبح
تک سامنے وہ قاتلِ احباب نہ ٹھہرا

کیا کیا نہ تپش تھی جگرِ تشنہ میں اپنے
خنجر سے ترے تا نہ پیا آب، نہ ٹھہرا

بے پنجہ بہنگامِ تماشا ترے رخ پر
تک دیدۂ خورشیدِ جہاں تاب نہ ٹھہرا

دیوار پہ گہہ، گاہ تھا زانو پہ سر تک
بالیں پہ سرِ عاشقِ بیتاب نہ ٹھہرا

خاکستر سینہ سے اڑا شعلہ سا ہوکر
ہر چند رکھا اخگرِ دل داب، نہ ٹھہرا

اللہ رے اس عکس کی گرمی کے مقابل
آئینہ بھی جوں چشمۂ سیماب نہ ٹھہرا

نشتر تھی مگر دل کی خلش، شب نہ پہلو
ٹپکا ہے کیا خاک پہ، خو نناب نہ ٹھہرا

ممنوں نے کہی وہ غزل صاف کہ جس بعد
نظروں میں کوئی گوہرِ نایاب نہ ٹھہرا

## ۱۰۴

شب ایک ہی کروٹ پہ دمِ خواب نہ ٹھہرا
پہلو میں کسی ڈھب، دلِ بیتاب نہ ٹھہرا

دریا سا لیے بیٹھے تھے سینہ میں، کسی نے
چھیڑا تو بس اک اشک کا سیلاب نہ ٹھہرا

سرشار کہیں سے نہ تم آتے ہو پہ، اک جا
پایا، آپ کا جوں مستِ مئے تاب نہ ٹھہرا

مژگاں سے ڈھلک اشک گیا جیبِ عدم تک
غلطاں تھا زبس یہ درِ خوش آب نہ ٹھہرا

چمکا جو ترا چہرہ ہوا داغ جگر خشک
گُل تابشِ خورشید سے شاداب نہ ٹھہرا

ابرو سے تری شور رگِ جاں میں ہے بیتاب
نالے سے ترِ ناخنِ مضراب نہ ٹھہرا

اس عشق کے اک حملۂ مردانہ سے ممنوں
ہو لشکرِ صد صبرِ عناں تاب نہ ٹھہرا

---

۱ ۔آ: بہت
۲ ۔آ: اے چارہ گران دستِ جنوں بہت ہے گستاخ
۳ ۔آ: یوں ہو گئے تم
۴ ۔آ: جس

کیا نگاہوں سے یہاں [illegible]
ہم نے نظروں سے کہا کیا کیا کہ [illegible]
نالہ[1] تمیں کہاں تک یہ ہوا کی گرمی [illegible]
تھے فلک نوحہ کناں، کشتۂ حسرت پہ ترے [illegible]
شعلہ افروز ترا رخ جو ہوا شب، دل شمع [illegible]
واہ رے برقیِ ناوک زنِ صید افگن ناز — تیر [illegible]
تیغ زن کس کی رہی ساعد شیریں حرکات — لطف شربت کا [illegible]
آگیا زور پہ کیا پنجۂ حرماں کا فشار — متصل آج [illegible]
تلخ سنتا ہوں دہن اسکے سے، قسمت تو دیکھ — قدحِ آبِ بقا [illegible]
نزع ممنوں کو ہے اس بوسۂ لب کی خاطر — منہ میں شربت نہ اب [illegible]

## ۱۰۶

بے طرح، شب طپانِ دلِ بیتاب تو ہوا — سینہ کا جابجا سے گسستہ رفو ہوا
جا لذتِ خراش کر غم سے یہاں تلک — کاہیدہ سینہ ہے کہ نہ ناخن فرو ہوا
آنے، گئے ادھر سے ادھر کچھ پھرا کیے — یوں روز اپنا صرف، تری گرد کو ہوا
یاں چاندنی سی ہے در و دیوار پر مگر — مہمان غریب خانہ کوئی ماہ رو ہوا
بیمارِ انتظار نے تیرے، غشی سے آنکھ — کھولی ذرا تو بس نگراں چار سو ہوا
کیا کیا خیال تھے کہ کھینچئے دوچار ہو — دیکھا اسے تو وا، نہ لبِ گفتگو ہوا
تیغ و سناں سے جی نہ بھرا، زخم جھیل کر — آخر تری نگاہ سے دل دوبدو ہوا
غمزے نے کس کے تیغ نگانی کہ چشم میں — انداز صد نگاہ تمنا لہو ہوا
صد کوہ درد ہر سرمو سے رکھے ہیں باندھ — گو ناتواں یہ جسم میرا مثلِ مو ہوا
نیم آہ سی مریض[2] کھینچتا تھا، پر — زور اس قدر کبھو نہ ہوا اور کبھو ہوا
مطلع جو تونے اور پڑھا اس زمین میں — ممنوں پسندِ خاطرِ ہر نکتہ جو ہوا

## ۱۰۷

سینہ سنگ رہا ہے، جگر سب لہو ہوا — اے گل ہمیں نصیب، یہی رنگ و بو ہوا
اللہ رے کاوِ کاو کہ ہر ہر نفس کے ساتھ — الماس ریزہ تھا کہ نیازِ گلو ہوا
اس باغِ ناز سے دم گل چینیِ ادا — کیا تنگ دامنِ نگہہ آرزو ہوا
شب کیا اشارتیں تھیں بہم رنگ و روے شوق — ہر آن گونہ گونہ ترے روبرو ہوا
مجنوں نے تیرے دام کیے وحشیان دشت — پر اے رمیدہ وضع اِک اپنا نہ تو ہوا

---

۱۔ لندن۔ ب: یہ شعر نہیں ہے۔
۲ لندن۔ تری، غالباً سہو کاتب

۱۶۵

لب بستگی[1] تھی غنچہ صفت موجب بقا ، کھلتے ہی ہونٹ دم یہ تبوا ، مثل بو ہوا
دونوں جہاں سے کشتہ ترا ہاتھ دھوگیا شکر خدا ، شہید نہ یہ بے وضو ہوا
یاں ارتباط شعلہ وخس سے بہم کہ میں جتنا جلا ، فروغ ترا شعلہ رو[2] ہوا
آئینہ دیکھ دعوۂ یکتائی تھا تجھے تیرا ہی عکس آکے ، ترے دوبدو ہوا
تا پیر دیر سلسلۂ بیعت کا[3] ہے درست ممنوں مرا مرید ، جناب سبو ہوا

۱۰۸

میں کشتہ دل کی کاوش پنہاں کا ہوچکا نشتر نیاز اک رگ جاں کا ہوچکا
خوں گشتہ دل میں گھر ، لب جاناں کا ہوچکا کیا کیا مزا ہے زخم و نمکداں کا ہوچکا
اے[4] نوج چاک اب سر تاراج کس بلیے تختہ تباہ تو مرے داماں کا ہوچکا
اکثر شگاف سینہ سے تھا خون دل رواں سو بار رنگ سرخ ، گریباں کا ہوچکا
بیٹھے تمہارے آبلہ پا ، لو علاج اب لب تشنگی خار بیاباں کا ہوچکا
پُر آب سی ہے چشم عزیزوں کی غالباً بیمار تیری نرگس فتاں کا ہوچکا
بارے نگاہ کافر خونخوار رحم بھی ناحق میں خون ایک مسلماں کا ہوچکا
کیا کیجیے بیاں کہ نزاکت میں کس قدر رتبہ بھی اپنے رشک گلستاں کا ہوچکا
غمزہ[5] ، کرشمہ دل پہ جھکے سب کہ اک ہجوم اس قطرۂ خوں پہ دشنہ گزاراں کا ہوچکا
ہر ہر نگہ سے رات شکستہ سا بزم میں رنگ عذار ، اوس گل خنداں کا ہوچکا
اب آہ بھی جگر میں نہیں ورنہ کس قدر بازار گرم نالہ و افغاں کا ہوچکا
سو سو شرار و شعلے اڑے ہر نفس کے ساتھ خالی خزانہ سینۂ سوزاں کا ہوچکا
ممنوں کیوں غزل نہیں پڑھتا ہے اور تو کیا زور تیری طبع غزل خواں کا ہوچکا

۱۰۹

اکثر دوچار دل صف مژگاں کا ہوچکا یک قطرہ خوں ہدف کئی پیکاں کا ہوچکا
وہ بیکسی وحشت و بیکاری جنوں تار ، ایک ایک جیب کا ، داماں کا ہوچکا
وہ ہونٹ اپنے تشنۂ خوں ہیں ، جیوں سو کیا دشمن مسیح تک تو مری جاں کا ہوچکا
ہمراہ نالہ[6] سحر تھا ہوا کے ساتھ کیا لطف آمد آمد باراں کا ہوچکا
پہلو شگاف کرکے دکھا[7] ہے بجائے دل یہ اشتیاق تو تیرے پیکاں کا ہوچکا

---

۱ ۔ آ ۔ تشنگی
۲ ۔ لندن ب ۔ خو لیکن رو زیادہ مناسب ہے
۳ ۔ آ ۔ سو
۴ ۔ آ ۔ باقی کے دس اشعار نہیں ہیں
۵ ۔ آ ، ب ۔ زائد شعر
۶ ۔ آ ۔ یہ شعر نہیں
۷ ۔ آ ۔ گیا ہے

نکلا نہ جبذہ [illegible]
تھا کس سے رفتہ [illegible]
نکلا ذرا تو دیر، ادھر سے ابھی [illegible]
گر یہ ہی تفنگی ہے الٰہی تو دل کے داغ [illegible]
جل جانے سوزِ سینہ کہ گرم اس سے بابا [illegible]
شیخِ حرم نشیں[1] سے مبارک شکستِ عہد [illegible]

## ۱۱۰

ضبط یوں ہی جو طپش ہائے نہاں کیجے گا — ایک دن بر [illegible] نشاں کیجے
ہمت اے نالہ کہ تک پیشکشِ ہمتِ[2] چرخ — کئی ایک ناوک [illegible] سناں کیجے گا
جل کے رہ جائیں گے جوں شمع و مثالِ فانوس — پیرہن اپنے کو لبریزِ دخاں کیجے گا
تو گرفتار ہوں، تڑپوں کہ نہ تڑپوں، دو دم[3] — مجھ کو تعلیم، تک اے ہم نفساں کیجے گا
اللہ اللہ ہے اے کعبہ نشیناں اپنی — کہ بس اب بندگیِ پیرِ مغاں کیجے گا
ہم تو خود کشتہ بھی ہوتے ہیں، پر اتنا کہہ دو — کہ تری نعش پہ افسوس تو ہاں کیجے گا
ہر طپشِ دل کی صدا عرضِ تمنا کی ہے — یاں خموشی میں سب ارمان بیاں کیجے گا
بعدِ صد ضبط گر ایک (آہ)[4] کبھی کھینچوں تو کہئے — کب تلک در پہ مرے، آپ دھواں کیجے گا
انتظار آہ جو یہی ہے[5] تو مرنے کے وقت — بند کس طرح سے چشمِ نگراں کیجے گا
اور بھی اک غزل اس بزم میں پڑھیے[6] تمنوں — آج محظوظ دلِ نکتہ وراں کیجے گا

## ۱۱۱

دل کو وقفِ سرِ مژگانِ بتاں کیجے گا — قطرہء خوں نذرِ دو صد نوکِ سناں کیجے گا
کلکِ موج، رمِ برق و ورقِ شعلہ اگر — ہاتھ آئے تو رقم سوزشِ جاں کیجے گا
خشک ہونے پہ جراحت مرے دل کی آئی — طرہ و زلف کو پھر مشک نشاں کیجے گا
بند بند اس کے ہیں شوخیِ ادا سے لبریز — تکیہء شوق، شبِ وصل کہاں کیجے گا
جگرِ تفتہ نہ لے جائیں گے تا آبِ حیات — حکم، یاں خنجرِ قاتل کا رواں کیجے گا
نیم وا نرگس و کم رنگ کئی غنچہء لب — یاں کرم، صبح نہ اے رشکِ جناں کیجے گا

---

۱ - آ: کو
۲ - آ، ب: سینہء چرخ
۳ - آ: دودم
۴ - لندن: نہیں ہے، غالباً سہوِ کاتب۔ ب: آہ
۵ - آ: نہیں ہے
۶ - ب: پڑھیو

لوٹتا ایک تو کانٹوں پہ ہوں، بستر[1] پر اور / بدگمانی کو عبث خار فشاں سمجھے گا
روکتے گریہ ہیں اس طرح بھی، دیکھا ممنوں! / ہم نہ کہتے[2] تھے کہ عارض خفقاں سمجھے گا

## ۱۱۲

جگر[3] کے داغ نے دل، سینہ، جان، تاب و تواں پھونکا
چراغِ دودماں نے، دودماں کا، دودماں پھونکا

برہنہ پائی کو اپنی نہ کیا کیا کام لینے تھے
ابھی کیوں خار خارِ دشت اے برقِ جہاں پھونکا

ستم یہ ہے نہیں اس بزم میں جا، ورنہ پھر سنتے
کہ کیا افسونِ بیہوشی و خوابِ پاسباں پھونکا

گیا رہ، دانہ اختر تو اپنا اس سے کیا حاصل
اگر برق فغاں نے خرمنِ ہفت آسماں پھونکا

نفس روکوں تو جی سلگے، جو دم بھی لوں تو وہ بھڑکے
مجھے پھونکا، مجھے سوزِ نہاں پھونکا

پھپھولے پڑگئے، سوزِ دروں سے، جابجا میں نے
شب اپنا سینہ و پہلو، یہاں پھونکا، وہاں پھونکا

غضب صورت تھی، دیکھ اسکو لبِ روح القدس نے بھی
دل اپنے کی طرف پڑھ الاماں والاماں پھونکا

بھبوکا سا بنا تھا رنگ جس دن چہرۂ گل کا
وہیں سمجھے تھے ہم بال بال بلبلاں پھونکا

مبارک گرم جوشی باغباں گل سے مبارک ہو
کہ ہم آتش نواؤں نے خود اپنا آستاں پھونکا

کہوں تھا حضرتِ عیسیٰ نہ نبضِ تفتگاں دیکھو
کرِ انگشت لب پہ رکھ نہ اے معجز نشاں پھونکا

نشانِ تن نہیں ہم جاں گدازوں کا حباب آسا
مگر اک دم رمق سا پیرہن میں ہے یہاں پھونکا

حریم کعبہ میں ناگہ ز خود رفتہ ہوا صوفی
بہوش آیا، ذرا پڑھ پڑھ کے جب نام بتاں پھونکا

مقابل جب ہوا دل آفتابِ روے جاناں کے
یہ شیشہ آتشی تھا، جان کو، پرتو فشاں پھونکا

دلی ہے آگ سینہ میں سواے نالہ چلتی ہے
جگر سے تا گلو پھونکا گلو سے تا زباں پھونکا

---

۱۔ آ، ت: بر روز
۲۔ آ، ت: ہیں
۳۔ آ، ب، ہ میں پوری غزل (۱۵ اشعار) نہیں ہے

غزل جاں [illegible]
کہ اس لئے ہے [illegible]

بھڑک[1] نے آتشِ دل کی سر ہر استخواں پھونکا — [illegible]
ترے داغِ محبت کی، جگر پر کی لگی بجھائی — عجب [illegible] تھا کہ [illegible]
جلانے داغ سے ہیں، داغِ دل پر، اس تمنا کے — لبِ لعلیں [illegible]
خیالِ ہمسری حورانِ جنت کو دیا اس نے — فرشتے نے ہر اک کے کان [illegible]
مرا دودِ فغاں جب گھٹ گیا، گھبرا کے وہ بولا — نہ ہو اس سوختہ [illegible]
ترا بیمار آخر تھا جو پوچھا آ کے، جی اٹھا — روانِ تازہ شرائیں میں [illegible]
کدھر سے پھول کوئی آپڑا باد بہاری میں — کہ ہر اک بلبلِ جاں سوختہ کا آشیاں پھونکا
بنی اکسیرِ الفت بوتہ طاقت گدازی میں — دلِ بیتاب رکھ کر اس لیے سیمابِ جاں پھونکا
بلا ہے آتشِ الفت کہ دو دو دل کو ساتھ اس نے — اِدھر پھونکا، اُدھر پھونکا، نہاں پھونکا، عیاں پھونکا
ملیانِ دل پہ وہ رکھ کر ہاتھ ہم عمروں سے کہتا تھا — وہاں وہ آپ جلتا ہے، مجھے اس نے جہاں پھونکا
میرا خرمنِ ہستی ہی تمہیں یک دست پھونک آتا ہے — کبھی ہے خارِ خارِ دل بجھی اے آتش زباں پھونکا
غزل کیا پر اثر سی عاشقانہ پھر پڑھی ممنوں — کہ راہِ گوش سے اک شعلہ سا تا مغزِ جاں پھونکا



کہا[2] میں نے مروت کا تمہیں نے خانماں پھونکا — لگا کہنے کہ ہاں پھونکا، نہیں پھونکا تو ہاں پھونکا
فغانِ جاں خراشِ بلبلِ بے دل پہ ہنستی ہیں — گلوں کے کان میں کیا اے نسیمِ بوستاں پھونکا
مرے گھر کی طرف منھ کر کے آہِ سرد بھر بھر کے — کہے تھا وہ کسی کی مجھ کو تاثیرِ فغاں پھونکا
دلِ لبیک گویانِ حرم اپنی طرف کھینچا — کہو ناقوس میں کیا اے برہمن زادگاں پھونکا
غضب ترسا بچہ تھا شوخ، در پر دیرِ مستاں کے — ردا و خرقہ و سجادۂ صوفی وشاں پھونکا
جو ہیں گرمِ سراغِ برق نازاں، دیکھنے آویں — کہ سنگِ سرمہ ساں ہے، جا بجا سنگِ نشاں پھونکا
مگر اشکوں میں تھے اخگر، جلانے ہر دو سو مژگاں — اگرچہ بحر تھا حایل، کراں سے تا کراں پھونکا
فغان و گریہ سے میرے یہ غوغا ہر طرف اٹھا — ڈبوئی یہ زمیں، وہ آسماں کا سائباں پھونکا
جہاں سوزِ آہ کی تم نے کچھ آتش دستیاں دیکھیں — دھوئیں میرے اڑائے، خانۂ ہمسائیگاں پھونکا
بھلا اپنے ہی گھر کو آگ دیتا ہے کوئی ناداں — یہاں تم ہی تو رہتے تھے، یہ دل کیوں میری جاں پھونکا
مرا آغوش پروردہ بصد خونِ جگر دل تھا — کیا کس جا یہ خاکستر؟ اسے لیجا، کہاں پھونکا
کہا شیشہ نے کیا ساقی، انھے جو قہقہہ اس سے — فغاں رکھتی ہے گوشِ نے میں کیا، اے نغمہ خواں پھونکا
طلبگارِ بہارستانِ حسنِ یار نے ممنوں — اٹھا کر ہمہ دوزخ گلستانِ جہاں پھونکا

---

۱۔ آ، ب، ی میں پوری غزل (۱۲اشعار) نہیں ہے
۲۔ آ، ب، پوری غزل (۱۲اشعار) نہیں ہے

## ۱۱۵

[1] اوس پہ ہر شوقِ نہاں شب ، سرِ محفل کھولا
گردشِ رنگ نے حالِ دلِ مائل کھولا

کون آیا مری تربت پہ ، سن آوازِ قدم
مژۂ بند کو گھبرا کے تہِ گِل کھولا

دل ہی خوں کشتنِ پنہاں کے سمجھتا ہے مزے
بہ تکلف ہوں طپانِ راز ، نہ قاتل کھولا

رخصت اے ساحلِ امید کہ یاں کشتی پر
بادباں ہم نے سوے ورطہ حایل کھولا

قیسِ پس ماندہ کو یک جنبشِ پا بھی نہ رہی
دستِ لیلیٰ نے ہے کب پردۂ محمل کھولا

بوسہ دل کھول کے لینے نہ قدم کے بھی دیے
جلد آ کیوں سرِ فتراک سے بسمل کھولا

جلوہ اس پردہ نشیں کا اسی حجلہ میں سنا تھا
چاک کر سینہ ، ہے روزنِ طرفِ دل کھولا

دیکھ داغوں کی وہ مہریں مرے دل پر ، بولا
خوب محضر ہے پئے دعوئ باطل کھولا

پھر گسستہ ہوئی شوریدہ سروں کی زنجیر
کس نے پیچ و خمِ پیچیدہ سلاسل کھولا

شوخیِ ناز تھی روکے ، کہ کھلے بندِ قبا
قابوے شوق نے کچھ پاتے ہی غافل ، کھولا

یاں فرشتے بھی دکھلائی دیے ، تونے اب تک
بند برقع کا ، نہ اے حور شمائل کھولا

سوگئے بخت شبِ وصل کر تنک گوشہ چشم
اس نے کھولا تو گراں خواب ہے شامل کھولا

گو اُدھر شرم تھی حایل کہ کھلے عقدۂ دل
ہوس و ناز نے کیا وصل میں گھل مل کھولا

عاشقانہ غزل اک اور بھی دیکھی ممنوں
ترا دیوان جو اے شاعرِ کامل کھولا

## ۱۱۶

[2] تھا گرہ دم ، جو گلو میں دمِ بسمل کھولا
ناخنِ تیغ نے کیا عقدۂ مشکل کھولا

آہ سے خوں ہے ٹپکتا جگرِ زخمی کا
تونے ٹانکے سے ہے ٹانکا ، طپشِ دل کھولا

کون سا گل مری تربت سے ہے خنداں گزرا
ایک دروازۂ جنت ہے تہِ گِل کھولا

آبِ شیریں ملے ، جو ہم تشنہ لبوں نے چاہا
آسماں نے سرِ مینائے ہلال کھولا

گرہِ شرم جو کھلنی تھی سو وہ ہی نہ کھلی
وصل میں ورنہ ہے اک پردۂ حایل کھلا

مشک کی سی لپٹ آتی ہے ، کمر سے تو نے
ہے مگر نافہ ، خطِ یار کے حامل کھولا

کشتہ پر کشتہ ہیں اتنے کہ ہوئیں راہیں بند
کس قدر تیغِ ستم تو نے ہے قاتل کھولا

طے بیابانِ رہِ عشق کہاں ہوتے ہیں
قدم سعی تو اے ہمت کامل کھولا

پردے پر پردے طلسماتِ جہاں کے اٹھے
اب تلک دیدۂ غفلت ہی نہ غافل کھولا

خاطرِ یار تو نازک ، تری بے صرفہ زباں
دفترِ شکوہ عبث کیوں دلِ جاہل کھولا

دلکشا اور غزل کیا ہی پڑھی ممنوں نے
دل گرفتہ تھا بہت ، اس نے درِ دل کھولا

---

۱۔آ،ب،: میں یہ غزل (۱۴اشعار) نہیں ہے۔

۲۔آ،ب،: میں یہ غزل (۱۱اشعار) نہیں ہے۔

سر[1] ھد راز تری چشم نے [illegible]
ہائے وہ حسرتِ دل پوچھنے آیا کب ہائے [illegible]
موج پر موجِ بلا اور سفینہ اپنا [illegible]
ہم رہے وادیِ غربت میں بھٹکتے، تم تے [illegible]
گل کھلے، غنچہ اُدگے، سبز ہے صحرا صحرا [illegible]
باغ تو واشدنِ گل پہ بہت پھولے تھا — اس [illegible]
ہر قدم پر ہے ایک آتش کدہ، سبحان اللہ — پاؤں [illegible]
جگر و دل کے اڑے لخت سے لخت آہ کے ساتھ — کس [illegible] نے
دلِ وابستہ کو اے شانہ! سر کا گل ہے — کھولتے کا [illegible]
خلوتِ وصل کی باتیں کہیں بے ہوشی میں — گرچہ یہ راز نہ تھا کھولنے [illegible]
مرحبا ہمتِ مجنوں کہ لب تشنہ و خشک — آبِ حیواں کا نہ خضر سے سائل [illegible]

## ۱۱۸

یہ بے چینی نے تم بن ہجر مجھ سے میری جاں باندھا — کہ ہر ہر تارِ بستر سے شب، اک کانٹا یہاں باندھا
بخوں آغشتہ افغاں سے بھرا ہے دشت رنگ آسا — گلوے نالہ میں کس نے دلِ آزردہ جاں باندھا
نواے آتشیں برق افگنِ اشجارِ گلشن تھی — نہالِ شعلہ پر جا[2] ہم نے آخر آشیاں باندھا
کہاں وہ شوخیاں، اس مصرعہ قامت کے ہونے سے — بھلا مضموں سیدھا سا، تو سروِ بوستاں باندھا
چراغاں سے سرشکِ آتشیں پلکوں پہ ہیں، دیکھو — کہ عمّازِ روشنی کا کیا لبِ آبِ رواں باندھا
ادا، غمزہ، کرشمہ، عشوہ، چشمک، ساحری، شوخی — یہ بلوا ایک دل پر تم نے اے چشمِ بتاں باندھا
عنانِ ناقہ اس وادی سے کیا بیدرد کھینچے ہے — کمندِ آہِ مجنوں، کیوں نہ دستِ ساربان باندھا
مُندی کب چشمِ مجنوں، بے خودی سے جب کہ لیلیٰ نے — اٹھا محمل کا پردہ چھوڑ، پیچھے کارواں باندھا
بہت اس عرصہ گہ میں زیرِ گردوں تنگ خاطر تھے — جہاں کا اور نقشہ چھوڑ کر ہم نے، جہاں باندھا
غبارِ دل نے اپنے اک زمینِ تازہ پیدا کی — مرے دودِ فغاں نے اور[3] نقشِ آسماں باندھا
پڑھی پر سوز تو نے کیا غزل اک اور بھی مجنوں — کہ جو مضمون باندھا گرم، اے آتش زباں باندھا

## ۱۱۹

عذاب اپنے لیے یہ آپ مرغِ گلستاں باندھا — کہ مجھ آتش نوا کے پاس تو نے آشیاں باندھا
تصور شب ترا تا صبح، کس کس طرح یاں باندھا — کبھی کھولی قباے گہہ طرۂ عنبر فشاں باندھا

---

۱۔ آ، ب، ج میں (۱۱ اشعار) نہیں ہے۔

۲۔ آ: سیدھا تو نے

۳۔ آ: بہر گلشن

۱۱۹

ہوا مقبول تب سجدہ، کوئی مسجد نشینوں کا
سر سجادہ میں لکھ لکھ کے جب نامِ بتاں باندھا

سلام اے رہبر دانِ کعبہ، رخصت ہے کہ ہم نے تو
بس اب احرام، سوے خانہ پیرِ مغاں باندھا

عدو ہے ناخدا، خونخوار لجہ، جاں گزا، موجیں
مخالف ہے ہوا، کشتی کو ہم نے بادباں باندھا

نگہ کے سامنے اک برق اکثر کوند جاتی ہے
تمہارا دھیان مدت سے بس اے آتش رخاں باندھا

تجھے ہم خانہ دیکھوں، مردمک سے رشک تھا مجھ کو
ترا دل میں خیال آنکھوں سے بھی اپنے نہاں باندھا

کبھو زلفیں، کبھو کاکل، کبھی وہ جعد ڈھونڈوں تھا
یہ پوچھوں تھا کہ دل لے، آپ نے میرا کہاں باندھا

وہ کچھ آشفتہ و برہم سے ہو، بولے کہ بس چھوڑو
دیا دل، یا کوئی جھگڑا ہے تمنے مہرباں باندھا

ترا نامہ جو آیا، شغل تھا پہروں یہ ممنوں کو
پڑھا گہہ کھول کر، بازو پہ گہہ، تعویز ساں باندھا

۱۲۰

نہ رہا پر، نہ طپش سے دلِ بیتاب رہا
رات ہاتھوں میں نہ کیا کیا میں اسے داب رہا

پردہ کس چہرے سے تھا رات یہ اٹھ اٹھ جاتا
پرتو ایک برق کا سا، شاملِ مہتاب رہا

تن پہ مرجھا سے رہے ہیں، یہ گلِ زخم تمام
کیا مگر تیغِ ستم میں نہ وہاں آب رہا

اوسکی آنکھوں سے ستاروں کی نمک ریزی پوچھ
صبح تک جس کا کھلا دیدۂ بے خواب رہا

کیا تپِ دل تھی تہِ خاک کہ تربت پہ مری
تمتمایا سا، رخِ لالۂ شاداب رہا

گردشِ چشم پہ ساقی کی نظر[1] تھی اپنی
دَور میں یوں تو بہت جامِ مئے ناب رہا

پُر کئے دلو و سبو خون سے مظلوموں کے
چرخ پھرتا جو سدا صورتِ دولاب رہا

خلوتِ شوق میں کیاکیا نہ بکیا اس کو تنگ
ولولہ دل کا مجھے مانعِ آداب رہا

کب گرا صیدِ نفس باختہ اپنا جب، آہ
وہ کماں دار بقدرِ دو سہ، پرتاب رہا

پھنس کے بالی میں تری دل کو تڑپ تھی کیا کیا
کہ بہم رابطۂ ماہی و قلاب رہا

کیا ہی ممنوں نے غزل اور کہی اسکو سدا
ہاتھ لگتا عجب ایک معنیِ نایاب رہا

۱۲۱

بسکہ ذکرِ ضبط و رخسار جہاں تاب رہا
طرفہ آئینہ و طوطی میں شکر آب رہا

مرگ اکسیر ہوا، ورنہ میں بیتاب رہا
زندہ جس آن تلک، صورتِ سیماب رہا

خنجرِ ناز ترا تشنۂ خوں تھا کس کا
گھونٹ تو ہو، کے سے پی پی[2] کے یہ بیتاب رہا

چشم سے کیا ترے بیمار کے حسرت ٹپکی
کہ شب اشکوں سے بھرا دیدۂ احباب رہا

نفسِ گرم پہ بلبل کے مجھے آگ لگی
کہ اسے کچھ بھی نہ پاسِ گلِ سیراب رہا

جل گیا سینہ، تپِ غم سے کہ چھاتی پہ وہاں
لوٹتا سلسلۂ گوہرِ نایاب رہا

پھر گئی چشم میں اس رخ کی جھلک زلفوں سے
مجھ کو آتش پہ لٹاتا گلِ مہتاب رہا

گم ہی ہوتا گیا اس رہ میں جو سرمایہ تھا
کچھ نہ کچھ، چھوٹ، ہر اک گام پہ اسباب رہا

---

۱۔ آئینہ نگہہ
۲۔ لندن۔ پی پی یہ غالباً سہو کاتب

در سے اٹھ کر [illegible]
دیکھ! بیباکی [illegible]

گزرتا ہے جنازہ دیکھنا، ہائے جانِ من کس کا ... زدا [illegible]
سناں بازی پہ آیا غمزۂ بیداد فن کس کا ... کہ [illegible]
وہاں رنگِ نزاکت اک تبسم سے لگے اڑنے ... تمنا [illegible]
ترے قربان اتنا پوچھ آکر نعش پر میری ... شہیدِ ناز [illegible]
نسیمِ گل میں کچھ لپٹیں ہیں آتیں عطر کی لپٹیں ... چمن میں کھل گیا [illegible]
زخود رفتہ ہیں، بند آنکھیں ہیں، زخمی دل ہے، آہیں ہیں ... کہاں کی سیر، کیا صحرا [illegible]
تپِ فرقت سے شب جلتا رہا میں صبح جو دیکھا ... کچھ ایک بستر پہ خاکستر تھی کسی جانِ من کس کا
ہے گلگوں کو مینا نے حلب میں دیکھ، دل خوں ہے ... جھلکتا یاد آیا پیرہن سے، وہ بدن کس کا
صدائے آہ خون آلودہ ہے پھر دل خراش آئی ... حلق میں کھل گیا اللہ یہ زخمِ کہن کس کا
نگاہِ شوق یوں گستاخ مت پھر، دیکھ تو بارے ... کہ ہے پامال ہوتا سبزۂ چاہِ ذقن کس کا
سنی ہیں اس زمیں میں اور بھی کچھ خونچکاں بیتیں ... غزل ممنونؔ کی ہے شاید، کہ یہ رنگِ سخن کس کا

۱۲۳

کیا دل یوں نشانہ تو نے اے ناوک فگن کس کا ... نہ دیکھا رشک سے سینہ ہے ذلفِ خوں فگن کس کا
گنہ میرا ہے رنگِ چہرہ گوناگوں ہو مجلس میں ... اشارے غیر سے کرنا، گنہ ہے جانِ من کس کا
ہجومِ نازو انداز و ادا میں دل ہوا کشتہ ... کہ ہے بلوے میں قاتل دوں پتا میں من و عن کس کا
تصدق اس ادا کے غنچہ رکھ منہ کے برابر وہ ... کہے ہے دیکھ آئینہ، کہ اچھا ہے دہن کس کا
جگر کاوی مجھے ہے اور تجھے خاراشگافی ہے ... بتا تو ہی کہ ہے جانِ کلا کام، اے کوہ کن کس کا
نسیمِ صبح سے نرگس کی جنبش دیکھ غش میں ہوں ... پھرا آنکھوں میں، آنکھوں سے یہ اندازِ سخن کس کا
تجھے کیا غیر سے تھا کام شب، پر دیکھ آئینہ ... چڑھی آنکھیں ہیں، اترا منہ ہے، طرہ پُر شکن کس کا
کسی نے کل کہا اس سے کہ ہے مفتون، ممنوںؔ بھی ... تصدق اس تجاہل کے، کہا انجان بن، کس کا؟

---

۱۔ ب۔ یہ

## ۱۲۴

ہم بغل رات رہا کون گلِ تر اپنا — جس سے پھولوں میں بسا آج ہے بستر اپنا

تجھ سے اے اشک دو زرو شیشہ ہیں اوراقِ سپہر — مٹ سکا پر نہ ذرا نقطۂ اختر اپنا

تو ہی اے ضعف ہو مانع کہ قلق سے کب تک — گہ زانو، کبھی دیوار پہ[1] ہو سر اپنا

دیکھنا راہ بھی یک شغل ہے، وعدہ تو ہو — دن کٹے گوشہ حرماں میں یہ کیونکر اپنا

کس قدر خط میں لکھی لبستگیِ خاطر تھی — کھول سکتا ہے ذرا پر، نہ کبوتر اپنا

شاید اپنی ہی طپش میں ہے، یہ سیماب جلا — رہ گیا آج تڑپ[2] سے دلِ مضطر اپنا

کھینچیے تک بغلِ شوق میں اسکو، تو کہے — تم کو سوجھے ہے ہوس، لوٹنے ہے زیور اپنا

میں تو کہتا ہوں نکر، کوے بتاں میں سجدے — پر سمجھتا ہی نہیں یہ دلِ کافر اپنا

خوبرویوں کی خبر بھی نہیں اے خوبیِ بخت — دم بدم حال ہوا جانے[3] ہے بدتر اپنا

میں نے تک ان سے کہا، کیجے بے وجہ نہ قتل — تم سے دعویٰ ہے وگرنہ دمِ محشر اپنا

ہنس کے بولے کہ بہت خوب، شہادت کے لیے — ہم بھی رکھ دیں گے کفن میں ترے خنجر اپنا

میر ممنوں! غزل اک اور بھی سنتے جاؤ — دھیان آیا ہے ذرا شعر و سخن پر اپنا

## ۱۲۵

ہاتھ سے تیرے یہ احوال ہے دلبر اپنا — دل نہیں ہاتھ میں، اور ہاتھ ہے دل پر اپنا

ہنس کس گھر میں ہوا آہ کہ دو لک دن سے — وحشت انگیز سا آتا ہے نظر، گھر اپنا

رکھ کے اس سینہ پہ منھ، سانس بھی کھینچوں تو کہے — دیکھو آئینہ کہیں ہو نہ مکدر اپنا

کیا ہی شیرازہ جمعیتِ دل ٹوٹا ہے — ہوگیا نسخہ نایاب یہ ابتر اپنا

خاک کوچہ کی ترے چھان کے دل ڈھونڈوں ہوں — کہ اسی رہ میں گرا حیف، یہ گوہر اپنا

ایک ٹھوکر سے بھی گاہے نہ سر افراز کیا — ہم نے رکھا ترے پاؤں پہ، بہت سر اپنا

چاکِ پہلو سے مگر خونِ جگر ٹپکا ہے — پیرہن آج ہے رنگین سراسر اپنا

پوچھتا تو ہے شبِ وصل پہ ڈرتا ہوں میں — دل بدرد آنے کہیں قصہ نہ سن کر اپنا

بارِ صد کوہِ الم کا متحمل ہے سدا — گو، پرِ کاہ سے کم ہے تنِ لاغر اپنا

عطشِ روزِ قیامت کا خطر کیا ممنوں — ہے عجب بحرِ کرم ساقیِ کوثر اپنا

## ۱۲۶

تھا[4] حسن میں نہ رنگ ادا کا نہ ناز کا — یہ نقش یادگار ہے آئینہ ساز کا

شغلِ شبِ فراق یہی تھا کہ دھیان میں — یک یک شکن گنا تری زلفِ دراز کا

---

۱۔ آتا ہے

۲۔ آ کر

۳۔ آ جاتا ہے

۴۔ لندن۔ یہ زائد غزل

آخر سرشک حالت دل کھول ...
ہوں نیم بحشتہ ، چشم بھی ...
بند نقاب گاہ کھلے ...
قسمت تو دیکھ دشمن جاں ہو گیا ...
اے اشتیاق بیتر صنم! تیرے ہاتھ سے
سینہ میں برچھیاں سی لگا کیں ہیں صبح تک
ایک ایک لخت دل پر طاؤس بن گیا
دامن بچائیو کہ مسیحا ادھر ہے قصد
تصویر بت چھپائی ہے ممنوں نے سجدہ کو

۱۲۷

کشتۂ وعدہ ترا آج سسکتے دیکھا — آہ اس وقت بھی دروازہ ہی تکتے دیکھا
ہائے کس سوختہ کی نبض پہ رکھی انگشت — کہ مسیحا کو بہت ہاتھ جھٹکتے دیکھا
پھر جو دیکھا تو نہ تھا جز[۱] کفِ خاکسترِ گرم — شعلہ سا سینے میں پہلے تو بھڑکتے دیکھا
آبلہ دل کا مگر آج کوئی پھوٹ گیا — گرم سا خون سرِ مژگاں سے ٹپکتے دیکھا
آگ اس داغِ جگر سوز کو لگ جانے کہ روز — ایک انگارا سا چھاتی پہ دہکتے دیکھا
قیس اس دشت میں کیا خاک ہوا او لیلیٰ — روح کو ایک پسِ ناقہ بھٹکتے دیکھا
سرِ مژگانِ بتاں! رحم ، کہ کب تک یہ خلش — روز کانٹا سا جگر میں تو کھٹکتے دیکھا
مددِ دیدۂ تر کیا پسِ مردن بھی نہ ہی — خاک پہ اپنی سدا سبزہ لہکتے دیکھا
کھینچ کر تو تو گیا دام میں پر او صیاد — کیا گرفتار کو تیرے ہے پھڑکتے دیکھا
یاد اس روئے عرق ریز کی آئی کہ سرشک — قطرہ قطرہ مژہ سے منہ پہ ڈھلکتے دیکھا
دلِ بیتاب و سرِ زلف کا ربط آیا یاد — تیرے فتراک میں بسمل جو لٹکتے دیکھا
طائرِ نامہ بر اس بام پہ کیونکر پہنچے — کہ فرشتوں کو وہاں تک نہ پھٹکتے دیکھا
کون سا ماہ لقا خانۂ ہمسایہ میں تھا — در و دیوار پہ شب[۲] نور جھمکتے دیکھا
وہ مرا نالہ سنے کیا کہ صدائے گل سے — سینہ میں اس دلِ نازک کو دھڑکتے دیکھا
خاک گو جل کے ہوا پر نہ فغاں دل سے اٹھی — کہ سپند آگ پہ تجھی ہے نہ چٹکتے[۳] دیکھا
تو تو آرام سے شب خواب گہِ ناز میں تھا — تیرے بیمار کو کیا کیا ہی بلکتے دیکھا
یاس آمیز غزل کیا ہی پڑھی ممنوں نے — خونِ صد حسرتِ دل جس سے ٹپکتے دیکھا

۱۲۸

حسن میں تیرے عجب نور جھمکتے دیکھا — جو کہ موسیٰ بھی کبھی دیکھ نہ سکتے ، دیکھا

---

۱۔ آ، ب: کوئی آج مگر
۲۔ ۲۔ آ: کا
۳۔ آ: چٹختے

## ١٧۵

ٹکٹکی کیا ترے حیرت زدہ نے باندھی تھی
کہ نہ یک پل سرِ مژگاں کو جھپکتے دیکھا

ہائے کیسی ہے نزاکت کہ کمر کو اسکی
کہیں چوٹی جو ملی رات ، لچکتے[1] دیکھا

مے کہیں پی کے نہ تم آئے ہو لیکن پیارے
بات جو تم نے کہی اوس میں بہکتے دیکھا

گر گیا چشم سے رنگِ گلِ شبنم آلود
کس کے کرتے سے بدن آج جھلکتے دیکھا

چاکِ پیراہنِ گل جا ! کہ سحر چولی کو
ہم نے اک تنگ قبا کی ہے مسکتے دیکھا

لا نہ جنبش میں نسیمِ سحری ! نرگس کو
ہم نے ہے اور ہی آنکھوں کو پھڑکتے دیکھا

کھول کربندِ قبا کون لگا سینہ سے
کہ گلِ داغ بہت آج مہکتے دیکھا

ٹوٹ[2] دستِ ہوس تو ! تری چالاکی سے
پاس سے یار کو یوں اپنے سرکتے دیکھا

[3]چٹکیاں نغمہ سرائی میں بجانے وہ لگا
گلہ اس لطف سے غنچہ نہ چٹکتے دیکھا

کیا غضب وادیِ الفت کی ہے سرگردانی
اس میں سو خضر کو ، ہر جا سے بھٹکتے[4] دیکھا

تو نے بھی جھانک کے دیکھا کہ سحر تک شب سے
ایک جواں در پہ ترے سر کو پٹکتے دیکھا

شمعِ مجلس کی نظر ، کس کے رخِ گرم پہ تھی
عرقِ شرم سراپا سے ڈھلکتے دیکھا

رام کس طرح سے یارب ہوں یہ آہونگہاں
ان کو تو سایہ سے بھی اپنے بھڑکتے دیکھا

ہم نہ کہتے تھے کہ ممنوں نہ[5] بتوں کو دیکھو
لے گئے[6] ہاتھ سے دل تکتے ہی تکتے ، دیکھا

## ١٧٦

نثارِ ناز کہ آئنہ اس نے جب دیکھا
کہا کہ آج تماشا ہی کچھ عجب دیکھا

عجب ہی ترا ہے احسان اے تصورِ شوق
ترے طفیل سے آج اسکو لب بلب دیکھا

ہر اک گام پہ تجھ میں شکستہ پا بیٹھے
ہزار خضر کو اے وادیِ طلب دیکھا

کچھ اس سوا کہ ہنسے اور گلے لگے شبِ وصل
نہ وجہ صلح کی ، نہ جنگ کا سبب دیکھا

تمام شیشہ ہے توڑتا ہے کیوں زاہد
مکر، فریب بہت تو نے ہے حسب دیکھا

وہ مستِ خواب تھا ، لب اسکے لب پہ رکھ آیا
کہ میں نے دزدیِ بوسہ کا زور ڈھب دیکھا

نہ وقتِ ذبح بھی تڑپا ، تہِ دمِ خنجر
شہیدِ عشق کو تھا کس قدر ادب ، دیکھا

جو وقتِ نزع[7] میں آیا ، ہوا میں شادیِ مرگ
تمام عمر جو دیکھا نہ تھا ، سو اب دیکھا

عجب ہی تو نے غزل اور بھی لکھی ممنوں
ترا کلام جو دیکھا ، سو منتخب دیکھا

---

١۔ آ: کھٹکے
٢۔ آ: ٹوٹ جا
٣۔ لندن۔ ب: زائد شعر
٤۔ ب: پہ بہکتے ۔ ۔ ٥۔ لندن - تہ - نہیں ہے تصحیح قیاسی
٦۔ ب: ہاتھ سے لے گئے
٧۔ آ، ب: وہ

نشہ میں بال کھلے خواب میں
خیالِ دستِ درازی میں
بہت ہی لافِ عنان داریِ تحمل
نہ شب تجھے مستِ مئے عیشِ تمام سحریوں میں
تصور آپ کا دل میں ہے وہ دکھاتا سیر
ہر اک گام پہ بہنے سرِ راہ کوہِ بلا
نہفتہ سوز سے ضبطِ فغاں کی شب میں نے
بتوں کے طرہ و گیسو و جعد و کاکل ہیں
ملا نہ تو دلِ گم گشتہ واسطے تیرے — غرض ہر ایک
ہمیشہ کس لیے ہے وعدہ ذرا تو کہہ ممنوں — کہ سوئے در نگراں

## ۱۳۱

ہاتھ اپنے سے بچائے وہ داماں نکل گیا — واحسرتا! کہ پاس سے جاناں نکل گیا

دم اسکو دیکھ، ہمرہِ افغاں نکل گیا — مرنا تو تھا ضرور پہ ارماں نکل گیا

ہنگامِ ضبطِ نالہ یہ تڑپا کہ تن سے رات — شعلہ سا برق کا، شررِ افشاں نکل گیا

زور آوریِ شوقِ زلیخا کو عشق ہے — دستِ پدر سے یوسفِ کنعاں نکل گیا

سینہ میں تیرِ ظلم شکستہ تھے کس قدر — کھینچی جب آہ، تب کوئی پیکاں نکل گیا

آنکھیں جو سوئے در تمھیں کھلیں، سو کھلی رہیں — جی[1] تیرے منتظر کا مری جاں نکل گیا

کیا شستِ دل نے صاف چھٹا تیر آہ کا — گردوں کا توڑ، شیشۂ گرداں نکل گیا

تربت پہ میری اس نے جو بھولے گزر کیا — دامن اوٹھا شتاب، خراماں نکل گیا

آج اس گلی میں شورِ سلاسل نہیں مگر — دیوانہ تیرا سوئے بیاباں نکل گیا

دامن سے کبھی اودھر کو ہر آب دار اشک — گر کر مژہ کے ہاتھ سے[2] غلطاں نکل گیا

کہتا تھا میں کہ مت دلِ مضطر کسی کا باندھ — کیوں! تیرا بل نہ کاکلِ پیچاں نکل گیا

سفاکی اسکے غمزۂ کافر کی دیکھنا — کعبہ کے در سے خونِ شہیداں نکل گیا

اب اپنا جیب و دستِ تاسف کہ ہاتھ سے — وقتِ وداعِ یار کا داماں نکل گیا

آیا وہ کھینچے تیغ و لبِ شوق سے مرے — بے اختیار "اے ترے قرباں"... نکل گیا

پالا تھا دل کو خونِ جگر سے سمجھ عزیز — جی کے لیئے وہ دشمنِ پنہاں نکل گیا

ممنوں کا حال کچھ نہ کھلا بزم میں — رکھے وہ دل پہ ہاتھ غزل خواں نکل گیا

---

۱ - ب - فغاں کہ ضبط سے سوزِ نہفتہ کی شب میں نے

۲ - لندن = زائد غزل

۱۳۲

وا[1][2] زخمِ سینہ تھا ، دلِ نالاں نکل گیا — چاکِ قفس سے مرغِ خوش الحاں نکل گیا
چھوڑا جلا کے سینہ و پہلو مرا تمام — سمجھا تھا دل ، سو اخگرِ سوزاں نکل گیا
میں اور قیس دشتِ جنوں میں تھا ساتھ ساتھ — وہ رہ گیا، میں چندِ بیاباں نکل گیا
اپنی گلی میں مجھ کو نہ دیکھا تو بول اٹھا — دیکھو کدھر، وہ بے سروساماں نکل گیا
ہو دوبدو، سحاب سے ہم خوب رو لیے — کچھ تو بخارِ دیدۂ گریاں نکل گیا
پہلے تو دل بجبر لیا، دے کے بوسہ پھر — کہنے لگا کہ لیجیے نقصاں نکل گیا
کب حسنِ پاک قابوے دستِ ہوس میں آنے — ہے سات قفل سے ، مہِ کنعاں نکل گیا
اپنی نہ مشتِ خاک بھی اوس کوچے میں رہی — یارے غبارِ خاطرِ یاراں نکل گیا
دی آگ کس کے رشک نے تجھ کو غضب دھواں — سر سے ترے ہی شمعِ شبستاں نکل گیا
آیا تھا بزمِ اہلِ ملامت میں پند کو — بک بک کے ، خود بخود ہو پشیماں. نکل گیا
طغیانِ گریہ کی وہی شورش ہے اب تلک — تیرا تو جوشِ نوح کے طوفاں نکل گیا
ہے کس کا حسن خانہ برانداز کفر و دیں! — دیر و حرم سے گبرو مسلماں نکل گیا
شب کس کے بر میں نکسر تھے ، آتے کدھر سے ہو — چولی مسک رہی ہے ، گریباں نکل گیا
چھوٹ آنے کس کے کشمکش دست شوق سے — کچھ جابجا ہی چین سے داماں نکل گیا
اب کاوشیں ہیں سینہ، تمنوں کو کس لیے — تھا خارِ دل سو، سوزنِ مژگاں نکل گیا

## ردیف "ب"

۱۳۳

ہے دلِ تفتہ سے تا دیدۂ نم آتش و آب — گریہ درد ہے اور داغِ الم ، آتش و آب
زخم اے آہ! جلا میں ، کرم اے اشک بہا — ناتواں خار ہوں ، مجھ کو ہے ستم آتش و آب
تڑپوں گر بحر میں ، آتشکدہ میں روؤں گر — نہ رہے نام کو بعدِ دوسہ دم ، آتش و آب
گر یہی سوز و گداز آج ہے تو شمع صفت — سر سے ہوجائینگے ہم تا بقدم ، آتش و آب
آبِ کوثر کی ہوس ، آتشِ دوزخ کا نہ بیم — چشم و دل اپنے میں واعظ ہے نہ کم آتش و آب
لختِ دل گہہ ، مژہ پر اشک کا دریا ہے گہے — مشت خس اپنی پہ رکھتے ہیں گرم آتش و آب
گریہ و نالہ کیا ضبط دلِ نازک میں — ایک شیشہ میں لیے پھرتے ہیں ہم آتش و آب
گوہر گوش پہ تاب اس رخِ تابندہ کی دیکھ — آب اور تاب سے یہاں کیا ہے بہم آتش و آب
اس زمیں میں غزل اک گرم و رواں ایسی لکھ — جس سے شرمندہ ہو اے نوکِ قلم آتش و آب

---

۱۔ لندن: زائد غزل
۲۔ آ: ہی
۳۔ آ: تاباں

اشک و پرکالۂ دل سے ہے بہم آتش و آب
[illegible]

خار دل کا نہ جلا ، نخلِ تمنا نہ جلا
[illegible]

سرنگوں روبروئے روئے عرق ریز کیے زلف
[illegible]

گر بھریں یک نفسِ سرد و نغاں کھینچیں گرم
خشک [illegible] کریں ، [illegible] آتش و آب

چشمِ تر مرے ، کفِ پائے حنائی سے ملے
شعبدہ گر [illegible] رکھے زیرِ قدم آتش و آب

دیکھ گرمی و سلاستِ غزلِ ممتوں کی
کہ عجب ڈھب سے کیے اس نے بہم آتش و آب

## ۱۳۵

لوٹتا آتش پہ ہے جوں زلفِ عنبر گوں نصیب
ہم سیہ بختوں کے، شکلِ طرۂ ہیں وارُوں نصیب

راز وحشت کے لکھیں دو ایک مضموں ہو اگر
تک پہنچے تحریر، لوحِ سینۂ مجنوں نصیب

مرگئے لیتے ہی خطِ دوست فرطِ شوق سے
ہائے حسرت یوں نہو ادراکِ یک مضموں نصیب

مشہدِ بلبل پہ لے جاویں چراغِ گل اگر
ہو ہمیں نظارۂ رخسارۂ گلگوں نصیب

چشمِ گریہ سے تہی تا کشتہ لائے گریہ اور
ہے مگر اس چشم کو وہ ، جانبِ جیحوں نصیب

وصل کی شب ہے نہ طے کر جلد یوں ظالم اسے
ہو تجھے آہستگی گردش میں ، اے گردوں نصیب

کس پریشاں وضع کی جذبِ محبت سے ہوئی
ناقۂ لیلیٰ کو سرگردانیِ ہاموں نصیب

غنچہ ساں ، سر کھینچ جیبِ فکر میں کہیے غزل
ہو نہ جز خونِ جگر ، رنگینیِ مضموں نصیب[1]

## ۱۳۶

ہو[2] کب آساں اس چمن میں بادۂ گلگوں نصیب
لالہ ساں جز داغِ دل جب دیں نہ جامِ خوں نصیب

کون سی وضعِ شکیبائی کہ ہم کو ہر نفس
دردِ طاقت گلہ ہے اور شوقِ روز افزوں نصیب

غیر ہی ہو ہم زبانِ غمزۂ حکمِ رشک ہے
لے چلے ، اس انجمن سے بس ہمیں بیروں نصیب

بلبے بیدردی کہ اس دل میں نہ کچھ تاثیر ہو
دیں اگر اس افسانہ میں تاثیرِ صد افسوں نصیب

بزمِ عشرت میں ہنسے[3] کیا ہم کہ جوں مینائے مے
آتے آتے لب تلک خندہ کو کردیں خوں نصیب

یاں تلک قحطِ سخن اب ہے کہ اکڑیں ، سرو ساں
ہو اگر بے ساختہ یک مصرعۂ موزوں نصیب

بادہ زہر و زہر خوں ہو، تا نہ مژگاں سے جو مئے
دوسرا ساغر نہ دیں اس بزم میں ممتوں نصیب

---

۱۔ ت میں دوسری غزل ملا کر لکھ دی ہے کیوں کہ اس غزل میں مقطع نہیں۔
۲۔ لندن، ب، ت میں علیحدہ غزل ہے
۳۔ ت: ہنسیں

## ۱۳۷

کل وصل میں بھی نیند نہ آئی تمام شب
ایک ایک بات پہ تھی لڑائی تمام شب

جاتا ہے آج ہاتھ سے دل تازہ رنگ سے
کس دل پہ تھے وہ دستِ حنائی تمام شب

جی کیوں کہ ٹھہرتا کہ وہاں ہر ادا کے ساتھ
تھی دل بری و ہوش ربائی تمام شب

یہ بھی ہے ظلم تو کہ اسے وصل میں رہا
ذکرِ طلوعِ صبحِ جدائی تمام شب

کس بے ادب کو عرضِ ہوس ہر نگہ میں تھی
آنکھ اس نے بزم میں نہ اٹھائی تمام شب

یہاں التماسِ شوق، وہاں احترازِ ناز
مشکل ہوئی تھی عہدہ برائی تمام شب

کیا سر پہ کوہکن کے ہوئی، بے ستوں سے آج
تمنوں صدائے تیشہ نہ آئی تمام شب

## ۱۳۸

وہ شوخ و فرشِ مخمل و سیمیں پلنگ و خواب
میں اور بسترِ خس و بالیں سنگ و خواب

پہلو میں جب کہ ہو خلشِ دل، نہ آئے نیند
ہو کس طرح سے جمع بغل میں خدنگ و خواب

ہے لوحِ شاہنامہ، یہ سب عرصۂ جہاں
رہتا ہے غافلوں کو اب آپس میں جنگ و خواب

محمل[۲] کے انتظار میں مجنوں کو کب ہے چین
ممکن نہیں کہ گوش بر آواز رنگ و خواب

بیداریاں نصیب ہوں غیروں کو تیرے ساتھ
میں اور کنجِ کلبۂ تاریک و تنگ و خواب

دیکھیں کہ کب یہ دولتِ بیدار ہاتھ آئے
ہووے کنار میں وہ بتِ سیم رنگ و خواب

آچک کہیں، کہ نیند تو بس اپنی اوڑ گئی
دشمن بہم ہیں یار یہ تیرا درنگ و خواب

اب اپنا ہاتھ اپنے کنارِ تہی میں ہے
اک دن بغل میں تھا وہ بتِ شوخ و شنگ و خواب

آرامِ دوست کو نہ کھبے لافِ سلطنت
عزمِ خطا و چین و تتار و فرنگ و خواب

اس[۳] عرصۂ جہاں میں نہ کر ترکِ احتیاط
یہ بھی ہے کچھ شعور کہ دستِ پلنگ و خواب

یاں[۴] خون اپنا پیتے ہیں ہم تو تمام رات
تمنوں وہاں ہے شرابِ مے لعل رنگ و خواب

## ۱۳۹

گرم ہے داغوں سے دل کے، بیشتر داغِ آفتاب
اس چراغاں سے[۵] کیا روشن چراغِ آفتاب

عقل نے معلوم برترِ عشق کیونکر ہو، کوئی
مشعلِ افسردہ سے پاوے سراغِ آفتاب

داغِ دل افروز کو کیا بیم آہِ گرم سے
صدمۂ صرصر سے کب گل ہو چراغِ آفتاب

آب، حیرانی سے ہوں، خوں داغِ دل میں دیکھ کر
اب تلک دیکھا نہ تھا پُر مے ایاغِ آفتاب

---

۱۔ آ: شرم سے
۲۔ آ: یہ شعر نہیں ہے
۳۔ آصفیہ و ب: میں زائد ہے
۴۔ ب: ہم تو خون اپنے کو لندن: شراب
۵۔ ب: سے ہے کیا

کفشِ پا کے بھی ستارہ [illegible]
طرحِ آتش سے ہوا ہے کیا [illegible]
سبزہ زارِ چرخ میں تنہا لیے پھرتا ہے جام [illegible]

۱۴۰

کم ہے نہ بیش دیدۂ تر بسکہ آب آب — گردابِ آب ہو گئی چشمِ [illegible] آب
اس صیدِ تفتہ دل کا ہے احوال جانے رشک — قاتل کی تیغ [illegible] ہوا کامیاب آب
دے تشنۂ ازل کو نہ قربِ کریمِ فیض — ساغر تہی حباب کا [illegible] شراب آب
رکھتی ہے محو نشۂ ہستی کو موجِ اشک — رہتی ہے یہ بنائے [illegible] خراب آب
کیوں ہے سحاب لاف سے گریہ کی تر زباں — اس چشم نے سراب دیا ہے خطاب آب
مستوں کو کیا ہے بیمِ حوادث گری بباد — صرصر حبابِ شیشہ کہاں جوں حباب آب
لایق ہے بحرِ عفو کے آلودۂ گناہ — ممنوں ہووے خرقۂ ناپاک باب آب

۱۴۱

آتشِ ہجراں سے ہے اپنا دلِ بیتاب آب — معجزِ الفت نے دیکھو کر دیا سیماب آب
ساقیا! غافل کو ہے تکلیفِ مے نوشی ضرور — خفتگاں کی چشم سے کرتا ہے رفعِ خواب، آب
ظالموں کی ہو نہ اربابِ کرم سے یاوری — سبزۂ شمشیر کو کرتا نہیں شاداب آب
جنسِ صبر و ہوش و طاقت، وقفِ آہ و اشک ہے — کچھ جلا آتش گئی، کچھ لے گیا اسباب آب
گرمیِ داغِ جگر، گر عرض کیجے حشر میں — آتشِ دوزخ، خجالت سے وہیں ہو آب آب
اپنی کشتِ آرزو جز برق، جانے ہے کیسے — کب کرے اس مزرعۂ امید کو سیراب آب
آبداری و روانی مصرعۂ ممنوں کی دیکھ — موجِ کوثر ہو گئی شرمندہ کیسی آب آب

۱۴۲

گر ترے پر توِ رخ سے ہو ضیا یاب حباب — ہووے فانوسِ چراغِ مہ پر تاب، حباب
آبلوں سے ہے دکھاتا دلِ بیتاب حباب — نہ بنے ہوں گے بے چشمۂ سیماب حباب
دھونے جس آب سے تو چشم، ہو وہ آبِ حباب — بھر اگر لاوے تو ہو جامِ مے ناب، حباب
اچکیں اوج پہ یاں تک مری امواجِ سرشک — یوں نظر آنے ستارے کہ سرِ آب حباب
اس قدر منتظرِ جلوہ گری ہے کس کا — ہو گئے آئینہ میں دیدۂ بیخواب، حباب

---

۱ - ب - ہوا کیا یہ دل

۲ - آ - رہے ہے - ۳ - ل

۴ - نسخۂ لندن میں نہیں ہے آصفیہ، ب سے لیا

قطرے اوس منہ پہ عرق کے ہیں، نہ دیکھے ہوں تو دیکھ
بہر سرچشمۂ خورشید جہاں تاب حباب

نہ رکھیں اہلِ صفا فکرِ نمودِ بیجا
کہ نہیں لانے ہے آب[1] درِ خوش آب، حباب

ہو عرق ریز اگر بحر میں وہ لالہ عذار
ہو گلِ سرخ کا یک غنچۂ شاداب، حباب

چشم آتی ہے بھری، گھر ہونے کیا کیا برباد
تھا نہ معلوم کہ ہے خانۂ احباب حباب

۱۴۳

دل میں جو جو ہے نکالیں وہ ذرا بول کے خوب
آج اس شوخ سے لڑ لیجیے جی کھول کے خوب

دیکھ اس کشتۂ حسرت کو سسکتا مت چھوڑ
ایک تو ہاتھ لگا جان مری تول کے خوب

ہائے جاں کندنِ ہجراں کی غضب تلخی ہے
زہر دیتا نہیں[2] شربت میں کوئی گھول کے خوب

ہمکنار اپنے رہا رات کوئی رشکِ بہار
پھول لے جا مرے بستر سے صبا رول کے خوب

ایک دو جرعہ سے دیکھے، ہے ڈھکاتا کیا
ساقیا! خم میں قدح دے کوئی جی کھول کے خوب

نقدِ دل دے کے لگے ہاتھ میں یہ گوہرِ اشک
خوب موتی وہی ہوتے ہیں، جو ہوں مول کے خوب

اے فلک شور سنے جاتے ہیں تیرے بیجا
دور سے ہوتی ہے آواز ہر اک ڈھول کے خوب

کیوں نہ پیراہنِ طاقت کے ہوں ٹکڑے ٹکڑے
دیکھے مٹک ترے محرم کے ہیں بن جھول کے خوب

بے خبر تجھ کی کسی بے برگ[3] کی خوں نوشی کی
ہونٹ ہیں لال کیے برگ سے تنبول کے خوب

تنگ آیا ہے بہت حسرتِ دل سے ممنوں
اہتو چھاتی سے لگ، آغوش ذرا کھول کے خوب

## ردیف "ت"

۱۴۴

پیشِ صیاد ہوں جتنا کہ پشیمان درست
طپشِ دل نے نہ چھوڑا کوئی پیکان درست

ہائے بیکاریِ وحشت کہ رکھیں مشغلہ کیا
نہ تو داماں ہی ثابت نہ گریباں درست

لاکھ پردے میں ہو وہ بت تو کروں سجدہ اسے
ساتھ ہے اپنے خدا کے مجھے ایمان درست

دل کو کیا آگ لگاتا ہے، ڈر اے کافرا! ڈر
کیا جلانا ترے مذہب میں ہے قرآن درست

قصہ گر اپنے شکستِ دلِ محزوں کا کہوں
تو بھی یک بار تو کہہ منہ سے مری جان درست

سینہ میں حسرت و حرماں ہیں فراہم آتے
جان کو کوچ ہے، ہوتا ہے یہ سامان درست

حسرتوں کا مری مذکور کسی نے جو کیا
خود بھی بولے کہ نہیں ہیچ اس کے سب ارمان درست

اس سے ٹوٹا جو مرا دل تو کہا میں نے اس سے
آپ اس شیشہ کو کیجے گا اسی آن درست

ورنہ یک بوسہ میں لوں اور ابھی لوں، بولے
لے، جو لینا ترے مذہب میں ہے تاوان درست

کہیے اک طرفہ غزل اور بھی دیکھیں تو ردیف
کیا رہنما دیتے ہو ممنونِ سخنداں درست

---

۱۔ آ، کوئی آب وہ
۲۔ ب دیتا کوئی شربت میں نہیں
۳۔ ب بے برگ خوں
۴۔ لندن، ب زائد غزل
۵۔ ب بھلا

جوشِ دریا سے ہے یچ شورشِ طوفاں درست
[illegible]

تنگیِ غم نے شکنجہ میں یہاں تک کھینچا
[illegible]

کھینچ اے غمزۂ خونخوار نہ دل پر تلوار
کیا ... سے ... زیں میں ... درست

گر مرا دودِ فغاں آنے تتق بندی پر
کی ... ابھی ہوتے ... درست

خبرِ مرگ مری سن کے تاسف سے کہا
اب تو ... ہے نہیں ہم کو ... درست

جگر و دل کے کچھ ایک لخت ہیں، درہم برہم[1]
کیجو ... اے سوزنِ مژگاں درست

زور پر دستِ جنوں آج ہے انشاء اللہ
نہ مرا جیب رہے نہ[3] ترا داماں درست

ہم کو وحشت سے ہے، وحشت کو بلا سے بیعت
دستِ شانہ سے بلا رکھتی ہے پیماں درست

شانہ خود پیچ کا ہے، پیچ ہیں اس مو کے مرید
سلسلہ یوں ہی ہے تا زلفِ پریشاں درست

وحشیانہ روش، آشفتہ سی صورت کیا ہے
کچھ تو ممنوں کرے وضع بھی، انساں درست

## ۱۴۶

نہیں معلوم کیا ہے اب ترے[4] بیتاب کی حالت
کہ ہر ہر دم دگرگوں ہے رخِ احباب کی حالت

میری کعبہ پرستی پر تاسف ہے کہ دیکھ آیا
برہمن سے سجودِ بت میں کس آداب کی حالت

سسکنا پوچھ مت ذوقِ دمِ شمشیر میں اپنا
نہ بہرِ آب ہو، یہ تشنگانِ آب کی حالت

مندی آنکھیں ہیں پہروں اور تصور ہے ترے باتیں
نہ اس بیخودی کو بیداری کی ہے نہ خواب کی حالت

خیالِ چشم میں تیری کبھی بہکوں، کبھی چپ ہوں
بعینہ ہے یہاں مستِ شرابِ ناب[5] کی حالت

جگر کے لخت سوزِ سینہ سے یہ رنگ رکھتے ہیں
نہ ہو آتش پہ یوں برگِ گلِ شاداب کی حالت

پڑھا شب مرثیہ کس نے دلِ مظلوم کا اپنے
لگی ہچکی یہ محفل میں تھی غنچ و شاب کی حالت

کہاں ہو، رات جاگے دستمالِ شوق تھے کس کے
چلے جاؤ کہ ہے اب اور اس بیتاب کی حالت

نہ مکرو، آئینہ دیکھو کہ سبکی سے پریشاں ہے
رخِ گلگوں کی رنگت، طرۂ پرتاب کی حالت

غزل پُر درد ممنوں اس زمیں میں اب پڑھو ایسی
کہ ہر ہر شعر پہ ہو اور معنئِ[6] نایاب کی حالت

## ۱۴۷

نہ سوزِ سینہ سے پوچھو دلِ بیتاب کی حالت
نہ یہ اسپند کی آتش پہ نے سیماب کی حالت

---

۱- ب: برہم و درہم
۲- آ: میں صرف یہی چار اشعار ہیں
۳- ب: نے
۴- آ: ترے اس
۵- آ: معنی نایاب
۶- لندن: معنی یاب لیکن "نا ضروری ہے" سہو کاتب

## ۱۴۷

کروں مسجد میں کیا سجدہ کہ اسکے یاد ابروہیں / بدل جاتی ہے صورت دیکھ کر محراب کی حالت

لگے ہو سینہء سوزاں سے کس کے آج ، بدھی میں / رہا مرجھانے، دیکھو ، ہر گلِ سیراب کی حالت

میری تربت پہ گل ہیں نہٖ ہے سبزہ لپکتا ہے / وہی مرکر بھی ہے کیا دیدۂ پر آب کی حالت

گیا خورشید سا چہرہ چمک کس کا اِکہ شب دیکھی / چراغ روز سے بدتر رخِ مہتاب کی حالت

دلِ مضطر جو اپنا پھنس گیا بالی میں کل اسکی / نظر میں پھر گئی بس ماہی و قلاب کی حالت

جگر میں، سینہ میں ، دل میں لبالب ہم بھی رکھتے تھے / کہیں کیا کثرتِ جنبشِ شکیب و تاب کی حالت

جھکے ترکانہ فوجِ غم کہ یہ صورت بنی اپنی / نہ پوچھو کچھ، بغارتِ رلتنِ اسباب کی حالت

بڑھے ہیں بال ، وحشی چال ، تن پہ گرد، منہ ہے زرد / وہی ممنون[1] یہ ہے ، مجھ کو ہے استعجاب کی حالت

## ۱۴۸

پنجہء شانہ میں ہو[2] زلفِ دو تا ! یا قسمت / اپنے حصہ میں بلا پر ہے بلا ! یا قسمت

تھا یہ وعدہ دلِ خوں گشتہ کو روندونگا ، ترے / پانے توسن پہ بندھی آج حنا ، یا قسمت

دردِ دل[3] ، داغِ الم سب ہیں لہو پینے کو / جمع ایک دل پہ ہیں اتنے شرکا ! یا قسمت

مرغِ گلشن کو یہ شیریں ہیں ، نہ لاوے یاں تک / بوے گل ، چاک قفس سے بھی صبا ، یا قسمت

یوں کریں چارہء بیماریِ اغیار وہ لب / یہ مرے درد کی ہوتی ہے دوا ! یا قسمت

عرش پر جب کر ہوا بابِ اجابت مسدود / لب پہ تب سینہ سے آنے ہے دعا ، یا قسمت

نہ دمِ ذبح بھی دیدِ رخِ قاتل ہو نصیب / چشم کو پہلے مری باندھ دیا، یا قسمت

اور ممنون کے کہنے سے غزل پڑھتا ہوں / پر مخاطب ہوں مرے ، یہ شعرا ! یا قسمت

## ۱۴۹

جان لے ہے وہ لبِ روح فزا یا قسمت / سم مرے حق میں ہوا ، آبِ بقا یا قسمت

دل کہیں ، صبر کہیں ، تاب کہیں چھوٹ گیا / دشتِ غربت میں چلے ، بے ، رفقا یا قسمت

زخم کو سینہ ملا ، داغ کو دل ، درد کو جان / عشق نے زور ہی بانٹا ہے کیا یا قسمت

ایک دل تھا کہ ذرا اس سے رہی تھیں باتیں / غم غلط کرنے کو وہ بھی نہ رہا، یا قسمت

یوں شکنجہ میں کھنچے دستِ تمنا میری / اور لے ، بر میں اسے تنگ قبا[5]، یا قسمت

تم رہیں غیر کی بانہیں تری گردن میں آہ / لے گلا ، تیغ پہ ہم نے ہے رکھا یا قسمت

خون کر دل کو کیا داغ نہ ، تا لالہ صفت / اپنی قسمت میں نہ یک جام ہوا یا قسمت

سب ترے[4] وقفِ لبِ غیر ہوں، سبحان اللہ / غیر دشنام مجھے کچھ نہ ملا یا قسمت

جز نمک ، خوانِ فلک سے نہ ملا، سو وہ بھی / صَرف ، لب ہائے جراحت پہ ہوا ، یا قسمت

---

۱۔ ب: وہی ہے
۲۔ آ: ہے
۳۔ ب: دردو غم داغ والم
۴۔ آ: کے
۵۔ آ: صبا

غیر کو دے ہے [illegible]
خونِ حسرت سے بھرا جام [illegible]

## ۱۵۰

مثلِ نہاد نہ اپنی ہے جبیں خاک پرست — کشتۂ عشق ہوں ، سر ہے [illegible] پرست
جاؤ اے بخیہ گراں سوزنِ تدبیر لیے — کہ جگر [illegible] طلب اور ہے دل چاک پرست
وصف اوس غمزۂ خونخوار کا کہتے ہیں ملا — کشورِ عشق کے سب لوگ ہیں سفاک پرست
دور آلائشِ تہمت سے نگہہ ہے اپنی — پاک ہے حسن ترا اور ہیں ہم پاک پرست
عرش تک مشتِ غبار اپنی میں دیکھے ہے عیاں — جون مہندس نہیں اپنی نظر افلاک پرست
آبِ زر میں بھی ہے خاصیتِ آتش بالکل — کیا عجب گر ہوں منِ بعد اگر تاک پرست
آبلۂ چند کے ، ممنوںؔ نہ پرستار ہوں ، ہم — بندۂ فہمِ درست اور ہیں ادراک پرست

## ۱۵۱

صف بستہ کہاں ہوئے گی فردائے قیامت — کشتوں پہ ترے تنگ ہے صحرائے قیامت
ہر گام پہ سو طرح کے سیکھے[3] فتنے اٹھاتا — قامت ہے ترا معرکہ آرائے قیامت
ہے فیضِ قدم سے ترے دیوانے کے[4] برپا — ہر خانۂ زنجیر میں غوغائے قیامت
پروردہ ترے دوزخِ ہجراں میں ہوئے ہیں — عشاق کو کیا ہیبتِ گرمائے قیامت
آمد سے تیری ہم پہ جو ہونی تھی سو ہوئی — اب دغدغۂ حشر ، نہ پروائے قیامت
قد تیرا نظر کر ، دمِ رفتار ، کہیں سب — دیکھو کہ قیامت میں ہوئی جائے قیامت
پھیلیے گا کہاں ہائے مرا نامۂ عصیاں — معلوم ہے ! وسعت گہِ پہنائے قیامت
رفتار تری اس دلِ مضطر میں پھرے ہے — آئی ہے قیامت بتماشائے قیامت
شورش دلِ شوریدہ سے لی ، دامِ قضا نے — ممنوںؔ کیا طرح یہ غوغائے قیامت

## ۱۵۲[2]

غالباً گزری نسیمِ باغ سوئے کوئے دوست — بوئے گل میں کچھ ملی آتی ہے مجھ کو بوئے دوست
یوں نہ بے دردی سے کھینچ اے شانۂ بیدرد آہ! — صد دلِ خوں گشتہ ہیں وابستۂ گیسوئے دوست
خط جدا ، مژگاں جدا ، زلفیں جدا مانگے ہیں دل — دشمنِ جاں ہوگیا اپنا تو ہر ہر موئے دوست

---

۱ - آ، ب: زائد شعر
۲ - ب: تخلص کی جگہ خالی ہے
۳ - ب: فتنہ سے اٹھاتا
۴ - آ: تری دیوانگی برپا
۵ - ب: جی

ہم سے از خود رفتگاں کو کیا ہے ہستی کی خبر — کھو دیا جب آپ کو ، تب کی ہے جستجوئے دوست
کچھ تو وہ طرزِ خلش سمجھے ، دلِ بیتاب کو کس طرح رکھ دوں درونِ سینہ و پہلوئے دوست
آئینہ میں اور مجھ میں تو عداوت ہو چکی — زیرِ سر رکھنے لگا ہر آن وہ زانوئے دوست
رنگ و بو میں برگِ گل سے کم نہیں ہر ایک لخت — ہے دلِ صد چاک از بس محو رنگ و بوئے دوست
جھوٹ کیوں بولے ہے قاصد! میری تسکیں کے لیے — میں نہیں پہنچانتا کیا طرزِ گفت و گوئے دوست!
اس تک، از خود رفتگی بس رفتہ رفتہ لے گئی — جو کہ گزرا آپ سے ، آخر وہ گزرا سوئے دوست
طور جل کر خاک اور بیخود ہوا جس سے کلیم — جلوہ فرما ہو گیا پردے سے تھا، تک روئے دوست
دشمنِ جاں دوستوں کا غیر نے اس کو کیا — ورنہ پہلے تو نہ تھی ممنون ایسی خوئے دوست

## ردیف "ٹ"

### ۱۵۳

رات شعلہ یہ اٹھا نالہ سوزاں سے لپٹ — کہ بھبوکے گئے افلاک کے داماں سے لپٹ
دل کو یاں کچھ ہے شکنجِ غم و حسرت میں فشار — کون سویا ہے وہاں سینۂ جاناں سے لپٹ
صبحِ رخصت ہے گلستاں سے برنگِ شبنم — خوب سا روئے یک یک گلِ خنداں سے لپٹ
نکہتِ گل میں ہے آمیختہ کچھ عطر کی بو — آئی ہے بادِ چمن کس کے گریباں سے لپٹ
متوسل خس و خاشاک سے جیسے ہو غریق — لختِ دل جائیں ، دمِ گریہ ہیں ، مژگاں سے لپٹ
آئے ہے یاد[1] ہم آغوشیِ شمشاد قداں — خوب سا روئے ہر سروِ خیاباں سے لپٹ
سینہ میں آتے ہی دل ، تیر سے تیرے لپٹا — جیسے مشتاق کوئی جائے ہے ، مہماں لپٹ
سخت پیوندِ محبت ہے ، اسے دیکھ نہ کھینچ — دل نکل آئے مبادا ، سرِ پیکاں سے لپٹ
درد آمیز غزل زور پڑھی مجلس میں — روئے ہم خوب ہی ممنونِ غزل خواں سے لپٹ

### ۱۵۴

کس کی بو آئی نسیمِ چمنستاں سے لپٹ — دل کھنچا جائے ہے اسکے سرِ داماں سے لپٹ
آتش دل سے مبادا بھک اٹھے ناداں — پیسنے گہنا ، نہ مرے سینۂ سوزاں سے لپٹ
دیکھ پیوندِ محبت کہ بوقتِ پرواز — رشتۂ دام گئے پانے اسیراں سے لپٹ
اب تلک نکہتِ گل آئے ہے بستر سے زبس — خواب میں سوئے شب ، اس رشکِ بہاراں سے لپٹ
قیس اس دشت میں یاد آئے ہے جی کھول کے خوب — روئے آج ہر اک نخلِ مغیلاں سے لپٹ
جیسے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں کہیں دوڑ کے، ہم — روئے اس کوچہ میں اپنے دلِ نالاں[3] سے لپٹ

---

۱۔ آ: کی
۲۔ ا، ب: غم
۳۔ آ: ناداں

گوندھیے [illegible] کے [illegible]
رحم بس اے تپِ دل! رحم کہ [illegible]

ردیف [illegible]

## ۱۵۵

کبھی گر مے نہ پی آنے ہو، سرشاری کا کیا باعث
کہ کجِ رفتاری و آشفتہ دستاری کا کیا باعث

فریبِ وعدہ میں آیا مگر، پھر منتظر تیرا
فلک کو دیکھنا اٹھ اٹھ کے بیداری کا کیا باعث

پئے تاراجِ دل فوجِ کرشمہ کون سی کم تھی
سپاہِ غمزہ! پے در پے مددگاری کا کیا باعث

مریض اپنے کو دیکھا آہ خون آلود کیا کیا ہے
نہ تھا گر درد دل میں، نالہ و زاری کا کیا باعث

گہے سینہ پہ، گہہ پہلو پہ ناحق ہاتھ رکھتا ہوں
کہ دل تو لے گیا کوئی، خبرداری کا کیا باعث

نگاہِ مست ساقی سے ہو، جب تکلیفِ مے نوشی
خرد مندو! کرو انصاف، ہشیاری کا کیا باعث

ترے بیمار کی شاید وداعِ جان ہے تن سے
جنازے کی وگرنہ، واں سے تیاری کا کیا باعث

خدانخواستہ کیا کم ہوا ہو جوشِ جنوں اپنا
کہ تم سے جیب و داماں! دست برداری کا کیا باعث

کبھی وقتِ خطاب اُے یار، اپنے منہ سے نکلا تھا
لگا کہنے کہ مجھ میں، آپ میں یاری کا کیا باعث

کروں تھا شکوہ تجھ سے پھر ستمگاری کا میں اے دل
بگڑ کر مجھ سے یوں، اسکی طرفداری کا کیا باعث

نہ چشم اپنے کہے میں ہے، نہ دل، نہ جان اے ناداں
یہ مجبوری اور اس پہ لافِ مختاری کا کیا باعث

عبث کہتے ہو تم عاجز ہوں دستِ دل ستاناں سے
کہ بیہودہ گوئی کا، اس ہرزہ گفتاری کا کیا باعث

نہیں کچھ زور سے لیتا کوئی، دل دو، نہ دو، ممنوں
یہ مجبوری کا کیا موجب، یہ ناچاری کا کیا باعث

بھلا کیا فائدہ ممنون کیوں خاموش بیٹھے ہو
کرو شغلِ غزل گوئی، کہ بیکاری کا کیا باعث

## ۱۵۶

نہ تیغِ عشق گر کھائی، دل افگاری کا کیا باعث
مژہ سے دم بدم ممنون، خوں باری کا کیا باعث

مرے سینہ میں گر آتشکدہ پنہاں نہیں ظالم
فغان و آہ سے ہر دم شرر باری کا کیا باعث

تصورِ چشمِ خوباں کا مقرر تم کو رہتا ہے
وگرنہ حضرتِ دل! اتنی بیماری کا کیا باعث

ہوا جب کام اپنا، کام دل تب پوچھنے آیا
مجھے غم کھا چکا اب میری غمخواری کا کیا باعث

ہنوز دلدار اوروں کے، مجھے یہ دم دلاسا ہے
نہ دوں گا دل، نہ دوں گا دل، کہ دل داری کا کیا باعث

گرہ میں نقدِ دین و دل بھلا اب ہے بہا کس کے
ترے اس طرۂ پرخم کی طراری کا کیا باعث

مرے آگے بہت ہی پاک دامانی کا دعویٰ تھا
درونِ خلوتِ اغیار مے خواری کا کیا باعث

---

۱۔ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے
۲۔ ب: منہ سے اپنے
۳۔ آ: سے
۴۔ آ، ب: آنے

۱۵۶

نگار و نقشِ تن پر ، کس لیے مژگانِ خوں افشاں! | قبا ٹھہری جو عریانی ، قلم کاری کا کیا باعث
تمہاری مہربانی ہی میں آخر کام ہے اپنا | رکھے گر تُو ہوس دل داری ، دل آزاری کا کیا باعث
عجب دیوانگی ہے کوئی بھی دل یوں پھنساتا ہے | بہت دانا تھے تم ممنوں! گرفتاری کا کیا باعث

۱۵۷

درونِ باغِ جہاں بہرِ یک پیالہ عبث | جگر کو داغ کرے ، کوئی شکلِ لالہ عبث
خرابیوں کو بہت تھی کسی کی گردشِ چشم | گیا ہے دورِ فلک پر عبث ، حوالہ عبث
کیا سیاہ نہ یک بار ، روسے صبحِ فراق | اگر سپہر پہ پہنچا تو دودِ نالہ عبث
ورق کیجیے دلِ صد لخت کے ، سرشک نے گم | پڑا ہاتھ میں اطفال کے ، رسالہ عبث
ہے دو سالہ بہو ، تا ، کھلے یہ کیفیت | کہ شیخ تھا ورع و زہدِ شصت سالہ عبث
نہ ایک رات بھی اس مہ سے بھر سکے آغوش | کیا ہے آپ کو خالی برنگ ہالہ عبث
تمہاری کشت کو برقِ فغاں ہی کافی تھی | سرشک گرنے لگے اور مثلِ ژالہ عبث
بہت اسیر ہیں ممنوں سے ، مرگیا تو کیا | نہ کھول بال تو اے عنبریں کلالہ عبث

۱۵۸

ہر حرفِ آرزو پہ کرے تھا وہ یار بحث | ایک ایک بات پہ تھی اسے شب ہزار بحث
لائی ہے کھینچ ، آرزوے زخم دور سے | اک وار پر نہ قاتلِ خنجر گزار بحث
حیرت زدوں کو محفلِ تصویر کی طرح | نے ہے شعار رمز و کنایہ ، نہ کار بحث
یا ذکرِ دوست یا ہے زباں پر حدیثِ عشق | جوں اہلِ مدرسہ نہیں ، اپنا شعار بحث
تکرار سے (دل) اپنا جو مانگا ، کہا کہ چل | ملتا ہے یہ کوئی نہ عبث ، بار بار بحث
کیجیے اگر گلہ تو طرف دار یار ہو | تبھی لگانے مجھ سے دلِ بیقرار بحث
ممنوں مجھے ، نصیحتِ صائب یہ یاد ہے | تا صبح نکن است ، مکن زینہار بحث

ردیف "ج"

۱۵۹

دل ہی جھیلے نگہِ برق وشِ یار کی آنچ | کہ سنبھلتی نہیں ہر یک سے تلوار کی آنچ
تابہ سینہ پہ رکھتے ہی ہوا ہاتھ کباب | شب غضب تیز رہی سوزِ دلِ زار کی آنچ

---

۱۔ آ ، ب : یوں دل
۲۔ آ ، ب : میں زائد شعر
۳۔ آ : تھی
۴۔ لندن : "دل" نہیں لکھا ہے غالباً سہو کاتب ۔ ب ۔ دل
۵۔ لندن : سے بے تلوار ، سہو کاتب

گریہ گرم سے پلکیں [illegible]    [illegible]
تمتایا سا رخِ گل ہے [illegible]    [illegible]
سینہ سے تا بلب و کامہ [illegible] جھالے ہیں    [illegible]
حذر اے چرخ کہ کلی ہے ترے خرمن کو    [illegible]
مضطر آئینہ کو جوں چشمۂ سیماب کرے    [illegible] کی آگ
بیٹھ مت زخمیِ دل سوختہ عشق کے پاس    [illegible] نکلے ہے [illegible] کی آگ
طاقِ آتش کدہ ساں کیوں نہ وہ ابرو ہو سیاہ    گر پہنچی ہے سدا آتش [illegible]
ہو گریبان ادھر اشک سے تر اور ادھر    دے ہے [illegible] ایک دم میں [illegible]
ہاتھ ملمس پہ بڑھا مت کہ نہ لگ جائے لپٹ    سمت سوزاں [illegible] ہے تب عاشق [illegible] کی آگ
آہنی کنج و قفس، دام، کہیں دے نہ جلا    آتشِ نالہ [illegible] فرغان گرچہ [illegible] کی آگ
طور کو خاک کیا، طاقتِ موسیٰ کو گداز    تبر ہوتی ہے کچھ اس [illegible] کی آگ
واسطے خرمنِ ہستی کے مری، برق ہوئی    کیا مگر تھی چمک اس خنجر [illegible] کی آگ
استخوان میں تپ، نہفتہ فغاں سے بھڑکی    جوں بھبکتی ہی رہے باد سے [illegible] کی آگ
بادہ ہر چند بہا آب نشاں، بھبکی اور    آتشِ شوقِ حریفانِ قدح خوار کی آگ
گرم گوئی پہ جنہیں لاف ہے، جی ان کا جلا    دے ہے ممنوں تری گرمیِ گفتار کی آگ

## ۱۶۰

متصل نالے جو آئے شب لبوں پہ چار پانچ    ہر طرف جلنے لگے ہمسایہ کے گھر چار پانچ
انگلیاں مہندی بھری کیا کیا کھٹکتی ہیں تری    اس سے بہتر تھے دلِ پُر خوں میں خنجر چار پانچ
غالباً اندوہ، حرماں، رنج و غم، حسرت نہوں    ہمرہ، تابوتِ دل تھے شخص مضطر چار پانچ
دھیان جب آتا ہے ان خونخوار مژگاں کا یہاں    چھوڑ جاتا ہے مرے سینہ میں نشتر چار پانچ
شوقِ نامے کس قدر لکھے ہیں اس کو کیا کہوں    جاچکے ایک اک گھڑی میں ہیں کبوتر چار پانچ
لبے[3] بہ لبے دودِ فغاں میرا[4] لگے ہونے جو جمع    سائباں کھنچ جائیں گردوں کے برابر چار پانچ
مرگیا رنگیں رخوں کے، دیکھ کر بوٹے سے قد    گل کے پودے رکھو، مری تربت پہ لاکر چار پانچ
چند نکتے رازِ وحشت کے مرے، لکھیں اگر    سینۂ مجنوں کے سے بن جائیں دفتر چار پانچ
اس زمینِ تازہ میں طرزِ غزل پر تک ہمیں    اور بھی ممنوں سنا تو شعر کہہ کر چار پانچ

## ۱۶۱

آج، بوسے، جاؤں گا اس لب سے لیکر چار پانچ    کون سنتا ہے تری عیار دلبر، چار پانچ

---

۱ - لندن، مبد میں زائد شعر
۲ - آتا کیا ہے
۳ - لندن و ب: زائد شعر
۴ - ب: میرا لگے ہونے ۔ لندن: ۔ میرے "

۱۸۹

کسؔ[۱] کے ناخن دل میں گڑتے تھے کہ جاے لختِ دل
چشم سے ٹپکا کیے برگِ گلِ تر چار پانچ

شرم، شوخی، عشوہ، غمزہ، ناز، لیتا ایک ایک
کاش دل ہوتے مرے پہلو کے اندر چار پانچ

فوجِ رنج و خیلِ غم، بلواے یاس، انبوہِ درد
ایک مسکیں جان پر جھک آئے لشکر چار پانچ

لختِ دل، دنبالِ اشکوں کے ہیں جیسے سلک میں
بعد اک یاقوت کے گوندھے ہیں گوہر چار پانچ

میں نے کل اس سے کہا دو ایک بوسے لوں[۲] پہ لوں
وہ لگا کہنے مقرر[۳] تم سنوگے چار پانچ

ایک دو جرعہ سے یاں بجھتی ہے کوئی تشنگی
پے بہ پے دے ساقیا تو مجھ کو ساغر چار پانچ

قصرِ معنی پر ہوں ممنوں، طرفہ نازک کلیاں
ریختہ کچھ یہ نہیں رکھ دیجے پتھر چار پانچ

۱۶۲

آہ کس کس نے لڑانے نہیں تدبیر کے پیچ
نہ کھلے، پر نہ کھلے، رشتۂ تقدیر کے پیچ

ہو نہ باتوں سے کہیں و اشدِ حیرت زدگاں
کہ نوا سے نہ کھلیں کاکلِ تصویر کے پیچ

دلِ گم گشتہ کا اپنے نہیں ملتا ہے سراغ
چھان ڈالے ہیں رہِ زلفِ گرہ گیر کے پیچ

دل پہ[۴] کیا کیا نہ یہاں سانپ سے لہراتے ہیں
یاد جب آئیں ہیں جعدِ سیہ تیر کے پیچ

چینِ ابرو کے تری رشک سے بل کھاتے ہیں
بے سبب بھی تو نہیں جوہرِ شمشیر کے پیچ

پنجۂ[۵] ہر صیدِ زبوں زلفِ بتاں ہو نہ کمند
گردنِ شیخ ہو اور سبحۂ تزویر کے پیچ

راہ رسوائی کی سیدھی ہے سوے منزلِ عشق
خمِ زنجیر ہیں یاں کوچہ تو تیر کے پیچ

پیچشِ مار دوخاں تابِ کمند و خمِ دام
رشتۂ جاں کے بل[۶]، سنبل و زنجیر کے پیچ

مدعا ہے شکنِ زلفِ بتاں سے باقی
موشگافانِ معانی کے ہیں، تحریر کے پیچ

پہلواں گوئیِ ممنوں سے نپٹ عاجز ہیں
یاد تھے جن کو بہت کشتیِ تقریر کے پیچ

۱۶۳

منتِ بخیہ و مرہم، دلِ افگار نہ کھینچ
خون ہو ناز کسی کا بھی، یہ زنہار نہ کھینچ

زخم سینے کے نہ سی دیں ترے مجروح کبھی
تاجگر سے وہ رفو کے لیے لیں، تار نہ کھینچ

بند بند اپنا ہے لبریزِ فغاں صورتِ نے
اور کہتا ہے وہ نک، سانس خبردار نہ کھینچ

یاں ہے بر مشقِ مضامینِ تمنا جوں لوح
کب قلم ہم نے دیا اس پہ کئی بار نہ کھینچ

تنگ ہوں دستِ رقیباں سے، سر کو پہ ترے
کہتے ہیں پاؤں سے نک بیٹھ کے یاں خار نہ کھینچ

---

۱۔ لندن، ب: زائد شعر
۲۔ آ: نہ
۳۔ آ، ب: سنوگے کیا مکرر
۴۔ آ: پہ
۵۔ لندن، ب: زائد شعر
۶۔ ب: کی ہے

ہم صفیروں کو ... [illegible]
جذبہ قیس! نہ گستاخ ہے ... [illegible]
در و دیوار پہ تصویر تری ... تک
اس ہوا سے مرے سینہ میں عجب اٹھا درد — [illegible]
میں ہوں اور وہ ہے، نہ اے آئینہ تو بیچ میں آ — [illegible]
جان میں اسکی آب ہے اے جانِ جہاں آب ہے تو — [illegible]

۱۶۴

ہم سے کتنے بے دلوں کو، کب سے منزل تک پہنچ — یار گو دل میں ہے، پر ہم کو کہاں دل تک پہنچ
واہ رے برگشتگی[۳]، اس طالعِ برگشتہ کی — ناوک اسکے پھر گئے سو مرتبہ دل تک پہنچ
دشتِ تنہائی میں صحرا گرد ہے، جوں گرد باد — مشتِ خاکِ قیس کی مشکل ہے محمل تک پہنچ
کشتیِ طاقت ہے شکستہ اور بحرِ غم کا[۵] جوش — مژدہ نومیدی! نہیں اب اپنی ساحل تک پہنچ
اب تو اوس خار سر کو سے بھی، ہم پانی نہیں — ایک دن وہ[۶] تھے کہ تھی، اس گل کی محفل تک پہنچ
صید گاہِ شوق میں کیا بے ادب وہ صید ہے — جو کر جاتا ہے تڑپ کر، پائے قاتل تک پہنچ
خاک ہو کر گِل بنے ہم، گِل سے پیمانہ بنے — کی غرض لعلِ بتِ شیریں شمائل تک پہنچ
ایک ہی جنبش میں حسرت کش، ترے کا کام ہے — کیوں پھرے ہے تیغِ قاتل حلقِ بسمل تک پہنچ
الفتِ پنہاں کے اپنی کس قدر چرچے ہوئے — بات خلوت کی، گئی آخر محافل تک پہنچ
آ، تماشا دیکھ تو بھی کیا ہجومِ خلق ہے — ہو گئی دشوار اب، اس تیرے گھائل تک پہنچ
کون اب مشکل کشائی تیرے تمنوں کی کرے — تو بجلے اے مشکل کشا! فریاد مشکل تک پہنچ

۱۶۵

[۸] روئے ہوا ہے کوششِ نقش و نگار ہیچ — طولِ امید و عالمِ ناپائیدار ہیچ
اس رنگ و بو پہ بستگیِ دل ہے، عندلیب — تو ہیچ، باغ ہیچ گلِ نو[۹]بہار ہیچ
دھویا ہے کس کے دامنِ دل سے نہ تک غبار — تردامنیاں[۱۰] تری! مژہٴ اشکبار ہیچ

---

۱۔ آ = دے
۲۔ آ۔ اس کے بس
۳۔ ب = خاک
۴۔ آ = سر گشتگی
۵۔ آ = پایہ
۶۔ آ = تھا
۷۔ آ = لب
۸۔ ب = یہ غزل نہیں ہے۔ — سہو کاتب، تصحیح قیاسی
۹) لندن۔ گل و بہار
۱۰۔ آ = تر دامنی

۱۹۱

یاروں میں تھے بیانِ دہان و میانِ یار[1]
نکلا مری زبان سے بے اختیار ہیچ

جب وصل میں مزے ہیں کہ دونوں ہوں ایک دل
دل ہی اگر نہ ہووے تو بوس و کنار ہیچ

دو روز رنگِ لالہ و گل ہے بہار پر
باقی ہے اس چمن میں بجز زخمِ خار ہیچ

پیشِ حساب محنتِ شبہائے انتظار
افسانہ صعوبت و روزِ شمار ہیچ

ہو مستِ جام عشق کہ سر خوش رہے سدا
یہ ہی وہ نشہ ہے کہ صداعِ خمار ہیچ

لکھا[2] ہے ہر مزار پہ خطِ غبار سے
دیکھا! کہ تھی یہ زندگیِ مستعار ہیچ

## ردیف "ج"

۱۶۶

نہ[3] سی پہلو کے چاک اے بخیہ گر آج
نکلنے دے ذرا دودِ جگر آج

کشتندہ شادیِ ناگہ سنی تھی
وہ آیا پاس میرے بے خبر آج

لگی کیا آگ سینہ میں الٰہی!
کہ ہر ہر دم میں اڑتے ہیں شرر آج

بہت پہلوے دل سے رنج کھینچے
اسے تو کھینچ، سینہ چیر کر آج

یہ سیے ہیں چاکِ دل تارِ جگر سے
کیجے، ہم زخمیوں نے کیا ہنر آج

اٹھا کیا درد دل میں اور ڈھب کا
کہ ہے فریاد کی طرزِ دگر آج

بچے، تو اے فلک! کشتی بچالے
کہ آئی جوش پر، پھر چشمِ تر آج

بدرد آیا دلِ قاتل عبث کیوں
مرے لاشہ پہ آنے نوحہ گر آج

نہ قاتل ہی مرا وہ ہو، کہ نادم
کھڑا تھا اک جوان، تابوت پر آج

پھرے تھا جلد کیا کافر، شبِ وصل
گیا، گردش سے رہ، گردوں مگر آج

وہیں ہیں جابجا، سر کے نہ تارے
سیاہی رات کی ہے کس قدر آج

فلک کو کب تلک اٹھ اٹھ کے دیکھوں
نہیں پیدا کچھ آثارِ سحر آج

غزل اک اور بھی "ممنوں"[4] پڑھ لے
کہ دل بہلے مرا اے نکتہ ور آج

۱۶۷

اٹھے ہے ہول سا کچھ ہول پر آج
نہیں جی چھوڑتا، دردِ جگر آج

خلش پر، پھر کسی کی آئیں پلکیں
کہ دل میں چبھ رہے ہیں نیشتر آج

میں اک سو، بزم میں بیٹھا ہوں روتا
کہ کن انکھیوں سے وہ دیکھے ادھر آج

ذرا ضبطِ سرشک اے چشمِ گریاں
کہ موجِ آب پہنچی تا بہ سر آج

---

۱ - آ: تھی وہاں جو بیانِ دہانِ یار
۲ - آ: زائد شعر، لندن - : ندارد۔
۳ - ب: یہ غزل بہت آگے ہے۔
۴ - ب: تخلص کی جگہ خالی ہے۔

نہ اپنے حال پہ ... [illegible]
نہیں دیتی دکھائی صورت ... [illegible]
مبارک گل کو رنگا رنگ ... [illegible]
پر اوس صیادِ بے پروا سے ... [illegible]
طپش دل کی لیے جاتی ہے ... [illegible]
نہیں معلوم وعدہ کر گیا کون! ... [illegible]

۱۶۸

اندوہ، درد، داغِ الم، غم، عذاب رنج — دل ایک اور اس پہ ہیں [illegible] حساب رنج[3]
نوحوں سے تیرے نیند تو ہر اک کی اڑ گئی — ہمسایوں کو نہ دے، دلِ خانہ خراب رنج
راحت کہیں کہیں، بغلِ گور کے سوا — اڑ جانے زندگی کا، الٰہی [illegible] رنج
گوہیں ہزار رنگ کی پیری میں حسرتیں — سب سے زیادہ دے ہے پہ یادِ شباب رنج
اے شانہ کھول مت شکنِ زلفِ یار دیکھ! — دل کے بجز طرہ پہ پیچ و تاب رنج
پہلو میں نیش کی ہے خلش، ہر طپش کے ساتھ — دکھلاتا ہے کیا دلِ پر اضطراب رنج
وہ پاؤں، یوں نہ آئیں، تک آغوشِ شوق میں — دیتا ہے کیا شکنجۂ رشکِ رکاب رنج
آتش پہ لوٹ لوٹ کے کاٹی ہے آج رات — جل جائیں تیرے بس یہ تپِ سینہ تاب رنج
اشکوں سے چشم، آہ سے لب، تپ سے دل جلا — ممنون کو دے ہم آتش و باد و آب رنج

۱۶۹

آہوں[5] کا گھٹ گیا جو دھوئیں پر دھواں ہے آج — کیا تلخ خوابِ راحتِ ہمسائیگاں ہے آج
آہستہ میری جاں! سخنِ التفات کہہ — کان اس طرف لگائے ہوئے آسماں ہے آج
اللہ رے رشکِ گل جو گریباں میں ہے ترے — سینہ کے واسطے مرے سنگِ گراں ہے آج
بزمِ پری رخاں میں نہفتہ مری طرف — دیکھے عجب نگہ سے وہ بدگماں ہے آج
اے ہمرہانِ کعبہ رواں بس وداع ہے — دل کھینچتی محبتِ دیرِ مغاں ہے آج
کیا کشت و خوں ہے سینہ میں، زخمی ہے لختِ دل — لاتا بہانے اشک کا آبِ رواں ہے آج
کہہ دو مسیح سے کہ سرک جائے اک طرف — تیرِ فغاں کا چرخِ چہارم نشاں ہے آج
شعلہ سے رنگ چہرۂ گل کے ہیں جل بجھے — بلبل کا ایک پر نہ کوئے آشیاں ہے آج
بیمار تیرا شب، تپِ دوری سے پھنک گیا — اٹھتا فراشِ خواب سے کچھ کچھ دخاں ہے آج

---

۱۔ آ: روئیں گے
۲۔ آ: صرف
۳۔ ب: ہیں یہ ۔ ۴) لندن ۔ ہم باد ۔ ساقط الوزن غالباً سہو کاتب
۵۔ لندن: زائد غزل

کیا حال ہے مریض کا تیرے کہ نبض دیکھ
انگشت ہر طبیب کی وقفِ دہاں ہے آج

بہلا رہا ہوں کہہ کہہ، دلِ دیوانہ کو یہی
کہتے ہیں یار تیری طرف مہرباں ہے آج

کیا آگیا نظر ہے ترے دشمنوں کا رنگ!
ممنونؔ کچھ اداس رخِ دوستاں ہے آج

ممنونؔ اس زمین میں پڑھ اور اک غزل
تیرا سخن پسندِ دلِ سامعاں ہے آج

۱۷۰

کیا[۱] دل کو دستِ غم میں فشارِ نہاں ہے آج
مژگاں سے قطرہ قطرہ لہو کا چکاں ہے آج

باتیں زبس تھیں تیرے تصور سے شب مجھے
نزدیکیوں کو وصل کا تجھ سے گماں ہے آج

بچ جائے جانِ صیدِ حرم یا نہ بچ سکے
آتا لیے* وہ ہاتھ میں تیر و کماں ہے آج

اے آرزوئے خم شدنِ دست، بے جواب
بدھی کے بوجھ سے وہ لچکتی میاں ہے آج

ہم آگئے ہیں ہستیِ موہوم سے بہ تنگ
پھر دل کسی کے صرفِ خیالِ دہاں ہے آج

وہ دن گئے کہ عرش بھی، نالے ہلائے تھے
اک سانس لے سکے، نہ ترے ناتواں ہے آج

انکار صاف ربط سے ہے غیر کے، ولے
کھاتے سو جب قسم تو اٹکتی زباں ہے آج

غمزہ، ادا، کرشمہ، نگہ، دل پہ آئے جھک
کوئی خدنگ، کوئی لگاتا سناں ہے آج

شب چھیڑتے ہی قصہ، دل پوچھتا تھا یوں
نبڑے گی یا نہیں، یہ تری داستاں ہے آج

گزرا ہے گرم شعلہ نفس کون سا ادھر
جوں سنگِ سرمہ راہ کا سنگِ نشاں ہے آج

کل دیکھتے ہی دیکھتے، اس نے اڑا لیا
پھر مجھ سے پوچھتا ہے ترا دل کہاں ہے آج

نادان چونک قافلہ، یاروں کا چل بسا
ممنونؔ اب تلک تجھے خوابِ گراں ہے آج

## ردیف "ح"

۱۷۱

دیکھ اس چشمِ گراں خواب کی طرح
ٹھیک ہی مستِ مئے ناب کی طرح

جگرِ تشنہ (کو[۲]) اپنے ہے عزیز
دمِ شمشیر ترا آب کی طرح

آؤ، جس طرح بنے آؤ، کہ ہے
آج اور آپ کے بیتاب کی طرح

کھل گیا کس کا یہ چہرہ! بے نور
در و دیوار پہ مہتاب کی طرح

چین بابرو و بکف آیا تیغ
دیکھ اس قاتلِ احباب کی طرح

کیمیا کا بھی نسخہ ہے عجیب
آب مرجائے سیماب کی طرح

گوشِ خوباں سے بروں اپنا حرف
ہے گرہ، گوہرِ نایاب کی طرح

آئے کس دل میں چبھو کر پلکیں
سرخ ہیں دشنۂ قصاب کی طرح

گرد اپنے ہی سفر ہم کو رہا
روز چکر میں ہیں دولاب کی طرح

خشک دجلہ مری آنکھوں نے تمام
بھر دیے آن میں، تالاب کی طرح

---

۱۔ لندن: یہ زائد غزل
۲۔ لندن۔ "کو" ندارد، تصحیح قیاسی

۱۷۴

بزیرِ خاک گیا ہوں لیے سوائے قدح — نہ لوحِ قبر پہ لکھنا بجز دعائے قدح
دمِ پیالہ کشی یاد کر، وہ نرگسِ مست — میں اپنی چشم سے رویا کیا لگائے قدح
کسی کی چشم کا کشتہ ہوں، یہ وصیت ہے — کہ کوزہ ساز مری خاک سے بنائے قدح
مری سماجت و ساقی کی دیکھ اٹھکیلی — کہ منہ کے پاس مرے لانے اور ہٹانے قدح
نگہ میں بس کہ ہے وہ چشمِ شرمگیں، شب خواب — یہ دیکھتا ہوں کہ آیا کوئی جھکانے قدح
کسی کی چشم پہ ہے مستِ[1] چشم کی ہے نگاہ — کہ مے پرست کو کیا چاہیے سوائے قدح
نہ خاکِ بادہ کشاں[2] شمع و گل کے قابل ہے — یہاں مقام ہو مینا کا یا ہو، جانے قدح
عجب ہے نازکیِ دستِ مغبچہ ممنون — کلائی جانے لچک، جب کہ وہ اٹھانے قدح

## ردیف "خ"

۱۷۵

ہے رخِ یار سے کیا زلفِ پریشاں گستاخ — پاؤں پھیلانے ہے کافر سوئے قرآں گستاخ
زخمِ نہفتہ کسی کے کبھی رہتے ہیں کہ نہیں — دل پہ کیا رکھے ہے سوزن تری مژگاں گستاخ
اب وہی ہاتھ ہیں اور سینہ دری ہے اپنی — جو کھینچتے تھے ترے زیرِ گریباں گستاخ
جراتِ عشق ہے کیا قہر کہ دستِ یک زال — کھینچ لے پیرہنِ یوسفِ کنعاں گستاخ
وادیِ فقر میں رکھ گام ادب سے کہ یہاں — خدمتِ مور میں دیکھا نہ سلیماں گستاخ
سر بجیب و عرقِ شرم برو آتے ہو — کس نے کھینچا ہے تمہارا سرِ داماں گستاخ
یہاں ہیں آرام میں کیا کیا نہ نزاکت منشاں — مت چلو خاک پہ اے راہ نورداں گستاخ
ہو نہ پامال کہیں سبزۂ نو رستہ خط — اے نگہ! جا نہ سوئے عارضِ جاناں گستاخ
زور رمزیں تھیں بہم شب کہ تہ تک تھی وہاں — اور میں عرضِ تمنا میں کچھ ایک یہاں گستاخ
تک جو بوسہ کے اشارے پہ ہوئی جنبشِ لب — یوں لگا کہنے تہِ[3] لب کہ بھلا، ہاں گستاخ
یہاں ہے سر سلسلۂ اہلِ جنوں، ممنوں بھی — قیس آتا نہ سوئے دشتِ مغیلاں گستاخ

۱۷۶

کس کی نگاہِ گرم سے تھا شب دوچار رخ — کچھ تمتما رہا ہے ترا لالہ وار رخ
کس کا ہے انتظار کہ قبلہ سے وقتِ نزع — جاتا بسوئے در ہے پھرا بار بار رخ
معلوم کچھ نہیں کہ کیا[4] دل کو کس نے صید — ڈھانکے ہوئے نقاب میں تھا اک سوار رخ

---

۱ ۔ ب: مست عشق
۲ ۔ آ: کشیاں
۳ ۔ ب: تہ لب
۴ ۔ ب: کیا کس نے

جاتا ہوں کس کی [illegible]
دنبال میں کیا ہے [illegible]
گریہ کا کوئی ڈھنگ ہے [illegible]
کہدے یہ کوئی ہمیں [illegible]
مشکل یہ ہے کہ جنبش تو سیماب [illegible]
دامن سے تو نہ گرد فشاں ایک دن ہوا [illegible]
ممنوں اس غزل میں معانیِ تازہ کا [illegible]

## ۱۷۷

دیکھ آئنہ میں ساتھ حسینوں کے یار رخ — پوچھے ہے ہنس کے، کس کا ہے [illegible] رخ
ہے چاندنی سی گردِ لبِ بام کھل رہی — چمکا دوبارہ غرفہ سے کیا تابدار رخ
غیرت سے باز چشم نہ کیجیے گا یار، گر — دکھلائے گا ہر ایک کو روزِ شمار رخ
اس ہاتھ سے ہے شوقِ جراحت کہاں تلک — آہو نہ سوئے کعبہ کرے زینہار رخ
غرفہ سے اب تلک، مری آنکھیں ہیں لگ رہیں — تھا جھانک کر دکھا گیا وہ ایک بار رخ
شیشہ ہزار ہیں کا ہے یہ صنعِ گلہ خلق — یک جلوہ ساز کے بنے، دکھاتا ہزار رخ
گل سے ہوں صاف گل تو پہنتا ہے رنگِ ناز — خط ہوچکا نمود تو ہے خار دار رخ
اک چاند بھی لگانے تو رہ جائے ناتمام — کھینچے جو اس نگار کا، صورت نگار رخ
ممنوں کو منہ دکھاتے ہیں کس کس بلانے تو — تیرا سیاہ ہووے شبِ انتظار رخ

## ۱۷۸

آ مجھ پہ طیش کر، نہ مت پہ عتاب تلخ — ہے کیا کہ سلسبیل کا تجھ بن ہے آب تلخ
بچپنے تھا زہر کیا، بترے افسانے سے دلا — تا صبح ہوگیا مری آنکھوں میں خواب تلخ
پیری سے خط وصل نے تھا نوجواں کیا — پہنچا فراق، صورتِ مرگِ شباب تلخ
جز حرفِ قہر کچھ نہ سنا اسکے ہونٹ سے — قسمت سے ہوگیا ہے میری شہدِ ناب تلخ
کس کو حلاوتیں ہیں تیرے ساتھ، آج کچھ — ہے زندگیِ عاشقِ پُر پیچ و تاب تلخ
بوسے کے ساتھ چاہیے دشنام ورنہ کیا — شیریں ہوئی نبات اگر، ہا گلاب تلخ
اپنے مذاق میں لبِ شیریں ہیں بے مزہ — جب تک نہ ہر سخن پہ ہوں دو دو جواب تلخ
کم تلخ گوئی سے نہ ترے لب کا لطف ہو — کیفیتوں کو دیکھ ہوئی گو شراب تلخ
ہے دردِ ناامیدیِ ہجراں کی یہ دوا — ہر چند صبر ہے، دل پہ اضطراب تلخ
ہم سانگی، خدا، تری ممنوں اڑا چکے — نوحوں سے تیرے کتنا ہے، خانہ خراب تلخ

---

۱۔ ب بیدکے

## ۱۷۹

حنا بندیِ اشکِ سرخ سے انگشتِ مژگاں سرخ
ہوئے یوں جبیں کی خجلت سے ہے رنگِ شاخِ مرجاں سرخ

قسم کھاتے ہو[1] کیوں نوشی و خلوت کی غیروں سے
پریشاں اب تلک وہ بال ہیں اور چشمِ فتاں سرخ

زباں پر یاد ہر کانٹے کو ہے یہ قصۂ رنگیں
کہ ہے میری تہی پائی سے ہر خارِ مغیلاں سرخ

یہاں ہیں رنگ جاں بخشی کے، خونِ مردہ سا وہ ہے
کہاں رنگِ لبِ اس کا، گو ہوا لعلِ بدخشاں سرخ

نمایاں پھر شفق سے جلوۂ صبحِ بہاری ہو
قبا پہنے اگر اندام میں وہ ماہِ تاباں سرخ

بہاریں زور اوں رنگین جلووں سے نظر آئیں
کہ تھا سر سے قدم تک آج وہ رشکِ گلستاں سرخ

ہجومِ نشہ سے آنکھیں، مئے گل رنگ سے عارض
حنا سے دست و پا اور پان سے لب ہائے خنداں سرخ

اڑے ہے گردِ خوں آلودہ جولاں گاہ سے کس کی!
نہیں ممنوں شفق سے دامنِ گردونِ گرداں سرخ

## ردیف "د"

## ۱۸۰

لگ اٹھی آگ قفس میں صیاد
برق تھی اپنے نفس میں صیاد

تیغ زن کس پہ رہا تو کہ رہے
ہم طپاں، خونِ ہوس میں صیاد

ہم رہے دام میں، آوینگے یاد
شاید اک آدھ برس میں صیاد

خونچکاں، صید رواں آتے ہیں
تیرے دنبالِ فرس میں صیاد

گل ہوں اور مرغِ چمن خوش ہیں بہم
اس نشیمن گہِ خس میں صیاد

باندھ مجھ، دام میں رکھ، کر یا ذبح
آ پھنسے، اب ترے بس میں صیاد

تو گرفتارِ دلِ ممنوں ہے
کیا اسیری کی ہیں[2] رسمیں صیاد

خونچکاں کوئی فغاں کھینچے وہ
چپ رہے یا کہ قفس میں صیاد

## ۱۸۱

نقط میں ہوں کہ تو کرے انجم کے در بند
گلے لگ، پر قبا کے کھول کر بند

فسوں وہ کون سا سیکھیں شبِ وصل
کہ منہ کیجے ترا مرغِ سحر بند

یہاں تک[3] تو رہے کنجِ قفس میں
کہ اپنے ہوگئے بازو و پر بند

نہ نامہ ہے، نہ قاصد ہے، نہ خود آنے
وفا کی ہوگئیں راہیں، مگر بند

کہاں کے لیجیے بوسے شبِ شوق
وہاں لبریزِ صد شوخی ہے، ہر بند

نہ کچھ باقی رہا ہے روتے روتے
کہ آنکھوں سے ہوا خونِ جگر بند

مرے رونے کا گر، دریا کرے جوش
ابھی دے توڑ، ہوں لاکھ ہوں اگر بند

---

۱۔ آ، ب: کھاتے ہو۔ لندن۔ کھاتے کیوں، ساقط الوزن، سہو کاتب۔ متن مطابق آ، ب

۲۔ آ: کیا اسیروں کی ہے اس میں صیاد

۳۔ آ: ہم

ہوئی [illegible] کیا گیا سماجت یہاں [illegible]
تیرے گھر کون ان روزوں ہے [illegible]

۱۸۲

دام میں پھڑکا کیجے پر تھی تری صیاد، یاد
خانماں [illegible] بنیاد [illegible] دل [illegible]

دیکھیے ہوتا ہے طے[4] کیونکر یہ دشتِ بے کسی
نہ رفیق، راہ رکھتے ہیں، نہ [illegible] زاد

بندھ گیا دھیان اس عذارو قد کا اور رویا کیجے
خاک خاطر کو کرے [illegible] سیرِ گل، نہ [illegible] شاد

کشورِ خوباں میں دیں مقتول، قاتل کو دعا
رسم یاں کی یہ نہیں [illegible] دم [illegible] بیداد

سوزِ دل سے جل چکے تھے آہ نے کھویا نشاں
مشتِ خاکستر کو اپنی کرگئی [illegible] باد

یاں وبالِ سر سے ہوتی ہے سبک دوشی، پہ تو
بارِ خونِ بے کساں، گردن پہ مت [illegible] جلاد

ہے عجب پر درد لفظوں میں ترے صحت بھری
کب سخن پر کرسکے ممنوں ترے ایراد [illegible] زاد

۱۸۳

[5] نالہ کرے جو دل سے، جرس اپنا یہاں بلند
سوجائے ریگِ دشت سے دودِ فغاں بلند

اے دودِ آہ تو بھی تتق باندھ دے ذرا
سمجھے بہت ہے آپ کو کچھ آسماں بلند

کس کی مژہ کا دل میں تصور ہے نیزہ باز
فوارہ خوں کا ہر بنِ مو سے ہے یاں بلند

گرتا ہے مرغِ سدرہ نشیں ہوکے بس شکار
وہ چشم جب مژہ سے کرے ہے سناں بلند

مشہور ہے ستوں سے ہوا نام کو ہکن
آواز جانے[3] دور، جو ہووے مکاں بلند

نالہ فلک پہ جانے، اس ابرو کی یاد میں
سنیے ہے تیر دور جو کھینچے کماں بلند

جس جاکہ تیرے کشتہ جگر کا مزار ہے
شعلے زمیں سے تا بفلک ہیں وہاں بلند

قدِ کشیدہ کی ترے موزونیاں کہاں
گو کم نہیں ہے قامتِ سروِ جناں بلند

ممنوں کیونکہ ہو درِ حیدر پہ بوسہ زن
کوتہ قدر خیال ہے، وہ آستاں بلند

۱۸۴

[6] ذبح کر، ہاتھ میں مل خون، ہنسا میرے بعد
یہی ہے کافی بھی مرا خوں بہا، میرے بعد

اِس سرِ مرگ پہ سوجاں فدا ہیں کہ مجھے
یار نے اپنے شہیدوں میں لکھا میرے بعد

---

۱۔ آ، ب: تیرے گھر کون ہے ان روزوں میں
۲۔ ب: بہنے لگا
۳۔ ب: بہانے
۴۔ ب: کیونکر طے
۵۔ لندن، ب: زائد شعر
۶۔ لندن: زائد غزل

عشقِ بیرنگ نے تاثیر مرے کی ، آخر
چند روز اس نے لگائی نہ حنا میرے بعد

مرگیا رکھتے ہی سر پاؤں پہ ، میں ناقے کے
اس نے محمل سے لیا جھانک تو کیا میرے بعد

بے بہ بے وار ادھر سے تھے ، ادھر کہتا رشک
کون دیکھے گا یہ ہاتھوں کی صفا میرے بعد

واہ رے رشک ! سہوں ظلم پہ ظلم اس خاطر
کر نہ لے ، تجھ سے کوئی نامِ وفا میرے بعد

کہیں سوجاؤں نہ پھر زندہ ، جنازے پر آ
تو ہلانا ، نہ لبِ روح فزا میرے بعد

دیکھیو قحطِ وفا گریہ گل رویاں نے
سبزہ تربت کا ہری ، تر (تنا)[۱] رکھا میرے بعد

رخِ قاتل پہ کچھ آثار ندامت آنے
نوحہ گرا کیا ہے یہ فریاد و بکا میرے بعد

کشتہ کس چشم کا ہوں ! عرصہ مرقد میرا
جبکہ شوخ غزالاں کا بنا میرے بعد

چل بسے کوہکن و وامق و مجنوں پہلے
ہائے افسوس کہ کوئی نہ رہا میرے بعد

اس دبستانِ جنوں میں تھے سبق خواں کتنے
قیس شوریدہ ، کچھ البتہ ہوا میرے بعد

دیکھ آئینہ وہ مشاطہ سے یوں پوچھے تھا
مہِ کنعاں کے ہوں میں بعد و یا میرے بعد

رونقِ خانۂ زنجیرِ جنوں تھی مجھ سے
کس سے یہ سلسلہ رہوے گا بپا میرے بعد

پھیرتی دور ہے اس در سے مرا مشتِ غبار
اس قدر بھی نہ صبا خاک اڑا میرے بعد

دوست کے ہاتھ سے جو جو کہ ہے میں نے دیکھا
میرے دشمن کو دکھانا نہ خدا میرے بعد

روزِ محشر ہوں ، محبانِ علیؑ میں محشور
کیجو ، ممنوں یہ مرے حق میں دعا میرے بعد

## ردیف "ذ"

### ۱۸۵

لعلیں لبوں سے یار کے دشنام ہے لذیذ
یعنی کہ تلخیِ مئے گلفام ہے لذیذ

وا ہیں دہانِ زخمِ تنِ کشتہ شوق سے
کیا آبِ تیغِ قاتلِ خود کام ہے لذیذ

پیری میں مرگِ خواب ، جوانی میں ولولے
شب جاگیے تو صبح کو آرام ہے لذیذ

تب لطفِ چشمِ تر ہے کہ تفتہ دلی بھی ہو
جب تک نہ ہوں کباب تو کیا جام ہے لذیذ

مستی میں لیجیے بوسۂ چشم و لبِ بتاں
بادہ کے ساتھ پستہ و بادام ہے لذیذ

تلخیِ صبر میں ہیں نہاں ، سو حلاوتیں
آغاز بے مزہ ہے پہ انجام ہے لذیذ

لب سے لگا وہ دے لبِ ساغر تو واہ واہ
کیا شئے ہے بوسہ گو ہو پہ پیغام ہے لذیذ

معنیِ نغز پختہ نہ جب تک ہوں کیا مزا !
ممنوں کہیں بھلا ثمرِ خام ہے لذیذ

---

۱۔ لندن ۔ "نہ" ندارد ، تصحیح قیاسی

نقش ... کر ، نامِ بتاں ...
دل کی تسکین ترے خط سے ...
گل بھی مرجھا گئے ، کتنا تھا گراں ...
اللہ اللہ استغنا عمل ... ہے
لب پہ لب رکھ کے ، نہ پھر شکوہ کروں ...
کیا کرے چارہ بیماریِ دل ! عامل ...
جس نگیں پر ہو ترا کندہ نام ... دے
اس کو سینہ سے لگا کر سمجھوں ... ہے
دل پہ کر نامِ علیؓ ممنوں نقش ہر بلا سے ...

## ۱۸۷

ہاتھ مٹے پہ کس کے کر آیا ہے رسائی کاغذ
ہے جواب خطِ ممنوں کا حنائی کاغذ

کتنی بربادی و دل سوختگی لکھی تھی
کہ مرے خط کا اڑا جس سے ہوائی کاغذ

صفحۂ سینہ مرا مانی و بہزاد نہ تھا
اسکی تصویر جو یوں لے کے بنائی کاغذ

سمریاں ، کس پہ جگر دوزی کے ہونے کی لکھوں
کیونکہ تیروں سے کرے ، عہدہ برائی کاغذ

ہے نہ ، ممکن کہ کوئی خط میں لپیٹے شعلہ
کس طرح لے کے لکھوں سوزِ جدائی کاغذ

زیورِ سینۂ سیمیں پہ بندھے سیر و دھیان
لوں سوں ، لکھنے کو جو افشاں کا طلائی کاغذ

مشک ریزیِ خطِ عارضِ جاناں لکھوں
گر لگے ہاتھ مرے کوئی خطائی کاغذ

نقل اس شوخ نے نامے کی بنائی میرے
تری قسمت بھی ہے کیا اوج پہ آئی کاغذ

ہو نہ یک شمہ مرا حالِ پریشاں کا رقم
گر غذائی کے کرے جمع ، غذائی کاغذ

رشک کہتا ہے نہ مجھ کو بھی وہ خط لکھے ، کیوں
اسکے ہاتھوں پہ کرے ناصیہ سائی کاغذ

کون مشتاق تھا اوراقِ گل و نسریں کا
کیوں صبا ، اوس چمن آرا کا نہ لائی کاغذ

تیغ بازی ، میں ورقِ دل کے وہ دو کرتا ہے
کاٹنے ہے دستِ ستمگر کی صفائی کاغذ

ہے اشارہ کہ مری زلف سے دل خون ہوئے
ایک دو سطر اس نے کھینچ کی زیبِ حنائی کاغذ

خط نہ لکھنے کی نہیں اس سے شکایت ممنوں
جب اٹھانے میں لچکتی ہو کلائی ، کاغذ

---

۱۔ ب میں پوری غزل نہیں ہے۔
۲ :
۳۔ آبِ او (کذا)
۴۔ آ: ہو گیا

## ردیف "ر"

### ۱۸۸

نتراک سے نہ باندھیو تو یہ شکار[1] یار — اس کا ہر اک قطرہء خون ہے شرار یار
بیماریِ فراق سے اتنا ہوں ناتواں — ہو میرے تن سے فرق نہ بستر کا تار یار
بالیں سے میری یوں نہ گزر آستیں فشاں — اس گھر کا ہے چراغ دلِ داغ دار یار
گنتا رہا[2] ہوں شام سے تا صبح داغِ دل — تجھ [illegible] بن ہر ایک رات ہے روزِ شمار یار
یک قطرہء خونِ دل ہے حریفِ ہزار زخم — جب سے تری مژہ سے ہوا ہے دوچار یار
کس پر یہ ترک تاز کہ ہم تو لٹا چکے — صبر و قرار و دین و دل و ننگ و عار یار
بخشی ہے اس نے بادِ مسیحا کو آبرو — جاں بخش ہے ترا یہ لبِ آب دار یار
اللہ رے غرور کہ بے ہوشی میں اسے — وقتِ خطاب کہیے اگر ایک بار یار
منھ[3] پھیر کر کہے ہے کہ بس ہار ہوگیا — یہ مجھ کو بار بار کہے ہے جو یار یار
ممنوں کی چھاتی ساغرِ گل دیکھ آئی بھر — جلدی سے مے پلا کہ چلے یہ بہار یار

### ۱۸۹

دیکھ عکسِ مہوشاں سے چشمِ طوفاں زا کی سیر — جوششِ مہتاب میں یعنی کہ ہو دریا کی سیر
ہم اسیرانِ قفس بھی ، طائرانِ تیز بال — یاد آتے ہیں کبھو دیکھو ہو جب دریا کی سیر
رشک سے اس جلوہء رنگیں کے سرخ و زرد ہے — دیکھیو طرفِ چمن روسے گلِ رعنا کی سیر
ہوگیا عالم شبیہِ یک نگاہِ آرزو — آنکھ اٹھا اس نے نہ دیکھا، دیکھ استغنا کی سیر
آئینہ ہے جوں بلورِ پُر قلموں ، دیکھنا — جلوہ ہائے رنگ رنگ یارِ دل آرا کی سیر
اختروں پر دامنِ مشکینِ شب کا کب یہ لطف — دیکھ روئے پُر عرق پر زلفِ عنبر سا کی سیر
ڈانک دی شعلہ کی ہے ، الماس کے زیرِ نگیں — یا عرق میں ہے فروغِ چہرۂ زیبا کی سیر
گو صفا میں کم نہیں ممنوں ترا کعبہ بھی یاں — اور ہی کچھ ہے وَلے بت خانۂ ترسا کی سیر

### ۱۹۰

ہے سایہ فگن زلفِ سیہ فام زمیں پر — یا صبح قیامت کی ہے یہ شام زمیں پر
بیدار کرے خفتہء دامانِ عدم کو — وہ رشکِ قیامت جو رکھے گام زمیں پر
ہے بالشِ خورشید سدا زیرِ سر ان کے — جن کو ترے کوچے میں ہے آرام زمیں پر
چھوڑا نہ درِ کعبہ تلک صیدِ رمیدہ — مارا ہے تری زلف نے کیا دام زمیں پر

---

۱. ب: آشکار
۲. ب: رہوں —
۳. ب: کا

ہے سمن چمن برگِ گل [illegible]
آئے ماہ لقا ، چرخِ فلک سے بھی زیادہ [illegible]
کیا دیدہ و دل فرش نہیں راہ میں اس کی [illegible]
ممنون جو محسود ہوا اہلِ فلک کا [illegible]

۱۹۱

یاسمن سے دوش و بر سیمیں وہ پیکر دیکھ کر
رو دئیے ہم اپنے خالی آغوش و بستر دیکھ کر

غش سے چونکا تھا[۱] ترا تک یہ مریضِ انتظار
مرگیا اک سانس لے ، پس جانبِ در دیکھ کر

خاک میں لوٹے ہیں یاں کیا کیا تمنائیں پڑی
تک قدم رکھنا مری تربت کے اوپر دیکھ کر

گر میاں یک چند مجھ میں اور تم میں تھی جہاں
سانس اک ٹھنڈی بھروں ، رستہ میں وہ گھر دیکھ کر

کون ہمسایہ کے شب تھا ، روزنِ دیوار سے
لگ گئیں (آنکھیں[۲]) چمکتا ، ایک اختر دیکھ کر

یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جائیگا
ہم یہ سمجھے تھے ، چلے آئینگے دم بھر دیکھ کر

تھا جو اس صیادِ بے پروا کا مدت سے اسیر
آج اسکے آئے ہم ، اڑتے ہوئے پر دیکھ کر

دیکھیو طرزِ نظر بازیِ پنہاں تک ، مری
یک نظر اس پر کروں ہوں ، ایدھر اودھر دیکھ کر

میں نے پوچھا لب میں ہے تیرے مسیحائی تو وہ
یوں لگا کہنے کہ کیجیے امتحاں مر دیکھ کر

وہ رے طرزِ خریداری کہ سو سو بار واہ[۳]
جنس دل کی ، پھیر دی اس بت نے لے کر دیکھ کر

غسل نزدیکِ سحر دیکھو مجھے ، تاروں کی چھاؤں
مرگیا اس کان میں جوشِ آبِ گوہر دیکھ کر

اس حنائی دستِ نازک پر لپٹ آخر لگی
ہاتھ، کہتا تھا دلِ پر سوز ہے ، دھر دیکھ کر

اب تلک آنکھوں کے آگے برق کوندے ہے سکھی
آئے ہم غرفہ سے کس کا روے انور ، دیکھ کر

ہائے رے گرمی کی باتیں ، بتلائے شوخی کے سخن
یوں لگا کہنے مجھے وہ شوخ کافر دیکھ کر

رات ہم کو انجمن میں سینہ و دل آپ کے
یاد کیا کیا آئے ہیں اسپندو مجمر دیکھ کر

حرف حرفِ شعرِ ممنوں ، ریزہء الماس ہے
اس غزل کو یوں کہیں نقاد، جو ہر دیکھ کر

۱۹۲

جان دوں ہوں یہ عنایاتِ ستمگر دیکھ کر
یاد کرتا ہے مرا دل نوکِ خنجر دیکھ کر

کس سے وعدہ ہے کہ کھٹکا سن کے یا آوازِ پا
ہر طرف رہ جاؤں ہوں ، حیران و مضطر دیکھ کر

میں نثار اس شوخ کے ، اپنی بلائیں آپ لیں
آئینہ میں زلف چھوٹی اپنے منہ پر دیکھ کر

رات افغان و طبل ، سینہ کوبی ، فوجِ اشک
رہ گئے سب دل کی اپنے حشمت وفر دیکھ کر

آئیں[۴] تصویریں اگر دو شخص کی یک جا نظر
رو دئے ہم پہروں پی وہ لوحِ مصوّر دیکھ کر

بوسہ لعلِ بتاں سے ہو دلِ مضطر کو چین
ہے تحیر ، الفتِ سیمٓاب و اخگر دیکھ کر

---

۱۔آ،ب=آنکھیں۔لندن۔"آنکھیں" ندارد۔سہو کاتب

۲۔آ=ری

۳۔ب=واہ

۴۔ل ب=زائد شعر

تو کہ ہے صورت میں بت، معنی میں ہے نورِ خدا
سجدہ کرتے ہیں تجھے دیں دار و کافر دیکھ کر

دھیان اس مژگاں کا کر کر اور بھی دل پھٹ گیا
تیرے سودائی کا وقتِ فصد نشتر دیکھ کر

تنگ[1] دل ہو ہو موا ہوں، دم بخود یاں خاک پر
نا شگفتہ چند غنچہ لاؤ چن کر دیکھ کر

آتے ہیں ایک اک ورق دل کا لیے اطفالِ اشک
ہوں تاسف میں بہت نسخہ یہ ابتر دیکھ کر

روح کو اپنی رہے ہے عالمِ بالا کی سیر
ہوش اڑتے ہیں یہاں اس قد کو اکثر دیکھ کر

کیا کہیں ہم، پوچھ مت رنجور کا اپنے تو حال
خود چلے تو شاید آوے تجھ کو باور دیکھ کر

اشکِ پنہاں ہر بنِ مژگاں میں اک عالم کے ہیں
اس مریضِ غم کا حالِ رقت آور دیکھ کر

خط یہ کس کا ہے کہ سو سو بار کچھ ممنون آج
آہ بھر بھر چشم کو کر لانے ہے تر دیکھ کر

۱۹۳

پوچھتا اگر ہے ہر اک تیرے گھائل کی خبر
میں تڑپتا ہوں کہ کیا ہے دستِ قاتل کی خبر

دیکھیو جذبِ محبت لگ کے چھاتی سے مری
یوں لگا کہنے کہ کیوں دل کو ہوئی دل کی خبر

قیس محوِ بیخودی ہے، کوئی سر پر آؤ[2] جاؤ
کچھ نہ آگہی ہے لیلیٰ کی، نہ محمل کی خبر

لب پہ سب کے ہے حدیثِ سوختن پروانہ کی
کوئی بھی پوچھے ہے سوزِ شمعِ محفل کی خبر

حسنِ روز افزوں سے تیرے کون سی تشبیہ ہے
ایک دو شب میں ہے کھلتی، بدرِ کامل کی خبر

دیکھ وہ طرزِ نگہ بولا مری، سمجھیں ہیں ہم
چتونوں کے طور سے دل ہائے مائل کی خبر

شام آیا تھا، کہا تھا جاؤں گا کل دن ڈھلے
صبح ہی سے کہہ رہا[3] ہے لیجیو کل کی خبر

چشم سے مژگاں پہ، مژگاں سے گریباں تھا مقام
اشکِ رفتہ کی یہ ہے منزل بمنزل کی خبر

بال کھولے تو یہ کہتا تھا مرا لے لے کے نام
آہ کیا ہے اس گرفتارِ سلاسل کی خبر

اپنی کشتی گلہ ہے اس موج، گر اس موج میں
آشنائی نہ کنارے سے، نہ ساحل کی خبر

مطلع قطرہ حبابوں سے، نہ قطرے سے حباب
ہے نہ اس[4] ورطے میں واصل کو بھی، واصل کی خبر

کاروانِ رفتگاں کس دشت میں گم ہوگئے
کوئی بھی لایا نہ ممنوں اس قوافل کی خبر

۱۹۴

آئینہ شش جہت میں، گھر کے لگا لگا کر
آپ، آپ سے تھا نازاں آنکھیں لڑا لڑا کر

بیمار وعدہ تیرا جب غش سے چونکتا تھا
دیکھے تھا جانبِ در، تب سر اٹھا اٹھا کر

ناقوس سے نوا پھر آئی، صنم صنم کہہ
ذکرِ بتاں تھا چھوڑا، میں نے خدا خدا کر

خون آہ سے ہے ٹپکے، ہر زخم دل کے ٹانکے
دستِ طپش نے توڑے، شاید ہلا ہلا کر

حسرت لٹا رہی تھی کیا خون میں کہ قاتل
لے تھا ہنسا جگر پر، خنجر جھکا جھکا کر

لے اے شگافِ سینہ، زہر آب میں رفو کر
الماس کے ہیں سوزن، لانے بجھا بجھا کر

---

۱ ۔ ب ۔ زائد شعر
۲ ۔ آ: آئے جائے
۳ ۔ آ، ب ۔ پوچھتا ہے
۴ ۔ آ: درجہ

ہیں اے [illegible]
یہ طاقت و جرأتی اور تاب [illegible]
گہ چاندنی چھٹی [illegible]
غنچہ کو اس دہن سا کہہ کر، صبا چمن میں
شوق ادا ادا پہ، ہر آن کیا سکھایا
آنکھیں وہ کھلتی آیا، شاید سحر کے نالے
کیا کافرانہ دیکھو، اسکی نگہ ادھر ہے
دامانِ زیں کسی کا جب تک چھوا، نہ چھوڑا
ناخواندہ میرے خط کے پرزے کیے کل اسنے
حرف غلط نہ ہم تھے، گزشتہ صفحہ جہاں پر
مجلس میں کون تھا شب، تم پڑھ رہے تھے ممنوں

[illegible]
مشت غبار اپنا [illegible] ہر
استاد یوں بتایا [illegible] گردن [illegible]
کیوں اور [illegible]
پُر درد سی غزل یہ [illegible]

## ۱۹۵

ہوں[3] نیم اٹھاتے کس کو ذرا ذرا کر
نظروں میں وہ کہے تھا آنکھیں ملا ملا کر
لبِ تشنگیِ جراحت! مژدہ کہ چارہ سازاں
تازہ جراحتوں نے کیا کیا مزے دیے ہیں
دشتِ جنوں سے مشکل کیا ہوگیا گزرنا
استاد سحر کیشاں، آنکھوں نے ہر نگہ کی
میری شبِ جدائی بڑھ کر نہ گھٹ سکی پھر
کب یاں طلسم عشرت ٹھیرے حباب آسا
گل کون سا بغل میں شب تھا کہ صبح بستر
میں دل کو ڈھونڈتا ہوں، تم ہی نے کیا لیا ہے
اب تو نہ روٹھتے ہو، لگتے نہ تم گلے ہو
توفیق یک نگہ کہوں، یاں دوست ہے ادھر بھی
کہوں داغ سے ہو دھوتے، گر میکدہ سے زاہد
کیا یہ معاملہ ہے، یک نیم بوسہ پہ، دل
کہتا ہے اب نہ لوں گا، ہیں داغ داغ اس میں
کہتے تھے رو مت اتنا، ممنوں تو نے آخر

ہم دل پہ زخم جھیلیں شرطیں لگا لگا کر
لیتے ہیں جی اڑا کے[4] ہم، لیکن جا جا کر
الماس میں نمک ہیں لائے ملا ملا کر
الماسِ ریزگاں پہ مجھ کو لٹا[5] لٹا کر
ہر خار سے ہوں آیا، دامن چھٹا چھٹا کر
افسوں پڑھا پڑھا کر، جادو سکھا سکھا کر
گویے فلک گھٹاتا، شب کو بڑھا بڑھا کر
توڑے نہ جام و مینا کتنے بنا بنا کر
پھولوں میں تھا بچھایا جیسے بسا[6] بسا کر
کیوں مسکرا رہے ہو، آنکھیں جھکا جھکا کر
تھے وہ بھی دن مناتے، تم کو روٹھا روٹھا کر
درویش کی صدا ہے، ہوگا بھلا، بھلا کر
خرقہ میں تم[7] نہ لائے، شیشہ چھپا چھپا کر
سو بار گو لیا تھا مجھ سے دکھا دکھا کر
پہلے تو ہو چکا تھا سودا چکا چکا کر
دل اور جگر نہ رکھا، آنسو بہا بہا کر

---

۱: لندن ۔ "سی" ساقط الوزن، سہو کاتب
۲۔ آ۔ کہ
۳۔ ب: اس سے اگلا شعر مطلع ہے
۴۔ آ: لے لینگے دل اڑا ہم، کہہ کے، جا جا کر بجائے دل
۵۔ آ، ب: چھڑا چھڑا کر
۶۔ آ، ب: چرا چرا کر
۷۔ ب: سو ناز کو

## ۱۹۶

تھا[1] جسمِ ناتواں بھی گراں جانِ زار پر — یہ پیرہن بھی بار ہوا اور بار پر
گو مر چکا ہوں، کم نہ ہوا اضطرار، پر — آتا ہے روز زلزلہ میرے مزار پر
ہے کس سمندِ ناز کو جولاں کہ روزِ حشر — کیا خاک میں ملا مرا مشتِ غبار، پر
وقتِ وداع اشک جو ٹپکے تو کیا کروں — کچھ بس چلا نہ گریۂ بے اختیار پر
گردن میں اس کی ہاتھ ہے، سینہ پہ بوسہ زن — جھنجلاہٹ آنے ہے تجھے پھولوں کے ہار پر
بے دار شب کہاں تھے، نہ مے نوش تھے کہیں — آنکھیں جھکائے دے ہے وہ خواب و خمار پر
کیا کہہ گیا ہے کوئی کہ بیتاب ساری رات — پھرتی نپے ہے مجھ کو رہِ انتظار پر
نو رستہ سبزہ و خط[۲] گلِ تازہ وہ عزار — رنگِ شباب نامِ خدا[۳] ہے بہار پر
مر کر بھی عندلیب کو ہے شوقِ طوفِ گل — اڑتے پھرے ہیں گِردِ چمن پانچ چار پر
برقِ فغاں کے[۴] کشتِ فلک تک شرر گئے — سینہ کا میرے جل نہ سکا ایک خار، پر
کیا آبیارِ حسن ہوا پھر شرابِ سرخ — ہے رنگ شوخ سا، گلِ رخسارِ یار پر
شاید جگر میں، سینہ میں خوں کم رہا کہ آج — پھیکا سا رنگ ہے مژۂ اشکبار پر
کیا فائدہ نقاب جو الٹا، وہ شرمگیں — دستِ حجاب پردہ بچھے ہے، عذار پر
کاہیدگیِ عشق سے تن کا نشاں ہے گم — پیوستہ ایک تار ہے بستر کے تار پر
اس دل دہیِ یار پہ صدقے، دمِ وداع — کرکے نگاہِ لطف مرے حالِ زار پر
آنے کا قول دے کے کہا تھا کہ بدگماں — کھاتا قسم ہوں تیں، نہ تجھے اعتبار، پر
کھلتی نہیں ہے حالتِ ممنوں[۵] ہے آج کیا — کچھ دیر سے ہے ہاتھ دلِ بیقرار پر

## ۱۹۷

جی[2] چلا تن سے فوجِ غم لے کر — آہ آگے ہوئی عَلَم لے کر
میری لوحِ جبیں پہ سجدۂ بت — دیکھو! کس نے لکھا قلم لے کر
ہمرہانِ تیز گامیاں[۶] اتنے — ہم بھی آتے ذرا ہیں، دم لے کر
پا[۷] تو دشتِ جنوں میں رکھا تھا — قیس نے میرے ہی قدم لے کر
وہ گلی ہے بہشت، پلکوں گا — کیا جہنم میں، تمہیں ارم لے کر
دل میں گھر کا ثبات لینا دیکھو — توڑنا جام، سنگِ جم لے کر
مژدہ[۸] چاک اے دل آتا ہے — پھر کوئی خنجرِ ستم لے کر
موبمو دل ہیں بند اے شانہ — مت ہلانا وہ زلفِ خم لے کر
بوسہ اس پشتِ لب سے لے[۹] خطِ سبز — ایک دن کھانے گا سم لے کر
میں نے اس سے کہا کہ دوں ہوں دل — عوضِ بوسہ، پر قسم لے کر
منہ بناکر وہ یوں لگا کہنے — کہ اسے کیا کریں گے ہم، لے کر
وہ کماں دار آج آتا ہے — ترکشِ ناوکِ ستم لے کر
بس نکل جا کہیں سلامت سے — جان اپنے آہوے حرم لے کر
مایہ ور بن گئے محیط و سحاب — چشمِ ممنوں سے نیم لے کر

---

۱۔ لندن= زائد غزل
۲۔ لندن= زائد غزل

نخچیر[1] وہ گئے سوتے ...
یہ کہہ کے سوگئے کہ ذرا بیٹھ ...

کشتہ ہوں اس کرم کا، نہاں مجھ پہ کی نگاہ ...
تھا اس کا التفات کہ میرا یہ جذبۂ شوق ...

نقاش کو غرور ہو، جوں اپنے نقش پر ...
کس نوجواں کو چشم سے میری نہاں کیا ... روزن ہوں جانب فلک ...

روح الامیں کو فکر پہ وبال تھا مرے ... اڑتے شرار نالہ ...
کس کا یہ خط ہے چشم سے بے اختیار آج ... آنسو ٹپک ...

یاں دم الجھ الجھ کے ہونے بھی گلے کے ہار ... بدھی کو اس ...
تھیں کس سے خلوتیں کہ پھر آیا ہوں چند بار ... دروازے کو لگی، ترے ...

سینہ میں لخت دل بھی ہیں لخت جگر بھی ہیں ... پیوند کبھیو سوزن تدبیر دیکھ کر
کہتا تھا ایک حسن پرست، ادا پسند ... کعبہ کی یہ لطافت تعمیر دیکھ کر

دیوار پر بنائی نہ کیوں، دوست کی شبیہ ... رہوتا سرور و ذوق، وہ تصویر دیکھ کر
ممنوں نے اور کیا ہی غزل پُر اثر لکھی ... کھینچے ہے آہ مُحسن تاثیر دیکھ کر

۱۹۹

ابھی[2] وہ میرے ہاتھ میں تصویر دیکھ کر ... بولا بڑشک خوب ہوئی سیر دیکھ کر
اس معرکہ میں دل بھی ہے صید حرم بھی ہے ... صیاد کبھیو ہدف تیر دیکھ کر

میرے طبیب سے جو، کہا کل مرض مرا ... کہنے لگا کہ ہوچکی تدبیر دیکھ کر
آشفتگی کی شکل زلیخا پہ کچھ ہے آج ... کچھ خواب کیا اٹھی ہے، وہ دلگیر دیکھ کر

لہر آئی رنگ سبزہ و گل پر، نسیم سے ... آیا جنون جوش پر، زنجیر دیکھ کر
ہم خاک میں تپیدہ وہ فتراک میں ہے بند ... دل غرق خوں ہے، طالع نخچیر دیکھ کر

ہر ہر شکن میں صد دل خوں گشتہ بند ہیں ... مشاطرا کھول زلف، گرہ گیر دیکھ کر
کیا کیا خیال تھے کہ کہیں گے دم وصال ... پر بند ہوگئے لب تقریر دیکھ کر

آیا نہ تو مریض ترا آہ! چل بسا ... آخر کو تیری راہ بہت دیر دیکھ کر
ہوں پاک دامنی کا تری شیخ، معتقد ... آلودہ مے سے خرقہ، تذویر دیکھ کر

اعمال ناصواب کی میرے زبونیاں ... کیں، پیر خانقاہ نے تحریر دیکھ کر
پر، واہ لطف پیر مغاں، لے شراب سرخ ... دھویا سیاہ نامہ تقصیر دیکھ کر

معلوم یہ ہوا کہ اٹھا اس کے دل میں درد ... ممنوں کے منہ پہ رنگ کی تغییر دیکھ کر

---

۱۔ لندن: زائد غزل

۲۔ لندن: ابتدائی پانچ اشعار زائد ہیں۔ پوری غزل نہیں ہے

## ردیف "ز"

### ۲۰۰

تھا[1] وقتِ گریہ پیشِ نظر خطِ یار سبز
لچھے ہیں آنسوؤں کے ، زمرد کے ہار سبز

عطرِ گل و قبا و خط و حسنِ یار سبز
گلزارِ رنگ و بو کو رکھیں یہ چہار سبز

زیرِ نقاب سبز کرے صیدِ دل وہ چشم
صیاد کا لباس ہو بہرِ شکار سبز

سو حلہ بہشت ہے میری قبر پر
سر سے اڑا کیا وہ دوپٹہ اتار سبز

منھ رکھ مرے مزار پہ رویا وہ سبز رنگ
رکھتا عجب ہی بخت ہے یہ خاکسار سبز

مژگاں وہ پھلجڑی ہے کہ جس کے ہرے ہیں پھول
رکھتا تھا چشمِ گریہ جو دامانِ یار سبز

جوشِ جنون و ولولۂ تازہ ہاں خروش
ہیں مرغِ نغمہ ریز ، ہوئے شاخسار سبز

اے آبِ بازئی مژہ تر ا حصول کیا
اپنا ہوا نہ نخلِ مراد ایک بار سبز

کس کا بجھا تھا زہر میں پیکانِ تیر آہ
تن سب ترا ہوا فلک کینہ کار سبز

وہ ہی خلش رہی ، وہی پژمردگی دل
سو پھول کھل چکے ہیں ہوا خار خار سبز

زنگار رنگِ خط سے جگر چاک چاک ہے
لا بخیہ گر برائے رفو، چند تار سبز

مطلع وہ اس زمیں میں لکھوں آب دار اور
جوں شاخِ گل ہو کلکِ معانی نگار سبز

### ۲۰۱

میں[2] مرگیا ہوں دیکھ خطِ گلعذار سبز
کیجو مرا کتابۂ لوحِ مزار سبز

کندن سا رنگ اور وہ زیور زمردیں
یا لعبتِ طلا پہ ہے مینا کا کار سبز

کیا زہر اس نگاہ سے ٹپکا کہ بزم میں
ہوتا تھا رنگِ چہرۂ مرا بار بار سبز

کس کی ہوائے خط ہوں گیا لے کے زیرِ خاک
مثلِ حنائے سودہ اٹھے ہے غبار سبز

ساقی شرابِ سرخ کے شیشہ سے لاجواب
بیٹھا قبا پہن کے وہ گلگوں نگار سبز

زیرِ خطِ دمیدہ وہ خالِ عذار دیکھ
دیکھا نہو جو نافۂ مشکِ تتار سبز

ہوں زیرِ خاک و آتشِ دل کی وہی دہک
ٹھیرے نہ ایک دم کبھی ، گیاہِ مزار سبز

رکھ میری چشمِ تر پہ قدم۔ تیرے روبرو
تا ہو نہ قدِ سروِ لبِ جویبار سبز

وہ تفتہ دل ہوں میں کہ نکلنے لگے ہے آگ
گر نخلِ آرزو ہو کبھی جوں چنار سبز

کن سبز پوش شعلہ رخوں کا ہوں سوختہ
جلتے ہیں شمعِ سبز سے ، تربت کے خار سبز

قرمز سے لعلِ سبز خطاں کی لکھوں بہار
نمنوں لگے جو ہاتھ کوئی رقعہ دار سبز

### ۲۰۲

دیکھتا[3] گزرا کوئی کافر ہے تیز
چبھ رہا سینہ میں اک نشتر ہے تیز

چینِ ابرو ۔ نوکِ مژگاں برقِ رنگ
دیکھیو کیا کلک صورت گر ہے تیز

لخت دل پہ ہے سردِ مژگانِ یار
مثلِ نوکِ منقبت ۔ گوہر ہے تیز

نیم کاوش میں بکیے صد رخنہ دل
کیا نگاہِ شوخِ فتنہ گر ہے تیز

---

۱۔ لندن = زائد غزل
۲۔ لندن = زائد غزل
۳۔ لندن = زائد غزل

د[illegible] کیسی بہار [illegible]
رات [illegible] وعدہ اس نے [illegible]
کاوشِ ہجراں غضب ہے [illegible]
ہائے بے چینی [illegible]
صاف ہاتھوں میں ہے [illegible] اڑا
چبھ رہے ہیں جیسے ہیرے کی کنی
تھامیں اپنی سخت جانی کہہ [illegible]
اللہ اللہ نازکیِ حسنِ یار
پھول بالی میں دیے کس نے جڑاو
کوٹ کر الماس لفظوں میں بھرے

۲۰۳

آہ کس کا دل دُکھی ہے نہ خاک ہنوز
کہ نکلتے ہیں لیے گل [illegible] جگر چاک ہنوز[1]

تو سنِ ناز کو یوں رفعتِ جولاں کب تک
کیا ترے ذہن میں باقی ہے مری خاک ہنوز

باغ پھولے ہوئے ہے جوشِ جنوں کی تقریب
پر ہے افسردہ مری خاطرِ غمناک ہنوز

حلقہ حلقہ میں دو صد ، صیدِ حرم بند کیے
دام گسترہ ہے پہ وہ کاکلِ پیچاک ہنوز

ریزہ ریزہ جگر و دل ہوئے ٹکڑے ٹکڑے
تیغ کھینچے ہی رہا غمزۂ سفاک ہنوز

تم نہ آغوشِ ہوس میں تھے کسی کی ، شب کو
پُرشکن ، پرنظر آتی ہے وہ پوشاک ہنوز[2]

مت شکارِ دلِ خوں گشتہ سے منکر ہو مرے
سرخ ہے دامنِ زیں و سرِ فتراک ہنوز

لی ہیں انگڑائیاں کس مست نے ، گلشن میں کہیں
وقفِ خمیازہ ہے ہر اک شجرِ تاک ہنوز

خانہ ، عرش نشاں خاک ہوئے کس کس کے
باز آتی ہی نہیں گردشِ افلاک ہنوز

دختِ رز خلوت و جلوت میں نہ کس کس کے گئی
منہ نہیں موڑتی مستوں سے وہ ناپاک ہنوز

ایک دو لخت نکلتے ہیں ہر اک آہ کے ساتھ
تو نے تمکیںؔ نہ سیا کیا ! جگرِ چاک ہنوز

۲۰۴

پردہ سے نکلا نہ تھا وہ روئے نورانی ہنوز
جب سے ہوں میں ، آئینہ ساں وقفِ حیرانی ہنوز

ایک مدت قتل کو ہم بے گناہوں کے ہوئی
جبہہ قاتل پہ ہے ظاہر پشیمانی ہنوز

قافلے کے قافلے آئے نسیمِ مصر کے
بوئے یوسف کا ہے جویا پیرِ کنعانی ہنوز

لائی تھی یک صبح بو زلفِ پریشاں کی صبا
جمع ہے دل پر مرے تب سے پریشانی ہنوز

کعبۂ دل کس قدر توڑے تمہارے ہاتھ سے
شیخ صاحب ! کس پہ ہے لافِ مسلمانی ہنوز

ان دنوں گزرا الٰہی کون سا یاں گرم رو
جو بھٹکتے ہیں پڑے خارِ بیابانی ہنوز

کون تھا محفل میں تمکیںؔ اس سے گرمِ اختلاط
کچھ حیا سے پُرعرق ہے اس کی پیشانی ہنوز

---

۱۔ لندن = لیے جگر جو درست نہیں، سہو کاتب
۲۔ آہ = ۲،

## ۲۰۵

ہے بہت قصۂ ضعفِ دلِ رنجور دراز ۔۔۔ لب تلک دم کو ہے، آتا[1] سفرِ دور دراز
پوچھ مت یہ ہے حدیثِ شبِ دیجور دراز ۔۔۔ قصۂ مار، مری جان ہے مشہور دراز
ہانے حسرت وہ کچھ اک فرق سے کب بیٹھا، جب ۔۔۔ ہو سکے، دستِ تمنا نہ بعد زور دراز
دامنِ زلف سے یا جیب سے الجھے ہے تری[2] ۔۔۔ ہاتھ اپنا بھی ہوا اے بتِ مغرور دراز
صبحِ صد حشر ہوئی، روزِ قیامت تیری ۔۔۔ ہے شبِ وعدۂ دیدار بدستور دراز
کیا عجب دعویٰ ہمدوشیِ قامت تیرا ۔۔۔ کہ قدِ طوبیِ فردوس ہے، اے حور دراز
یاں تلک تو ہوئے فرسودۂ رہِ عشق میں ہم ۔۔۔ ہے قد اپنے سے عصائے مژۂ مور دراز
کوئی میدان سے میدانِ جنوں کاٹ کے آنے ۔۔۔ مرحلے قطع[3] نہ کیا کیا ہیں کیے دور دراز
کیا غضب ہے تری دیوار سے لگ بیٹھ کے تک ۔۔۔ پاؤں بھی کر نہیں سکتے ترے مجبور دراز
ہو گئی اور بھی مسنون غزل، قصد نہ تھا ۔۔۔ کہ سخن کیجے گا تا حدِ مقدور دراز

## ۲۰۶

کیوں کریں ہاتھ سوے منعمِ مغرور دراز ۔۔۔ پاؤں بیٹھے ہیں کیے، ہم طرفِ گور دراز
یاں زباں لال، وہاں نیم سخن کا نہ دماغ ۔۔۔ اور اس آرزوے دل کے ہیں مذکور دراز
زلف سے مانگ تلک، مانگ سے تا جعد ہے قصد ۔۔۔ دل کو آیا ہے سفر، پیش عجب دور دراز
تیغ پر طائرِ سدرہ کا جگر کھینچے ہے ۔۔۔ کیا مژہ ہے تری اے نرگسِ مخمور دراز
طارمِ چرخ تلک تار دھوئیں کا باندھا ۔۔۔ کیا ہوئی مدِ فغاں! دلِ پرشور دراز
دھیان بندھ جانے ہے اس مانگ کا اور کھینچوں آہ ۔۔۔ صبح کا دیکھ کے وہ شب میں خطِ نور دراز
مختصر شکوہ ہی بہتر ہے کہ کرتا ہے یہاں ۔۔۔ ایک ذرا بات کو ہر جاہلِ مغرور دراز
قصہ کوتاہ عجب انصاف ہے، حرفِ حق پر ۔۔۔ ہو زباں، دار کی بھی جانبِ منصور دراز
اپنے بالوں سے جو الجھاؤ تھے پڑنے، سو پڑے ۔۔۔ کیا کہیں مجملہ کرنا نہیں منظور دراز
دستِ مشاطہ سے، شانہ سے، صبا سے لپٹیں ۔۔۔ بس دلا! قصد نکر تا حدِ مقدور دراز
دل گیا ساتھ جو مستوں کے، کرے گا تو پاؤں ۔۔۔ گور میں بھی نہ فراغت سے وہ مغرور دراز

## ۲۰۷

منکر ہمارے قتل سے ہوتا ہے تو ہنوز ۔۔۔ رنگیں ہے اپنے خون سے وہ خاک گو، ہنوز
خوں ہے بیزار رنگ سے یہاں آرزو ولے ۔۔۔ آیا نہ بادۂ شفقی کا سبو ہنوز
آنکھیں مثالِ آئینہ پتھرا گئیں مری ۔۔۔ اے خود نما نہ آیا، ادھر آہ تو ہنوز
باقی نہیں ہے آب وہاں، تیغِ ناز میں ۔۔۔ سیراب یاں ہوا نہ ذرا[4] بھی گلو، ہنوز

---

۱۔ آ: کب تلک دل کو ہے آتا
۲۔ آ: مرے
۳۔ لندن: زائد شعر، ب: میں بھی ہے۔
۴۔ ب: قدا سے گلو۔

گزری تھی ایک صبح ادھر [illegible]
ممنون زبان نحوہ سے گل اس [illegible]

۲۰۸

دے شوق رخ و زلف نہ آرام شب و روز
کیوں کر [illegible] مضطر کو [illegible] شب و روز

رکھے نہ صفا صبح نہ مہتاب میں یہ لطف
یاد آئے ہے وہ حالی [illegible] شب و روز

پھڑکیں غم پرواز میں یا سر ہے تہ بال
ہم تازہ اسیروں کو ہے کام شب و روز

مہمان ہے یک چند وہ مہ، کچھ تو بڑھا دے
اے گردش گردون [illegible] ایام شب و روز

کر، جلوہ افق سے مہ و خور، داغ کریں دل
نظروں میں پھرے یار [illegible] شب و روز

وہ مہر رخ اور شعلہ خو دے دل و جاں کو
جوں ذرہ و پروانہ، نہ آرام شب و روز

ٹلتے ہی نہیں سر سے مرے، لاکھ دعا کی
ہجراں کے تو ہیں لائق دشنام شب و روز

گردش تری آنکھوں کی ہے برہم زن عالم
ہیں حرف خرابی غلط العام، شب و روز

غیرت سے ہے دل خون، نہ پھر اے غیرت ناموس
ہمراہ حریفان ہے آشام شب و روز

اس حسن پہ بے مہر، نہ ہوگا کوئی مشتاق
یوں ہر زہ نگر، جلوہ گری عام شب و روز

ہے وعدۂ شب روز کو، شب، روز پہ ٹھہرے
مہتاب دکھیں اس کے یہ پیغام شب و روز

اٹھ اٹھ کے فروغ سحر و زردی خورشید
دیکھے رہ وعدہ پہ یہ ناکام شب و روز

تھے پہلے ہی جوں شمع سحر داغ و دم سرد
ممنون کو ہے اندیشہ انجام شب و روز

ردیف "س"

۲۰۹

بکھرے[3] وہ دیکھ موے معنبر جبیں کے پاس
اقلیم حسن میں چمنستان ہے چیں کے پاس

آتی ہے یاد صحبت یاران میکدہ
لگتا نہ جی ہے زاہد کعبہ نشیں کے پاس

دم روکنا ادب سے، یہ کشتہ تھا وقت ذبح
تا خوں پہنچ نہ جانے تری آستیں کے پاس

اس تنگنائے دہر میں دم اپنا گھٹ گیا
کتنی یہ سقف پست فلک ہے زمیں کے پاس

کیا کیا گمان آئیں نہ غیرت سے عشق کی
بیٹھے اگر وہ حضرت روح الامیں کے پاس

دیکھ اس کی شکل اشک تو روکے، نہ پر رکے
جانے کو ہم گئے ترے اندوہگیں کے پاس

اے دست شوق ہو تری جرأت سے ہٹ کے دور
پھیلانے ہے جو بخت تنک اس شرمگیں کے پاس

سیمیں وہ سینہ دیکھ کے ہوں مرگیا، مجھے
مدفون کیجیو چمن یاسمین کے پاس

بلبے شعاع حسن کہ اس کان میں گہر
دبکے ہے جیسے لعل رخ آتشیں کے پاس

۱۔ آ: عشرت

۲۔ آ: اے حسن بے مہر
۳۔ لندن، زائد غزل

۲۰۹

وہ مستِ خوابِ ناز تھا اور میں چھپے چھپے — خلوت میں رات جا ہی لگا اس حسیں کے پاس
اے بختِ خفتہ! چونک اٹھا وہ وگرنہ ہونٹ — بوسہ کو جھک چکے تھے لبِ نازنیں کے پاس
ٹپکا ہے مشک نافۂ غزالِ رمیدہ سے — کہ خال یہ نہ نرگسِ سحر آفریں کے پاس
ممنوںؔ خدانخواستہ ترکِ بتاں کرو — جانے لگے بہت ہو، اب اربابِ دیں کے پاس

۲۱۰

بس ہے یہ لطفِ صبا بہرِ گرفتارِ قفس — راہ بوئے گل کرے سوراخِ دیوارِ قفس
طائرِ رنگِ حنا ساں، مرغِ دشت آموز ہے — دل کو کیا معلوم رنجِ دام و آزارِ قفس
دم بدم آتا ہے اب ہر نالۂ آتش فشاں — تو ہی اس آفت سے ہو یارب! نگہدارِ قفس
رخصتِ صبر اب ذرا اے فرطِ بیتابی مجھے — ورنہ ہیں دم میں یہاں برباد آثارِ قفس
ہوں عجب صیدِ زبوں، اس عرصۂ گیتی میں آہ — دام کا مردود ہوں، ننگِ چمن، عارِ قفس
طائرِ تصویر ہوں، زیبا ہے حیرانی مجھے — ہوں گلستاں کے نہ لائق،[1] نہ سزاوارِ قفس
دل وہ طائر ہے کہ جس کی پر فشانی کے لیے — وسعتِ دشتِ جہاں کرنے لگی، کارِ قفس
صورتِ عنقا ہے اپنا سیرگہ دشتِ عدم — پائے بندِ دام نہ ہوں، نہ گرفتارِ قفس
حضرتِ ممنوںؔ یہاں تھے ایک مدت معتکف — ہم صفیرو! اس لیے رہتا ہوں زوارِ قفس

۲۱۱

ہے کس کے زخمِ خنجرِ بیداد کی ہوس — تڑپے ہے خون میں، دلِ ناشاد کی ہوس
آنکھیں جو بعدِ ذبح کھلی رہ گئیں مری — مر کر بھی ہے نظارۂ جلاد کی ہوس
میں ایک سرو قامتِ گل رو کا محو ہوں — نے گل کی آرزو ہے، نہ شمشاد کی ہوس
یک نیم قطرہ خوں سے ہے کمتر دل و جگر — ہے کس پہ تو جراحتِ بیداد کی ہوس
بس جلد لے پہنچ، مجھے اے اضطرابِ دل — ہے آج ذبحِ صید پہ صیاد کی ہوس
نشتر بجائے سبزہ، اوگے اپنی خاک سے — تھی دل میں کس کے خنجرِ فولاد کی ہوس
ہم بے زبان اور وہ ممنوںؔ بے دماغ — دل میں رہی نہاں دلِ ناشاد کی ہوس

۲۱۲

اس مصفا سینہ میں نسریں کے ہاروں کا عکس — جلوہ ریز آئینہ میں جیسے کہ ہو، تاروں کا عکس
آہ فرطِ ناتوانی، خانۂ آئینہ تک — پہنچنا، مشکل سے ہے اب تیرے بیماروں کا عکس
غیر سمجھے ہیں لہو رویا ہوں، اور آنکھیں مری — سرخ رکھتا ہے سدا، ان لالہ رخساروں کا عکس
جلوۂ صد رنگ سے رکھے مری چشم سفید — جوں بلورِ بو قلموں ان طرح داروں کا عکس
دیکھ وہ ابروٗ جبیں، دنداں رخ سے میں کہ یاں — قوس و اختر، مہر و مہ دے دے دکھا چاروں کا عکس
پیشِ اربابِ صفا سرکش رہے ہیں۔ سرنگوں — واژگوں پانی میں نت دیکھے ہیں فواروں کا عکس

---

۱۔ آ، ب: نے

پرتوِ رخسار سے گلگون ہیں [illegible]
مردمِ آبی ہیں عکسِ گرداب سے [illegible]
دیکھیے[1] کیسے کام ممنون ہوگئے اپنے [illegible]

## ۲۱۳

نغاں[2] سنے مفت ہی ظاہر کیجیے شرارِ افسوس
جلا سکی نہ مرے دل کے ایک [illegible] افسوس

ترے مریض نے کھولی ذرا تھی غش سے آنکھ
تجھے نہ دیکھ سکے وہ رہ گیا بیکار افسوس

ترے خیال میں دل سے کروں تنہا دو باتیں
نہ وہ رفیق بھی اپنا رہا [illegible] افسوس

غم اور جان سرِ زانو ہے، اور دل پہ ہاتھ
کوئی انیس، نہ دل [illegible] افسوس

درِ قفس نہ کھلا تا طوافِ گل کرتے
شگفتگی نہ ہوئی گو ہوئی بہار افسوس

کیا تھا آپ کو اس در پہ خاک گو ہم نے
دیا صبا نے نہ رہنے وہاں غبار افسوس

غبارِ خاطرِ جاناں نہ دھو سکے، گاہے
بکار آئے نہ مژگانِ اشکبار افسوس

بوقتِ نزع مری جاں میں، جان سی آئی
کہا جو آن کے اس نے، مرے نزار افسوس

نہ سوزنِ مژہ و رشتۂ نگہ کی سی
عبث ہی سینہ کیا چاک و دل فگار افسوس

گلِ[3] سرشک نہ دامانِ یار تک پہنچے
ہوئے ہیں ہار کے میرے گلے کے ہار افسوس

گئے تھے وادیِ وحشت میں، بعد یک چندے
نہ کون کون وہاں یاد آئے یار افسوس

لگا گئے ہے تو مجنوں کی قبر کو رونے
تمام دل کے نہ نکلے ولے بخار افسوس

غزل جو[4] اور کہے، اس سے فائدہ ممنوں
شعیر و شعر میں سمجھے نہ فرق یار افسوس

## ۲۱۴

نکل[5] ہی جان گئی ہوتے ہی دوچار افسوس
نہ ہوئے سرِ قاتل پہ ہم نثار افسوس

رہا نہ جیب نہ دامن میں ایک تار افسوس
بہت ہی دستِ جنوں سے ہوں شرمسار افسوس

ملا یہ دل کہ ہوئے ہاتھ خون سے رنگیں
مگر حنا اسے سمجھا تھا وہ نگار افسوس

عبث ہے اس خطِ عارض پہ جان دے کوئی
مرے مزار پہ لایا نہ گل، نہ خار افسوس

شرابِ کام تو پی، جامِ سرخوشی سے واں
یہ جانتے تھے نہ دردِ سرِ خمار افسوس

نہ کون کون گئے اس کو دیکھ، مجلس میں
پہ یک نگہ کے ہم ہیں گنہگار افسوس

سرشکِ آب ہوا دم زمینِ دل قاتل
پہ نخلِ عشق میں دیکھے نہ برگ و بار افسوس

نہ تیر شست سے چھوٹا کہ ہم تڑپ کے موئے
لگا وہ کھینچنے، گیا مفت یہ شکار افسوس

غضب ہے دل سے لیا، اس نے کھینچ پیکاں بھی
گیا نہ چھوڑ مرے پاس یادگار افسوس

نہ دل، نہ چشم، نہ جان نہ زباں ہے کہنے میں
لگا دیا ہے عجب اپنے[6] اختیار افسوس

---

۱۔ لندن، ب = زائد مقطع
۲۔ ب۔ میں یہ غزل نہیں ہے
۳۔ لندن = زائد تین اشعار
۴۔ آ = اور کبھی ایسی
۵۔ لندن = زائد غزل
۶ لندن۔ اپنے ندارد غالباً سہو کاتب۔ تصحیح قیاسی

۲۱۴

طریقِ پرسشِ بیمار یہ بھی ہوتے ہیں
کہ پیش آنے ہے جس طرح مجھ سے یار افسوس

رقیب کو مریؔ بالیں پہ لے کے آیا ساتھ
جو آپ آنے تو یوں، بعدِ انتظار افسوس

ہر ایک، حال پہ، تمنّوں کے لب گزا ہے آج
کبھی تو تو بھی کہہ: اے جان ایک بار افسوس

## ردیف "ش"

۲۱۵

گرم اشک سے ہیں مژگاں، مہمانِ آب و آتش
اس مشتِ خس نے جھیلے عمانِ آب و آتش

سینہ سے بحر امڈے اور ساتھ تھے بھبوکے
یاں یک تنور سے ہے طوفانِ آب و آتش

رخسارِ شعلہ گوں کا پر تو ہے آینہ پر
سحرِ بتاں نے باندھا، دامانِ آب و آتش

اول مجھے جلانا " پھر خاک بھی بہانا
کر رکھو اشک و افغاں سامانِ آب و آتش

دیکھو آب و تابِ روے تابندہ پُر عرق سے
یاں دوستی پہ ٹھہرا سامانِ آب و آتش

لبِ تشنگی بجھانے، جنسِ ورع جلانے
صہبانے لالہ گوں میں ہے شانِ آب و آتش

خاکستر ایک سو ہے، کشت اپنی سبز یک سو
مژگاں سے لگ رہا ہے بارانِ آب و آتش

آغوشِ چشم و دل کے مدت تھے ناز پرور
اطفالِ اشک اپنے ہیں جانِ آب و آتش

رقت سے، سوزِ دل سے تھی آب وتاب اپنی
تمنّوں ہے سخت ہم پر احسانِ آب و آتش

۲۱۶

ہے عشق اشک افغاں[2] پر دلِ بیتاب میں آتش
سرِ خاشاک پر یہ سیل ہے، سیماب میں آتش

بغیر کینہ مت چشم کرم رکھو، چرخِ گرداں سے
بجھانے آب سے ناداں، اس دو لاب میں آتش

دلِ سوزاں سے امڈے اشک، اشکوں سے اٹھے شعلے
ابل آتش سے آب آیا ہے بھبکے آب میں آتش

ہمیشہ گل کے دو نے دشمنوں کے بن کے جاتے ہیں
لگے کیوں کر نہ دونی سینۂ احباب میں آتش

تصور کس کے روے گرم کا پھرتا ہے آنکھوں میں
سدا خورشید بیداری میں دیکھوں، خواب میں آتش

جلاکر جنسِ صبر و ہوش، طاقت، عقل و دیں چلنے
ہوئے ہیں ہم فقیر، آخر لگا اسباب میں آتش

کہوں کس طرح شعلہ اس عذارِ صاف و روشن کو
صباحت یہ کہاں گو کم نہیں کچھ تاب میں آتش

صفانے صبح سے شاید ملاکر دستِ قدرت نے
مکرر بیختہ کی، چادرِ مہتاب میں آتش

نہیں موقوف تمنّوں عشق پیری و جوانی پر
یہ وہ کافر ہے، دے ہے پھونک شیخ و شاب میں آتش

۲۱۷

زبس بخشے ہے ہر دم ربطِ اشک، آتشیں آتش
مثالِ[3] شمع رکھتے ہیں درونِ آستیں آتش

---

۱ - آ، ب = مہمان
۲ - آ = مژگاں

۳ - آ، ب = یہاں جوں

زمین [illegible]
یہاں ہر دانہ اخگر سے [illegible]
عطا کرتی ہیں نور آتش دموں کی [illegible]
بلند اپنا ہوا شب شعلہ افشاں[2] جو سینہ سے
مرے سینہ میں جسنِ آتشیں سے شعلہ بھڑکے ہے [illegible]
پرستش روے آتش ناک کی کرتے ہیں ہم ممنوں [illegible]

۲۱۸

دل خروشاں یہاں ہے لب خاموش — غم سر بستہ ساں بھرے ہیں جوش
بس کہاں تک خلشِ دلِ پرخار — ہوگئے چاک چاک سب آغوش
دلِ دیوانہ چل بسا شاید — اس گلی میں نہیں ہے آج خروش
دلِ بیتاب میں ہے سوزِ نہاں — شعلۂ سیماب میں ہوا روپوش
اس کنارِ تہی پہ روتا ہوں — دیکھ کر وہ بھرے بھرے بر و دوش
زور کیفیت اس شراب میں تھی — لب پہ رکھتے ہی، لب ہوئے خاموش
کون محفل میں اب ہوا ساقی — ہر طرف سے ہے بانگِ نوشا نوش
سخن اپنا نہ یوں وہاں پہنچا — خوب روتا ہوں دیکھ، وہ درِ گوش
ولولوں سے رہے جو تک ہم مست — عشق کہتا ہے ہاں نیوش، بجوش
تھا ریاکار شیخِ دیں، تجھ سے — قصدِ بیعت ہے پیرِ بادہ فروش
واہ طرزِ کلامِ ممنوں واہ — کس قدر ہے پسندِ صاحبِ ہوش

۲۱۹

ہم[3] لیے ہیں دلِ طپاں خاموش — یعنی ہوتے ہیں کشتگاں خاموش
ہیں پڑے تیرے نیم جاں خاموش — دل کے خوں نوش ہیں یہاں خاموش
اسکے آنے کا کر، نہ قاصد! ذکر — ہیں کھلے، گوشِ آسماں خاموش
تیرے بیمار کی ہے کیا صورت — سر جھکائے ہیں دوستاں خاموش
دل، قاتل بیدرد آنے مباد — نعش پر میری نوحہ خواں خاموش
طپشِ دل سے ہے بلند نوا — لب ہے گو بستہ اور زباں خاموش
وصل کی شب ہے نہ وہ چونک اٹھے — رہ، ذرا مرغِ سحر خواں خاموش
حسرتِ دل وہ پوچھنے آیا — ہوگئے جب لبِ بیاں خاموش
دم نہ مارا تری مژہ کے حضور — کھا رہا دل میں ہوں سناں خاموش
خوابِ ہمسائیگاں پہ رحم دلا! — تا کجا نالہ و فغاں! خاموش
تنگ سینہ ہوا، گھٹنے ہے دم — بس رہا جانے اب کہاں خاموش

---

۱ لندن ۔ آتش ، متن مطابق "ب"
۲ ۔آتوا نشاں
۳ ۔لندن۔زائد غزل

۲۱۵

جان گھبرانے، دل تڑپتا ہے — بس کہ بیٹھے ہیں ہم یہاں خاموش
گہہ وہ پنہاں نگاہ کہتی ہے — زیرِ لب آہِ خونچکاں خاموش
اہلِ ہستی تمام، جوں انفاس — چلے جاتے ہیں ہم عناں خاموش
کس سے پوچھوں رہِ دیارِ عدم — دور پہنچا ہے کارواں خاموش
پائیے کیونکہ رفتگاں کا سراغ — نقشِ پا گم ہے، رہرواں خاموش
ہو نہ قاتل ہی نعشِ ممنوں پر — تھا پشیماں سا، اک جواں خاموش

## ردیف "ص"

۲۲۰

کیونکہ ہم پر نہو ستم مخصوص — خیلِ عشاق میں ہیں ہم مخصوص
آشنائیوں سے کچھ طرب بھی تھی — پر نہایت ہیں درد و غم مخصوص
آ مرے دل میں دیکھ سیرِ جہاں — کچھ نہیں بہرِ جامِ جم مخصوص
یوں تو گریاں ہے ابر بھی، پہ تری — خون روتی[1] ہے چشمِ نم مخصوص
اجل اس چشم سے پوچھ کے آئی — مشورہ جوں کریں بہم مخصوص
صید کو وہ چلا ہے، قصد ہے پر — جانبِ آہوئے حرم مخصوص
وہ نگہہ غیر سے سخن گو ہے — ان اشارات کے تھے ہم مخصوص
تک مرے دودِ آہ کو بھی دیکھ — ہے نہ اوس زلف سے ہی خم مخصوص
غیر لیں بوسہ، میں سنوں گالی — عام شکر ہے اور ستم مخصوص
آج تو غیر سے ہی صحبت ہے — کل تو ممنوں تھے نہ کم مخصوص

۲۲۱

خاک پر رکھتا ہے اپنی کون سا جانانہ رقص — گردِ تربت کو ہے میری ناز سے مستانہ رقص
آن کر مجھ پر لگا تو نیم زخمِ تیغِ ناز — دیکھ اس بسمل کا پھر اے یار بیتابانہ رقص
کل وہ ہجر و وصل کا عالم مگر تھا دھیان میں — گہہ خروشاں تھا، کبھی[2] کرتا تھا یہ دیوانہ رقص
سازِ وحدت دل نے کیا چھیڑا کہ سب دیکھا کیے — شیخِ دیں کے ساتھ تیرا راہبِ بت خانہ رقص
صیدگاہِ ناز میں کہہ تو صحیح اے طفلِ شوخ — اپنے بسمل کا پسند آیا تجھے کچھ یا نہ رقص
کون سا غارت گرِ ہوش و جنوں ہے نغمہ ساز — وجد دیوانہ کو ہے۔ رکھتا ہے ہر فرزانہ رقص
ہوں شہید اک شعلہ خو گل کا، زبس ممنوں میں — خاک پر بلبل کو اپنی ہمرہِ پروانہ رقص

---

۱۔ لندن و ب: روتا ہے ، غالباً سہو کاتب ، تصحیح قیاسی

۲۔ آ: گہہ

عشق[1] کا مہلک جو سنتے تھے کہانی میں مرض | ہائے ... میں مرض
سوزِ دل، دردِ جگر، رنجِ دروں، جوشِ جنوں | کیا ... الفت ...
پوچھنے ہمراہِ غیر آئے، نہوں کیوں کر ہلاک | بڑھ گیا اتنا تو ان کی ...
فکرِ چشمِ یار میں بیمار ہے جانِ نزار | ہے خدا حافظ سوا کس ... ناتوانی میں مرض
جا مسیحا فکرِ دردِ دل نہ کر، تکتا ہے یاں | پلہء لطف حیات جاودانی میں مرض
جان سے عہدِ رفاقت تا بہ مردن ہے اسے | عشق کا محبوب ہے یارانِ جانی میں مرض
کب پری رو ہوں مسخر، شیخ دیوانہ نہو | ہو نہ وحشت کا کہیں اعمالِ جوانی میں مرض
دور چشمِ یار میں ممتوں کو[2] ہو آزارِ عشق | لکھ چکے تجھے یہ قضائے آسمانی میں مرض

## ۲۲۳

دیوانہ میں ترا ہوں، پری سے نہیں غرض | تو ہو، کسی کی جلوہ گری سے نہیں غرض
ہاتھ اپنے صرفِ سینہ خراشی ہیں آج کل | بخیہ گری و جیب دری سے نہیں غرض
خوں ہو چکی ہے قوتِ پرواز ہی یہاں | میں اور قفس ہوں، تیز پری سے نہیں غرض
اک خار جل سکا نہ دلِ پُر خلش کا آہ | جا آہ! تیری شعلہ وری سے نہیں غرض
عفت ملک میں، حسن پری میں بھی کم نہ تھا | جز عشق، مغلقتِ بشری سے نہیں غرض
برباد ہو کہیں نہ شکوہ، غرور و ناز | اس بن نہ فغاں کو بے اثری سے نہیں غرض
دی ہے بتوں کو رہزنِ دیں، چشم کس لیے | گر خود قضا کو فتنہ گری سے نہیں غرض
دامن پہ ذوقِ لعلِ بتاں میں رواں ہیں اشک | رنگِ حنائی و شکری سے نہیں غرض
رنگ و صفائے حسن ہے اے شمع اور شے | شعلہ رخی و سیم بری سے نہیں غرض
ہو آبِ تیغ و سینہ چاک اپنے باغ کے | کہہ کس کو تازگی و تری سے نہیں غرض
مفتونِ رقصِ یار و فدائے خرام ہوں | طاؤسِ باغ و کبک دری سے نہیں غرض
ممتوں خیالِ یار کو ہیں دل میں شوخیاں | شیشہ میں ہم کو رقصِ پری سے نہیں غرض

## ۲۲۴

کام ہے زلفِ[3] سیاہ و روئے تاباں سے غرض | کچھ نہ مطلب کفر سے ہم کو نہ ایماں سے غرض
آگ کیوں یک دست دی برقِ شرر افشاں نے آہ | اس تہی پانی کو تھی خارِ مغیلاں سے غرض
کام کیا ہے زخمِ دل کو مرہمِ بہبود سے | مدعا الماس سے ہے یا نمک داں سے غرض
ایک دم اس سے تو یوں اب جدا ہوتی نہیں | ہے تجھے اے آستیں کیا چشمِ گریاں سے غرض

۱۔ آ: جو مہلک
۲۔ آ: کو یہ
۳۔ آ: سے

ایک سا ہے گلشن و زنداں اگر ہووے وہ گل
کچھ نہ مطلب ہے وہاں سے اور نے یاں سے غرض

کس لیے زلفِ پریشاں کھول دی اس نے نہ تھی
گر پریشانیِ یک مشتِ پریشاں سے غرض

ایک بھی تو تار یاں ثابت نہیں ہے اب بھلا
دستِ وحشت کو رہے کیا اب گریباں سے غرض

بندہؑ احسان بے بال و پری اپنی ہیں ہم
کام نہ صحرا سے ممنوں نے گلستاں سے غرض

## ردیف "ط"

### ۲۲۵

لکھ کر دیا جو سوزِ دلِ بے قرار خط
قاصد نے چھو کے چھوڑ دیا شعلہ دار خط

کس کا ہے کلکِ دست نگاریں کہ جابجا
رکھتا ہے کچھ نشانِ حنا، پانچ چار خط

تا چند گریہ مانع تحریر، دیکھ تو
لکھتا کسے ہے اے مژہؑ اشک بار خط

خط پارہ پارہ کرکے دیا پھیر، دیکھ لطف
میرے جواب خط میں ہیں، پہنچے ہزار خط

اب تک نہیں نشانِ کدورت کے کچھ مٹے
اس نے رقم کیا تو بخطِ غبار خط

ٹھہرا نہ نقشِ مہرِ دلِ سخت پر ترے
کیتے تجھے روے سنگ پہ ہو پائدار خط

میں بھی نوشتِ جبہہ دکھاؤں گا، گر طلب
اعمال کا کریں گے بروزِ شمار خط

اپنے مریضِ عشق کو لکھا ہے اس نے آہ
ہنگامِ نزع بعدِ دو صد انتظار خط

رکھ دیجیو وصیتِ آخر ہے یہ مری
جانے جواب نامہ، درونِ مزار خط

مسدود راہ و رسمِ کتابت ہوئی ہے کیا
لکھتا نہیں کسی کو، مگر کوئی یار خط

میں نے بھی کچھ لکھا تو ہوا قہر کون سا
پڑھ لو قسم اگر ہو بجز انکسار خط

جلاد نے دیا ہے درِ شہر پر لگا
قاصد کے سر کے ساتھ بجے اشتہار خط

ممنون کیجیو غزلِ تازہ یہ رقم
بھیجو گے دوستوں کو اگر اب کے بار خط

### ۲۲۶

کرتا رواں ہے جانبِ رشکِ بہار خط
کھینچے گا بستہ پر و بالِ ہزار خط

مضمون شوق ہائے عبارت میں کیونکہ آئے
لکھ لکھ کے کھینچ دوں ہوں یہاں بار بار خط

گھبرا ہے گل[1] سے کو دودِ دل عندلیب نے
یاد دے لالہ گوں پہ ہے، یہ مشکبار خط

پیکانِ تیر پر نہیں جوہر کہ اس طرف
یوں قتل کا لکھے ہے وہ ناوک گزار خط

شاید کہ جانے طول سے واں خود بخود پہنچ
تحریر کیجیے جو بحد اختصار خط

حرفِ وفا ہوں دل میں تو ہے داغ بھی ضرور
پاتا بغیر مہر نہیں، اعتبار خط

باندھے تجھے کس نے کھینچ وہ بند قبا کہ ہیں
گلگوں بدن پہ جوں رگِ گل، آشکار خط

تھا بہرِ عرض، نامۂ سیاہی رواں کیا
لکھ لکھ کے میں نے سب عملِ بادہ خوار خط

پر ہوں تصدقِ کرم، پیرِ میکدہ
دھویا شرابِ سرخ سے وہ ایک بار، خط

ممنوں کے مرگ کی نہ خبر ہو کہ آج چشم
بھر لائے تھا وہ دیکھ کے، بے اختیار خط

---

۱۔ لندن = دل، مگر گل زیادہ مناسب ہے غالباً سہو کاتب ہے

تو اور حرف [illegible] — [illegible]

جلیے فسوں طرازیِ چشم کر بیاں [illegible] — [illegible]

پھرو دہی ہیں تیرے تصور سے صحبتیں — [illegible]

کی اس سے عرضِ شوق بالفاظِ آرزو — بولا [illegible] سن [illegible]

نسخہ میں دل کے ہیں نقط داغ جابجا — جو حرف آرزو کا لکھا [illegible]

ہم جلد خاک ہوگئے پہ تیرے رخشِ ناز نے — مرقد پہ اپنے [illegible] گاہ

شاید کہ شوق نامہ مرا وہ پڑھے تمام — نام آج اپنے خط پہ ہے میں نے [illegible]

قربانِ یار میں کہ مری مرگ کی خبر — بولا یہ سن کے جو یہ سخن تھا حرف غلط

پیمان و عہد وہ جو ہوئے تھے بہم تمام — لکھے، پہ ایک حرف نہ سمجھے [illegible] تھا غلط

صدقے پہ اس ڈھٹائی کے، پڑھ کر کہا کہ سب — بہتان، اتہام، دروغ، افترا، غلط

میں اپنی سرگزشتِ محبت کہوں تھا سب — لیکن ذرا نہ سر سے کہیں تا بپا غلط

بولے سے مسکرا کے کہا، پوچھوں ایک بات — پھر یہ بھی شرط ہے کہ نہ ہووے ذرا غلط

ہے راستیِ عشق کی سوگند، سچ کہو — افسانہ یہ درست، سراسر ہے یا غلط

ممنون آشنائی زمانے کی دیکھ لی — ہوتا یہاں ہے کون کسی کا بھلا غلط

## ۲۲۸

ہم نے[2] چہرگیِ یار سے باندھی اگر ہے شرط — چشم و دہان و ابرو و گیسو قمر ہے شرط

آساں نہ تیغِ عشق کے ہیں زخم جھیلنے — دل شرط و سینہ شرط ہے، جان و جگر ہے شرط

گو نا رہے نگہ مژہ سوزن پہ چشمِ یار — چاک جگر کی بخیہ گری کو ہنر ہے شرط

پہلے جتائے دوں ہوں کہ رونا پڑے گا خوں — آنکھوں سے باندھنا جو مری ابر تر ہے شرط

بے فائدہ ہے شور کہ گل کے کھلے نہ کان — نالہ میں کچھ تو بلبلِ نالاں! اثر ہے شرط

تو ہے سیاہ بخت دلا! جا نہ سوے زلف — تاریک شب میں مارِ سیہ سے حذر ہے شرط

شیخِ حرم ہوں، راہبِ بتخانہ ہوں تو کیا — ہم ہیں یہ جانتے کہ کسی دل میں گھر ہے شرط

میں نے کہا کہ دل جو لیا، بوسے دیجیے — بولا کہ ہم سے تم سے یہ ٹھہری مگر ہے شرط

آیا لیے جو تیغ یہ کہتا تھا ناز سے — ہاتھ ایک آزمانے کی، تم پر خبر ہے شرط

میں نے کہا کہ عشق میں چہرے ہیں زرد رنگ — بولا کہ سیم بر سے محبت کو زر ہے شرط

گر قصد سوے منزلِ مقصود ہے ترا — ممنون پہلے اپنی خودی سے سفر ہے شرط

## ردیف "ظ"

## ۲۲۹

یاں نہ گل سے، نہ گلستاں سے حظ — نہ رہا دل تو ہو کہاں سے حظ

---

۱۔ لندن: زائد شعر

۲۔ لندن: زائد غزل

## ٢٢٩

جاکے کعبہ میں کیا ملول ہونے        تھا عجب صحبتِ بتاں سے حظ
شوق سے تیغ آزمائی کر        کہ اٹھاتا ہوں امتحاں سے حظ
آپ پہلوے غیر میں بیٹھے        اٹھ گیا زندگی[1] کا یہاں سے حظ
جب کہوں ہوں تیری حدیثِ دہن        لے زبان لب سے، لب زباں سے حظ
جانے[2] تنہائی اوز کہ جینے کا        تھا ملاقاتِ دوستاں سے حظ
بمقرِ جاں تک تو بندھ گیا اپنے        بوسہ شکریں دہاں سے حظ
جی ہی سمجھے ہے زخمِ دل کے مزے        پوچھ یہ جانِ خستگاں سے حظ
تیری پنہاں نگاہ کے ظالم        ہو عجب کاوشِ نہاں سے خط
زور ممنوں تیری ہے طرزِ سخن        کیا اٹھایا تیرے بیاں سے حظ

## ٢٣٠

ایک دم پایا تھا آبِ خنجرِ قاتل سے حظ        اب تلک جاتا نہیں جان و دلِ بسمل سے حظ
سودہ، الماس نک زخمِ جگر پر جھاڑ دے        کم، خراشِ تازہ کا کچھ ہے ترے گھائل سے حظ
وہ معمانے دہن وا کرکے میں خوش ہوں کہ جوں        ہو دلِ دانا کو حلِ عُقدۂ مشکل سے حظ
وصل ناممکن[3]----- ---- ---- --- ؟        کوششِ بیجا سے لذت، سعیِ بے حاصل سے حظ
وصل کے مذکور جھوٹے بھی، نہ کیا کیا دیں مزے        کس قدر ہوتا ہے سچ، افسانہ باطل سے حظ
لگ گئے تھے ہونٹ کس کے لعل شکر بار سے        کیا حلاوت تھی کہ نکل جاتے نہیں ہیں دل سے حظ
غرق ہوجانے میں شغلِ دوست کے ہے زور لطف        پوچھ استغراق کا ممنوں دلِ شاغل سے خط

## ٢٣١

ترے خیال سے ہم اس قدر ہیں یاں محظوظ        کہ دل ہے سینہ میں وصلت کا کر، گماں محظوظ
اس آبِ تیغ میں ہے زور ہی گوارانی        گلوئے صید رہے جس سے ہر زماں محظوظ
عجب لذیذ تھا کچھ زخمِ عشق بھی کہ ہوا        جگر سے تا بدل اور دل سے تا بجاں محظوظ
لگاؤ تیغ، یہ دل، یہ جگر، یہ سینہ ہے        کہ عاشقوں کو کرے زخمِ امتحاں محظوظ
بغیر زہر نہ قسمت میں کچھ ہوا اپنی        کیسے رکھے ہے ہر خوانِ آسماں محظوظ
رکھوں ہوں اس چمنِ دہر میں نہ رنگ نہ بو        کہ خوش نہ مجھ سے ہے گلچیں نہ باغباں محظوظ
کہو، بنِ مژہ تک کیوں سرشک بھر آئے        ہوئے نہ آپ میری سن کے داستاں محظوظ
غزل اک اور بھی پڑھ اس زمین میں ممنوں        سخنوروں کو کرے ہے تیرا بیاں محظوظ

---

١۔ ب: زیست

٢۔ لندن، ب: زائد شعر

٣۔ یہ مصرعہ لندن، بھوپال، آصفیہ سب میں نامکمل ہے۔

کسی کے بوسہ لب سے ہیں ہم یہاں محظوظ
گہے خوانِ اہلِ کرم [illegible] جو [illegible] محظوظ

غلط کہ نام سے میٹھے کے منہ نہو میٹھا
کرنے ہے ذکرِ لبِ شکریں، دہاں محظوظ

یہاں تو چند دمِ زیست تلخ گزرے ہیں
خدا ہی جانے کہاں ہے، وہ جانِ جاں محظوظ

غذا ہے مایدۂ غم سے گو نہ گو نہ نصیب
معاش سے تو بہر مشکل ہیں یہاں محظوظ

نہ غم ہے سختیِ دوراں سے اہلِ ہمت کو
دلِ ہما کو رکھے قوتِ استخواں محظوظ

کہا کیا کہ میرے پاس آشیاں نہ بنا
کہ ہوئے گا بہت اے مرغِ بوستاں محظوظ

جلا نشیمن[1] وہ خود بھی ہوا کباب آخر
رہا[2] نہ تن کے مری آتشیں فغاں محظوظ

بہت کہا، نہ لگاؤ کسی سے دل ممنوں
کہو کچھ آپ[3] ہوئے تم یا نہ مہرباں محظوظ

## ردیف "ع"

### ۲۳۳

ہوں[4] محوِ بیخودی نہ جہاں کی ہے اطلاع
نہ دین کی، نہ دل کی، نہ جاں کی ہے اطلاع

کس کو کسی کی کاہشِ جاں کی ہے اطلاع
کس کو مرے جگر میں سناں کی ہے اطلاع

میں نے کہا کہ دل ہے دھڑکتا، رکے ہے دم
بولا کہ ہم کو اس خفقان کی ہے اطلاع

زاہد بھی سکر و صحو سے کرتے ہیں گفتگو
پر کب مذاقِ بادہ کشاں کی ہے اطلاع

اس کا مقام پوچھیے کس سے، کسے یہاں
بے رنگ و بے شبیہ و نشاں کی ہے اطلاع

کیا ذکرِ جامِ جم کہ خطِ جامِ بادہ سے
مستوں کو رازہائے جہاں کی ہے اطلاع

آنکھیں لگی تھیں سوئے در و جاں نکل گئی
تجھ کو بھی اپنے اس نگراں کی ہے اطلاع

جوں موج، بعدِ موج، گزرتی ہیں یک دگر
یہاں خوب عالمِ گزراں کی ہے اطلاع

آنکھوں سے میری پیار جو ٹپکا، کہے تھا وہ
ہم کو کسی کے شوقِ نہاں کی ہے اطلاع

وہ کب صفائے مروہ سے کرتے ہیں بند دل
جن کو صفائے دیرِ مغاں کی ہے اطلاع

دیکھیے شکن شکن میں ہیں وابستہ دل کئی
اک ایک پیچِ زلفِ بتاں کی ہے اطلاع

بیہوشیوں میں جنسِ دل و دین بیچ دی
نہ سود کی خبر، نہ زیاں کی ہے اطلاع

باریک بین و خوردہ شناساں کی دقتیں
کسی پر نہ اس میان و دہاں کی ہے اطلاع

ہستی کی اپنی ہی نہ رہی، آگہی ہو جب
کس کی خبر ہے اور کہاں کی ہے اطلاع

ممنوں کیوں خموش ہے تو اک دو آہ بھر
یوں کس کو حالِ جانِ طپاں کی ہے اطلاع

---

۱۔ ب: نشیمن خود بھی
۲۔ لندن، ب: بنا [illegible]
۳۔ ب: کچھ آپ ہوئے یا نہ
۴۔ آ، ب: یہ غزل نہیں ہے

### ۲۳۴

دیکھ اس خجلت رخ سے عرق افشانی شمع — پر پروانہ کرے پرزوہ جنبانی شمع
شعلۂ حسن سے تیرے جو کیا تھا دعویٰ — دودکش داغ ہے اب تک سر و پیشانی شمع
حسن پاتا ہے اماں اپنے ہواداروں سے — دیکھ فانوس سے ہوتی ہے نگہبانی شمع
کیا الگ محفل ہستی سے عدم تک پہنچے — سیکھ اس راہ میں تو بے سروسامانی شمع
کرکے پروانہ کو خاک آپ جلے، گھل گھل کے — آگ اس غم کو لگے، واہ رے نادانی شمع
شعلۂ حسن نہ پردے میں نہفتہ ہو کبھو — ہو نہ فانوس میں پنہاں رخ نورانی شمع
جو کہ ہیں گرم نفس، ہیں نہ وہ محتاج لباس — کہ نہ وابستہ پوشاک ہے عریانی شمع
روبرو تیرے ہے انگشت تحیر بدہن — دیکھ محفل میں ذرا اپنی تو حیرانی شمع
یاں نہ کس کس پہ بھبھوکے کا ہے عالم لیکن — چشم پروانہ میں کوئی بھی نہیں ثانی شمع
حرف جو لب تلک آیا سو بھبھوکا وہ ہوا — دیکھ ممنون ذرا طرز سخن دانی شمع

### ۲۳۵

تھا یہ کس چہرۂ تاباں پہ خدایا برقع — برق سی کوند گئی جوں ہی اٹھایا برقع
ہے دل چاک میں وہ پرتو رخ، صنعت دیکھ — کہ کتاں سے ہے رخ مہ کا بنایا برقع
آستیں سے ہی مرا دست تہور نکلا — جیب اپنا ہی نہیں آج، ترا یا برقع
شعلہ ور کس کا ہوا حسن کہ فانوس سے، لے — شمع مجلس کو خجالت نے اوڑھایا برقع
سطوت حسن سے تھا تا جگر، آئینہ آب — ناز کرتا ہوں کہ منھ پر ترے آیا برقع
آتش حسن تری کوئی قیامت ہے تیز! — مجھ کو حیرت ہے کہ کیوں کر نہ جلایا برقع
اڑ گیا رنگ رخ لالہ و گل، گلشن میں — کس کے عارض سے صبا نے ہے اڑایا برقع
ایک گوشہ سا ہلا ناگہہ، پڑی دل پر برق — اسکے مکھڑے سے سرکنے بھی نپایا برقع
ایک سو سایہ مرے گھر میں ہے، اک سو مہتاب — کچھ کھلا اور کچھ اس منھ پہ ہے آیا برقع
کیا جھمکڑے ہیں اس منھ کے لباب ممنوں — مطلع نور سے شاید ہے کنایا برقع

## ردیف "غ"

### ۲۳۶

گلوے تشنہ کو پہنچا نہ اپنے آب دریغ — ہوا نہ تیغ سے قاتل کی کامیاب دریغ
کیا نہ بادہ کو ناخون و خوں کو زہرہ مجھے — نہ اس فلک نے دیا ساغر شراب دریغ
کسی کے طرۂ پرتاب تک نہ پہنچا ہاتھ — اس آرزو میں رہے، صرف پیچ و تاب دریغ
ہزار طرح کے عقدے پڑے مرے دل میں — کھلا نہ اک ترا عقدۂ نقاب دریغ
ترے مریض کے سر پر ہر ایک تہ دنداں — کیے ہے آب، سر انگشت حیف داب دریغ
یہ دل کہ ننگ ہے یک نیم قطرۂ خوں کا — دیے فلک نے اسے داغ بے حساب دریغ
ملا نہ اذن کہ ہم چشم، تک قدم پہ ملیں — ہمیشہ بوسہ زن پا رہی رکاب دریغ

۲۳۷

دیکھے اگر ترے رخِ پرنور کا چراغ / ہو جی کو آئے تیرہ [illegible]
اے بادِ آہ بچ کے نکل داغِ سینہ سے / ہے [illegible] خانۂ دل
جو آرزو شہید ہوئی یہ جلا گیا / اللہ دل بھرا ہے مگر گور [illegible]
سینہ بسا تک آنے غمِ دل سوزاں کو دیکھنا / شب رو کے جوں [illegible] پیشِ نظر دور کا چراغ
بچ جائے بادِ حادثۂ محتسب سے جام / ہے یہ بھی خانوادۂ انگور کا چراغ
اس تیرہ کوکبی میں غنیمت ہے داغِ عشق / اپنا تو ہے یہی شبِ دیجور کا چراغ
محروم، لے ازل کا نہ نورِ خرد سے فیض / کب رہنما ہو اے بصر و کور کا چراغ
لازم ہے ساغرِ مے گلرنگ کیجیے / قبرِ شہیدِ نرگسِ مخمور کا چراغ
پھر دیکھ گل کھلائے دلِ پُرہوس نے کیا / گل ہو جو خلوتِ بتِ مغرور کا چراغ
روشن رہے ہے داغِ دوئی سوز سے یہ دل / کیجیے گا اس کو تربتِ منصور کا چراغ
ہے ایک آدھ لخت سو ہم کو عزیز ہے / باقی رہا ہے سینۂ دلِ مغفور کا چراغ
ممنون ہو حشر تک شہِ اکبر کا پرتوا / روشن رہے یہ دودۂ تیمور کا چراغ

۲۳۸

رکھتا ہے بسکہ ربطِ دم شعلہ بار داغ / سینہ میں ہے ستارۂ دنبالہ دار داغ
یک قطرۂ خون دل پہ کہ ننگِ شکیب تھا / ہے کیا ستم کہ ہجر کے دے روزگار داغ
نکلا رکنیا ہے سینۂ زخمی سے دودِ دل / سرخ و سیہ سے جیب پہ ہیں آشکار داغ
کیا دل میں آگ تھی کہ دمِ مرگ جوں چراغ / بھڑکا کچھ اور بجھ بھی گیا ایک بار داغ
مثلِ فتیلہ پنبہ جلا سوزِ سینہ سے / گویا کہ ہے چراغِ شبِ انتظار داغ
جس جس طرح سے چاہے، فلک دل کو تو جلا / لیکن فراقِ یار کا، دیکھے نہ یار داغ
مدت سے کچھ تراوشِ خونِ جگر ہے بند / پھر چھیڑ دے تو اے مژۂ دشنہ کار داغ
کھینچوں نہ کیوں کہ میں نفسِ خونچکاں کہ آہ / دل ایک، لاکھ زخمِ جگر، یک ہزار داغ
منشور پہ ہو مہرِ شہاں وجہِ اعتبار / دل پہ ہے عشق کا سببِ افتخار داغ
نہیرد، گر آنے ہو کہ کروں سینہ تنگ شگاف / دل کے جگر کے کیجیے میرے شمار داغ
دل ہے ہزار لخت، ہر لخت پہ یہاں / دس بیس گر ہیں زخم تو ہیں پانچ چار داغ
ممنون ذکر کیا دلِ گم گشتہ کا کیا / پھر تازہ تو نے آہ کیے میرے یار داغ

---

۱۔ لندن، ب: زائد شعر
۲۔ آ: یہ نہیں ہے
۳۔ لندن، ب: زائد شعر

## ۲۳۹

ہجر کے بھی، رشک کے بھی، کھانے داغ
یاں ہمیشہ داغ ہیں، بالانے داغ

دل، جگر، سینہ ہوا، لوہو تمام
عاشقی کا یا خدا! اوز جانے داغ

بال کھولے کون چھاتی سے لگا
مشک کی رکھتے ہیں بو، گلہانے داغ

زخم حسرت ہیں جگر سے دل تلک
بس نہیں سینہ میں باقی جانے داغ

ہے کچھ انگارا[۱] سا چھاتی پر دھرا
کس قدر جاں سوز ہے ایذانے داغ

کس کی چھاتی سے لگی گل کی لڑی
دل کے میرے پھر ہرے ہو آنے داغ

ناز مرہم کھینچتا ہرگز نہ دل
کیا کرے پر درمیاں ہے پانے، داغ

خونِ دل سے متصل پہنچے ہے آب
خشک کیوں ہو لالہ حمرانے داغ

ساغر و مینا اٹھا لو بس ہے بس[۲] یاں
شیشہء دل جامِ خوں پالانے داغ

نہ کچھ ہو ہر جگہ کا ارمغاں
تحفہء شہرِ بتاں، ہم کر لانے داغ

سینہ، یادِ رفتگاں میں خوں ہوا
چرخ نے کیا کیا دکھانے، ہانے داغ

جان و دل، سینہ جگر سب پھنک چکا
آگ ہے دیکھیں تا کجا بھڑکانے داغ

سوزِ غم کرتا تو ہے[۳] تو دل کباب
دیکھیو ایسا نہ ہوو لگ جانے داغ

پوچھتا کیا حسرت ممنوں ہے میر
کھا گیا سارے جگر کو، ہانے داغ

# ردیف "ف"

## ۲۴۰

بر آئی آرزو نہ کبھی ایک بار، حیف
صد حسرت اے امیدِ تمنا! ہزار حیف

تن سے روانہ جان ہوئی بوسے گل کے ساتھ
اس بدگماں سے مفت ہوئے شرمسار حیف

یہ بعدِ مرگ بھی ہے تپِ دل کہ نت رہا
پژمردہ، اپنا سبزہء خاک، ہزار حیف

آیا نہ وقتِ نزع بھی تو، اور وہ گئے
در سے لگے یہ دیدہء پر انتظار حیف

قسمت تو دیکھ جب کہ گئے صید گہ میں ہم
موقوف ہو گیا اسے ذوقِ شکار حیف

محفل میں لائے حسرتِ دل تک زباں پہ ہم
کہتے تجھے سینہ کوٹ کے اغیار و یار حیف

خوں ہو گئے دل و جگر، امیدِ زخم میں
قاتل نے ایک بھی نہ لگایا[۴] پہ وار حیف

آیا نظر نہ چاکِ قفس سے بھی روئے گل
کن حسرتوں میں ہم کو گئی یہ بہار حیف

ہر دم فزوں جنوں کی ہیں یہ چیرہ دستیاں
داماں و جیب میں نہ رہا ایک تار حیف

گر جانتے ہو خرمنِ ہستی مری ہے خاک
افسوس آہِ گرم و دمِ شعلہ بار حیف

قاتل ہی وہ نہ ہوئے کہ ممنوں کی نعش پر
کہتا تھا اک جوان بہت بار بار حیف

---

۱۔ ب: انگارا سا یہی درست ہے، لندن: سا ندارد، سہو کاتب
۲۔ آ: بس یہاں
۳۔ لندن۔ ب: زائد شعر۔ ب: سوز غم کرتا ہے تو بھی
۴۔ ب: پہ لگایا نہ وار

وہ چشم و دل تھا دو بدو ... [illegible]
سر پر مریضِ عشق کے جھگڑا ہے مرگ و زیست [illegible]
کیا عشق کی ہے صیدگر ، یاں چشم زخم ناز کو [illegible]
دودِ فغاں ، دمِ آتشیں ، کیا کیا نہیں گھر میں مرے [illegible]
زلفیں کھلی آیا جو وہ ، کیا کیا گرے ہیں ٹوٹ کر [illegible]
ٹھیرے تھا نرخ بوسہ ، دل پر ناز بہکایا رکیا / بھڑکے ہے اک جانب جگر ، دل [illegible]
دی سوزِ غم نے یا خدا کیا آگ سینہ میں لگا / دود ایک سو ... [illegible]
واں منہ سے پردہ اٹھ گیا ، یاں میں نے نالہ سر کیا / یک سو ہو شور [illegible]
پڑھ اور بھی ممتوں غزل ، سن حسن کے شعرِ بے مثل

۲۴۲

دیکھو نہ اس وادی میں ہو مجنونِ شیدا اک طرف / بانگِ درائے ناقہ پرنالہ سا اٹھا اک طرف
پوچھو نہ شاید ہم رسوا یہ راہِ کوئے یار ہو / پڑتا ہے کچھ ہر گام پر ، بیخواستہ پا اک طرف
صبر و قرار و دین و دل رکھے ہیں پھونک اے سوزِ غم / ہم ہو گئے ہیں ، جمع کر سب حسن و کالا اک طرف
ہے فصلِ گل گزرا ہی دے ، ساقی بھی ہے شیشہ بھی ہے / پی آج زاہد جامِ مے ، رکھ فکرِ فردا اک طرف
نظروں میں عالم تھا سیہ ، دن وصل کا بارے ہوا / مکھڑے سے اب تو کھینچئے زلفِ شب آسا اک طرف
قبلہ نما دل اور وہ در ہے قبلۂ اہلِ نظر / گھبرائے گو ایدھر ، ادھر لیکن ٹھہرتا اک طرف
گو مل گئے تھے اس سے شب ، کچھ بات کی ٹھہری پہ کب / ناحق[6] کی تہمت ایک پر ، بہتان بیجا اک طرف
لی کس نے کہہ سن آرزو ، چرچے ہیں کیا کیا گفتگو / ہلنے نپائے ہونٹ بھی ، عرضِ تمنا اک طرف
ہے مجمعِ اہلِ سخن ، بسم اللہ اے اربابِ فن / سب نکتہ پیرا ایک سو ، ممتوں تنہا اک طرف

۲۴۳

جھانک کر ناقہ نشیں ہو ! دیکھ اپنے بیدل کی طرف / دست بر دل کیا رواں آتا ہے محمل کی طرف
کیا مزے اس زخم میں ہیں ، دیکھتا ہو رشک سے / کشتہ ہونے کشتہ ہے ، بسمل ہے بسمل کی طرف
جانِ سخت اپنی نکل بھی چک کر وقتِ ذبح یاں / لگ رہا ہے دھیان رنج دستِ قاتل کی طرف
کشتی اس ورطہ میں چھوڑی تم نے اے یادِ مراد ! / قصد کب ہم نامرادوں کا ہے ساحل کی طرف

---

۱ ۔ آ = چکتی تھی قیمت اک طرف ، تو نے تھا سودا ایک طرف ب = ٹکڑے تھا
۲ ۔ آ = "کا" نہیں ہے
۳ ۔ لندن = "وہ ہے" لیکن یہی درست ہے ، غالباً سہو کاتب
۴ ۔ آ = "ہیں" نہیں ہے
۵ ۔ ب = موذی
۶ ۔ آ = وادی میں موذی

## ۲۲۵

مژدہ باد اے کشتۂ طاقت اس نگاہِ گرم سے
ہر نفس اک برق سی گزرے ہے حاصل کی طرف

گم ہے نادیدہ رہِ ملکِ عدم، پر خود بخود
قافلے سیدھے چلے جاتے ہیں، حاصل[1] کی طرف

دیکھیے پردہ الٹ کر، کب چمک جاتا ہے یار
لگ رہی کب سے، نگاہیں ہیں درِ دل کی طرف

شوق سے وقتِ سخن منہ غیر کی جانب ہو، پر
گوشۂ چشمی نگہہ رکھ اپنے مائل کی طرف

کشتہ اس انجان پن کا ہوں کہ پوچھے ہے وہ شوخ
کیوں طپاں خوں میں ہے یہ، دیکھ اپنے گھائل کی طرف

زاہدا ایمان سے کہہ! کھینچے روئے نیاز
قبلۂ دل کی طرف یا کعبۂ گل کی طرف

ناقۂ لیلیٰ نے آخر راہ کم کی، سوئے قیس
حسن خود کھنچتا ہے تمنّوں حسنِ کامل کی طرف

## ۲۴۴

[2] ہیں نہ کچھ آبِ بقا ہی سے، نہ سم سے واقف
تیغِ قاتل ہیں فقط ہم ترے دم سے واقف

خارِ خونخوار تو لیتے ہیں قدم، اسکے سوائے
کون اس دشتِ غریبی میں ہے ہم سے واقف

نہیں دیکھا کہ کہاں سینۂ غم خواراں ہے
سرِ اندوہ ہے یک زانوئے غم سے واقف

لذتِ خوں شدنِ جان و جگر سمجھے ہیں
دل میں جو ہیں خلشِ خارِ الم سے واقف

آہ اور سینہ زنی ساتھ ہے اشکوں کے ضرور
نوح وہ کیا جو نہو طبل و علم سے واقف

رہ رواں طرفِ کعبہ ہے اللہ اللہ
ہم ہوئے اب تو رہِ بیتِ صنم سے واقف

نہ درِ بتکدہ و بابِ حرم پر ہے جھکا
میرا جبہہ ہے فقط تیرے قدم سے واقف

میں نے ان سے جو کہا، دم کے دم آؤ تنہا
وہ لگے کہنے کہ ہم ہیں، ترے دم سے واقف

دلکشی ایک ہی آواز کی سمجھے ہیں، ہم
ہیں نہ ناقوس نہ لبیکِ حرم سے واقف

اسکے قربانِ تجاہل کہ مجھے دیکھ، کہا
تجھ سے واقف تو ہیں کچھ، لیک ہیں کم، سے واقف

شاد، اس پاس سے جو آنے ہے، میں کہتا ہوں
شاید اس کے، یہ نہیں قول و قسم سے واقف

کمرِ نازکِ یار اس نے بہت دیکھی ہے
کہ یہ دل ہے رہِ باریک عدم سے واقف

صفۂ حیرت زدہ جوں آہوئے تصویر ہیں ہم
ہیں نہ آرام سے آگہ، نہ رم سے واقف

سر پہ احسان کسی کا نہیں اپنے تمنّوں
ہوں مگر منتِ شمشیرِ ستم سے واقف

# ردیف "ق"

## ۲۴۵

فزوں اس چشم سے ہے غمزۂ خونخوار کی رونق
کہ دستِ ترک میں ہے اور ہی تلوار کی رونق

لگے ہو رات کس کے سینۂ گرم پر، آتش سے
کہ نہ وہ آب ہے، نے موتیوں کے ہار کی رونق

نہیں معلوم اس کی زندگی (ہے) یا نہیں، لیکن
گئی صورت سے اُڑ کچھ، اب ترے بیمار کی رونق

لب شوق و نگاہ گرم پر شب وقف تھی کس کی؟
نہ رنگ لعل لب ہے، نہ گل رخسار کی رونق

---

۱۔ آ، ب = منزل
۲۔ لندن = زائد غزل
۳۔ لندن = "زندگی، یا نہیں"

سحر میں عقد پروین دیکھ کر روتا ہوں [illegible]
خیال خط و روئے یار میں دل چاک کرتا ہے [illegible]
سحر تک تو رہا شب وصال آرزو کس کا [illegible]
جو دیکھا چاہے لطف ماہتاب بے شکلی کو [illegible]
اگر نکلے ہو مومن حلقہ تسبیح داراں سے [illegible]

۲۴۶

دے شب وعدہ سحر تک نہ تک آرام قلق — در سے سو مرتبہ اٹھنے جانے ہے تا بام قلق
کھل گئے آج وہ سب ربط نہاں، تھے جو بہم — کس قدر آہ ہوا ہیں کے جدا توام قلق
دل کو اس زلف میں کیا کیا نہ رہی بیتابی — تو گرفتار کو جیسے ہو پہ دام قلق
وعدہ شب تو کیا تو نے، پہ جیئے گا کون — گر اسی طرح رہا آج یہ تا شام قلق
گہ ہے بالیں، گہے زانو، گہے دیوار پہ سر — ہجر کی شب نے سکھانے یہ ہمیں کام قلق
میں یہ سمجھا کہ اٹھی مرگ کی بس گھبراہٹ — اٹھ چلا تو تو ہوا یہ بت خود کام قلق
ہاتھ سینہ پہ میں دھر دھر کے بہت بیٹھ گیا — راہ میں تیری کیا دل نے یہ ہر گام قلق
کس طرح روز و شب ہجر کٹے ہے، مت پوچھ — شام سے صبح تلک، صبح سے تا شام قلق
دل صد پارہ کو مومن رفو کرتا ہے — دست جنبش کو کوئی دم تو بھلا تھام قلق

۲۴۷

اس کی تیغ عتاب کا مشتاق — ہوں کہ جوں تشنہ، آب کا مشتاق
رحم اے انتظار! دیدۂ وا — آج ہے سخت خواب کا مشتاق
خط نہیں جاچکا کہ گھبرایا — پھر رہا ہوں جواب کا مشتاق
کیوں نہ گھیروں جو تو ملا تنہا — تھا ترے اضطراب کا مشتاق
رات اختر شماریوں میں کٹی — ہوں میں کس آفتاب کا مشتاق
تو جلا، لیک ہاتھ سے اپنے — کب سے ہوں! اس عذاب کا مشتاق
صاف شوخی ہے ناپسند کہ ہوں — تنک نگہہ میں حجاب کا مشتاق
پی رہا خون دل ہوں، جا ساقی — ہوں نہ تیری شراب کا مشتاق
لب میگوں کو چوس کے تیرے — کون صہبائے ناب کا مشتاق
لوٹ اے عشق، لٹ سکوں جتنا — کہ نہیں صبر و تاب کا مشتاق
تھے عجب چین سے عدم میں، کون — تھا جہان خراب کا مشتاق!
جمع سب کشتنی ہیں او ظالم! — میں ہی ہوں، انتخاب کا مشتاق
کیا جوانی ہے اس پہ نام خدا — دل ہے ہر شیخ و شاب کا مشتاق
آؤ مجلس میں شیخ جی! ہر رند — ہے تمہاری جناب کا مشتاق
لاؤ دیوان حضرت مومن — شغل کو ہوں، کتاب کا مشتاق

---

۱۔ آہ میں

## ۲۴۸

چھوڑ ممنون ! ہرزگی کا شوق پڑگیا تجھ کو اس گلی کا شوق
ہم تو دو دن میں تنگ آنے خضر ! تھا تجھے خوب زندگی کا شوق
آپ سے بھی حجاب چاہیے جان اس قدر کیا ہے ؟ آرسی کا شوق
کرکے الفت نکل گئے ارماں ہے کسی سے نہ دوستی کا شوق
لو کیا ترک مدعا کہ نہیں گفتگو ہائے مدعی کا شوق
یوں تو وہ ہے فرشتہ خو لیکن ہے ذرا آدمی کشی کا شوق
جوش پر خون تیرہ روزاں ہے وہاں ہوا پان اور مسی کا شوق
بوسہ مانگا دوبارہ تو بولا نہیں نبھتا ہے ہر گھڑی کا شوق
ان بھوؤں کو کہوں نہ تیغ و کماں بحث میں یاں نہیں کجی کا شوق
میں نے اس سے کہا کہ اے مغرور گلہ گاہے تو سن ، کسی کا شوق
مسکرا کے وہ یوں لگا کہنے نہیں سنتے ، ہمارے جی کا شوق
بوسہ مانگا تو اور کچھ نہ سمجھ یوں ہی ممنوں کو ہے ، ہنسی کا شوق

## ردیف "ک"

## ۲۴۹

بس جنبشِ نفاں کر رہے ہیں جگر کے چاک
بخیہ ابھی تو ہم نے کیے ہیں جگر کے چاک
آساں نہیں علاج ہے کچھ زخمِ عشق کا
مرہم بن کے ، خون رہے ہیں جگر کے چاک
نازاں نہ باغبان ہو ، گلہائے تازہ پر
ہم کو تو بھی خدا نے دیے ہیں جگر کے چاک
چن چن کے پھول اس نے گریباں میں گو بھرے
سینہ میں بیٹھے ہم بھی لیے ہیں جگر کے چاک
ممنوں جان خوں ہوئی ہر نفس کے ساتھ
کیا جانیے کیونکہ سب کے پیے ہیں جگر کے چاک

## ۲۵۰

پھونکی [۲ سے] تپِ فراق نے کیا جسم و جاں میں آگ
جوں شمع لگ رہی ہے ، ہر اک استخواں میں آگ
نہ ضبطِ سوزِ سینہ ، نہ کچھ ہو سکے بیاں
چپ ہوں تو جان میں ، جو بولوں زباں میں آگ
تو دستِ نازنین ، مرے سینہ سے دور رکھ
بیٹھا دبانے ہوں ، دل و جانِ طپاں میں آگ
اڑتے شرار ہائے نفس بے دھڑک ہیں آج
ڈر ہے لگے نہ خانۂ ہمسائیگاں میں آگ
اے کشت نہ پھیرا حذر ، میری آہ سے
یعنی کہ جل رہی ہے تمام اس دخاں میں آگ
اے شعلۂ نغاں ! نہ بس اتنا بلند ہو
جانے لپٹ نہ دامنِ ہفت آسماں میں آگ
بجلی سی میرے خرمنِ طاقت پہ آ پڑی
اللہ کیا نہاں تھی نگاہِ بتاں میں آگ
کیا عندلیب ! نالۂ بے سوز چاہیے
پیدا ہو ، جائے لالہ و گل، بوستاں میں آگ

---

۱۔ لندن: زائد غزل

۲۔ لندن: زائد غزل

آیا تھا کوئی پھول ، اوڑا گیا صبا [illegible]
خامہ میں شرح سوزِ جدائی لکھوں [illegible]
عیسیٰ کا ہے ہر اک سرِ انگشت گل اٹھا [illegible]
جاری ہے موجِ اشک میں پھر سوزِ لخت دل [illegible]
اپنی وہی بہشت ، جہاں ہو وہ گل عذار [illegible]
تر دامنی سے امن تو کچھ ہے ، لگے گی جلد — داماں [illegible] زاہدِ تقوی [illegible]
نکلے قلم سے دود ہے ، کاغذ بھی جل رہا — ممنوں [illegible] کی ترکی داستاں [illegible]

۲۵۱

[1]
گیا ہے نور سا اٹھتے ہی کیا نقاب، چمک — کہ برقِ طور میں جس کے رہی ہے تاب، چمک
جھکی جھکی نگہوں میں جھلک ہے شوخی کی — رہی ہے، برقِ شرارت تہِ حجاب چمک
فروغِ چہرۂ روشن سے ، جیسے پیشِ چراغ — رہا وہ ہونٹ ہے مانندِ لعلِ ناب چمک
خیالِ رخ سے ترا سینۂ دریدہ میں — گیا ہر ایک ہے روزن سے آفتاب چمک
طلسم ساغرِ بلور میں ہے سرخ شراب — عجب ہی شعلہ رہا ہے درونِ آب چمک
کسی کے سینۂ سوزاں سے لگ کے کیا آنسے — نہیں ہیں، ہار کے دکھتے دُرِ خوش آب چمک
کیا تھا ضبط ، تڑپ کر دلے میرے نالے — گئے ، بصورتِ برقِ تڑپ اضطراب چمک
شبِ وصال کا جو دم ہے سو غنیمت ہے — سفیدۂ سحری آج مت ، شتاب چمک
مرے نشیمن، خس میں ہے برق باقی کیا — نہ بار بار ، تو اے خانماں خراب چمک
نہارہا ہے یہ دریا میں کون ؟ موج و حباب — رہے، تماشے ہیں جوں اختر و سحاب چمک
مثالِ شعلۂ جوالہ آتشیں آہیں — رہی ہوا میں ہیں کھاکھا کے پیچ و تاب چمک
اگرچہ خاک ہوا ہوں ولیک سینے سے — رہا ہے، داغِ دلا سے ابو تراب چمک
شب آیا خانۂ ممنوں میں کون سا مہوش ؟ — رہے تھے ، تا در و دیوار ماہتاب چمک

۲۵۲

آج کہ زیست کا ہے کچھ اک نام اب تلک — جاں بلب رسیدہ رکھی ، تھام اب تلک
مدت ہوئی کہ غرفہ سے جھکے تھے وہ عذار — کوندے ہے برق سی طرفِ بام اب تلک
صیاد لے کے دشنہ پہنچ جھو نہ ہاتھ سے — سسکے ہے یہ اسیرِ تہِ دام اب تلک
دی آگ سوزِ سینہ نے کیا کیا، نہ پر جلا — یاں ایک خارِ خاطرِ ناکام اب تلک
کیا لطف ہے دہن میں ترے ، پی تھی شب جو مے — گل ہو وہ لالہ گوں ہے لبِ جام اب تلک
سو شورِ حشر آنے سرہانے ، پہ زیرِ خاک — آسودگاں کو ہے ترے ، آرام اب تلک
کعبہ میں ، دل میں، دیر میں دیکھا کہیں تھا ، یاد — آتا نہیں مقامِ دلآرام اب تلک
ہو سے کئی لیے تھے ، تصور میں رات کو — کم رنگ ہے وہ لعل مے آشام اب تلک

---

۱۔لندن۔زائد غزل
۲۔آہ گل رنگ

قاصد کی گو زباں بھی کٹی ، دیکھو شوق عرض
تڑپے پڑا ہے ہونٹ پہ پیغام اب تلک

ممنوں کیا غزل ہے پڑھی بزم میں ہر ایک
تحسین کیجے ہے [1] لے کے ترا نام اب تلک

## ۲۵۳

جھوٹا کبھی نہ اس نے دیا جام اب تلک
تس پر ہے شوقِ بوسہ بہ پیغام اب تلک

کی گرم اک نگاہ تھی کل ، بلبے نازکی
ہے سرخ کچھ وہ روئے سمن فام اب تلک

وہ تیرہ بخت ہوں کہ ہوئیں سو سحر ولے
چھائی ہوئی ہے گھر میں مرے شام اب تلک

گرم ایک سانس سینہ سے کھینچی تھی شب کہیں
تبخالوں سے بھرے ہیں لب و کام اب تلک

مت آ تو سیلِ اشک کہ گرمِ سراغ ہوں
ہیں اوس سمند کے اثرِ گام اب تلک

ہوں بسمل ہوس کئی زخموں کا اور بھی
اس نیم کشتہ کا نہ ہوا کام اب تلک

گردوں برائے تازگی یاسمین صبح
لیتا ہے اُس جبیں سے عرق دام اب تلک

ممنوں کو ہے نزع [2] پہ آنکھیں ہیں سوئے در
دیکھے ہے تیری راہ وہ ناکام اب تلک

## ۲۵۴

ٹپکے ہے خون میں رمل، ترے نخچیر سے نمک
صیاد نے گھلا تھا مگر تیر سے نمک

ہو چاشنیِ تازہ لبِ زخم کو حلال
قاتل لگا کے آنے ہے شمشیر سے نمک

وہ دردمند ہوں جو رکھوں پنبہ داغ پر
ہوجانے دل خراشیِ تقدیر سے نمک

کر سوزِ غم کباب کہ ملتا ہے شورِ عشق
ہر ایک پارۂ دلِ نخچیر سے نمک

کن پر رکھے ہے یہ حقِ نعمت کہ ہم نے تو
چکھا نہ خوانچۂ فلکِ پیر سے نمک

طفلی سے تشنگی پہ رہی تشنگی ، مگر
دے تھی بدل کے دایہ مجھے شیر سے نمک

چاہوں دوائے آبلۂ دل تو چارہ ساز
ہیں تجاڑتے ملا کے طباشیر سے نمک

حیرت زدوں سے دوست بھی ہر دل خراش ہے
دشمن نہیں ہے دیدۂ تصویر سے نمک

چاکِ جگر کو ہے ہوسِ لذتِ خراش
مُل بخیہ ساز ! سوزنِ تدبیر سے نمک

پر شور دل ہے یوں اثرِ گریہ سے گداز
گھل [3] جانے جیسے آب کی تاثیر سے نمک

کی ہم سری جو اُسکی ملاحت سے ، زیرِ سنگ
رہتا ہے اس گناہ کی تعذیر سے نمک

آتش ، دل شکارِ محبت میں ہے تجھے
ہو خواہشِ کباب تو مل تیر سے نمک

چشمِ سفید سے مری گرتے ہیں اشک شور
کرتا ہے جوش جیساں قدح شیر سے نمک

ممنوں تم نے زور غزل بامزہ کہی
ٹپکا پڑے ہے آپ کی تقریر سے نمک

---

۱۔ ب: کو گو ہے

۲۔ آ: کر

۳۔ لندن: گھل جیسے مگر جانے ضروری ہے ، غالبًا سہو کاتب

گریباں دے گلو کو بوسہ سمجھے ہار گردن تک / [illegible]
نزاکت دیکھ پہنی کبھی پھولوں کی بدھی تھی / [illegible]
مرے قاتل کی اٹھکیلی تو دیکھو کیا دم کشتن / [illegible]
کہاں سے کش رہے، کچھ جھومتے مستانہ آتے ہو / [illegible]
برنگِ شمع، کیا ہو پوچھتے تم سرگزشت اپنی / [illegible]
زہ سرخ گریباں، کسی کی ہم کو یاد آتی ہے / کہ غرق [illegible] رکھے ہے دیدہ [illegible] گردن تک
کسی کے ظلم پر کیوں تیغ باندھے ہے یہ[1] آب آخر / چھنچتا ہے [illegible] اب جہاں آزار گردن تک
کہوں کیا خوبیاں برگشتگیِ بخت کی اپنے / کہ پھر جاتی ہے [illegible] تیغ کر، تلوار گردن تک
گلو تیرے سبوکش کا رہا تفتہ ہی گو تو نے / دمے بھر بھر کے [illegible] ساقیِ سرشار، گردن تک
گریباں تک نہ کیوں یاں آنسوؤں کا تار بندھ جانے / کہ یوں پہنچے وہاں عِلکِ درِ شہوار گردن تک
گریباں کیا نچوڑا تیرے مستانوں نے پھر، رو کے / کہ غرقِ آب و گل ہیں مردمِ ہشیار گردن تک
اٹھاکر ہاتھ میں یک دم تو تیغِ امتحاں دیکھو / کہ دیتے ہیں جھکا اب یار یا اغیار، گردن تک
اتاروں یا خدا ذمہ سے، بارِ جیب کو کیونکر / کہ جانا ہاتھ کا ہے، ضعف سے دشوار گردن تک
گلے پر دو طرف سے تیغ مثلِ شمع ہو تو ہو / عزیز اس راہ میں ہم کو نہیں زنہار، گردن تک
اٹھا تیغِ ستم آؤ، کشتہ ظلم یا لاؤ / نہ یاں انکار سر تک ہے، نہ یاں تکرار گردن تک
نکلتا[2] حلقہِ طاعت سے ہوں تسبیح داروں کی / اگر خود لانے دستِ برہمن، زنار گردن تک
ذرا وہ دستِ نازک خم کرو گردن میں ممنوں کی / برائے نذر ہے اس رہ میں وہ تیار گردن تک

## ۲۵۶

ساتھ اپنے گر گیا دلِ بیتاب زیرِ خاک / تو ہو چکا نصیب مجھے خواب زیرِ خاک
کیونکر نہ روے خاک پہ ساقی ہو جرعہ ریز / کتنے ہیں تشنگانِ مےِ ناب زیرِ خاک
گزروں ہوں جس زمیں پہ رکتے نہیں ہیں اشک / کیا جانیں، کیا ہے حالتِ احباب زیرِ خاک
لیکر یہی گر آتشِ دل ہم گڑیں گے تو / بس رہ چکا ہے نام کو بھی آب زیرِ خاک
کشتہ ہوں سرمہ سا نگہوں کا، بغل میں یاں / رکھ دیجیے گا تیغ سیہ تاب زیرِ خاک
کم سمجھیو نہ پیکرِ خاکی میں قدرِ دل / رکھا عجب ہے، گوہرِ نایاب زیرِ خاک
ممنوں گیا مزار میں لے، داغِ دل فروز / پنہاں ہے آفتابِ جہاں تاب زیرِ خاک

## ۲۵۷

پہنچا ہے اس مریض کا گو کام، جاں تلک / انگشتِ حیف تیری نہ پہنچی وہاں تلک
وا حسرتا کہ پاؤں پہ پہنچی شکست کب / جانے لگی نگاہ جب اس آستاں تلک
املا ہی آنے سینہ سے وقتِ وداعِ یار / اللہ کوئی اشک کو روکے کہاں تلک
ناخن لگے ہیں دل پہ جگر تک ہے چھل گیا / کارِ خراشِ سینہ تو پہنچا یہاں تلک

---

۱۔ لندن: باندھے۔ "یہ"، غالباً سہو کاتب
۲۔ آ ۔ کو

قربان تیرے[1] اے سرِ مژگاں کہ التجا پہنچی نہ جان زخمِ طلب کی ، سناں تلک

دامن سمیٹ جیسیٔ گردوں نشیں کہ ہے قصدِ شرار ہائے فغاں آسماں تلک

اک ناتواں بھی ساتھ ہے ، آہستہ پڑھ حدی کہہ دے کوئی پیام یہ جا ، سارباں تلک

کیا کیا خیال تھا کہ کہینگے شب وصال آیا جو وہ تو کچھ بھی نہ آیا زباں تلک

اے برق ! بس الجھ کے نہ اڑجائیں دھجیاں دامن اٹھاکے آئیو ، اس آشیاں تلک

اے سوزِ سینہ کچھ تو ترحم[2] کر مثل شمع داغ اک پہنچ گیا سرِ ہر استخواں تلک

شاید خدا بھی جانے تمہیں بھول زاہدو! ہوویں رسائیاں جو ذرا بھی بتاں تلک

ممنوں کیا بنا ہے ترے دشمنوں کا رنگ آیا جگر سے خون رخِ دوستاں تلک

۲۵۸

خرامِ ناز سے طرحِ قیامت اے جواں کب تک زمیں پر فتنہ برپا کیجیے گا ہر زماں کب تک

خدا سے ڈر ذرا ، ضبط نوائے گرم کر ، اے دل دوچارِ برق رکھے گا ہمارا آشیاں کب تک

دل نادان اتنی ہیچ فہمی ، ناتواں بینی دہاں کا تاکجا اندیشہ و فکرِ میاں کب تک

نگاہوں کے ترے ناوک سے ناوک دل پہ لگتے ہیں بتا تو ہی نہو غربال ظالم یہ نشاں کب تک

کروں خالی دلِ سوزاں سے کیونکر ، جسمِ خاکی کو رہے اس مشتِ خاکستر میں یہ آتش نہاں کب تک

بنائینگے کوئی تکیہ نضائے دہر سے اودھر کوئی دیکھا کرے سر پر یہ سقفِ آسماں کب تک

ترے بیمار پر ہونی جو ہو سو ہوچکے ظالم تردد میں دلِ احباب و جانِ دوستاں کب تک

ہمیشہ کوہ غم پر کوہِ غم اک تازہ ٹوٹنے ہے بلائے تازہ کے روکش رہے یہ ناتواں کب تک

کبھی آنا جو ہے ، آچک ، فریبِ وعدہ سے تیرے رکھے یاں تھام تھام اپنی کوئی جانِ تپاں کب تک

اٹھے ہے ٹیس دل میں اور رنگِ چہرہ اڑتا ہے خدایا دردِ الفت کو کرے کوئی نہاں کب تک

تصورِ فہم ہے طولِ امل ، کیا فائدہ اس سے جہاں تک ہم رہے بالفرض ، لیکن ہو جہاں کب تک

کہاں تک کوفت اے ہجراں ، کہاں تک صدمہ اے دوری بدن میں رہ دے اپنے ، ریزہ ریزہ استخواں کب تک

خدا کے واسطے ممنوں بتوں کے در کو اب چھوڑو ملا کیجیے گا ماتھے سے یہ خاکِ آستاں کب تک

## ردیف "ل"

۲۵۹

کس نے بھینچا ہے تجھے رات گلے ، پیار سے مل سینہ پر نقش پڑے ، موتیوں کے ہار سے مل

داغ چھاتی پہ پڑے تھے ، سو ہرے ہیں اب تک چھر گئی گل کی لڑی سینہ ، بدر سے مل

---

۱ ۔ لندن ، ب : تیرے ، سرِ مژگاں ، غالباً سہو کاتب

۲ ۔ آ : رحم کر کہ

۳ ۔ لندن : "کو" لیکن "سے" موزوں ہے ، غالباً سہو کاتب

۴ ۔ آ : آخری پانچ اشعار علیحدہ غزل کے طور پر دیے ہیں

۵ ۔ آ : یہ

۶ ۔ آ : ہونے

چمن کیا خاک [illegible]
تیرے بیمار کی حالت [illegible]
قتل ہے اس چشم پہ غارت گرِ دل [illegible]
نہیں معلوم پھنکی جان کہ دل [illegible]
ترے ہاتھوں سے جراحت میں خوشی [illegible]
دیکھ مت دیدۂ حسرت سے میں روتا ہوں [illegible]
قہر کیا ہے کہ مرے روبرو سبحان اللہ [illegible]
میں ذرا رک کے ہوا چپ تو سبھی بولے اے کیوں! [illegible]
کیا ہی رنگین غزل اور لکھی ممنوں نے [illegible]

## ۲۶۰

کیا کہا اپنی نگہ نے ، نگہِ یار سے مل — کر حیا ٹپکے ہے اس چشم سے [illegible] سے مل
ترے قیدی کی صدا پھر نہ سنی ، اٹھی تھی — شب ضعیف آہ سی ، زنجیر کی جھنکار سے مل
تختۂ دامن کا بنا ، تختۂ آتش بازی — تھا گیا رات جو مژگانِ شرر بار سے مل
کھل گئے بندِ قبا باغ میں کس کے کہ ادھر — عطر کی آئی لپٹ ، نکہتِ گلزار سے مل
دخترِ رز گہہ بغل، خم میں ، سبو پاس ہے گاہ — جامِ دل کھول کے تو ایسے نہ مردار سے مل
ناتواں آہ جو اٹھتی ہے سو اپنا ہے نشاں — ورنہ بستر میں تنِ زار ہے گم تار سے مل
کل ذرا ہم جو عیادت کو گئے تھے سو آہ — حسرتیں کیا ہی اٹھائیں ترے بیمار سے مل
حالتِ نزع تھی اور چشم سے ٹپکے تھا پڑا — خونِ نومیدیِ دل ، حسرتِ دیدار سے مل
کون ہمسایہ کے آیا کہ یکایک ممنوں — رہ گئی چشم تری رخنۂ دیوار سے مل

## ۲۶۱

بنایا تجھ کو جب اے رشکِ صبح و غیرتِ گل — صفائے صبح سے باہم ملائی نکہتِ گل
یہاں عبث نہیں سودائیوں کو الفتِ گل — کسی کی شکل دلاتی ہے یاد صورتِ گل
خوشا نصیب اسیرانِ بوستاں کہ انہیں — نصیب، چاکِ قفس سے ہے دیدِ طلعتِ گل
لیا بغل میں چرا کر وہ پیرہن ، شاید — معطر آپ کی پوشاک ساں ہے خلعتِ گل
ہمیشہ زحمتِ پرواز میں رہے پر و بال — جہاں سے جائے خدایا! گل اور الفتِ گل
نہو حلال تماشائے بوستاں اس کو — جو عندلیب کرے شکوہ و شکایتِ گل
خموش تا بکجا قید میں ہم آوازو! — کہو حدیثِ چمن یا کوئی حکایتِ گل
ادھر تو وہ ہے غزل خواں ، ادھر یہ خنداں ہے — مقامِ رشک ہے بلبل سے رنگِ صحبتِ گل
سحر کو زور ہی شبنم صفت میں رویا آج — چمن میں سبزہ پہ گر گر کے وقتِ رخصتِ گل

---

۱۔ لندن و ب: پھنکا
۲۔ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے
۳۔ آصفیہ: کیا
۴۔ ب: روتا

۲۲۳

چمن میں لے گئی شاید وہ بوے جیب صبا … کہ بوے عطر سے آمیختہ ہے نکہت گل
قفس میں جان لڑاتی ہے بلبل اب تمنوں … دکھادے گل کہ مبادا ہو، اسکو حسرت گل

۲۶۲

خالی چمن میں زور خزاں دیکھ، جانے گل … بس عندلیب مر ہی گئی کہہ کے ہائے گل
حاجت ہے کیا کہ خاک پہ میری وہ لانے گل … اسکے ہیں نقش پاے نگاریں بجانے گل
تاثیر عشق دیکھ کہ بلبل کے واسطے … ہر شاخ گل نے ہاتھ پہ، گلشن میں کھانے گل
اس مرگ پر حیات فدا ہے کہ اس نے آج … بدھی کے اپنی، خاک پہ میری چڑھانے گل
بلبل لگا نہ اس چمن بے بقا میں دل … یہاں کے تمام رنگ فنا ہے بنانے گل
آتش پہ لوٹ لوٹ کے کاٹی ہے ہم نے رات … بستر پہ ساتھ غیر کے تمنے بچھانے گل
نکلے تراشہ دل صد لخت، لے کے اشک … لے، جیسے کوئی طفل، چمن میں سے آنے گل
اک سرخ پوش کے رخ رنگیں پہ خو ہوں … نہ آرزوے باغ نہ دل میں ہواے گل
گل کب ہے بے وفا غم بلبل میں ایک دن … دیکھا نہیں کہ چاک گریباں سلانے گل
شاید یہاں ہے دفن کوئی کشتہ بہار … لخت جگر چمن میں اُگے ہیں بجانے گل
بلبل سنا سنا کے نہ کر، شعر خوانیاں … ہے سر بجیب، دیکھ ذرا تو حیانے گل
اس گلشن زمانہ میں لب بند رکھ کہ یاں … آخر، اسے گھڑی ہے کہ جب کھل کھلانے گل
پر ہیں کہاں کہ جا، سر گلبن پہ ہوں نثار … اب ہم شکستہ بال ہیں کرتے دمانے گل
تمنوں نہ لطف حسن رہے پردہ میں نہاں … کب بوے گل چھپے ہے، کوئی گو چھپانے گل

۲۶۳

کب رنگ سے ثبات کے بلبل بنا ہے پھول … ہو آشنا نہ اس سے، بہت کم بقا ہے پھول
شعلہ طرف سے باغ کے پھینکے ہے متصل … بلبل کے آشیانہ میں شاید پڑا ہے پھول
خونیں دلوں کی ہے یہ فنا موجب خوشی … گلشن سے کھل کھلا کے عدم کو چلا ہے پھول
رکھتے ہیں ایک رنگ بہم، حسن و عشق یاں … خونیں جگر ہے بلبل و خونیں قبا ہے پھول
کہتا ہے غرق خوں ہے، عدم میں بھی کوہ کن … داماں بے ستوں میں جو اب کھل رہا ہے پھول
عالم میں کب کسی کی ہوا ایک سی رہے … پھولے دھر جو ناز سے اودھر تبوا ہے پھول
تمنوں بہم رہے ہے عزا و خوشی یہاں … ایدھر ہنسا، اودھر کو پریشاں ہوا ہے پھول

---

۱۔ آہ۔ یہی
۲۔ آہ جائیں
۳۔ ب۔ تخلص کی جگہ خالی ہے
۴۔ ب۔ تخلص کی جگہ خالی ہے

جانؔ[1] پر اپنی نہ تھا کچھ اسکے [illegible] کا خیال
[illegible]

کچھ نہیں معلوم مجنوں کس تصور میں ہے [illegible]
[illegible]

بس فغانِ آتشیں تا چند برقِ الشانیاں
[illegible]

چار موجِ فتنہ میں ، ہر چند کشتی ہے مری
[illegible]

اوس پہ دزدیدہ نگہ بھی سخت مشکل ہوگئی
[illegible]

بے سروپایانِ وحشت کو ہے یکساں باغ و دشت
[illegible] گل نہ مل [illegible] خیال

میں نے شب پوچھا خیالِ دل ستانی ہے کدھر
یوں نکالے کہ یہ ہے آپ کے دل کا خیال

ہم نشیں خاموش میں ہوں محوِ شغلِ دیدِ یار
دیکھ اے ناداں واجب جانے نہ شامل کا خیال

عشق مذہب ، عشق ملت ، عشق ایماں ہے مرا
مدرسہ والوں کو عبث حق و باطل کا خیال

آئینہ بن تھن کے دیکھے تھا تو یوں کہتا تھا وہ
آج آتا دم بدم ہے اپنے مایل کا خیال

تگ رہی ممنوں نظر ہے جانبِ مشکل کشا
دل میں اپنے کچھ نہیں مشکل سے مشکل کا خیال

## ۲۶۵

بے چینِ شب، وعدہ رکھے رہے خلشِ دل
لے جانے ہے سو مرتبہ در تک طپشِ دل

اس کوہِ تحمل کو یہاں کھینچ کے لایا
ہے زور سا جذبِ کمندِ کششِ دل

پیکان ہے کوئی سینۂ مجروح میں شاید
کھٹکا ہے نئے ڈھب کا ، نہیں یہ خلشِ دل

شورِ آبِ جگر چاک کن و زہر کشندہ
ہے مائدۂ دہر پہ آب و خورشِ دل

نازونگہ و غمزہ و شوخی و کرشمہ
سب ہوکے بہم رکھتے ہیں قصدِ یورشِ دل

نکلے ہیں کئی لخت گتھے تارِ نفس میں
دیتی ہے لڑی لعل کی داد و دہشِ دل

اس شیشہ پہ ترا سخن سخت ہے پتھر
اے ناصحِ بے درد نکر سرزنشِ دل

دنبالہ رو ، قامتِ محشر روشاں ہے
لانے گی قیامت مرے سر پہ روشِ دل

کیوں چشم نہ بھر آئے اسے دیکھ کے زخمی
کس خونِ جگر سے تھی ہوئی پرورشِ دل

تک ، سوچ کے آ ، وادیِ الفت میں کہ اس جا
ہے راہ دمِ تیغ پہ اور چپقلشِ دل

یا نقشِ رہئے ہستیِ ممنوں کا خدایا
یا نقشِ وفا ، یار کے ہو منقشِ دل

## ۲۶۶

کون میکش اس چمن میں پی رہے ہیں مل کے مل
جوں دہاں، غنچہ، گل رہ گئے ہیں کھل کے کھل

یاں زمیں پر ، واں فلک پر ، پلۂ میزانِ حسن
کیا سبک اختر ہوا ہے ساتھ تیرے تل کے، تل

پاسنے، بندِ زیبِ دنیا، رنج میں بھی کیا خوشی
ہوں اگر نقرہ کی زنجیریں زرِ ہیکل کے بَل

خاک، تمیں غم میں ہوا ہوں اک بہارِ حسن کے
تو بناتا کوزہ گر ! ساغر پہ اپنی ہر گل کے گل

بے قدِ خم گشتہ موجِ اشک سے اپنا خراب
آخر اس سیلاب نے توڑا ہے ممنوں پل کے پل

---

۱ - ب، یہ غزل نہیں ہے۔
۲ اب تخلص کی جگہ خالی ہے۔

۲۶۷

ہوں داغ دستِ دل سے، اگر ہاتھ آئے دل
دوں آگ میں جلا کہ یہی ہے سزائے دل

بالیدگیِ درد نے کیا کیا کیا ہے تنگ
دل میں نہ جائے غم ہے نہ پہلو میں جائے دل

یہ ہی ہے ہم سے فرق سکندر رکھے ہے پیش
کوئی جِلائے آئنہ، کوئی صفائے دل

کیا پوچھتے مزاج کو اپنے ہو دوستاں
جیتا بہر نمط ہوں، کروں ہوں دعائے دل

اے تندبادِ آہ، بس آہستہ جنبشیں
اڑتے پھرے ہیں چار طرف پارہ ہائے دل

ہر ایک کو جہاں میں ہیں آزار ایک سے
دل پر جفائے عشق ہے، مجھ پر جفائے دل

آیا ہوں پھینک آج ہی یہ جنس رائیگاں
کل تک بھی دو جہاں میں نہیں تھی، بہائے دل

مدت سے آب ہو کے بہا چشمِ تر کی راہ
ممنون کیا بیان کروں ماجرائے دل

ردیف "م"

۲۶۸

کشتہ شمشیر سے وہ، حسرتِ شمشیر سے ہم
خون میں لوٹتے ہیں غیرتِ نخچیر سے ہم

کر گماں وصل کا، ہمسایہ عجب رشک میں تھا
رات کرتے تھے جو باتیں، تری تصویر سے ہم

دیکھ کر لعبتِ چیں ناز سے وہ بولا، تو
کلک نقاش سے، صورت گرِ تقدیر سے ہم

بے طرح کھینچ کے لایا تو اسے جذبۂ شوق
سخت شرمندہ ہوئے اب تری تاثیر سے ہم

کاوش دل سے بتنگ آئے، جو بدلے کوئی
لو بدلتے ہیں اسے دشنۂ جانگیر سے ہم

روز گھر ایک تمنا کا بنے اور ٹوٹے
اس خرابے کی نہ فارغ ہوئے تعمیر سے ہم

دل پُر آبلہ، لب تشنۂ خوں گشتن ہے
دیں بھلا سوسِ الماس، تباشیر سے ہم

ہو نہ پھر سلسلہ جنبانِ جنوں بادِ بہار
صورتِ نالہ نکل جائیں نہ زنجیر سے ہم

خون کر جان کو، گھل مل گئے مہندی سے رات
پاؤں کو تیرے لپٹ ہی گئے تدبیر سے ہم

بے دھڑک تیغ لگا عرصہ گہِ محشر میں
معترف ہوینگے آپ اپنی ہی تقصیر سے ہم

ایک آواز کے مشتاق ہیں، ہر پردے میں
مست، نے، نالۂ ناقوس، نہ تکبیر سے ہم

تجھ سے بیتابیِ دل رعشہ پڑا، ہاتھوں پر
ہوئے محروم، اسے خط کی بھی تحریر سے ہم

لے کماں ہاتھ میں صیاد، نشانہ مت چوک
دم گسستہ سے رواں آئے، گئے تیر سے ہم

انکے قربان کہ آتے ہی جو در سے دیکھا
سر کہیں زانو پہ جھکائے ہوئے کچھ دیر سے ہم

یوں لگے کہنے کہ بچ چشمِ نگہباناں سے
یاں تلک آئے ہیں، مجبور تھے، تاخیر سے ہم

پھر یکایک مری چھاتی سے وہ لگ کر بولے
دیکھ بھی تو نہیں سکتے تھے تمہیں دلگیر سے ہم

درد مندانہ غزل اور بھی پڑھ لے ممنوں
مزہ، عشق ہیں لیتے، تری تقریر سے ہم

---

۱۔ لندن۔ "دل"، لیکن "غم" درست ہے؛ غالباً سہو کاتب
۲۔ آ: دوستو سے
۳۔ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے
۴۔ لندن: زائد غزل

طالع [illegible] بھی لائے [illegible] [1]
دل میں ہنگامہ پہ ہنگامہ [illegible]
عکس اپنا وہ مری چشم میں کیسا تھا [illegible]
جا خضر جا! کہ نہیں آبِ بقا کے مشتاق
ترے بیتاب نہ سیماب سے بھی ہیں کم قدر

ناتواں ہم ہیں بندھے، شانہ ہلا مت سرِ زلف — دیکھ [illegible] مر جائینگے [illegible]
ایک سے ایک کو کیفیت تو ہو سرشار — چشم [illegible] سے، تری [illegible]
ذرہ ذرہ میں ہے خورشیدِ درخشاں چمکا — خاکساروں [illegible] دیکھے [illegible] تعبیر [illegible]
کچھ تھی تسکینِ دل و ولولۂ شوق بھی تھا — کبھی تصور سے [illegible] بغل گیر [illegible]
ترے بیمار کا کیا حال ہے غم خواروں کے — دیکھتے یاس ہیں [illegible] تعبیر سے ہم
شیخ پر مغبچۂ شوخ نے چھڑکی مے سرخ — داغ دیکھے ہیں عیاں [illegible] تقدیر سے ہم
میں نے اس سے جو کہا خواب میں دیکھا ہے آج — ہم بغل، حضرتِ یوسف کی ہیں تصویر سے ہم
مسکرا کر وہ لگے کہنے کہ انشاءاللہ — کھلی آنکھوں تجھے دکھلائینگے تعبیر سے ہم
دل میں ممنوں ترے ہول اٹھے درد کے ساتھ — کہہ نہ کہہ، سوچ گئے رنگ کی تغیر سے ہم



نکہت کو تجھ سے لے ہے صبا اور صبا سے ہم — لے عطر تیرے تن سے قبا اور قبا سے ہم
ہے تیری بوئے عطرِ گریباں سے مست گل — گل سے چمن، چمن نے ہوا اور ہوا سے ہم
ہیئت پذیر سلسلۂ پیچ و تاب ہیں — شانہ سے مو، و مو سے بلا اور بلا سے ہم
آئینہ اس لقا سے کرے اکتساب نور — دل آئینہ سے، دل سے صفا اور صفا سے ہم
ہر آن غمزہ، قدر انداز سے ترے — حیران قدر، قدر سے قضا اور قضا سے ہم
افسون چشمِ یار ہے آس اور یاس میں — تجھ سے مرض، مرض سے دوا اور دوا سے ہم
اے چشمِ یار طرفہ رکھے ہیں معاملے — تجھ سے نگہہ، نگہہ سے حیا اور حیا سے ہم
مطرب تھی لب میں تیرے مئے بے خودی مگر — ہونٹوں سے تیرے مست صدا اور صدا سے ہم
رکھتے ہیں تیرے ہاتھ یہ رنگیں اشارتیں — رنگیں رہے ہے ہم سے حنا اور حنا سے ہم
خارا سے سخت آہن، و آہن سے تیرا دل — عاجز نہاں اثر سے دعا اور دعا سے ہم
ممنوں کبھی عجیب غزل جس کی مدح سے — عاجز بیاں، بیاں سے ثنا اور ثنا سے ہم

---

۱۔ لندن: زائد غزل

۲۔ آ: تری لب میں

۳۔ ب: صبا اور صبا سے ہم

۴۔ آ: ہے ہر

۲۷۱

بیٹھے اٹھانے ہاتھ ہیں ہر مدعا سے ہم — شرمندہ کس طرح سے ہوں الٰہی دعا سے ہم
سرگرمِ جستجو ہیں تری بسکہ دشت دشت — منت پذیر ہم سے ہیں پا، کھو[1] در پا سے ہم
کرتا ہوں عرضِ شوق تو طرزِ نگاہِ یار — کہتی ہے کچھ جواب نہ دینگے حیا سے ہم
ہم تشنگانِ آبِ دمِ تیغِ یار ہیں — کیا خضر ہیں کہ سیر ہوں آبِ بقا سے ہم
نانکے کیسے ہیں دیکھیو، ڈھیلے نہ کس قدر — تنگ آنے ہیں بہت ترے بندِ قبا سے ہم
کتنے ہیں تنگ ہجرِ بتاں تیرے ہاتھ سے — اپنا ہلاک آپ ہی چاہیں خدا سے ہم
ہے اس دہانِ تنگ کو غنچوں[2] سے یوں خطاب — مجموعۂ نکات ہیں، گو ہیں ذرا سے ہم
آنکھیں ملوں جو پاؤں پہ اسکے تو یوں کہے — ہیں سرد جو نہار تمہاری بکا سے ہم
آبِ حیات جاکہ تری آرزو ہے کیا — ہیں کامیاب اسکے لبِ جانفزا سے ہم
چوری چھپے تو پاؤں کبھی اسکے چومتے — کر رکھتے اتحاد جو دزدِ حنا سے ہم
ممنوں ہو آج کوے خرابات کے گدا — کل تک تو دیکھتے تھے تمہیں پارسا سے ہم

۲۷۲

کیونکر وہ گیا بر سے، اوڑا دل، نہیں معلوم — جز یہ کہ ہوئی آنکھ مقابل نہیں معلوم
ہر ہر قدمِ ناقہ پہ لوٹنے ہے پڑا دل — یارب یہ ہے کس شوخ کا محمل نہیں معلوم
جلاد کی یاں جنبشِ ساعد پہ نظر ہے — کچھ ذبح کی ایذاء دمِ بسمل نہیں معلوم
قربانِ تجاہل کہ مری طرزِ نظر دیکھ — بولا کوئی ہم پر بھی ہے مایل نہیں معلوم
دم آج گلو میں ہے گھٹا جانے، وہ باہیں — گردن میں ہوئیں کس کے حمایل نہیں معلوم
کشتہ ہوں میں اس کا کہ مجھے دیکھ کے زخمی — پوچھے ہے کہ کس کا ہے یہ گھایل نہیں معلوم
سودائی ترے، کیا ترے کوچہ سے گئے رات — ہوتا ہے کچھ اب شورِ سلاسل نہیں معلوم
فرہاد نے کی کوہ کنی، کیوں نہ بنائی — چھاتی کے لیے اپنی کوئی سِل نہیں معلوم
انداز، نگہہ، غمزہ، ادا، دل پہ جھکے سب — بلوے میں ہوا کشتہ یہ، قاتل نہیں معلوم
کیا دیر ہے ممنوں غزل اک اور بھی کہہ جلد — ہوتی ہے زمیں اتنی تو مشکل نہیں معلوم

۲۷۳

کیوں خون میں آغشتہ ہے پھر دل نہیں معلوم — کیا زخم کہن دم رہے گئے تھے نہیں معلوم
طوفانِ بلا، قہر ہوا، لجہ ستم زا — کشتی کو کدھر کھینچیے، ساحل نہیں معلوم
ٹپکا ہے مگر خونِ جگر، شب نہ پہلو — کیوں بسترِ خاک آج ہوا گِل نہیں معلوم

---

۱۔ ب= ہم
۲۔ آ= غنچہ
۳۔ آ، ب= ہاتھ
۴۔ لندن= زائد شعر
۵۔ آ= دل

واشد نہیں خاطر کو بیاں [illegible]
اس دشت میں ہیں قافلے کے قافلے [illegible]
اپنی تو ہوئی بزم تہی ، نور و صفا [illegible]
کیا جانیے کن دشت نشینوں کی [illegible]
کیا کیا قدم ناقہ گراں آج ہے اٹھتا [illegible]
ممنون ہر اک پاس ہو دل بیچتے پھرتے [illegible] سودا کا تمہارے [illegible]

### ۲۷۴

کرے جب چشم حسرت سے ترا اندوہ گیں پرنم
خدا شاہد ہے دل اعضائے [illegible] آنکھیں جوں وہیں پرنم

گلی میں جس جگہ تیری گیے ہم بیٹھ رونے تجھے
وہاں کی دیکھتے ہیں اب تلک اتنی [illegible] پرنم

بندھے فتراک میں گر ذبح ہوکے ہم ، تو کیا غم ہے
یہ جی سوکھے ہے ، خون ہے ہو نہ وہ دامان زیں پرنم

نہ کیوں کاغذ بنے خط کے یہ اوراق دل تفتہ
بوقت مہر تو کرتے[2] وہ لعل آتشیں پرنم

جنازہ پر ترے کشتہ کے گریاں کون کون آیا
ہونے تیرے کبھی کہہ ! کچھ نرگس سحر آفریں پرنم

گہر اس سینہ سیمیں پہ کرکے یاد روتا ہوں
سحر قطروں سے شبنم کے جو دیکھوں یاسمیں پرنم

بوقت گریہ کیں آہیں یاں ، وہ یوں وہاں بولا
کہیں کیا مینہہ برستا ہے ، ہوائیں جو ہوئیں پرنم

ترے بیمار کے اب چشم و رو سے کیا نظر آیا
لب بیدم تر دنداں ہیں ، چشم ہم نشیں پرنم

سماں جو بھیگی بھیگی رات کا دیکھوں تو یاد آویں
نہاکر تھے جو رہ جاتے وہ موئے عنبریں پرنم

فلک یوں ہے سرایت سے مرے اشکوں کے پیوستہ
کہ جوں[3] اوراق پیچیدہ ہیں ہوجاتے کہیں پرنم

غزل کیا رقت انگیز اب پڑھی مجلس میں ممنوں نے
کہ جو آئے وہیں مژگان ہر مجلس نشیں پرنم

### ۲۷۵

رکھ آنے چشم پر کس کی کہ ہے سب آستیں پرنم
نہ ڈالو خاک آنکھوں میں یہ دیکھو تو نہیں پرنم

گرے ہیں لخت دل کس کے ، گیا ہے کون اشک افشاں
زمیں اس دشت کی دیکھی کہیں پر گل ، کہیں پرنم

بس اے امواج اشک اتنا طلاطم بھی نہیں لازم
نہو[4] داماں و جیب عیسیٰ گردوں نشیں پرنم

عجب نیرنگی قدرت ہے دیکھی ، آب نے آتش
کہ چمکا اور مئے سے ہو وہ لعل آتشیں پرنم

بوقت نزع نکلے یاس چشم کشتہ سے ترے
ہوئیں آنکھیں نظر کر ، وہ نگاہ واپسیں پرنم

بس اے سلک گہر تو ڈوب جا خجلت سے پانی میں
کہ بوندوں سے پسینہ کی جبیں پر ہے وو چیں پرنم

ہوئے کچھ اور اشک ناز سے مژگاں وہ براں تر
اگرچہ زنگ پکڑے ہوکے خنجر ہر کہیں پرنم

رہی ہر ایک کو عشاق سے کیا لاف ہم چشمی
یہ آب و تاب کب گریہ میں ، گو آنکھیں ہوئیں پرنم

یہاں رقت میں دل ہے ، آب و تاب عشق سے اپنا
تمہاری چشم ہے آتش کے ڈر سے ، اہل دیں پرنم

رہی ممنوں سے کیا گرمی کنار و بوس تھی کیسی
ملی صورت ہے لب خشک و عرق سے ہے جبیں پرنم

---

۱ - آ: بزم میں تھی خوب صفائی ب: بزم میں تہی
۲ - ب: کرتا
۳ - آ: چشم تر پہر کسی کے ہے
۴ - ب: نہیں

## ۲۷۶

ہونے پایا مرے قاصد کل نہ پیغام تمام
تھا سخن لب پہ کہ قاصد نے کیا کام تمام

طپش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
لاتے تسکیں کے لیے لب پہ ترا نام تمام

شکوۂ بوسہ کروں اس دہن تنگ سے کیا
بخل سے دے جو کسی کو نہیں دشنام تمام

کھینچ مت زلف کہ یہ صید دل بے طاقت
جنبش دام سے ہوتا ہے تہ دام، تمام

قہر انداز نگہہ تھا کہ گیا، لے یک بار
صبر و ہوش و خرد و طاقت و آرام تمام

نیم بوسہ نہ دیا اس بت خود کام نے آہ
اس تمنا میں ہوئے یاں کئی ناکام، تمام

جی ڈھلا جاتے ہے جوں جوں کہ ڈھلے ہے سایہ
کیونکہ وعدے کا ترے روز ہو، تا شام تمام

وقف کس کی نگہ گرم پہ تھا ساری رات
آج گل رنگ ہے وہ روے سمن فام تمام

جوں مے لعل ہو شیشہ میں جھلکتی ہے یوں
سبز کرتے سے تری سرخی اندام تمام

لب پہ ممنوں کے رکھ ہاتھ سے اپنے ساغر
رعشۂ دست سے ہے ورنہ ابھی جام تمام

## ۲۷۷

لٹا کب کے چکے ہیں جنس صبر و ہوش و طاقت ہم
بھلا کس زور پہ ہوویں، حریف درد الفت ہم

صداے گل نہیں کم، ہم کو غوغاے قیامت سے
زبس شدت سے ہیں دیوانہ نازک طبیعت ہم

لبوں پر آہ خوں آلودہ، دل پر داغ حرماں ہے
عجب ہی رنگ کا رکھتے ہیں سامان محبت ہم

کہا میں نے زمیں پر کون رشک مہر گردوں ہے
الٹ کر پردہ یوں کہنے لگے وہ ماہ طلعت ہم

کسی کو یاد کرکے زور ہی شبنم صفت روئے
گلے لگ لگ کے ہر گل کے، چمن سے وقت رخصت ہم

رہے کوئی کہاں تک یاں ہوا خواہ گل و گلشن
کریں گے باغ دل ہی غیرت گلزار جنت ہم

یہ دل رکھے گا برپا حشر مشت خاک پر اپنی
نہیں زیر زمیں بھی پائیں گے کنج فراغت ہم

گرہ سے دام کی بھی تنگ تر سمجھے ہیں عالم کو
ہوئے جس روز سے ممنوں، اسیر دام الفت ہم

## ۲۷۸

تیرے لبوں سے یہی کہتے بار بار ہیں ہم
کہ جاں فزا ہو اگر تم، تو جاں نثار ہیں ہم

میں اس سخن کے تصدق وہ دیکھ آئنہ
یہ مجھ سے پوچھے ہے، کیوں کیسے طرح دار ہیں ہم

تک اک عرش سے کہہ دو کہ آپ کو تھامے
بس اب تڑپتے ہیں یعنی کہ بیقرار ہیں ہم

گزر نہ باد صبا! کوے یار میں یک چند
یہاں کے رہنے کو آخر، بنے غبار ہیں ہم

ادھر کرم ہو سبک دستی جنوں، بارے
کہ سخت جیب و گریباں سے زیر بار ہیں ہم

پھرا ہے منہ سوے در، بعد مرگ چشم ہے، وا
کسی کے کشتۂ حالات انتظار ہیں ہم

---

۱۔ ب: قاتل
۲۔ آ: روز ہوا
۳۔ ب: تخلص کی جگہ خالی ہے۔
۴۔ آ، ب: تبسم کرکے
۵۔ آ، ب: ہوئے ہیں جب

شمع کون کون نگاہیں [illegible]
گئے تھے بھول نگارش [illegible]

۲۷۹

مثال ابر کے پھر روتے زار زار ہیں ہم
گھٹا ہے دل [illegible] ہیں ہم

کرشمہ فتنہ، نگہہ قہر، چشم ہے سو غضب
عجب اک آفت جاں ہے [illegible] ہیں ہم

کسی[2] کی چشم نہ سرمہ نہ زلف ہیں پھر کیوں
سیاہ بخت [illegible] پریشان [illegible] خاکسار ہیں ہم

سنا کے اس کو کریں شور، گو ہیں دیوانے
پہ اپنے [illegible] ہشیار ہیں ہم

خدا ہی تیرا نگہباں ہے خرمن گردوں
پھر آج [illegible] ہیں ہم

یہ کیا غرور ہے، کیا کبر، یا ہے کیا ہی ناز
کہ اس کو کہتے اگر ایک بار [illegible] ہیں ہم

بدل نگاہ، چڑھا تیوری، کہے منہ پھیر
نہ یار یار کہو واہ، کس کے یار ہیں ہم

کسی سے دل نہ لگا دشمنی نہ کر جی کی
کہا تو مان کہ ممنوںؔ دوست دار ہیں ہم

۲۸۰

چشم و دل بھی کچھ نہیں رکھتے تیرے ناکام، کم
پاس گو آئینہ رکھتا تھا سکندر، جام جم

کارگر نالہ، دل صیاد میں کیا ہو! جہاں
ناتوانی ہے نہ لے سکتے ہوں زیر دام دم

ہاتھ اپنے کنج تنہائی میں زیر سر رہے
باہیں اس گردن میں کب ہوں اے خیال خام خم

دھیان بھی دل میں نہ ٹھہرے اسکی چشم شوخ کا
ہم سے[3] رکھتا ہے عجب یہ آہوے بدرام رم

وہ گئے دن، جو تو ہنستا تھا تو موتی رولتے
اب بہاتے چشم سے ہیں ہجر کے ایام یم

اس بلا کو چھیڑنا اے دل نہ بازی سمجھیو
مار کا ہے حلقہ، گیسوے عنبر فام خم

بے خودی سی کیوں چلی آتی ہے، جی ڈوبے ہے کیوں
وہ بھی آجاتا ہے اے دل، آپ کو تو تھام تھم

مدتوں آنکھوں سے یاں دریا کے دریا بہہ چکے
اب نہ خوں کھنچنے کو سینہ میں نہ بھر نام نم

نامہ بزواں سے چلا کہتے ہیں، پر دھڑکے ہے دل
مژدہ لاتا ہے کوئی یا ہمرہ پیغام غم

منعم بے ہوش کو ہے نشئہ نخوت وبال
بادہ ہوجاوے براے صاحب سرسام سم

حرف حرف شعر میں ممنوںؔ بھر دیتے ہیں درد
کب کریں اندیشہ تجنیس اور ایہام ہم

۲۸۱

نہ دل ہیں کسو کے، نہ جگر ہیں نہ حنا[4] ہم
کیوں خون ترے ہاتھ سے رہتے ہیں سدا ہم

قربان ادا آنکھ لڑا کے یہ اشارت
کیوں کیا گئے نظروں میں، ترے دل کو اڑا ہم

اس ذوق سے کہتے ہیں حدیث لب شیریں
گویا ترے ہونٹوں ہی سے لیتے ہیں مزا ہم

---

۱ ۔ آ: بس
۲ ۔ آ، ب: نہ چشم یار
۳ ۔ آ، ب: یار اک بار
۴ ۔ ب: نے

ہیں ایک کفِ خاک، سرِ راہ پہ تیری / بیٹھے ہیں ولے، منتظرِ بادِ صبا ہم
گل کا ہے نہ کچھ شوق، نہ کچھ خار کا کھٹکا / اس گلشنِ گیتی میں پھرے، بے سر و پا ہم
کہتی ہیں مجھے دیکھ کے، وہ سنبل و نرگس / تم فتنہ دیں اس کے لیے، جس کی بلا ہم
کچھ فاصلہ آنے نہ نظر یاں سے وہاں تک / دھمکے عدم آباد کو اک آن میں جا، ہم
ڈر تھا کہ ترا دل نہ دکھے، چشم نہ بھر آئے / تابوت پہ دل کے نہ ہوئے نوحہ سرا ہم
تکیہ کوئی باندھیں گے بیابانِ عدم میں / بستر کو اٹھا، یاں سے چلے لو فقرا ہم
ہم تم میں یہ[1] ہو جانے ہے کیا، آن کے حائل / آئینہ سے ہرگز نہیں رکھتے ہیں صفا ہم
اک اور غزل بھی کوئی پر درد سی پڑھ لے / تمنوں! تجھے سنتے ہیں فخر الشعرا ہم

## ۲۸۲

پھر لختِ جگر آج سینے بیٹھ کے باہم / اسباب یہ رونے کے کیے، ہم نے فراہم
جیتے ہیں بہر شکل، مزاج اپنے نہ پوچھو / دیتے ہیں سدا جانِ محبت کو دعا ہم
اک آن رکے بیٹھے ہیں، جوں غنچہ کی نکہت / دل کھول کے ہنستے ہی یہاں سے ہیں ہوا ہم
سر رشتۂ ضبط آج چھٹا ہاتھ سے اپنے / دیکھ اب تری مجلس میں یہ اغیار ہیں باہم
آئینہ کو وہ دیکھ کے مشاطہ سے بولا / کیوں چاند سے رخسار نہ رکھتے[2] ہیں بھلا، ہم
اس سوختہ سینہ پہ کہیں ہاتھ نہ رکھنا / یاں راکھ[3] میں بیٹھے ہیں، عجب آگ دبا ہم
دل تم کو دیا جب، تو نہیں ظلم کا شکوہ / جو آپ کیا، اوس ہی کی پاتے ہیں سزا ہم
یاں سینہ سپر کرتے ہیں، سو تیغِ جفا کا / تم دست بہ قبضہ ہوئے بس ڈر گئے کیا ہم
وہ مستِ مئے ناز گراں خواب ہے تمنوں / کیا جا کے سبک آئے ہیں لے، بوسہ پا ہم

## ۲۸۳

دیکھے ہیں لے کے بوسے سزا میں عتاب ہم / سمجھے گناہ سے ہیں مزے کا عذاب ہم
کس سوختہ جگر کے، گلے رات تم لگے / سونگھے ہیں عطرِ جیب سے، بوے کباب ہم
اک روز اسکے پاؤں نہ آغوش میں لیے / رکھتے ہیں رشکِ طالع و بختِ رکاب[4] ہم
جوش[5] جنون و فصلِ گل و سیرِ نو بہار / روتے ہیں یاد کر کے وہ عہدِ شباب ہم
اے صرصرِ فغاں، بس آہستہ جنبشیں / آتش کدہ ہی سینہ میں، بیٹھے ہیں داب ہم
یہ موج خیز فتنہ نہ جاے مقام ہے / خانہ بدوش پھرتے ہیں مثلِ حباب ہم
جاگے تو ہاتھ ملتے ہی اٹھے ہزار[6] حیف / ہے اس کا ہاتھ، ہاتھ میں دیکھیں تھے خواب ہم
خانہ خراب ہو دلِ رسوا کا، اپنے ہاتھ / کیسے پھرے ہیں خانہ بخانہ خراب ہم

---

۱۔ آ: بھی
۲۔ لندن: رکھتے، بھلا ہم' سہو کاتب
۳۔ لندن: آگ، دبا لیا' سہو کاتب
۴۔ لندن۔ کباب" سہو کاتب۔ متن م" ب"
۵۔ ۱۔ لندن: زائد شعر آ، ب، میں دوسری غزل میں یہ شامل ہے
۶۔ آ، ب: ہائے

رکھئے [illegible] مدام نرگسِ چشمِ [illegible] [illegible]
لگ جائے آگ بس دلِ سوزاں کو [illegible] [illegible]
جلیے حجابِ عشق کہ اس فرطِ شوق [illegible] [illegible]
اب اس زمینِ صاف میں ، یہ جی میں آئے ہے [illegible]

۲۸۴

آبِ بقا سے خضر، نہوں کامیاب ہم — لیتے ہیں [illegible] خنجرِ قاتل سے آب ہم
چھاتی سے لگ گیا عرق آلودہ کون ، آ — سونگھیں بدن [illegible] اپنے شمیمِ گلاب ہم
پائیں تو دل کو گوشۂ دوزخ میں پھینک آئیں — سہویں کہاں تلک یہ [illegible] تاب ہم
آوارہ و خراب ، پریشان و ہرزہ گرد — یہ دولتِ جنوں سے ہیں پائے خطاب ہم
بندھ جائے ہے خیال تری چشمِ مست کا — بھر لائیں چشم دیکھ کے جامِ شراب ہم
میں نے کہا بہم ہوں بوسیں کچھ نکالیے — بولا کہ تیری بات کا دے دیں جواب ہم
پر دے ہی پردے میں یہ رہی دل کی آرزو — رکھتے ہو تم لحاظ وہاں اور حجاب ہم
ممنون اک جہاں کو ہے اپنے سخن سے فیض — منت کی تربیت سے ہوئے فیضیاب ہم

۲۸۵

گر حسرتِ دل سنائیں گے ہم — تم[1] کو بھی بہت رلائیں گے ہم
گر شوق سے ذبح ، زیرِ خنجر — نہ دست ، نہ پا ، ہلائیں گے ہم
قاتل مرے سر پہ آکے بولا — تلوار تک آزمائیں گے ہم
لے اس کو قبا ، نہ تنگ بر میں — بس ٹھیک تجھے بنائیں گے ہم
پہلی ہی نظر میں دل دیا ہائے — آنکھیں کیوں کر لڑائیں گے ہم
بیتابیِ دل ذرا ٹھہر جا — تک چاک جگر سلائیں گے ہم
وہ کھول کے بال مجھ سے بولا — یوں[2] دام میں تجھ کو لائیں گے ہم
لو غیر سے تم بڑھاؤ خلطا — ربط آپ ہی سے گھٹائیں گے ہم
چاہو جس پاس جاکے بیٹھو — تم سے دل ہی اٹھائیں گے ہم
مجلس میں کسی کی تک گئے تھے — سمجھے تجھے کہ دیکھ جائیں گے ہم
معلوم نہ تھا کہ ہوکے مدہوش — دل مفت میں بھول آئیں گے ہم
دہکا[3] تپِ دل سے سینہ ، اس کو — کس طرح گلے لگائیں گے ہم
ممنون آئے جو ہو تو ٹھہرو — اک اور غزل سنائیں گے ہم

---

۱ - لندن، ب : زائد شعر
۲ - لندن : "تلوار تک آزمائیں گے ہم" لیکن یہ درست نہیں کیوں کہ یہی مصرعہ اوپر والے شعر میں آچکا ہے۔
۳ - آ، ب - زائد شعر

## ۲۸۶

خلوت میں تمہیں ستائیں گے ہم   روٹھو گے اگر منائیں گے ہم
جا ، مرغِ چمن طپش سے دل کی   آہنگ نئے سنائیں گے ہم
اکسیر بنا تو اے مہوس   خاک آپ[1] ہی کو بنائیں گے ہم
جاسوس ہے وہ نگاہِ پنہاں   دل ، جاکے کہاں چھپائیں گے ہم
پوچھیں گے گر آرزوِ دمِ ذبح   جلاد ہی کو بتائیں گے ہم
ہو دخترِ رز نہ پانی پانی   نظروں ہی میں پی نہ جائیں گے ہم
آ ، مجلسِ میکشاں میں زاہد !   تجھ کو بھی بہت رجھائیں گے ہم
دل ساتھ اگر گیا ترِ خاک   سونے وہاں بھی نہ پائیں گے ہم
لیں گے شبِ ہجر کے رعوض سب   اک روز اسے جو پائیں گے ہم
لوٹے کانٹوں پہ جس قدر ہیں   چھاتی پہ اسے لٹائیں گے ہم
تمنوں میں ، زمیں اس بھی اور قصر   اک ریختہ کا ، بنائیں گے ہم

## ۲۸۷

فریاد جو لب پہ لائیں گے ہم   تا عرشِ بریں بلائیں گے ہم
لکھو غیروں کو خط کہ کیوں کر   لکھا اپنا مٹائیں گے ہم
تلخیِ فراق کون چکھے   سن لیجیو ، زہر کھائیں گے ہم
خون سے دل و سینہ سب ہے[2] خالی   آنسو کب تک بہائیں گے ہم
یہ ہجر کی شب بلا ہے اس کو   سر سے کیوں کر ہٹائیں گے ہم
اب تو تیرے در پہ آکے بیٹھے   جو ظلم ہو[3] سو اٹھائیں گے ہم
اے زخم کہن نئے مزے لے   الماس و نمک ملائیں گے ہم
لپٹیں گے جو یوں وہ زلف و شانہ   پیچ و خم و تاب کھائیں گے ہم
ہوتا جتنا ہوں خاک ، وہ شوخ   کہتا ہے ہوا بنائیں گے ہم
سن حالتِ جاں کنی وہ میری   کہتا ہے ادھر کو جائیں گے ہم
یعنی کہ مسیح سے یہ کہہ دو   مردہ کو بھی جلائیں گے ہم
سچ ، پاس نہ غیر کے تھے ، شب تم   تہمت نہ عبث لگائیں گے ہم
لیکن منکر جو صاف ہوگے   سوگند بھی پھر دلائیں گے ہم
کا ہے کو خفیف ہوگے لیکن   آئینہ ذرا دکھائیں گے ہم
دیکھ اپنی مَلی دَلی سی صورت   کہہ دو ، نہ نظر جھکائیں گے ہم
تمنوں جیتے رہے شبِ ہجر   منھ وصل میں کیا دکھائیں گے ہم

---

۱ - آ : آپ کو ہی
۲ - ب - سے ہیں
۳ - آ ، ب - ہے

تک دیکھ ! تیری رہ پر کب سے غبار ہیں ہم — [illegible]
تشویشِ خاطر آتا ، دو اک قدم ٹھہر کے — [illegible]

لبریز اس کا جلوہ ہے آئنہ میں اپنے — [illegible]
پوشیدہ اس کو آنکھیں ہر سمت ڈھونڈتی تھیں — [illegible] پردے [illegible] یار [illegible]

اک تیر سا لگا ، پر صیاد کو نہ دیکھا — معلوم [illegible] نہیں ہے کس [illegible]
رخسارِ زرد پر ہیں گلگوں سرشک جاری — یعنی کہ خود خزاں ہیں اور خود [illegible] ہیں ہم

واعظ سے کیا ڈراتا ! ہم عاصیوں کو ہر دم — کوئی بھی [illegible] کیسا ، آمرزگار [illegible] ہیں ہم
مشقِ غبارِ گشتن مدت سے کررہے ہیں — دو ایک دن میں [illegible] بھرتے دامانِ یار ہیں ہم

گہ وصفِ خال وخط ہے ، گہ مدحِ زلف و کاکل — یہ ہی مسودے ہیں ، کیا [illegible] ہیں ہم
غم کشتگاں پہ جل کر ہیں پھوٹ پھوٹ روتے — دیکھنے مگر خمیر شمعِ مزار ہیں ہم

محرومِ دوستاں ہیں جو سروِ بوستاں ہیں — بے گل بے ثمر ہیں بے برگ و بار ہیں ہم
کی دوسری غزل میں ، کیا ساحری ہے ممنوں — کچھ شاعری نہیں ہے ، جادو نگار ہیں ہم

## ۲۸۹

ہے فکرِ رنجِ دل اور زار و نزار ہیں ہم — بیمار خود ہیں کس پر تیماردار ہیں ہم
خود اپنی زندگانی ، کرنے لگی گرانی — کس کے ہیں بارِ خاطر ، جو اپنے بار ہیں ہم
دیکھوں ہوں جب وہ ابرو ، دیتے مژہ ہیں طعنے — وہ بھی ہیں شاخِ نرگس ، شاید کہ خار ہیں ہم
دامان و آستیں سے کہتے ہیں اشک اپنے — ہم کو کہیں نہ چھونا ، آخر شرار ہیں ہم
دریا ابل رہے ہیں سینہ میں بس نہ چھیڑو — رو دیں گے ایک دم میں ، بے اختیار ہیں ہم
اے چرخ رک سکے تو ، لے روک اپنی کشتی — ہر ہر مژہ سے ہوتے ، پھر سیل بار ہیں ہم
ہر مو سے جوں رگِ ابر آخر کھینچیں گے دریا — دل میں جو جمع کرتے ، دل کے بخار ہیں ہم
اس مزرعِ جہاں میں اک نخلِ خشک سے ہیں — آتش کو ہی سمجھتے اپنی بہار ہیں ہم
آتا نہیں تو مت آ ، کیا پوچھتا ہے کیوں کر — وعدوں کے کاٹتے یاں لیل و نہار ہیں ہم
ہیں شام سے سحر تک اختر نشاں یہ آنکھیں[1] — لے شام سے سحر تک اختر شمار ہیں ہم
اک اور بھی غزل کیا ممنوں نے کل سنائی — اشعار اس کے پڑھتے اب بار بار ہیں ہم

## ۲۹۰

خالی ہیں ہاتھ اپنے اور شرم سار ہیں ہم — جان ایک ہے سو کرتے ، تم پر نثار ہیں ہم
کی میکشی نہ شب کو ، تا صبح ہو نہ جاگے — پر دیکھتے وہ آنکھیں ، کچھ کچھ خمار ہیں ہم
زخمِ کہن مبارک ! پھر خون تازہ آتا — الماس میں ملاتے ، مشکِ تتار ہیں ہم
بیمارِ چشمِ خوباں پھر ہوں ، اگر قسم لو — بچ جاتے اس مرض سے ، گر اب کی بار ہیں ہم

---

۱۔ آ، ب: پلکیں

## ۲۳۵

تر اشکِ ناز سے ہو ، کہتی ہیں تیری مژگاں
تلوار تو ہیں لیکن ، کیا آب دار ہیں ہم

اے دردِ ہجر آخر ، ہم جی سے تنگ آئے
پر ہیں، چھری نہ پاتے اور نَے کنار ہیں ہم

سایہ کی اپنے صورت بھاتی نہیں ہے ممنوں[1]
ازبسکہ خو پذیرِ شب ہائے تار ہیں ہم

ہر ہر نگہ سے مرتے ، ہر ہر سخن پہ جیتے
ہر آن اس کے آگے جو بار بار ہیں ہم

وہ نرگسِ سخن گو کہتی ہیں ان لبوں سے
اعجاز پیشہ تم ہو ، جادو شعار ہیں ہم

## ۲۹۱

تم مانتے تھے بات کسی کی نہیں کہ ہم
ممنون آپ کھو کے رہے عقل و دیں کہ ہم

وہ لعبتِ ہزار ادا ، دیکھ آئینہ
پوچھے تھا ، شوخ رنگِ نگارانِ چیں کہ ہم

شور افگنِ دماغِ قیامت کی تھی تلاش
برخواستہ ہوا وہ قدِ نازنین کہ ہم

ڈھونڈیں تھے برق ریز متاعِ شکیب کو
نکلا نقاب سے وہ رخِ آتشیں کہ ہم

موجِ صفا و جوہر آئینہ ، خطِ صبح
کہتی ہے صاف صاف وہ چینِ جبیں کہ ہم

پرواز تا رگِ قلم صنع کا تھا ذکر
رخ سے ہوا دمیدہ خطِ عنبریں کہ ہم

کرتی تھی وہ نگاہ اشارے جگر کے ساتھ
تیرِ قضا زیادہ نشانہ نشیں کہ ہم

غمزہ نگہ سے ، غمزہ سے کہتی تھی وہ نگاہ
لیتے ہو صیدِ دل کو لگا تم ، کمیں کہ ہم

پوچھا جو میں نے خندۂ گل سے ہے کون خوب
بولا تبسمِ لبِ جاناں یقیں کہ ہم

وہ ہونٹ مجھ سے تھے پسِ ہر بوسہ پوچھتے
شیریں، زیادہ تر شکر و انگبیں کہ ہم

ہنسی جو بہیاں تو ، بردوشِ نازنیں
تھے طعنہ زن لطیف، گل و یاسمیں کہ ہم

بولا نگار بستہ کفِ دست کو دکھا
رنگیں رکھے ہے گل کی خیاباں زمیں کہ ہم

دیوانہ ، دیکھ آئینہ اپنا ہوا جواب
لڑتا تھا اپنے عکس سے ، تو ہے حسیں کہ ہم

صدقے ، گلے سے لگ کے مرے ناز سے کہا
پیارا لگے ہے اور کوئی نازنیں کہ ہم

در کرکے بند ، بندِ قبا ، اس کے کھولیے
خالی ہے خانہ اور وہ ہے شرمگیں کہ ہم

ممنوں غزل یہ تم نے کہی ، اور ہم کہیں
تم ، دیکھیے سخن میں ہو سحر آفریں کہ ہم

## ۲۹۲

رگڑے ہے کوئی بت کدہ پہ یوں جبیں کہ ہم
اتنا ہے کون تارکِ اسلام و دیں کہ ہم

وہ پوچھتا تھا کون ہے میرا شہیدِ ناز
تربت سے میری آئی صدائے حزیں کہ ہم

بسمل ہیں جس کے، خون میں تڑپتے گیا وہ چھوڑ
کوئی نہ یوں ہو کشتۂ شمشیرِ کیں کہ ہم

سچ ، کب کیا ہے کشتہ[2] کسی بے گناہ کو
رکھتے ہو سرخ خون سے ، تم آستیں کہ ہم

پیکانِ تیر یا دل درخوں طپیدہ ہے
ہیں آج ایک دو تہی پہلو نشیں کہ ہم

اے مرشدِ جنوں ہے قدم پر قدم ترے
اس سلسلہ میں قیس بیاباں نشیں کہ ہم

تجھ کو قسم ہے برق ، کسی سوزِ سینہ کی
رکھتی ہے تو بھی یہ جگر آتشیں کہ ہم

---

۱۔ آ، ب = ہم کو

۲۔ آ، ب = ذبح

شب بام پر اسے [illegible] تھا [illegible]
ہوں وہ شکار خون کی [illegible]
دیکھے جناب حضرت دل اعشق [illegible] کے [illegible]
ہے منصفی ضرور غزل دیکھ کر کہو

۲۹۳

دیکھ آئنہ نہ کہہ کہیں ایسا نہیں کہ ہم
دیتا جواب عکس ہے تیرا [illegible]
میں نے کہا کہ کون ہے چھپ چھپ کے پھر عیاں
بولا درون دل ہے وہ پردہ نشیں [illegible]
اللہ رے قدر حضرت انسان کی مشت خاک!
ہے کہہ رہی بلند [illegible] بریں کہ [illegible]
ہیں مرغ دل کو یوں دم پرواز زمزمہ
ہے تیز بال طائر سدرہ نشیں کہ [illegible]
زاہد کو شوق حور، ہمیں اشتیاق دوست
رکھتا ہے وہ یہاں نظر دور بیں کہ [illegible]
ہر ایک لخت دل پہ کیا کندہ نام یار
رکھتے شہاں ہیں لعل کی زیبا نگیں کہ ہم
ملے کس سے وحشت دشت رہ عشق ہو سکی!
عاجز ہوا ہے خضر بھی آکر وہیں کہ ہم
ممنوں کا دین و طاقت دل سب جو لٹ گیا
خدمت میں ان کی جا کے کہا تم غمیں کہ ہم
اول ہی کہہ دیا تھا کہ قزاق ہیں یہ شوخ
فرمایئے، نہ آپ تھے انجام بیں کہ ہم

## ردیف "ن"

۲۹۴

شب ہجر بھی ہے کوئی غضب، نہیں ہوتی آہ! سحر کہیں [1]
کبھی دم گنوں، کبھی ساعتیں، نہ بجے ہے آج گجر کہیں

ہوئی بند راہ وفا مگر نہ رہا کسی کا اُدھر گزر
رہی جان کی نہ مجھے خبر، نہیں ہوتی اس کی خبر کہیں

مرے اشک و آہ ہیں ڈھونڈتے، دم و نالہ گاہ ہیں ڈوبتے
کئی سال و ماہ ہیں ڈھونڈتے، نہ سرایتیں نہ اثر کہیں

رہے اوڑ، فغاں میں شرار ہیں، بھرے شعلہ دم میں ہزار ہیں
جلے میرے سینہ کے خار ہیں، کہ بھڑک گیا ہے جگر کہیں

مژہ کچھ تو بند ہے، کچھ ہے وا، نگہوں میں شب کا نشہ بھرا
نہیں آتے جھومتے آپ کیا مے عیش پی؟ نہ مکر کہیں

فقط ایک میں ہوں کہ تو یہاں، دل گم گشتہ ہے مرا کہاں
ابھی لے کے تو نے کیا نہاں، نہ مکر کہیں، نہ مکر کہیں

کبھی دیر میں، کبھی کعبہ میں، کبھی مدرسہ میں ہوں جھانکتا
کہیں دیکھ آیا ہوں یاد ہی نہیں، یاد آنے پہ ہے پر کہیں

---

۱۔ لندن، زائد غزل

لیا چھاتی سے جو اسے لگا، مجھے کہہ رہا تھا ہنسا ہنسا
ترے دودِ سینہ سے ہوں سیہ، مرے ہار کے نہ گہر کہیں

مرا تخمِ نو جو گرا (کہیں؟) سو زمینِ عشق میں پھل گیا
شجرِ وفا میں تجھے صبا نظر آنے ہے! بے ثمر کہیں

جو خیالِ خط و عذار ہے، تو عجب طرح کی بہار ہے
مری چشم میں ہے لپک رہا، کہیں سبزہ و گلِ تر کہیں

دل ہرزہ کیا ہے یہ خو پڑی، وہیں تجھ کو دیکھوں ہوں ہر گھڑی
درِ دلبراں کے سوا مگر، کہیں گھر ترا ہے، نہ در کہیں

مری خاک کا نہ رہا نشاں، تری دوڑ ہی رخشِ جہانیاں
کہ سمندِ ناز سے اے جواں جو اتر سکے تو اتر کہیں

جو تخلص آنے ہے ناتمام، تو غزل میں چاہیے اپنا نام
تجھے اس روش پہ مگر نظام نہیں اب تلک تھی نظر کہیں

## ۲۹۵

ہر[1] نفسِ تازہ مرا زخمِ جگر ہے کہ نہیں؟ — دیکھ ہر آہ میں آہنگِ دگر ہے کہ نہیں؟
جا نہ، دو ایک گھڑی اور مری بالیں سے — آج احوال مرا نوعِ دگر ہے کہ نہیں؟
چہرہ پر چھائی ہے زردی سی گھلا جاتا ہوں — دیکھ ہر روز مرا رنگ بتر ہے کہ نہیں؟
اس کے صدقے، مری چھاتی سے یہ لگ کر بولا — کیوں ترے دل کی، مرے دل کو خبر ہے کہ نہیں؟
واہ شیریں سخنی! بوسہ مزے سے دے کر — پوچھتا مجھ سے ہے، کیوں قندِ شکر ہے کہ نہیں؟
گندھی چوٹی کے تلے، بال الگ سا دیکھا — کس کو غائب کی خبر، وہ بھی کمر ہے کہ نہیں
سیبِ غبغب نہ لگا ہاتھ سبھی قدوں کا — نخلِ امید میں عاشق کے، ثمر ہے کہ نہیں؟
طائرِ سدرہ! مری آہ کے شعلے اٹھے — بچ گیا دیکھیو، تیرا کوئی پر ہے کہ نہیں؟
چاک خنجر سے مرا سینہ کیا اور بولا — دیکھتا تھا کہ کہیں تیرے جگر ہے کہ نہیں
کل جو دل تو نے چرا کر تھما لیا، تیرے پاس — صاف کہہ منھ سے بس اتنا نہ مکر، ہے کہ نہیں؟
ہم ہوئے خاک تری رہ پہ صبا سے، گاہے — تو نے اڑتی سی سنی کچھ یہ خبر ہے کہ نہیں؟
دلِ صد چاک نہ اس رخ کی جھلک، زلف سے دیکھو — شبِ مہتاب سے زخمی کو خطر ہے کہ نہیں؟
قدرِ جوہر کو شناسندۂ جوہر سمجھے — دیکھ ممنوںؔ! یہ غزل سلکِ گہر ہے کہ نہیں؟

## ۲۹۶

آج[2] گھڑیالیوں کو یاد، گجر ہے کہ نہیں — شبِ یلدائے جدائی کی سحر[3] ہے کہ نہیں
دل پہ ہم نقشِ بتاں، رنگ و قلم بن کھینچیں — یہ بھی اے مانی و بہزاد! ہنر ہے کہ نہیں

---

۱۔ ب: یہ غزل بعد میں ہے۔
۲۔ لندن، ب: زائد غزل
۳۔ لندن: گجر۔ لیکن "سحر" ہی درست ہے، غالباً سہو کاتب

منت نامہ [illegible] [illegible]
پردہ چہرے سے [illegible] [illegible]
چشمِ گریاں ترے رخسار پہ [illegible] [illegible]
میں نے کی عرض، تمنا تو [illegible] [illegible]
راہ پر پیچ ، شبِ تار ، بلا پر ہے بلا [illegible]
سینۂ خوں شدہ میں ضبط نکر گریے، دلا [illegible] تازہ جراحت [illegible]
آج خرمن پہ بہت اپنی، فلک نازاں ہے [illegible]
شاخِ گل تجھ کو مبارک ہو نوا سنجِ چمن زمزموں [illegible] ترے شعلہ کا [illegible]
مرغِ گلشن تری آہنگ دلاویز ہے ، پر طپشِ دل کی [illegible] میں بھی اثر ہے کہ نہیں
لگ مرے سینۂ سوزاں سے ، نہ پہنے گہنا آتشِ تیز گدازندۂ [illegible] زر ہے کہ نہیں
عشق وہ دشت ہے ، کاہی ہے جہاں چہرۂ برق ناتواں خس کو مری [illegible] ہے کہ نہیں
ہاتھ سے تیرے ، مرے سینہ میں ہیں ریش پہ ریش کچھ تجھے بھی خبر، اے [illegible] ہے کہ نہیں
دیکھ بے درد کہ اب تک مرے پہلو کے تلے خاک آغشتۂ صد خونِ جگر ہے کہ نہیں
یہ غزل دیکھیو اے طرز شناسانِ سخن ! میر ممنونؔ کی تالیف ، مگر ہے کہ نہیں

۲۹۷

دیکھ آئینہ ، تری چشم بھی تر ہے کہ نہیں آہِ دلدوز میں عاشق کی اثر ہے کہ نہیں؟
رو ، سوے غیر تو ہنگامِ سخن رکھتے ہو ہرتی پھرتی مری قسمت میں نظر ہے کہ نہیں ؟
ترے بیمار کے جو گرد ہے بیٹھا ، سو وہ سرِ زانوں پہ جھکائے ہوئے سر ہے کہ نہیں ؟
دیکھ آئینہ وہ مغرور کہے تھا مجھ سے شو پری‌ہ سے بھی فزوں ، حسنِ بشر ہے کہ نہیں ؟
لافِ ہم چشمگیِ یار تو ہے ، پر تیرے چشم و لب ، ابرو و مژگاں بھی ، قمر ہے کہ نہیں ؟
تیرہ بختی میں تصور ہے تری زلف کا قہر ہو شبِ تار و سیہ مار تو ڈر ہے کہ نہیں ؟
تا لبِ بام نہ آیا وہ مہِ خانہ نشیں رخنہ دیوار میں ، یا روزنِ در ہے کہ نہیں ؟
دردِ آلودہ نغاں سے نہ تری آنکھ لگی نیند بھی تجھ کو دلا ! آٹھ پہر ہے کہ نہیں؟
واہ بے طاقتیِ شوق کہ ہر راہ پہ جا پوچھتا ہوں کہ گزر اوس کا ادھر ہے کہ نہیں؟
اشست ، ناوکِ فگنِ ناز کی تھی صاف غضب گرہ، تیر گئی دل سے اوتر ہے کہ نہیں !
تو کہ ہر آن ہے دلے ، پوچھ خیال اپنے سے کہ ترے دل میں سدا اس کا گزر ہے کہ نہیں؟
نکتہ سنجانِ غزل چاہے ممنوںؔ دیکھیے اسکے ہر شعر میں کچھ درد و اثر ہے کہ نہیں ؟

۲۹۸

چل بسے قافلے یاروں کے ، خبر ہے کہ نہیں دلِ غفلت زدہ کچھ فکرِ سفر ہے کہ نہیں
اپنی ہی بے بصری کی ہے شکایت ، ورنہ جلوہ پردازیِ دل دار ، کدھر ہے کہ نہیں
ایک ہنگامۂ محشر تو مری خاک پہ ہے پر نہ دیکھا کہ گزر اوس کا ، ادھر ہے کہ نہیں

---

۱۔ آ، ب: زائد شعر ۔
۲۔ آ ، لندن ۔ چارم ، غالباً سہو کاتب

## ۲۳۹

یہ تو سمجھوں ہوں ، فرشتوں کو ہے پیچھے چھوڑا[۱] — پر نہیں جانتا ، انسان کے پر ہے کہ نہیں ؟

نہ در دل پہ رہے کیونکہ لگی ، میری چشم — کہ شگاف اس کے سے ، باز آسنے نظر ہے کہ نہیں[۲]

کعبہ و بت کدہ و دیر و کلیسا کی خاک — کیوں پھریں چھانتے! آخر ترا در ہے کہ نہیں

اندگوں جوش جنوں ، اس پہ توجہ ہے ضرور — یہ مرا جیب ، ترا دست نگر ہے کہ نہیں

دل کیا ہم نے ہدف ہے ، پہ ادھر سے دیکھیں — ناوک ناز کبھی ہوتا کوئی سر ہے کہ نہیں

دست بازی و دہان بوسی وہم آغوشی — تجھے کسی ساتھ رہے تا بہ سحر ، ہے کہ نہیں

پھیکی پھیکی سی مسی لب پہ ، چڑھی سی آنکھیں — مو پریشان سے ، رہا چہرہ ، اتر ہے کہ نہیں

جب نہ تب کوے بتاں میں تجھے دیکھا ممنوں — خانہ آباد کہیں تیرے بھی گھر ہے کہ نہیں

## ۲۹۹

مل کے شب کس سوختہ کی چشم تر سے آستیں — صورت گل ریز ، بھر لانے شرر سے آستیں

میں نہ کہتا تھا نہ مل اس چشم تر سے آستیں — آخر آلودہ ہوئی خون جگر سے آستیں

کنج تنہائی میں یہ کچھ شغل رہتا ہے ہمیں — شام تک رہتی ہے آنکھوں پر[۳] ، سحر سے آستیں

بسکہ ٹپکے لخت دل لبریز صد نیش ستم — کم نہیں کچھ کیسۂ پر نیشتر سے آستیں

او سر مژگاں ترحم ، شعلہ ریزی کب تلک — جل اٹھا دامن ادھر سے اور ادھر سے آستیں

دست گھیسی نبض گرم اپنی سے جل اٹھا ، اسے — کم نہیں فانوس شمع شعلہ ور سے آستیں

ایک دن دامن نہ رکھا چشم پر ، اس نے مری — مفت تر کی گریہ ہائے بے اثر سے آستیں

جانے اشک اخگر ٹپکتے ہیں ، اس آفت سے بچائیں — کون سے فن سے گریباں ، کس ہنر سے آستیں

آتشیں سیلاب ہے یا برق حل کردہ رواں — تم مری آنکھوں پہ رکھنا تک ، حذر سے آستیں

کم ، رگ ابر بہاری سے نہیں مژگان تر — باغ کا کوچہ بنے ، خون جگر سے آستیں

کیوں نہ چھاتی حیف سے بھر آئے یاں بے اختیار — اشک چیں ہو جب کہ یوں مژگان تر سے آستیں

ایک دن وہ تجھے کر جاتی دست بازی میں الجھ — سینۂ دلدار پر ، سلک گہر سے آستیں

ہمو ، ممنوں کو ہے کیوں گریہ بے اختیار — اوس کی آنکھوں پر ہے کچھ ، اک دو پہر سے آستیں

## ۳۰۰

پڑا اشک خونیں سے کار گریباں — رگ گل ہوا تار تار گریباں

جنوں کی سبک دستیوں کی قسم ہے — نہ چھوڑوں کا گردن پہ بار گریباں

اٹھاتا نہیں ہاتھ ناصح رفو سے — ہوئی کیسی آفت دوچند گریباں

توجہ ہے دامن پہ کچھ ان دنوں میں — مرے ہاتھ ہیں شرمسار گریباں

یہ سینہ ہوا صرف کاوش یہاں تک — کہ تار گریباں ہے خار گریباں

کبھی اشک سرخ اور کبھی لخت دل ہے — تماشا ہوئی ہے بہار گریباں

---

۱- لندن، ب: زائد شعر
۲- آ: یارانے نظر
۳- ب: رہتی، آنکھوں پر

غم [illegible] اگر وہ [illegible]
گریباں میں رہ [illegible] شوخ [illegible]
جگر، سینہ، دل سب سے [illegible]
جو ہم مصرعۂ تیر سن [illegible] رونے [illegible]

۳۰۱

الٰہی! کس نگاریں پنجہ نے یہ خط لکھا رنگیں
کہ ناصح پوچھتا ہے کچھ نشاں [illegible] رنگیں

یہ چشمِ خوں فشاں سے شغل ہاتھ اپنے لگا رنگیں
ادھر دھویا گریباں کو، ادھر دامن ہوا رنگیں

سمجھ کر ٹک تڑپنا اے شہیدِ شوقِ پابوسی
نہ کھینچو دامنِ قاتل کو [illegible] رنگیں

حنائی سودہ ساں، غم کشتگاں کی خاک ہے پر خوں
قدم رکھنا سمجھ کر یاں، مبادا [illegible] رنگیں

گل اوس گلگوں قبا نے اشک پونچھے اپنے دامن سے
عجب اس دیدۂ خوں ریز کا ہے [illegible] رنگیں

زبس خونِ دل و دودِ جگر نکلے ہے سینہ سے
ادھر سے ہے یہ جیب اور ادھر سے [illegible] رنگیں

رہے ہے سرخ، خونِ بسملِ تازہ سے وہ دامن
وہاں ہے پیش پا افتادہ یہ مضمونِ حنا رنگیں

الٰہی جوش پر آیا ہے خوں کن تیرہ روزوں کا
کہ اوس قاتل نے اس ابرِ سیہ میں کی قبا رنگیں

جدھر یہ کاوشِ دل نشتر زن ہے ادھر خوں سے
ہمیشہ زیرِ پہلو، فرشِ خواب اپنا رہا رنگیں

ٹپکتا ہے پڑا رنگِ فصاحت شعرِ ممنوں سے[1]
بصد خونِ جگر ہر حرف کو اس نے کیا رنگیں

۳۰۲

کس دن مری جراحتِ دل خونچکاں نہیں
بستر پہ سرخ کب تہِ پہلو نشاں نہیں

۔ خاکِ کوچہ ہے تری دلکش کہ بعدِ ذبح
خوں، کشتگانِ شوق کا ہوتا رواں نہیں

تھی یہ دل میں آگ کہ جوں شمع کشتہ، دود
سر کٹ کے بھی گلے سے رکا، شب یہاں نہیں

اپنا جلا نہ دانۂ اخگر، وگرنہ آہ
کب شعلہ ریزِ خرمنِ ہفت آسماں نہیں

کیجے کہاں نگاہِ ہوس اوس بدن میں اب
لبریزِ ناز و فتنہ و شوخی کہاں نہیں

ممنوں جہاں ہے تیرا جگر سوختہ، وہاں
اٹھتا ہے جو غبار سو وہ جز دخاں نہیں

پژمردہ[2] ایک مشتِ گیاہِ بریدہ ہوں
آنے بہار، پر مری جاتی خزاں نہیں

ہر چند سنگِ سینۂ خسرو ہے کوہکن
لیکن برائے خاطرِ شیریں، گراں نہیں

کشتہ ہوں رسمِ صیدگہِ عشق کا وہاں
کیا کیا جگر پہ ناز و خدنگ و سناں نہیں

کیا کہیے وہ مزاج تو نازک ہے اور یاں
قصہ دراز، بختِ زبوں ہے، زباں نہیں

برجستہ اور ہی ہے، غزل تو نے کیا پڑھی
ممنوں کسی غزال میں یہ شوخیاں نہیں

---

۱۔ آ: یہ شعر ہے ممنوں

۲۔ آ: اگلے پانچ اشعار دوسری غزل میں شامل کردیے ہیں

### ۳۰۳

بگرد اس مریض غم کے کوئی مہرباں نہیں
جس کے سرشک کچھ ترِ مژگاں، نہاں نہیں

گزروں ہوں جس زمیں پہ، کروں رفتگاں کو یاد
کب روکے دیکھتا، طرف آسماں نہیں

لاتی نسیم آہ ہے، جنبش میں گاہ گاہ
ہل سکتے، اس بغیر ترے ناتواں نہیں

ہوں وہ سموم دوزخِ ہجراں سے نخل خشک
شاداب کرسکے گی، نسیم جناں نہیں

شبِ وصل کی ہے عرض تمنا و شوق پر
کہہ منہ سے ایک بار تو اے جان! ہاں نہیں

ہے کس محیط سے یہ سرچشمہ متصل
ہوتے جو خشک دیدۂ دریا فشاں نہیں

ہر ایک کو بڑھا کے گھٹاتا ہے دورِ چرخ
گھٹتی مگر کبھی شبِ محنت کشاں نہیں

تو تیغ زن ہے ساعد نازک سے پر، تری
کن کن خجالتوں میں ترا سخت جاں نہیں

کس گرم رو کے ہے، یہ دمِ گرم کا اثر
کم سنگ سرمہ سے کوئی سنگ نشاں نہیں

سینہ شکنجۂ غم و محنت میں تنگ ہے
تسنوں۔ بس معاف کہ رکتا فغاں نہیں

### ۳۰۴

وقت نظارہ یک نگہہ آرزو نہیں
جس سے کہ حسرتوں کا ٹپکتا لہو نہیں

بالیں پہ اس مریض کے اک چارہ جو نہیں
جو غم سے زیر دست، رنج سر فرو نہیں

جان عزیز یاس کی ہم کو قسم کہ یاں
سینہ میں خوں نہ گشتہ، کوئی آرزو نہیں

تھا کیا یہ باغ، مشہدِ غم کشتگاں کبھی؟
بوے چراغ کشتہ ہے، یاں گل کی بو نہیں

ہر دم رہے گزر گہہ آہِ شرارہ ریز
ہے سیر گاہ برق، ہمارا گلو نہیں

مرتے ہیں ہم کہ وصل میں ہیں طرفہ اختلاط
ایک ایک بات پہ واں ہے کبھو ہاں، کبھو نہیں

اپنا سفر جہاں سے ہے، کیا دوست کیا عدو
بالیں پہ سب ہیں جمع پر افسوس تو نہیں

تیرے مریض غم کی یہ حالت ہے ضعف سے
اک آہِ ناتواں سی کبھو ہے، کبھو نہیں

احوال جائے گریہ ہے اس بے نصیب کا
سیراب آب تیغ جو تفتہ گلو نہیں

دلدادگانِ چاشنیِ زخم تیغِ عشق
خوگر خیالِ بخیہ؛ فکر رفو نہیں

ہم رمزداں ہیں چشمِ سخن گو کو، کس لیے
ایما نہیں، اشارہ نہیں، گفتگو نہیں

بے اختیار کھینچے، اُدھر ہے عنان شوق
تسنوں دیکھیو کہ یہ اوس کی تو کو نہیں

### ۳۰۵

چھیلتا زخم جگر کا کوئی انگور نہیں
ہمت اے ناخنِ غم! تجھ سے یہ کچھ دور نہیں

---

۱۔ لندن: گھٹا کے بڑھاتا مگر یہ زیادہ موزوں ہے: "ب" میں اسی طرح ہے۔
۲۔ آ: آخری تین اشعار دوسری غزل میں شامل کئے ہیں
۳۔ لندن۔ ب: زائد غزل
۴۔ لندن: "ایک بات وہاں ہے۔" لیکن یہی موزوں ہے، سہو کاتب

بے طرح تنگ ہے [illegible]
تاب ہر چند کہ ہے کاہ [illegible]
ضعف پہ ضعف چلا آئے ہے [illegible]
یک شب حسن پہ اب سرکشی اتنی اے صبح [illegible]
دل پہ کچھ یاس چلی آئے ہے اس وادی میں [illegible]
زور کاوش ہے کہ ہر آبلہ دل پہ آج [illegible]
ساعد و بازوئے قاتل پہ نہ کھینچے تحسین [illegible]
کیوں نہ دل خوں ہو، کس رنگ نہ آنکھیں ہوں سفید [illegible] گل رنگ نہیں
کون[۲] سا زخمِ نمک بند ہے سینہ میں مرے [illegible]
پڑھ غزل کوئی بہ تبدیلِ قوافی ممنوں [illegible]

۳۰۶

مشک والماس و نمک بن تو یہاں سود نہیں — زخمِ دل منتظرِ مرہمِ بہبود نہیں
رنج، غم، عیش، طرب آئے، جو آئے دل میں — گھر فقیروں کا ہے، دروازہ یہ مسدود نہیں
گرم رو کون سا اس دشت میں اب خاک ہوا — جو غبار اٹھے ہے یہاں سے، سو بجز دود نہیں
نہیں معلوم کہ بت بندہ نے کیا دیکھ لیا — ورنہ یک سنگِ تراشیدہ تو مسجود نہیں
دل میں آتا ہے فقیروں کے، کریں سیرِ عدم — دل کچھ اس تکیہ میں لگتا مرا، معہود نہیں
آپ کے ہاتھ سے فرمائیے، اے حضرتِ عشق! — طاقت و زور یہاں کب؟ کم و افزود نہیں
جی کو بہلائیں کہاں کرکے دو اک باتیں آج — دل کی باتیں ہیں یہ سب، سو کبھی دل خوشنود نہیں
کب تک اے گریہ! ہر اک دم طلبِ خونِ جگر — آخر انسان ہے، کبھی ہے، کبھی موجود نہیں
کہہ دیا ہم نے نہ دل دیجیو ہم کو ممنوں[۴] — مدعا کچھ نہیں، مطلب نہیں، مقصود نہیں

۳۰۷

یہ خیال میں ہے کہ چارہ کچھ پئے تشنگیِ جگر کریں
دمِ آبِ چشمۂ تیغ سے لبِ زخمِ خشک[۵] کو تر کریں

وہی اختروں کی ہے یہاں چمک وہی تیرگیِ شب اب تلک
تو ہی کہہ کہ تابکے اے فلک اِتری جانب آج نظر کریں

یہ کہاں نصیب کہ آئے تو، یہ خیال اپنے میں ہو بہو
ترا نقشہ کھینچ کے روبرو، گلہ شکوہ دو دو پہر کریں

---

۱۔آ۔ سے
۲۔آ۔ یہ آخری دو اشعار دوسری غزل میں شامل ہیں
۳۔آ۔ دل
۴۔آ، ب۔ ممنون ہمکو
۵۔لندن۔ خشک زخم، غالباً سہو کاتب

۲۵۳

شبِ وصل سنکیجیے بسر کیا کہ جو صبح ہونے لگی خدا
وہ نور روکیے بند یا دہنِ طیورِ سحر کریں

کبھیں آنا ہے جو اسے، تو آنے کی قلق سے کب تلک آج ہائے
کبھی صحن میں، کبھی بام پہ، کبھی آستاں پہ گزر کریں

رہی چشم زیست میں راہ پر، دمِ آخر آنے وہ بت مگر
گہِ مرگ قبلہ سے پھیر کر، مرے منہ کو جانب در کریں

یہ جتانے دوں ہوں کہ ہم نشیں! مرے اشک پوچھیو مت، کبھیں
کہ یہ چند قطرۂ آب ہیں، پہ ہمیشہ کارِ شرر کریں

چپ و راست بزم میں مہر و مہ جو بغیر ترے ہوں، یک نگہ
قسم تجلیِ حسن ہے، نہ اِدھر کریں، نہ اُدھر کریں

ہوئے اہلِ سخن جمع یہاں، کریں آؤ طبع کے امتحاں
کئی شعر قافیہ پھیر کر کبھیں اور عرضِ ہنر کریں

۳۰۸

یہ کبھے ہے ولولہ جنوں کہ گزار سوے چمن کریں
کبھے قدِ سرو بغل میں لیں، کبھے دیدِ روے سمن کریں

یہ کبھے ہے جرأت وشوقِ دل، اسے کیجے بزم میں تک خجل
کریں ہونٹ ہونٹ کے متصل، دہن اور قربِ دہن کریں

سرِ خار، پا کے وہ آبلہ، وہ جنوں کے جوش وہ ولولے
وہ مقامِ دشت بھلے بھلے، کبھیں ہیں کہ ترکِ وطن کریں

نہ یہ دست گہ ہوئی کبھو، کہ وہ دستِ خواہش و آرزو
خم و پیچِ طرہ، مشک بو یگنیں اور شمارِ شکن کریں

ہمیں کیا گماں، انہیں کیا خیال ہوئے بزم میں کہ ہوا ملال
نہ نگاوٹوں میں فسوں یہاں، نہ کرشمہ جادو وفن کریں

نگہوں میں نہ وہ عنایتیں، نہ تو طعنہ ہیں نہ شکایتیں
نہ اشارتیں، نہ کنایتیں، نہ حکایتیں، نہ سخن کریں

یہ کسے دماغ کہ جا بجا پڑھے شعر، سننے کو واہ واہ
جو سخن سے ہے یہی مدعا تو بس آؤ ترکِ سخن کریں

۳۰۹

تاچند قتل کا فغاں ہم گلو! کریں          ہاں ضبط کرکے نالہ خونیں کبھو کریں
لبریزِ صد کرشمہ ہے ہر ایک عضوِ یار          کس کس پہ وصل میں نگہِ آرزو کریں

اے واسئت وعدہ آتا ہے [illegible]
تو تیغ و تیر و نیزہ لگا، دل [illegible]

دل ہے ہزار پارہ و ہر پارہ چاک چاک [illegible]
اتنی شبِ وصال میں کیا کیا کریں بھلا [illegible]
تب قدسیوں سے دعویٔ عصمت قبول ہے [illegible] جو پارسائی [illegible]
ممنوں! مبادا تنفے، کہیں ہجرِ ناگہاں [illegible] ساتھ کاٹ [illegible] ہے وصل [illegible]

۳۱۰

جو اٹھاؤں دم بدم اک جفا، سو وہ دل کجا، وہ جگر کہاں
مجھے کب ہے طاقتِ داغِ نو، مجھے تابِ زخمِ جگر کہاں
گئے روز وہ کہ برائے گل لیے پھرتی مجھ کو ہوائے گل
مگر اب کروں ہوں دعائے گل کہ وہ اپنی قوت پر کہاں

نہیں کٹتی آج کی شب خدا، وہیں تارے چمکے ہیں جا بجا
وہ نشانِ صبح ہوئے ہیں کیا، گئے آج مرغِ سحر کہاں؟
شبِ وعدہ چشم ہے راہ پہ جو ذرا بھی کھٹکے کسو کا در
تو صدائے پا تری جان کر کہوں اب تلک تجھی گزر کہاں

لگی آگ سینہ سے تا بلب، ملے آبِ چشم، تیغ کب
دلِ تفتہ کیونکہ ہو سیر اب، لبِ خشک کیجیے تر کہاں
وہ شجر بصورتِ شمع ہوں کہ نہ پھولتا ہوں نہ کچھ پھلوں
کہ بغیر شعلہ و جز شرر، مجھے برگ کب ہیں، ثمر کہاں

شمیمِ گل، نہ سمن کی بو، نہ یہ نسترن کی ہیں نکہتیں
تجھے بوستاں کی قسم صبا! ہوا آج تیرا گزر کہاں؟
ترے ساتھ کھنچتا ہے جی مرا، تری ہمرہی میں ہے دل چلا
کہ شمیمِ خلعتِ یار ہے، یہ گلوں کی بو میں اثر کہاں

کوئی میرے رہنے سے خوش ہو کب، یہ جہاں تک ہے ممنوں اب
نہ سمائے بیت میں نام جب، ملے اپنے رہنے کو گھر کہاں

۳۱۱

وہ زندگانی کے مزے اے جان! حاصل ہوں کہاں
وہ ہم کہاں، وہ تم کہاں، وہ جی کہاں، وہ دل کہاں

---

۱۔ آ، ب: پی میں
۲۔ ت: داغ نو، یہی درست ہے، لندن۔ طاقت نو غالباً سہو کاتب
۳۔ آ، ب: زائد شعر

بسمل کہیے جاتا ہے وہ مجھ کو تڑپتا چھوڑ کے[1]
حسرت سے اور کہتا ہوں میں، جاتا ہے او قاتل کہاں

قربان نازِ یار ہوں، زخمی وہ خود کرکے مجھے
پوچھے ہے پھر اے جانِ من! تو ہو گیا گھائل کہاں

خُم یا پیالہ یا سبو یا خشتِ میخانہ بنے
دیکھیں کہ کرتا ہے فلک[2] صرف اپنی مشتِ رگل کہاں

نہ[3] تاب ہے، نہ خواب ہے، دن رات مجھ کو یا خدا
دل کس سے اپنا لگ گیا، آنکھیں گئی ہیں، رمل کہاں

یاں تیر ہے، تلوار ہے، لگتے ہیں جی پر متصل
مژگاں کدھر جنباں ہوئیں، ابرو گئے وہ ہل کہاں

لایا کہاں سے کھینچ کر، آخر کو بس اپنی طرف
گر یہ ہی جذبِ قیس ہے! تو جا سکے محمل کہاں

روح القدس تڑپے جہاں حسرت سے اک دشنام کی
بوسہ کا یہ ہے صرفہ دل، جا کر ہوا سائل کہاں

صورت سے[4] تو گزرے اگر، ہے روے معنی جلوہ گر
ہستی رہن اپنی بے خبر! پردہ کوئی حائل کہاں

ہو دردِ ہجراں کا برا بس جی سے میں تنگ آگیا
ہے خنجرِ براں کدھر؟ یا زہر ہے قاتل کہاں

غلطاں لہو میں دیکھ کے، کہنے لگا مجھکو کہ یہ
عاشق کسی کا ہو تو ہو، تڑپے ہے یوں بسمل کہاں

سن دوسری مجھ سے غزل، شوخی سے یوں کہنے لگا
ممنون کوئی آپ سا، سچ مچ ہے اب قابل کہاں

۳۱۲

سر سبز، تخمِ دوستی ہووے بغیر دل کہاں
بارے بزیرِ آسماں ایسی زمیں قابل کہاں

مدت سے ہم چل بھی بسے پر بزم خالی دیکھ کے
اوس نے نہ پوچھا ایک دن، ہے آج وہ بیدل کہاں

بیچین سا ہوں خود بخود کچھ اور تو واقف نہیں
مفتون، جی کس پر ہوا؟ دل ہوگیا مائل کہاں

بحرِ حوادث کا یہ شور! بادِ مخالف کا وہ زور
کشتی بھی دی موجوں نے توڑ، ہاتھ آسکے اب ساحل کہاں

---

۱۔ لندن و ب: تڑپے
۲۔ ب: نے
۳۔ آ: جو
۴۔ لندن: یہ، ب: وہ

بختِ سیہ [illegible] کا [illegible]
اس سے قضا نے دام لے [illegible]

[illegible] دیکھیں [illegible]

مدت سے ہم ہیں اور قفس، اے ہم صفیرو [illegible] کیا [illegible]
غنچہ کدھر کو ہیں اڑ گئے، گل وہ گئے ہیں کھل کہاں

سو بار ہوں [illegible] میں [illegible]
لیکن سمجھتا ہے [illegible] اپنا دل [illegible] کہاں

شیشہ بھی ہے، ساقی بھی ہے، شمع اور گل بھی و بن ترے
وہ خوبیِ مجلس کجا! وہ رونقِ محفل کہاں
کچھ عقدۂ مشکل کا تو [illegible]
مشکل کشا جب سر پہ ہو، دبتی ہے پھر مشکل کہاں

۳۱۳

مرغ پامال ہے یہ، اس سے اڑا جانے کہاں
چھوڑ کر تیرے قدم، رنگِ حنا جانے کہاں
نہ کسی چشم کا سرمہ ہوں، نہ دامن کا غبار
خاک اپنی کو، ترے در کے سوا، جانے کہاں

ہم سبک روح کو لے دوش پہ جوں نکہتِ گل
دیکھیں اس باغ سے اب بادِ صبا جانے کہاں
دل ہے صد لخت، ہر اک لخت پہ ہیں سو سو زخم
تس پہ ہر دم، ستمِ تازہ سہا جانے کہاں

بو تری زلف کی لائی ہے نسیمِ سحری
بند زنجیر میں، اب ہم سے رہا جانے کہاں
ظلمتِ شب سے نہ نورِ مہِ تاباں کم ہو
خط سے آئینۂ عارض کی صفا جانے کہاں

آبلے پاؤں میں اور راہ میں یک دست ہیں خار
بے کسیِ رہ کہ بس! اب ہم سے چلا جانے کہاں
دردِ دل تجھ سے سنا جائے و لیکن ظالم
ہم سے یہ قصۂ جاں سوز کہا جانے کہاں

اس زمیں (میں؟) غزل اک اور بھی کہیے ممنوں
بحر، جب فکر کا امڈے تو تھما جانے کہاں

---

۱ - لندن و ب = زائد شعر و مقطع بھی زائد ہے۔
۲ - آ = تو
۳ - ب = یہ مقطع دوسری غزل کا ہے
۴ - لندن = اس زمیں غزل، ب "میں" سہو کاتب

## ۳۱۴

صورتِ نقشِ قدم مجھ سے اٹھا جانے کہاں[1]
اس سرِ راہ پہ بندہ[2] تو رہا ، جانے کہاں ؟

استخواں ، ضعف سے اپنی[3] رہوا[4] عنقا ہے
میرے مشہد پہ ہما بھول کے آجانے کہاں ؟

مجھ کو ہر بار نہ کہہ ، جا ، مرے در سے پیارے
تو ہی کہہ ، دل جو کسی کا ہو لگا ، جانے کہاں ؟

ہے جو احوال ستم دیدہء ہجراں کا ترے
وہ کیا جانے ہے کس[5] سے : وہ سنا جانے کہاں ؟

یہ گرفتارِ قفس زاد ، نہ سمجھے پرواز
بندِ صیاد سے دل ہو کے رہا ، جانے کہاں ؟

خاک ہم در پہ ہوئے تیرے پہ ڈر ہے اب تک
کہ غبار اپنے کو لے کر ، یہ ہوا جانے کہاں ؟

اب نہ کروٹ ہے ، نہ جنبش ہے ، تڑپنا ، سو گیا
ناتوانوں سے ترے ، ہائے ہلا جانے کہاں ؟

شاہِ[5] مرداں ! نہ کر اب غیر کا ممنوں مجھ کو
چھوڑ کر اس درِ دولت کو گدا ، جانے کہاں ؟

سے[6]
نہ گرفتارِ قفس ہے کہ اڑے چھوٹ کے دل
تو ہی فرما کہ یہ پابندِ وفا جانے کہاں ؟

## ۳۱۵

کیا اس سے وصل کی شب مطلب برائیاں ہوں
ہر حرفِ آرزو پر ، جب سو لڑائیاں ہوں

اس شرمگیں سے بوسہ کیا مانگیے کہ جس نے
نظروں کو پا کے خواہاں ، آنکھیں جھکائیاں ہوں

شب ، وصل کی کدھر ہم دستِ ہوس بڑھادیں
سر تا قدم پھریں[7] جب ، سو دل ربائیاں ہوں

تھا شوق کلہ فرما ، محفل میں پر ادب سے
کافر ہوں گر نگاہیں ، مژگاں تک آئیاں ہوں

اتنی بھی شرم توبہ ! انداز یہ ستم ہے
آنکھوں میں کچھ ستم[8] ہو ، کچھ بے حیائیاں ہوں

---

۱ ۔ لندن ، زائد غزل ؛ ب ۔ میں بھی
۲ ۔ آ : سے
۳ ۔ ب : کیا ۔
۴ ۔ ب ۔ آہ
۵ ۔ ب : یہ مقطع پہلے والی غزل میں ہے ۔
۶ ۔ ب : ۔ زائد شعر
۷ ۔ آ : پھرے
۸ ۔ ب : حیا

سو بلند آئینہ سے [illegible]
دیکھیں بھلا ادھر سے کب [illegible]
ضبطِ فغاں کی جبکہ دل میں [illegible]
دل کیوں نہ تنگ ہووے، جب ہر طرف سے [illegible]
کہتے ہیں اس گلی سے آئے ہے صبا [illegible]
سینہ میں بحر اُمڈے، لیکن مژہ نہ بھیگے
آ! امتحاں ہوں باہم، اب ظلم و حوصلہ کے — ہاں [illegible]
بادِ سحر سے نرگس بھڑکا دی ہے آنکھیں — آنکھوں [illegible] فتیلہ [illegible]
گر، دستگاہ طالع اتنے ہوں، ایک دن یاں — ہاتھوں [illegible] اس کی [illegible]
اور اس طرف سے گاہے ہو عجز، گاہ ہو گلہ — گاہے سماجتیں [illegible] گاہے [illegible]
گہ ہو بہانہ سازی، گہ حیلہ آفرینی — گہ سیدھیاں [illegible] ادائیاں [illegible]
تا، لوں نہ قول اس سے آنے کا اور نشانی — ہر گز نہ اس کو [illegible]
دل کی گرہ کھلے کیا! ممنوں بصد سماجت — تا صبح، جب قبا کی عقدہ کشائیاں ہوں

٣١٦

قہقہہ شیشہ صفت جب میں کبھو کرتا ہوں — گریۂ خون سے لبریز گلو کرتا ہوں
رحم اے جنبشِ افغاں! کرم اے آتشِ آہ — کہ میں تک، چاکِ جگر آج رفو کرتا ہوں
ہائے کس وعدہ فراموش سے وعدہ ہے، کہ آج — در پہ بیٹھا میں تلف، تا سحر گو کرتا ہوں
بزمِ عشرت میں ہنسوں کیا کہ برنگِ مینا — بند منہ کرتے ہیں، گر خندہ کبھو کرتا ہوں
واپسی دیکھو! کہ چھوڑے ہے وہ دنبال مجھے — جس طرف سایہ کی مانند، میں رو کرتا ہوں
کور! نالہ سے تا چند زہے نشتر زار — ہے کہاں دشنہ؟ کہ میں چاک گلو کرتا ہوں
مدتوں سے دلِ زخمی کو نہیں چارہ، درد — اس میں پھر نشترِ زہر فرو کرتا ہوں
غم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا پھر — رہ! تری خاک کو میں صرفِ سبو کرتا ہوں
دلِ خوں گشتہ ہے اس زلف میں کس کا ممنوں! — بوئے خوں آئے ہے، یہ مشک جو بو کرتا ہوں

٣١٧

ترے بیمار سنے کی رخصتِ جاں کہتے ہیں — گھر میں آج اس کے ہیں، سب نوحہ کناں کہتے ہیں
گریہ سا گریہ کیا ضبط ترے غمگیں نے — ہوگیا آخر اوسے اب خفقاں کہتے ہیں
اثرِ گریہ پوشیدہ تری چشم میں ہے — کون آ آ کے مرا قصہ یہاں کہتے ہیں

---

٢۔ آ، ب: کاوش
٣۔ آ: دنبال وہ چھوڑے
٤۔ آ، ب: علاجِ درد
٥۔ آ۔ ١
٦ ب۔ ممنوں کس کا

تو نہ آیا، پہ رہے تا دمِ آخر در پہ — ترے بیمار کے چشمِ نگراں کہتے ہیں

جاں گزاروں کا ترے جسم نپایا لیکن — پیرہن ان کے سے، نکلے ہے فغاں کہتے ہیں

پہنچ اے اشک کہ دل سوزِ نہفتہ سے پھنکا — جو دبی آگ تھی، بھڑکی وہ یہاں، کہتے ہیں

بلبے طولِ شبِ غم! ہیم نفس کو اسکے — ایک دن حشر کا اندوہ کشاں کہتے ہیں

ہجر میں تیری یہ کاوش ہے کہ محنت زدگاں — تن پہ ہر بال کو اک نوکِ سناں کہتے ہیں

دیکھ آئینہ وہ بولا کئی ہم عمروں سے — کیا ہمیں حسن میں! صاحب نظراں کہتے ہیں

جو تری چشم کا بیمار تھا مدت سے، دیکھ — یہ جنازہ تو اسی کا ہے رواں، کہتے ہیں

آبلہ پا ترے، اس دشت سے گزرے شاید — آج کانٹوں پہ ہیں لوہو کے نشاں کہتے ہیں

وادیِ قیس میں گزرو تو یہ تم سے پیغام — ہم بھی اے دشت نوردانِ جہاں کہتے ہیں

لے کے مجنوں سے مرا نام یہ کہنا کہ دعا — تم کو وہ قبلۂ وحشت زدگاں کہتے ہیں

ہم ہیں مشتاقِ غزل اور بھی پڑھ لے ممنوں — ہے الگ سب سے تری طرزِ بیاں کہتے ہیں

۳۱۸

کچھ تصور سے ترے، رات جو یہاں کہتے ہیں — دیکھو غیرت کہ وہ دل سے بھی نہاں کہتے ہیں

دیکھ بیمار کا کیا حال ہے تیرے، باہم — حرف کچھ یاس کے سے چارہ گراں کہتے ہیں

شمع ساں جل بھی بجھے، پر کفن سوختگاں — مثلِ فانوس ہے لبریز دخاں کہتے ہیں

یہاں ہوئی تیز تری تیغِ نگاہِ خونخوار — سخت جانی کو مری سنگ فشاں کہتے ہیں

عرضِ شوق، اس مژہ سے ہم کو سدا ہے کہ سلام — دشنہ کو آپ کے، خونیں جگراں کہتے ہیں

حسرت اے آرزوے بوسہ کہ لب رکھنے کی — جا نہ رکھتے ہیں وہ تنگیِ دہاں کہتے ہیں

حضرتِ دل، کہ خود اک عمر سے تھے کعبہ نشیں — سو ہوئے اب وہ پرستارِ بتاں کہتے ہیں

ہو نہ ممنوں کا قاتل ہی کہ تابوت کے ساتھ — کچھ پشیمان سا تھا ایک جواں، کہتے ہیں

۳۱۹

اک ترے عشق سے کیا کیا نہ یہاں رکھتے ہیں — دردِ دل، زخمِ جگر، کاہشِ جاں رکھتے ہیں

ہے دل ریش جدھر جامہ و پہلو پہ "دھر — ہم سدا خون کے، دوچار نشاں رکھتے ہیں

آشیاں ہو بھی جو گلشن میں تو کیا فائدہ، گر — برق ریز آہ و دمِ شعلہ فشاں رکھتے ہیں

ہاتھ تو سینہ پہ رکھ، دیکھ ہماری تک جاں — کسقدر! دل ترے ہاتھوں سے تپاں رکھتے ہیں

انتظاروں کی زبس خو تھی، شبِ وصل میں بھی — ہم، لگی در سے یہ چشمِ نگراں رکھتے ہیں

میں نے کل ان سے کہا، غیر سے رکھتے ہو ربط — یوں لگے کہنے کہ کیا آپ کو، ہاں رکھتے ہیں

کب پسِ ناقہ سر ہرزہ دری تھا! پر ہم — ہاتھ میں جنبشِ محمل کی عناں رکھتے ہیں

---

۱۔ یہ زائد شعر

۲۔ کیا ہیں ہم حسن میں

۳۔ لندن: کے، مگر، کا، درست ہے، غالباً سہوِ کاتب

۴۔ لگا

گاہ بالش پہ … رکھتے ہیں
خون ہوا جاتا ہے دل … رکھتے ہیں
کس فصاحت سے پڑھی اور غزل … رکھتے ہیں

۳۲۰

دل ہے پرنیش و لب خندہ زناں رکھتے ہیں — لذت درد … رکھتے ہیں
تیرے بیمار کا کیا حال ہے؟ اس کے سر پر — کچھ … رکھتے ہیں
ہر طپش دل کی صدا عرض تمنا کی ہے — بے زباں … رکھتے ہیں
نہ چھپے دل میں جو یہ ہے خلش دشنہ رشک — گردش رنگ … رکھتے ہیں
منکر ذبح نہ ہو تو، کہ ترے خنجر و دست — اب تلک بھی مرے … رکھتے ہیں
بلبے ہمت کہ موئے فرط عطش سے، پر دھیان — آب حیواں کا نہ ہم تشنہ دہاں رکھتے ہیں
ہم نہ کہتے تھے کہ ممنون نکر ضبط فغاں — کہیے اب آپ کہ ہم خفقاں رکھتے ہیں

۳۲۱

پاس بیٹھے ہیں، پہ کب آنکھ ملا سکتے ہیں — نگہ شوق کہاں تا مژہ لا سکتے ہیں
دل سے طوفان سرشک امڈے ہے ہر حرف کے ساتھ — ہم کوئی حسرت دل اپنی سنا سکتے ہیں
ترے مجروح کبھی کیا کشتہ آسائش ہیں — کہ نہیں تکیہ، بجز تیغ لگا سکتے ہیں
ہول یہ اٹھے ہے دل میں کہ اڑا جاتا ہے رنگ — گو، بکیا ضبط پہ کب حال چھپا سکتے ہیں
واں چتا میں ہیں قدم، یاں ہیں قدم میں سو خار — نہ تو جا سکتے ہیں ہم پئی، نہ وہ آ سکتے ہیں
آہ کو حکم نہ دیں، بے ادبی کا تو نہ دیں — ورنہ ہم صد اثر خفتہ جگا سکتے ہیں
کرکے یک وعدہ جاں بخش مرے سینہ میں — آپ صد آرزوئے مردہ جلا سکتے ہیں
ہائے حسرت کہ وہ بالیں پہ کب آکے بٹھا! — جب کہ بالش سے نہ ہم سر کو ہٹا سکتے ہیں
میر ممنون غزل ایک اور بھی پڑھ لیجے کہ آپ — خوب تر اس سے بھی اشعار سنا سکتے ہیں

۳۲۲

پاؤں کب اس در دلکش سے اٹھا سکتے ہیں — گو کہ جاتے ہیں، پہ یہاں سے کوئی جا سکتے ہیں
وصل کی رات تو ہر دم میں گھٹے ہے، پہ ادھر — ہم نہیں دست تمنا کو بڑھا سکتے ہیں
جس جگہ تو ہے، وہاں جلتے ہیں جبریل کے پر — خط ادھر لے کے کبوتر، کوئی جا سکتے ہیں
ہرزہ گردوں کو کہاں حوصلہ مستوری — بوئے گل کو کوئی پردے میں چھپا سکتے ہیں

---

۱۔ بہ: نے
۲۔ بہ: ہم یہ خفقاں
۳۔ آصفیہ، بہ: بٹھا سکتے ہیں

دل دیا ہم نے تو پہلی ہی نظر میں، اس سے — وہ بڑے مرد ہیں جو آنکھ لڑا سکتے ہیں
کب[1] تمنائے دلِ اپنی وہ لگا، پوچھنے آسکے — جب بعد زور نہیں، ہونٹ ہلاسکتے ہیں
ہم چلے یاں سے، ولے آرزوئے دلِ ممنوں — نہ زباں سے، نہ اشاروں سے بتا سکتے ہیں

## ۳۲۳

اُلٹے دم آج ترے دلگیر کھنچتے ہیں — یہ دن اگر ہیں سیدھے، تقدیر کھنچتے ہیں
اے چاکِ سینہ رہ جا! بہر رفو، جگر سے — ہم تار کچھ نہ کچھ کر، تدبیر کھنچتے ہیں
کیا فکرِ زخمِ پیکاں، اس سوچ میں ہے دل خوں — پہلو سے آ، وہ اپنا اب تیر کھینچتے ہیں
اے شوقِ عرض جل جا، جلتی ہے جیب جوں شمع — تالو سے یاں زبانِ تقریر کھینچتے ہیں
شب ہائے نوجوانی کیا تھیں کہ یاد کرکے — جوں صبح سانس ٹھنڈی، ہم پیر کھینچتے ہیں
تو آئے بعدِ مردن گر نعش پر، ابھی ہم — کرنے کو ذبح اپنی، شمشیر کھینچتے ہیں
ہے صید گہ تمہارا طرفہ مکاں! کہ اس جا — ناوک کے ناز کیا کیا، نخچیر کھینچتے ہیں
کر یاد پاس اپنے تم کو، ہوں خوب روتا — دو شخص کی جو اک جا، تصویر کھینچتے ہیں
سوز و گداز ممنوں، دیکھ اس غزل میں تیری — شرمندگی، اثر اور تاثیر کھینچتے ہیں

## ۳۲۴

اس بھنوں کی جو مصور، تصویر کھینچتے ہیں — آپ، اپنے قتل کو وہ شمشیر کھینچتے ہیں
کھنچتے ہی زلف اس کی، اے شانہ ہو چکا دل — ایسے ہی، ناتواں کی زنجیر کھینچتے ہیں
چیرا ہے آج پہلو کانٹا سا دل بغل[2] میں — یک دم جو یہ قلق دے، تاخیر کھینچتے ہیں
بلبے ہجومِ مضموں! مکتوبِ شوق پر ہم — سو بار خط بوقتِ تحریر کھینچتے ہیں
دل ہیں گداز کرتے، ہوتے ہیں خاک تم سے — بہم ہاتھ، کیمیا اور اکسیر کھینچتے ہیں
جتنا شکنجِ غم میں کھینچا ہے تم نے، اتنا — ہم[3] اب بغل میں تمکو، تادیر کھینچتے ہیں
کچھ عرش پر سبب ہے، اتنا دماغ ممنوں — دور آپ کو یہ نالے، شگبیر کھینچتے ہیں

## ۳۲۵

مے روشن کو لا پیر مغاں! خم سے گلابی میں — کہ[4] یہ خور برجِ خاکی سے رواں کر برجِ آبی میں
کسی کی گردنِ سیمیں جو دیکھی تو نظر آنے — نئے بوسوں کے مضموں اس بیاضِ انتخابی میں
مجھے مہتاب میں سے آج کچھ خوشبو سی آتی ہے — لگا کر عطر وہ بیٹھا ہے شاید، ماہتابی میں

---

۱۔ دہلی: زائد شعر
۲۔ آ: لگا ہے، ب: بغل سے
۳۔ آ، ب: اب ہم
۴۔ آ، ب: رواں کر برج خاکی سے یہ مہر اب برج آبی میں

مجھے دشنام دیجے دیجے [illegible]
بڑی ہے نور کی ابھی یاد جاناں [illegible]
بڑھایا شوق نے ہر دیدۂ حیرت ہے [illegible]
کریے دنبالۂ رو خونیں دلوں کی سو بلا دیکھے [illegible]
غزل پڑھ عاشقانہ اب بدل کر قافیہ ممنوں [illegible]

### ۳۲۶

سبب جو مرگِ مجنوں کا کبھی سنتے جہانی میں
مرض اے دل کے [illegible] لگ گیا [illegible] جوانی میں

تصدق مہربانی کے، کہ کل عذرِ ستم، ہر دم
ادا کرتی تھی وہ [illegible] اشاراتِ [illegible] میں

مرے پہلو میں زیرِ خاک نک خنجر کو رکھ دینا
کہ خو تھی، کاوکاوِ دل سے، [illegible] زندگانی میں

غضب خوباں کا عاشق کو کرے ہے نیم کش لیکن
ہوا کام اب تمام اپنا، کسو کی مہربانی میں

کیا قتل ان فریبندوں نے میٹھی میٹھی باتوں سے
عجب ہی زہر کچھ رکھتے ہیں یہ شیریں زبانی میں

غضب یہ ہے سخن اس سے ہے مشکل، ورنہ پھر سنتے
کہ کیا افسون پھونکا، حیلۂ افسانہ خوانی میں

نہیں کیوں گفتگو مجھ سے زبانِ غمزہ کو یارب!
کہ یاں بھی مشق ہے ایما شناسی، رمزدانی میں

عجب ممنوں کے کہنے میں صفا ہے، اوس کا ہر مصرع
نہیں کچھ موجۂ آبِ رواں سے کم، روانی میں

### ۳۲۷

سمندِ ناز نک رو کو، کہ حاصل فتنہ سازی میں
غبار اپنا[1] تو آخر ہو چکا اس ترک تازی میں

شہیدِ شوقِ پا بوسی! تڑپ گستاخ مت اتنا
نہ پر خوں ہو دامنِ قاتل ہو اس بے امتیازی میں

نفس سینہ سے شب[2] تا عرصہ لبِ خونیں میں لوٹنے تھا
رہا کیا نالۂ دلدوز! مشقِ نیزہ بازی میں

نگاہِ یار بے پروائیاں اتنی بھی مبتگی ہیں
کہ رنگِ پرسش پنہاں ہو، کچھ تو بے نیازی میں

گیے جیتا ہوں، گر[3] مرتا ہوں، پیشِ چشم و لب اس کے
نہ یہ افسوں گری میں کم، نہ وہ معجز طرازی میں

تپِ غم پھونک نک آتش کر جوں سیماب، اب ہم نے
دلِ بیتاب رکھا ہوتا، طاقت گدازی میں

ہوئیں مژگاں اگر سوزن، نگاہیں تار، کیا حاصل
نہیں اوس چشم کو کچھ دخل، دل کی بخیہ سازی میں

الٰہی کیا بلا طولِ شبِ غم ہے کہ نانکا ہے
یہاں دامانِ روزِ حشر، ہر دم کی درازی میں

غزل اک اور لکھ ممنوں! نکاتِ تازہ ہوں جس میں
کہ مشتاقی، تری مشہور ہے نکتہ طرازی میں

### ۳۲۸

رکیا جوں مو، یہاں تن اس کی فکرِ نقشہ سازی میں
کہ شاید کام آوے خامۂ صورت طرازی میں

قمارِ عشق میں بازی لگانا، کھیل جانا تھا
نہ سمجھا تھا کہ جی لے جانے کی بازی ہی بازی میں

---

۱۔ آ۔ د: رکھے ہے اس
۲۔ ب: چمک
۳۔ آ: کر

## ۲۶۳

رہ !اے حسنِ حقیقی کعبۂ معنی میں تو، روشن
بتوں کا ہی جھگڑا بس ہے، اس دیرِ مجازی میں

نوازش کی نہ یک تیرِ نگہ سے، دل بہت تڑپا
غضب صرفہ ہے ان آنکھوں کو، اپنی دلنوازی میں

نہ چھیڑا تک سراپا سے تجلّی گاہ ہے، تم نے اس در پر
جبیں رکھی ہے برسوں، اس ہوائے دل[1] نوازی میں

ہو سنا کوں کی سو سو، حسرتیں ہر چند نکلے ہیں
طپش دل کی مزا دیتی ہے، کیا پاک بازی میں

ہنوز اس چشم سے برقع نہ سرکا تھا کہ مجنوں تھا
کہ یہ کافر ہیں در پردہ مَینِ فتنہ سازی میں

اگر دل آہ کھینچے، چرخ کل پھر خوف ہے لازم
کہ رتبہ اور ہی تلوار کا ہے دستِ غازی میں

محبت دیر کی، ہر گام پہ کھینچے ہے دل، ممنوں
بھلا، رہنا ہو کیونکر ! رہ نوردانِ مجازی میں

## ۳۲۹

طپاں کب تک رہے گا، یہ دلِ بیتاب پہلو میں
الٰہی دل یہ ہے پہلو میں، یا سیماب پہلو میں

حریفِ دردِ الفت کون سی طاقت پہ ہوں، ہر دم
کہ دل تو ٹکڑے ٹکڑے ہے، جگر بے آب پہلو میں

فضانے دل میں یارب حسن کس کا جلوہ فرما ہے؟
چمکتے داغ ہیں، جوں مہرِ عالمتاب پہلو میں

دل اپنا کس کا، فکرِ سنبلِ پر تاب رکھتا ہے
جو روز و شب رہے ہے، صرفِ پیچ و تاب پہلو میں

ذرا آہستہ آہستہ ہی چل، اے صرصرِ افغاں
کہ سو آتش کدہ رکھے ہیں ہم نے داب، پہلو میں

وہ پیکاں آنے ہے لب تشنۂ خوں آہ اے خجلت!
لہو اک بوند بھی ڈھونڈیں تو ہے نایاب پہلو میں

چلا آتا ہے رونا، دیکھ آغوشِ تہی اپنی
کہ یاد آتا ہے وہ ممنوں بوقتِ خواب پہلو میں

## ۳۳۰

بھولا سپہر طرز روش کی، مگر کہیں
اپنی شبِ سیہ نہیں ہوتی سحر کہیں

کچھ اشک اس کے ہر بنِ مژگاں میں ہیں بھرے
کہہ دی کسی نے مرگ کی میری خبر کہیں

مانندِ ریگِ شیشۂ ساعت، شبانہ روز
چلتا رہوں ہوں، پر نہیں گھٹتا سفر کہیں

کیا کیا تھیں کاوشیں، شبِ ہجراں کہ تن پہ بال
سوزن کہیں ہے، خار کہیں، نیشتر کہیں

سوزِ دروں نہ یوں، رگ و پے میں تو راہ کر
جھڑنے لگے نہ ہر سرِ مو سے، شرر کہیں

اے چرخ آ! نہ نالۂ دل دوز کے حضور
اس تیر کے ہے، سامنے ٹھیرے سپر کہیں

دم بھی، فغاں بھی، آہ بھی، نالہ بھی، گریہ بھی
سب ڈھونڈتے ہیں پر نہیں ملتا اثر کہیں

لرزاں بخود ہوں مثلِ چراغِ اخیر شب
پہنچے ذرا نہ جنبشِ بادِ سحر کہیں

منہ اپنی استخواں پہ، سگِ در نہ اس کا لانے
کیا زہر غم کا، تن میں ہوا کارگر کہیں

مرغِ سحر سے لاگ، شبِ وصل ہے مجھے
جب ہے وہ بولتا، تو یہ کہتا ہوں مر، کہیں

لیں، غیر ان لبوں سے مزا، تلخ ہم سنیں
قسمت سے ایک شہ ہے، کہیں سم، شکر کہیں

دزدیدہ اے نگاہِ بتاں، اپنے ہاتھ سے
لیتے تو دل ہو لیک، نجانا مکر کہیں

نیرنگِ صنع دیکھ کہ دل، نام قطرۂ خوں
ممنوں بغل میں سنگ کہیں ہے، گہر کہیں

---

۱۔ آ، ب: سرفرازی میں

بہت۔ عشق نے [illegible]

بہا لائے آنسو، گلی [illegible]

بغل بسترِ گل پہ کی، کس کے [illegible]

جو آئینہ دیکھا تو [illegible] بہت

شب وصل افسانہ، کچھ ہوگئی [illegible]

کیا دل کا سودا، یہ مَلتے ہیں ہاتھ [illegible]

ترے غم نے یاں تک کیا بے مزہ کہ جینا [illegible]

بساطِ جہاں پر، کسی کو قرار نظر [illegible]

یہ ہے مہرہ بازیِ نرادِ چرخ بٹھایا [illegible]

نہ خورشیدِ محشر کا ممنوں ہے ۔ ذر لوائے [illegible]

## ۳۴۲

تپِ ہجرِ یار سے، آگ سی جو بھڑکتی ہے دلِ زار میں
نہ یہ برق میں، نہ یہ شعلہ میں، نہ بھبو کے میں، نہ شرار میں

یہ صفا، یہ رنگ،[1] یہ خوبیاں جو بھری ہیں عارضِ ناز میں
نہ سمن میں یہ، نہ چمن میں یہ، نہ گلوں میں یہ، نہ بہار میں

لیے دل میں حسرتِ یک نظر، ہوا کشتہ ترا ہوں فتنہ گر
اگر آئے تو مری خاک پر، مژہ کھول دوں میں مزار میں[2]

ترا شوقِ پنجہ، پُر حنا، مرے دل کو جیسے مَلا گیا
سب اگرچہ خوں ہو ٹپک گیا، یہ عجب مزا تھا فشار میں

نہ پہنچ سکوں ہوں وہاں تلک نہ تو آسکے ہے یہاں تلک
مرے پاؤں میں سرِ خار ہیں، ترے پاؤں بستہ نگار میں

نہ بلند کیجو ساربان، کہیں تو نوائے حدی یہاں
کہ بھٹکتی روح کسی کی ہے، پسِ ناقہ کب سے غبار میں

جو ذرا مژہ تری ہل گئی، جو نگہ نگاہ سے مل گئی
گئے ٹوٹ خنجر و نشتر، دلِ ریش و جانِ فگار میں

مرے دل کو، کون ہے لے گیا جو اِدھر اُدھر ہوں میں ڈھونڈتا
نہ تو بر، نہ پہلو و سینہ میں، نہ بغل میں ہے، نہ کنار میں

ترے وعدے دیکھ لیے سدا، مرے دل کو آئے یقین کیا
نہ قسم، نہ عہد میں ہے وفا، نہ نباہ قول و قرار میں

---

۱ لندن ۔ وہ بولا ، لیکن آ ب ، والا متن مرجح ہے

۲ ۔ آصفیہ = نور

۳ ۔ لندن = مزار ، لیکن غبار زیادہ مناسب ہے ، غالبا ً سہو کاتب

۴ ۔ آ و نہ تو یہ ہے پہلو و سینہ

رہی تجھ کو اپنے بناؤ کی، مری جاں پہ تھی شب، آبنی
مری شکلِ عمر[1] بگڑ گئی، کٹی تجھ کو اپنے سنگھار میں

ہوئے اشک و لختِ جگر رواں، جو نظر میں بھر گئیں سب یہاں
گتھی لعلِ ناب کی بیڑیاں ترے موتیوں کے وہ ہار[2] میں

تری زلفِ مشک فشاں کی جو خم و پیچِ چیں میں ہے طرفہ بو
نہ خطا میں یہ، نہ ختن میں یہ، نہ تو چین میں، نہ تتار میں

نظر آئی چشم جھکی جھکی، مژہ کچھ تو بند ہے، کچھ کھلی
نہ نشہ میں شب جو کہیں رہے تو کہاں سے آئے خمار میں

نہ کسی کے ساتھ تھی سرخوشی، رہی غیر سے نہ قدح کشی
نہ بھری ہیں رات کی مستیاں تری چشمِ بادہ گسار میں

ترے ممنون جو ہیں سو ہیں عمل، نہ غریبی آئے گی کام کل
کہ ہجومِ روزِ شمار کو، تجھے کون لائے شمار میں

۳۳۳

کے[3] ہے دل، شگافِ سینہ جب پیوند ہوتے ہیں
کبھی تھے، جھانک لیتے سو یہ روزن بند ہوتے ہیں

وداعانہ ذرا چھاتی سے لگ، تا خوب سا روؤں
کہ رخصت آج تجھ سے تیرے حسرت مند ہوتے ہیں

تصور سے ترے، کیا جانیے، رہتی ہیں کیا باتیں
کہ ہم منہ بناتے ہیں، کبھی خورسند ہوتے ہیں

صدائے سروش رنگ و نوا بیتابی دل کی
کہے ہے جب کہ حالت، وا نہ لب ہرچند ہوتے ہیں

بغل میں کیا اسے کھینچوں کہ اس اندامِ گل گوں پر
نشاں افگن رگِ گل سے، قبا کے بند ہوتے ہیں

کہے غنچہ کو، گہ گل کو، برابر لاکے کہتا ہے
لب و رخسار سے میرے، یہی مانند ہوتے ہیں

کہیں دل چاکِ سینہ سے ذرا جھلکا، کہ تیر آیا
خدنگ افگن نگہ سے بندہ، تیرے رند ہوتے ہیں

رخِ گرمِ آتش افشاں، چشمِ بد دور، آج کس کا ہے
سویدائے دلِ بے طاقتاں اسپند ہوتے ہیں

بلا راہِ محبت ہے، جدا گامِ نخستیں پر
رفیق و اقربا و یار خویشاوند ہوتے ہیں

---

۱۔ب۔ سب
۲۔آ۔ دوتار
۳۔ب۔ یہ غزل نہیں ہے

ہوا ہنستے ہنستے ہی آخر ان ہونٹوں سے [illegible]
ہمارے حق میں سم، اوس لب پہ شکر خند[illegible]

[illegible] چلے [illegible] ہم
سبب [illegible] نام پہ [illegible]

## ۳۳۴

دیکھے[1] مرا جو نامہ، تقصیر ہاتھ میں
رکھ کر دکھاؤں گا تری تصویر ہاتھ میں

اپنی جبیں پہ سجدہ، بت خود نہ لکھ لیا
کیا میں لیے تھا، خامہ، تقدیر ہاتھ میں

پنہاں نگہ کے کیا تجھے اشارے کہ دل کو رات
رکھا ہے تھام تھام کے، تادیر ہاتھ میں

حسرت مجھے ہے خون میں لٹاتی کہ آنے ہے
کھینچے وہ تیغ و گردن نخچیر ہاتھ میں

شب اشک شور پونچھ کے کس کے تم آنے ہو
رنگ حنا ہے مائل، تغیر ہاتھ میں

چاک جگر کسی کے ہیے بھی گئے مسیح
فرسودہ کر نہ سوزن تدبیر ہاتھ میں

زنداں سے لانے ہیں سوے مقتل کشاں کشاں
اس ناتواں کی لے کے وہ زنجیر ہاتھ میں

غم میں دل شہید کے لانے سیہ علم
دود جگر سے نالہ شب گیر ہاتھ میں

دیکھا جو لمس اس نے، پس مرگ جی اٹھا
تھی کیا لب مسیح کے تاثیر ہاتھ میں

لکھتا تھا حسرتیں کہ امنڈ آنے بحر اشک
کاغذ رہا نہ قابل تحریر ہاتھ میں

سمجھوں اگر کہ نعش پہ تو میری آنے گا
دوں آپ، اپنے قتل کو، شمشیر ہاتھ میں

جاں، پنجہ، کشاکش غیرت میں خون کی
کیا بچ گیا تیرے! مری تقدیر ہاتھ میں

ہے موج دود سینہ و دل چاک چاک ہے
شانہ کے یوں ہے، زلف گرہ گیر ہاتھ میں

کس بانکپن سے یار ہے آتا، پئے ہدف
جان و جگر ہے یہ لیے، دلگیر ہاتھ میں

ابرو چڑھے چڑھے ہیں، کیسے کج کلاہ ناز
ہے ایک کمان دوش پہ، دو تیر ہاتھ میں

ممنون اور بھی غزل عاشقانہ لکھ
باقی اگر ہے توت تسطیر ہاتھ میں

## ۳۳۵

اپنا[2] سر آپ لانے ہیں نخچیر، ہاتھ میں
کس کے پئے شکار ہے، شمشیر ہاتھ میں

دل ہے ہزار آبلہ و چارہ ساز لانے
الماس سودہ، جانے تباشیر ہاتھ میں

ہوں تنگ دست دل سے، کروں سینہ چاک پر
نہ تیغ ہے نہ دشنہ، جانگیر ہاتھ میں

تو، دل طلب کرے تو رہ چاک سینہ سے
دوں کھینچ، بے تکلف و تاخیر ہاتھ میں

نبضیں جناب حضرت عیسیٰ کی چھٹ گئیں
لی، خوب نبض عاشق دلگیر ہاتھ میں

کتنا تھا سوز سینہ کہ جوں شمع واژ گوں
جلنے لگا قلم، دم تحریر ہاتھ میں

---

۱۔لندن:زائد غزل
۲۔لندن:زائد غزل

وستِ سبو میں، وستِ ارادت ہوں دے چکا ۔۔۔ بیعت کو ہاتھ لے، نہ کوئی پیر ہاتھ میں
تنہائی میں یہ شغل ہے اپنا کہ رات دن ۔۔۔ کچھ کچھ کہوں ہوں لے، تری تصویر ہاتھ میں
دل سے جو گفتگو ہے بہم نامہ بر ترے ۔۔۔ دیتا تمام لکھ کے، وہ تقریر ہاتھ میں
لیکن یہ کہیو اس سے زبانی کہ کیا لکھوں! ۔۔۔ تھے یہ خیال و خامہ ہے، تادیر ہاتھ میں
لفظوں سے لفظ، کثرتِ مضموں، ہجومِ شوق ۔۔۔ تس پر نہیں ہے طاقتِ تحریر ہاتھ میں
تسوں ہمیشہ فتنہ گروں سے لڑائی آنکھ ۔۔۔ پھرتا ہے سر لیے، یہ جواں میر ہاتھ میں

## ردیف "و"

### ۳۳۶

گرفتہ دل کے اپنے عقدہ ہائے آرزو کھولو
کبھی بندِ گریباں، بند برقع کے، کبھو کھولو

کبھو تو دستِ ہمت، ساقیانِ حیلہ جو کھولو
درِ دیر و دہانِ شیشہ و مہرِ سبو کھولو

اگر نسریں کا زیور، اس شب مہتاب میں پہنا
کلی کا عطرداں، پھولوں میں بھر دینے کو بو، کھولو

دمیدہ زیرِ سنبل، باغ میں گل ہیں، تماشا ہو
جو تم بھی عارضِ رنگیں پہ عنبر، زیرِ مو کھولو

شب اس کے منہ سے سرکائیں جو زلفیں، وہ لگا کہنے
ذرا تو شرم کا پردہ رکھو، میرا نہ رو کھولو

شب اپنے طالع خوابیدہ جاگے، وہ جو یوں بولا
کہ نیند آتی ہے، میرے زیور دست و گلو کھولو

جو اب شکوہ کیا ہے، سرنگوں ہونٹوں ہی ہونٹوں میں
زبانِ گفتگو، آنکھیں ملا کر دو بدو کھولو

کہا میں نے تیری قبا کھولوں، لگا کہنے
تم اپنے سینہ، صد چاک کے تارِ رفو کھولو

صدائے گل سے کل چونکے تھے، یہ نازک دماغی تھی
نہ پُر خواب آج آنکھیں، سن کے میری ہاؤ ہو کھولو

رکے کیا سلسلہ اہلِ جنوں کے درہم و برہم
کہوں تھا میں نہ کھولو، یوں نہ پیچ و تابِ مو کھولو

مرے ہر کہنہ زخم دل میں، خون تازہ بھر آیا
کہا تھا یہ تمہیں کس نے کہ زلف مشک بو، کھولو

نہیں شب تم کہیں جاگے، نہیں مخمور آتے ہو
ذرا میری طرف دیکھو، وہ چشمِ حیلہ جو کھولو

---

۱۔ یہ غزل نہیں ہے

خدنگِ غمزہ ...
جو آئے ... ذرا ...

کہیں مٹتا ہے ... مضموں ...
عبث شکووں کے دفتر ... مت ...

## ٣٣٧

لکھو گر، حضرتِ دل! خط کبھو[1] یارانِ صحرا کو
مرا یا عشق تک [illegible]

دیا ہے زور ہی جذبِ رساء شوقِ زلیخا کو
مبارک داغِ محرومی [illegible]

بیاں کیا کیجیے طولِ شبِ ہجراں کہ باندھا ہے
یہاں ایک اک گھڑی سے دامنِ شب ہائے [illegible]

ترے بیمار کی بالیں پہ سو حسرت سے کل دیکھا
تہ دندانِ لب و انگشت افسوس [illegible]

بسانِ مہر، سوزِ سینہ یاں جبہ سے روشن ہے
چھپایا حالِ دل لیکن، چھپاؤں کیونکر [illegible]

عرق اس رخ پہ یوں ہوتا ہے کم، آہستہ آہستہ
سحر میں ڈوبتے[2] دیکھا ہو جوں [illegible] ثریا کو

عجب ہی حسن ہے، یک جلوہ ہے مانندِ آئینہ
سراپا دیدۂ حیراں[3] کیا اہلِ تماشا کو

کہاں اذنِ نظر دیجیے، کہاں دیں حکمِ دل بندی
بھرا ہے دل ربائی[4] سے سراپا، اوس سراپا کو

قیامت لانے آخر، حضرتِ دل تم کو کہتے تھے
نہ دیکھو ان قیامت جلوہ گاں کے قدِ بالا کو

کیا گردوں نے عالم کو، بہت کتنے مبارک ہوں
نکالا جب کہ پردے سے، کسی کے روئے زیبا کو

کہیں ہیں لوگ اس کی چشم ہے پر خون اور میں نے
ملا، آنکھوں سے لے کر اس حنا بستہ کفِ پا کو

نہیں معلوم اس نے کیا کیا وعدہ کہ سینے میں
کیا ایجاد دل نے محشرِ یاس و تمنا کو

کیا بے پردہ و رسوائے عالم، عشق نے ہم کو
کیا جب جلوہ فرما، اس کے روئے عالم آرا کو

عنانِ اختیار اب دل سے دیوانے کو دی اس نے
کہو اے عاقلو! ہم کیا کہیں، مضموں سے دانا کو

## ٣٣٨

پائمالِ اشک کر، غوغائے رستا خیز کو
اذنِ محشر آفرینی، قدِ شور انگیز کو

دل سے دے پیغامِ شوق، اس غمزۂ خوں ریز کو
کہہ سلام قطرۂ خوں خنجرِ سر تیز کو

لو، مبارک ہو یہ مجلس آپ کو یا غیر کو
کر چلے، ہم تو سلام اس بزمِ رشک آمیز کو

کوہکن، پتھر جو تھا چھاتی کا سو بھی اٹھ گیا
وصلِ شیریں کی مبارک باد دو پرویز کو

جامِ الفت زہر و خونابِ ہلاہل سے ہے، پُر
جس کو لینا ہے سو لے، اس ساغرِ لبریز کو

---

۱- ب: کبھی
۲- آ، ب: ڈوبتا
۳- ب: حیرت
۴- آ: دل برائی
۵- آ: تلے

۲۶۹

یوں نگاہ گرم مت جا، اس خطِ نورستہ پر ۔۔۔ بیم ہے، پژمردگی کا سبزۂ نوخیز کو
حضرتِ ممنوںؔ، بلا لانے، نہ کہتے تھے تمھیں ۔۔۔ اب بھی کم دیکھو بس، اوس قدِ بلا انگیز کو

۳۳۹

جلایا داغِ دل نے سینہ و جان و جگر دیکھو
جو گھر کا تھا چراغ اس سے جلا، سب گھر کا گھر دیکھو

وہیں آنکھیں کھلی، منہ پھر گیا ہے سوئے در دیکھو
کہ مرتے مرتے حسرت دید کی تھی، کس قدر دیکھو

تصدق اس مرض کے ہوں، کہ غش سا آنے جب مجھ کو
کہے گھبرا کے تو، ٹک نبض اس کی آن کر دیکھو

یہاں کچھ روزنِ دیوار میں سے نور جھلکے ہے
وہ مہ، کیا خانۂ ہمسایہ میں ہے جلوہ گر دیکھو

وہ شہرِ دل کو لوٹے جانے ہے اور میں یہ کہتا ہوں
کہ وہ جاتا ہے، وہ جاتا ہے، وہ تاراج گر دیکھو

تپِ دل سے جو بیمار آپ کا جلتا تھا سو اس کے
کچھ اک بستر پہ[1] خاکستر،[2] کئی اک ہیں شرر دیکھو

کہا میں نے کہ ان ہونٹوں میں سنتے، آبِ حیواں ہے[3]
تو کچھ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں وہ کیا کہتا ہے، مر، دیکھو

نہ اختر کوئی چمکے ہے، سفیدی سی نہ جھلکے ہے
کہیں بھی آج کچھ پیدا ہیں آثارِ سحر دیکھو

نہ پوچھو رنگ کیا ہے، آنے ہو تو دم کے دم ٹھہرو
شگافِ سینہ سے داغِ دل و زخمِ جگر دیکھو

غزل کیا دردمندانہ پڑھی ہے اور ممنوںؔ نے
کہ رونے خوب ہم، باور نہیں تو چشمِ تر دیکھو

۳۴۰

جدھر ہے دل، ادھر پہلو ہے سب لوہو سے تر دیکھو
بغل میں دشنہ یا پیکان ہے یا ہے نیشتر دیکھو

---

۱۔آ،ب: پھونکا
۲۔ب: بستر خاکستر
۳۔آ،ب: سنتے ہیں مسیحائی
۴۔آ: یہ شعر نہیں ہے

یہاں تک تو تپِ دل بعد [illegible]
ابھی مرجھائیں ہیں، دو گل، مری تربت پہ [illegible]
بھرے ہیں [illegible]
نہ لگ جائے [illegible]

نہ ٹھہریں ایک دن[۱] مانندِ ریگ، شیشہ ساعت
کہ ہے ہم خاکساروں کو وطن میں بھی سفر دیکھو
صدائے پاکسی کی، وعدہ کی [illegible]
یہی کہتا ہوں کون آتا ہے [illegible] دور

تمہارے ناتواں ہیں کاہشِ غم سے سبک یاں تک
کہ اس آمد شدِ دم سے ہوئے زیر و زبر دیکھو
کنارے بزم کے بیٹھو، اس لیے روتا ہوں، غم [illegible]
تبسم زیرِ لب، پنہاں نگاہوں سے ادھر دیکھو

گہے رنجش کی ٹھہرے اور ہو جاوے شکایت بھی
کہ اس آپس کی صحبت کو نہ لگ جاوے نظر دیکھو
غضب ہے، دل ملو پاؤں میں، یہ بھی تنگ آتا ہے
رکھو آئینہ کو اور زانو پہ تم، دو دو پہر دیکھو

گزرتی ہے ادھر سے نعشِ ممنوں، خلق ہمرہ ہے
شگافِ در[۲] سے تم بھی جانِ من، ٹک جھانک کر دیکھو

۳۴۱

چاک کر جیب کو کی، سینہ دری دیکھو تو
حضرت عشق کی ٹک پنجہ دری دیکھو تو
کچھ سراسیمہ ادھر، دیدہ و دل جلتے ہیں
کس کو اس بزم میں ہے جلوہ گری دیکھو تو

گہہ دخاں، گاہ ہوا شعلہ، گاہے برق[۳]
ٹک یہ نیرنگیِ آہِ سحری دیکھو تو
آتی کچھ چہرہ قاتل پہ پشیمانی سی
نعش پہ یاں ہے کیسی نوحہ گری دیکھو تو

ہر طرف سے الم و رنج و بلا جمع ہیں، آ
ہے مرا سینہ کہ کوے گزری، دیکھو تو
دلِ پسماندہ پہ کیا جبر کہ اٹھے صبر و قرار
سب چلے ہے — رفقائے سفری، دیکھو تو

---

۱۔ آ: دم، ب: دم
۲۔ لندن ۔ "شگاف دل سے تم بھی جھانک کر ٹک جان من دیکھو"
۳۔ غالباً سہو کاتب، متن مطابق ب

۳۴۱

غش پہ غش آنے ہے، جی جانے ہے کچھ ڈوبا سا
کیا ہوا چارہ گراں، نبض مری دیکھو تو

دین و دل، جان، لیا، کچھ بھی نہ چھوڑا جو تھا
ایک گالی بھی نہ دی، ملت بری دیکھو تو

کیا غزل اور بھی اے نکتہ پسنداں لکھی
میر ممنون کی ٹک نکتہ وری دیکھو تو

۳۴۲

دلبری پہ ہے وہ رشکِ پری دیکھو تو
دل نہ دے، یہ ہے بھی تابِ بشری دیکھو تو

پھر سیے پارۂ دل، بخیہ گری دیکھو تو
خون رونے کو، یہ کی خوش ہنری دیکھو تو

جلوہ اس بو قلموں جلوہ کا، ہر سو ہے عیاں
ہم ہیں مشتاقِ نظرہ بے بصری دیکھو تو

دھیان میں آپ کے شمع و مہ و خور دیکھے ہے
اپنے طالب کی پریشاں نظری دیکھو تو

زیرِ لب لا کے وہ دشنام سی کچھ نُیر گیا
اس دعا کے اثر و بے اثری دیکھو تو

حسرت و حیف، تاسف بھی ساتھ گئے
جان سے کس کس نے کی ہمسفری دیکھو تو

گھر ہوا سب نفسِ باز پسیں سے روشن
جوں چراغ آگ تھی، کیا دل میں بھری دیکھو تو

چال تو ناز سے چلتے ہو، یہ دل ہی دل میں
کیا پسا جانے ہے؟ ہر کبک و دری دیکھو تو

کام جب ہو بھی چکا دل کا، ہوئے تب آگاہ
میر ممنون کی ٹک بے خبری دیکھو تو

۳۴۳

ہنستے ہی ہنستے مل گئی بسمل کی آرزو
تھی خوں بہا میں خندۂ قاتل کی آرزو

تھی وقتِ ذبح بوسۂ پا، دل کی آرزو
خوں ہو کے، یہ چلی ترے بسمل کی آرزو

مشہد [۱] سے اپنے اٹھے ہے، غوغاے العطش
تھی بس کہ آبِ خنجرِ قاتل کی آرزو

رہ دور، پا میں آبلہ، یک دست دشتِ خار
اے واے بے کسی کہ ہے منزل کی آرزو

---

۱؎ لندن-ب-زائد شعر

بھٹکے ہے خاکِ قیس کی

کشتی شکستہ، تند ہوا

اول قدم ہے دشتِ فنا راہِ عشق

وہ حلقہ حلقہ بال جو کھولے تو یاد کر

اللہ رے غرور! کہ امید اک جواب

کیا ڈر، ہجومِ شوق نے گر بند کی زباں

کیجو سفالِ میکدہ یا خشتِ فرقِ خم

ممنوں کی نعش دیکھ کہے تھی تمام خلق

## ۳۴۴

دل اس چمنِ ناز پہ اپنا تو فدا ہو — نے نکہتِ شوخی نہ جہانِ رنگ

یوں رشک کہے، کم جو وہاں رنگِ حنا ہو — ہاتھ اس نے کسی دیدۂ تر پہ رکھا

اس مرگ پہ سو جان مری قرباں کہ دمِ نزع — گھبرا کے کہے تو کہ ہنس اب دیکھیے کیا

ہوں کشتۂ رسم و رہِ قربانگرِ الفت — مقتول سے واں بازوئے قاتل پہ دعا

خنجر اتنا تو اے سوزِ محبت! کہ بھروں آہ — اس وقت مجھے اگ تو دیتا کہ جدا ہو

کیا رشک ہے اس کشتۂ حسرت پہ جسے یار — تو ذبح ہو کرتا وہ تجھے دیکھ رہا ہو

سر کب ترے بیمار اٹھاتے ہیں، پہ گاہے — تکیہ سے اٹھایا ہو تو زانو پہ دھرا ہو

ہے چاشنیِ تازہ لبِ زخم کو درکار — قاتل جو نمکداں کبھی لاوے تو مزا ہو

رونا، پسِ دیوار نہ کیوں جاؤں جب اٹھتی — اغیار کے گھر سے ترے ہنسنے کی صدا ہو

خالی کر اب اک اور غزل کہہ کے، دل اپنا — ممنوںؔ ہر اک شعر میں پُر درد بھرا ہو

## ۳۴۵

مشغول کسی بزم میں خاطر مری کیا ہو! — لگتا نہ کہیں دل ہے، کہیں دل جو لگا ہو

آج اس دلِ بیتاب کو تسکیں سی ہے شاید — اپنی ہی تپش میں نہ یہ سیماب جلا ہو

رد کے ہوں میں افغاں کو، پہ شدت سے نہ اس کی — اجزا مرے سینہ کے سب اڑ جائیں، ہوا ہو

بیجا ہو کوئی عضو تو ہوں درد سے نالاں — کیوں کر نہ کروں آہ جو دل بھی نہ بجا ہو

خوں بے گناہوں کا نہ ہو، اس کوچے میں بیدار — آہستہ گزرنا، گریہ ادھر جو صبا ہو

نکہت سی تری آنے ہے کچھ دامنِ گل میں — لی، باندھو چرا کر نہ کہیں تیری قبا ہو

وہ ہاتھ سے تھامے کہیں، اس شوق میں سو بار — مستانہ تکلف سے مجھے لغزشِ پا ہو

یاں دل سے الجھتی ہیں، ہر اک بار وہ زلفیں — تو بادِ صبا آئے تو جھگڑا یہ ادا ہو

کچھ یاس چلی آنے ہے اس دشت میں، دل پر — یاں کشتۂ حسرت کوئی ممنوں نہ گڑا ہو

## ۳۴۶

یہاں ہے جلوہ آرائی ہمہ پھر دلفریبوں کو
مبارک ہو نگاہِ حسرت، ان حسرت نصیبوں کو

نوید، اے مرگ! رخصت ہے یہاں سے زندگانی کو
کہ پاتے ہیں حریصِ قتل اپنا، ان[1] طبیبوں کو

ترے بیمار کا کیا حال ہے، جو مشورہ سا ہے
ہمیں کچھ دوستوں کو، آشناؤں کو، قریبوں کو

رہے اس دشت میں ہم ضعف سے، کہیو سلام اپنا
اگر پوچھے کوئی اے رہرواں! ہم سے غریبوں کو

بوقتِ نغمہ سنجی گاہ، ہم بھی یاد آتے ہیں
یہ پیغامِ اسیراں ہے، چمن کے عندلیبوں کو

جراحت زار تو بیتابی دل سے ہوا سینہ
الٰہی موت دے یا صبر ہو، ہم ناشکیبوں کو

کہاں تک یاس و ناکامی! بس اس محفل سے جاتے ہیں
کہ دیکھیں پاسبان یک نگہ کب تک رقیبوں کو

یہاں پیراہن طاقت کے ٹکڑے اڑ گئے، ممنوں
دیا ہے حکم یوں جلووں کا کس نے جامہ زیبوں کو

## ۳۴۷

صبا! پیغام یہ کہیو ہمارا ہم صفیروں کو
سنا جایا کرو آواز گاہے، ہم اسیروں کو

بتایا ساحتِ امکاں سے ہے تکیہ، ادھر ہم[2] نے
اٹھایا یاں سے بستر، عشق ہے اپنا فقیروں کو

زریں ہیں یک نگہ میں سینۂ عالم، تبھی دل سے
فسونِ دل ستانی کس سے پہنچا دل پذیروں کو

سزا ہے دل کی جو گزری[3] کہ یہ ناداں عدو سمجھا
نصیحت گویوں کو، انجام بینوں کو، مشیروں کو

ہوئے نہ ہم روشناسِ صد بلا، اس دل کی دولت سے
و گرنہ جانتا تھا کون! ہم سے گوشہ گیروں کو

سمجھ کر، صبر دل آ! دشتِ جاں خوں ساز الفت میں
یہاں ہر گام پر بسمل پڑا دیکھیں ہیں شیروں کو

دہن کو اس کے کہتے ہیں سویدائے دلِ عنقا
زیادہ گوئی سے کیا شوق ہے، ان خوردہ گیروں کو

خدا نکردہ، تجھ کو غیر سے صحبت ہے کب! اے بت
قسم سچ ہے کہ میں سمجھوں ہوں کب تیرے وتیروں کو

فلک! گر بچ سکے، بچ جا کہ قصدِ آہ[4] و افغاں ہے
قدر انداز دل پھر سر کیا چاہے ہے تیروں کو

کوئی ناداں نہ جانے قدر ممنوں کی، تو کیا ڈر ہے
خبر ہے شاعری سے اوس کی، اس فن کے خبیروں کو

## ۳۴۸

رات خلوت میں جو تنہا کہیں پاؤں تجھ کو
کس لیے تجھ کو بنایا ہے؟ دکھاؤں تجھکو

جی میں آتا ہے لڑوں اور رٹھاؤں تجھ کو
تو جو روٹھے تو ہر اک ڈھب سے مناؤں تجھ کو

رات جاتی ہے چلی، نیند میں تو ہے سرشار
شوق کہتا ہے جگا، کیونکہ جگاؤں تجھ کو

تو نے آنے کی قسم کھائی، پر انشاءاللہ
جذبۂ عشق ہے تو کھینچ کے لاؤں تجھ کو

کہیں جانا ہے تو جا چک کہ اگر جان بھی جانے
نہ بلاؤں، نہ بلاؤں، نہ بلاؤں تجھ کو

ساقیِ بزم کے صدقے، کہ مجھے دے دے جام
یوں اشاروں میں کہے، اور رجھاؤں تجھ کو

---

١- آ، ب: ہم
٢- ب: تم نے
٣- لندن: "سمجھے" لیکن "گزری" زیادہ مناسب ہے، غالباً سہو کاتب
٤- ب: آہ

میں نے پروانہ کہا، آپ [illegible]
گریہ انگیز ہے افسانہ [illegible]
قامت یار کے، اے سروِ [illegible]
چاک پہلو سے پڑی آتشِ دل [illegible]
نہیں بیتابیِ دل، تک بھی ٹھہرنے دیتی [illegible]
جس قدر آگ پہ لوٹا ہوں، شبِ غم اتنا [illegible]
باولا پن ہے تصور سے ترے، مجنوں کو [illegible]

۳۴۹

پردہ اٹھتے ہی دیا کچھ نہ دکھائی مجھ کو
مگر اک برق [illegible] نظر آئی مجھ کو

ترے قربان ابھی عید سی ہو جاتی ہے
گر کریں ذبح، ترے دستِ حنائی مجھ کو

میں ہوں اور کنجِ قفس، زمزمہ سنجانِ چمن!
تم نے آواز کبھی گلے، نہ سنائی [illegible]

منتظر خارِ جگر تشنہ ہوں[1] ہر سو دیکھوں
آج لے جانے کدھر آبلہ پائی مجھ کو

گر فلک پر تھی نگہ، در پہ[2] گئے، وصل میں بھی
بس کہ تھی عادتِ شب ہائے جدائی مجھ کو

عرش[3] تک کوئی جو پہنچے تو بھلا فائدہ کیا!
مدعا ہے ترے در پہ ہو رسائی مجھ کو

صلح[4] اک بات پہ بھی تم نے کسی رات نہ کی
اپنی قسمت سے رہی روز لڑائی مجھ کو

خون ہو حسرتِ پرواز، پر و بازو میں
گر ترے دام سے ہو ذوقِ رہائی مجھ کو

صرفِ یک روزہ ہے، سرمایہ صد صد دریا
تجھ سے اے چشم ہو کیا! عہدہ برائی مجھ کو

صاف زانو پہ دھرے ہر ترے، دیکھے ہے تجھے
خاک آئینہ سے رہ دے گی صفائی مجھ کو

صحتِ طرزِ غزل دیکھ ذرا درد کے ساتھ
ہاتھ یہ مجنوں ہے لگی وضعِ قشقائی مجھ کو

۳۵۰

کس[5] کے مژگاں کی بلا، یاد دلائی مجھ کو
ایک برچھی سی غضب آہ لگائی مجھ کو

تھا نہ دیوانِ ادا میں ترے مضمونِ وفا
انتخاب اپنے سے، کیا شرم سی آئی مجھ کو

درد آلودہ فغاں روک! دلِ پر خوں روک
شام سے نیند نہیں، اب تلک آئی مجھکو

بے مزہ تلخیِ ہجراں نے کیا ہے، کتنا
جانِ شیریں تلک اپنی بھی نہ بھائی مجھ کو

ہاتھ کیا ہاتھ میں لوں، پھول کے گجرے سے جب
نظر آتی ہو، لچکتی وہ کلائی مجھ کو

ذبح کر، خوں میں لٹا، آگ لگا، جان جلا
اب تو قسمت ترے قابو میں ہے لائی مجھ کو

چشمِ قاتل سے کئی اشکِ ندامت ٹپکے
دل کے تابوت پہ تھی نوحہ سرائی مجھ کو

دل اڑا میرا، بچا آنکھ، چھپا مٹھی میں
اس نے یہ چھیڑ کی، شوخی سے سنائی مجھ کو

---

۱۔ ب: تہ سے
۲۔ ب: گئے در پہ نگہ
۳۔ آ، ب۔ عرش تک آہ اگر جائے تو کچھ کام نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہو اس در پہ رسائی مجھکو
۴۔ توبیاق کے ۵ شعر نہیں ہیں
۵۔ آ، ب: یہ غزل نہیں ہے۔

۲۷۵

کوئی پوچھے تو بھلا ہاتھ میں، میرے کیا ہے؟ آج کچھ چیز، کسی شخص کی پائی مجھ کو
وصفِ جاں بخشیِ لب اس کی، کہوں ہوں ممنوں کیوں سخن میں نہ ہو اعجاز نمائی مجھ کو

۳۵۱

آلودہ کیا خون سے کیا دامنِ قاتل کو گستاخ تڑپنا تھا، اتنا بھی نہ بسمل کو
مجنونِ زخود رفتہ، کہہ دو کہ مژہ کھولے لیلیٰ نے اٹھایا ہے اب پردۂ محمل کو
اس ورطہ میں کب ٹوٹا، دم اپنے شناور کا جب دھیان میں یہ آیا، لے لیتے ہیں ساحل کو
شب گزری جوانی کی، پیری کی سحر آئی ہے خوابِ گراں وہ ہی، اب تک دلِ غافل کو
اپنی ہی یہ خودبینی دیدار کی مانع ہے گرنم آہ جلا دے تو اس پردۂ محمل کو
گردِ قفس اپنے بھی، گاہے تو پر افشاں ہو پیغامِ اسیراں یہ، کہہ دیجو عنادل کو
کس سینہ سوزاں ہے، سینہ ہو لگا آنے پژمردہ سی دیکھوں ہوں، پھولوں کی حمایل کو
دو ایک جراحت کی، تھی دل میں ہوس باقی کیا خوں میں لٹاتی ہے، حسرت ترے گھائل کو
کیا چیز ہے اک بوسہ، مانگوں ہوں تو بس دے دو اربابِ کرم پھیریں، محروم نہ سائل کو
اس بزم میں بھی گزرے، ہاں بہرِ تماشا تھے پر یاد نہیں آتا! بھول آئے کہاں دل کو
سبض اپنی میں سو شعلہ لپٹے ہیں، کہوں تھا میں عیسیٰ نے چلا چھوڑا، مفت اپنے اناملؔ کو
تھی[2] نیتِ میخانہ، دل کعبہ میں جانکلا سرگشتۂ حیرت تھا، بھولا رہ منزل کو
تو مرثیہ پڑھتا تھا کس سوز سے، شب دل کا ممنوں رولایا کیا، ہر واردِ محفل کو

۳۵۲

تیر[1] ہے وہ نگاہ، مت پوچھو چھن گیا سینہ، آہ! مت پوچھو
بن اس دشت میں ہے کا ہی رنگ اپنا حالِ گیاہ، مت پوچھو
دل کی یہ تاب، اوس کے وہ جلوے صحبتِ برق و کاہ، مت پوچھو
آپ کو آئینہ میں خود دیکھو مجھ سے وجہ گناہ مت پوچھو
دل پہ غمزے جھکے وہ ترکانہ ہے لٹیری سپاہ، مت پوچھو
متصل عادتِ تغافل کیا! گاہ پوچھو تو گاہ، مت پوچھو
خون ہونا جگر کا، ضبط کے ساتھ کیا مزا دے ہے واہ، مت پوچھو
وصل کی شب نہ اک دن دیکھی میرے روزِ سیاہ، مت پوچھو
دل کو دیتی نہیں ہے، دم بھر چین کیا ہی بلا ہے یہ چاہ، مت پوچھو
لے گیا شیخ کا عمامہ اوتار کون سا کجکلاہ مت پوچھو
کون پہنچا ہے، کس نے دیکھا ہے! یار کا جلوہ گاہ، مت پوچھو
کعبہ و دیر تک پہنچ کے، رکے یہ ہوئے سنگِ راہ، مت پوچھو
رات، ممنون پڑھ رہا تھا غزل کیا صفائی تھی واہ مت پوچھو

---

۱ - ب: یہ غزل بھی نہیں ہے
۲ - آ: زائد شعر
۳ - ب: یہ غزل نہیں ہے۔

اوس[1] کے کوچے کی راہ، مت پوچھو
سینہ ہے پائمال لشکر غم [illegible] ہے [illegible]
کیا بلائیں شب فراق میں تھیں [illegible]
جھک گئے ہیں ادھر ہی قبلہ پرست کج ہے کس کی [illegible]
خیل خوباں نے شہر کسی دل لوٹا کس پہ ہوں داد [illegible]
دل یہیں تھا، ابھی کسی نے لیا کس پہ ہے اشتباہ، [illegible]
در میخانہ نے منافی کیا شیخی خانقاہ، مت [illegible]
ہم فقیروں پہ جو ہوئی سو ہوئی بے خبر ہے وہ شاہ، مت پوچھو
شوخیاں اس کے رخ میں کیا کیا ہیں فتنہ دور ماہ، مت پوچھو
تارے[3] گن گن کے رات کاٹی آج شام سے تا پگاہ، مت پوچھو
پاسنے ممنوں عجب ہی وضع کا یار تھا وہ غفراں پناہ، مت پوچھو

۳۵۴

باز[4] وہ لعل نازنیں تو ہو وصل میں گر نہ "ہاں"، "نہیں" تو ہو
اس گلی میں کہاں کروں سجدہ دل سے خالی کہیں، زمیں تو ہو
شوخیاں دست شوق میں ہیں بہت پاس پر، کوئی شرمگیں، تو ہو
زخم پر زخم جھیلتے ہیں ہم لب قاتل سے آفریں تو ہو
ڈھونڈتا کیوں پھروں میں کعبہ و دیر کہ مری جان! تم یہیں تو ہو
حرم و دیر دیجیے رو کے، ڈوبا سرد، بازار کفر و دیں تو ہو
ان لبوں سے شکر ہوا، منہ دیکھو میں کبھوں ہوں کہ انگبیں تو ہو
شب تاریک غم میں کون جلیس! میرا سایہ مرے قریں تو ہو
وصل میں چھیڑ چھاڑ کی ٹھہرے کہ ادھر سے "نہیں نہیں" تو ہو
آستاں پر ہزار سجدے کروں گرد افشاں، وہ آستیں تو ہو
سجدہ گو، قابل قبول کہاں اس کے دروازے پر جبیں تو ہو
دی الٹ، آستیں بھی ساعد سے کہ خجل، شاخ یاسمیں تو ہو
رہیں اس کے خیال سے باتیں شغل پھر، دل حزیں تو ہو
میں نے پوچھا، تراکشہ ہے کون ہنس کے کہنے لگا، تمہیں تو ہو
دل بھی آنے کیسے شکن سے نکل! باز، وہ زلف عنبریں تو ہو
لا! تبسم کی موج ہونٹوں پر خوں، رگ لعل آتشیں تو ہو
کیوں نہ وہ تیر ہو عزیز، ایسا کوئی مہمان دلنشیں تو ہو

---

۱۔ ب: یہ غزل نہیں ہے
۲۔ آ: ہجر
۳۔ لندن: تار لیکن 'تارے' درست ہے، سہو کاتب
۴۔ لندن: زائد غزل

نہیں لگتا لگے، تو تیغ لگا گر نہیں مہر دل میں، کیں تو ہو
صبح آنے تو میں نے ان سے کہا کہ وہ ہے، رات تم کہیں تو ہو
وہ لگے کہنے، ہم قسم بھی کھائیں بدگمانوں کو، پر یقیں تو ہو
مفت رونے سے فائدہ ممنوں وہ دامن سر شک چیں تو ہو

۳۵۵

دستِ[1] ہوس سے چھوٹ کے کس کے آتے، تم گھبرانے ہو؟
منہ پہ عرق ہے، رنگت فق ہے، جاتے کچھ شرمانے ہو
ہے وہ بہار حسن فسردہ، رنگ شکستہ عارض کا
گرم نگاہیں کس کی تھیں، جو پھول سے تم کملانے ہو
سنبل و گل ہیں برہم و درہم دست درازی سے کس کی
پیچ و شکن میں کاکل خم کے، ہار کے پھول الجھانے ہو
دستِ تمنا کس کے چھوتے، بند قبا کے ہیں نوٹے
آنکھ جھکا کر خود تو دیکھو، لیٹتے کیوں مکرانے ہو
لب پہ نشانِ بوسہ عیاں ہے، لعلیں سے کا رنگ چکاں ہے
صورت آپ کی خود بے کہتی، شاہد کیا کیا لانے ہو
میں نے کہا شب لے کے بوسے شیریں لب کس نے چوسے
آنکھ ملا، شوخی سے بولا تم بھی کچھ للچانے ہو
ایک طرف مہتاب ہے چٹکے، ایک طرف بدلی سی ہے
زلف اِدھر ہے منہ پہ الٹتی، بال اُدھر پھیلانے ہو
ہاتھ سے کس کے پی ہے عشرت، آئی زباں میں کچھ لکنت
بہکی بہکی بات ہو کرتے، کس کے تم بہکانے ہو
ہولے ہولے جنبشِ لب ہے، رنگِ غضب کچھ آنکھوں میں
طعنے میں تو کچھ نہیں دیتا، ناحق کیوں جھنجھلانے ہو
ہرزہ گری کا، تندیِ خو کا، طعنہ تم کو کس نے دیا
رنگ ہے رو کا جیسے بھبوکا، مجھ پہ کیوں گرمانے ہو

## قطعہ

لوٹتا دل تھا میں جو دکھاتا، چشمک زن ہو، یوں بولا
دل جو ٹھہرتا ہے نہ تمہارا، دل میں کیا ٹھہرانے ہو
وارنگہ کے، کاوشِ غمزہ، جنبشِ مژگاں وہ سمجھے
تیغ پہ تیر و تیر پہ برچھی، دل پہ جو بیٹھا کھانے ہو
کیوں ہو مکرتے، فائدہ ہے کیا، نام و نشاں تک دوں ہوں بتا
رندِ قدح کش وہ ہے ممنوں، پاس سے جس کے آنے ہو

---

۱۔ لندن: زائد غزل

چشم اس کے رخ پہ اشک سے ہے شستہ [illegible]
سنگ سیہ سے اس کو تفاوت کبھو نہ ہو

کیا کیا جنوں نہ گل چمن حسن یار سے | [illegible]
ٹھیرے، سمند ناز ہے اس کا نہ ایک جا | آوارہ [illegible]
اللہ رے رشک! ہوں دم بسمل یہ کہہ رہا | یہ آب [illegible] اور [illegible]
یا شعلہ جگر ہیں یہاں، یا دلوں کے دود | اس بوستاں میں شیفتہ رنگ [illegible]
کب سے فشار پنجہ حرماں سے دے رہا | آخر تو دل [illegible] ہیں، کب تک [illegible]
دامن تو کچھ نہیں کہ ہوا چاک، سی لیا | جب دل ہی پھٹ گیا تو [illegible]
کھاتا ہے کیوں قسم نہ تجھے پھر رجلاؤں گا | یہ آس ہے کہ کہہ کیا [illegible] تیری [illegible]
تجھ سا ہی کوئی اور نہ ہو، تیرے سامنے | کہتا ہوں دیکھ! آئینہ سے [illegible]
گوش رقیب باز، اگر ہیں تو کیا خطر | کیا کیا اشاروں میں یہاں [illegible]
گھر میں ترے مریض کی رخصت کو سب ہیں جمع | یہ کیا غضب ہے ہائے! کہ اس وقت تو نہ ہو
پھر برہی سی خاطر آشفتگاں میں ہے | واں ہو گیا وہ پیچ و خم و تاب مو نہ ہو
ہیں خوش قدوں کے دیدہ تر، اپنے زیرپا | نازاں بخویش، سرو لب آب جو نہ ہو
اپنے تن برہنہ پہ بس نقش بوریا | عریانی جب قبا ہو، تو کار رفو نہ ہو
کتنے گداختہ ہیں مرے سینہ و جگر | ان پر اگر رکھیں سر سوزن، فرو نہ ہو
راہ طلب میں پاؤں جو رکھا تو چاہئے | آسودہ ایک دم قدم جستجو نہ ہو
مست نگاہ پیرمغاں ہو وہ بادہ کیا | جو بے خم و صراحی و جام و سبو نہ ہو
کہتے ہیں نیم نقطہ، دہن کو ترے فضول | اتنا زیادہ گو، کبھی کوئی نکتہ گو نہ ہو
غم سے مجھے گداختہ دیکھا تو بول اٹھا | کیا شکل ہو گئی! کہیں ممنوں ہی تو نہ ہو

## ردیف "ہ"

### ۳۵۷

گریہ کے ساتھ دم سے ہے درون گلو گرہ | کھولے گا اپنے ناخن شمشیر تو گرہ
کیا چاک دل سیوں کہ مرے دست بخت سے | سو سو پڑی ہیں تار میں، وقت رفو گرہ
طرفہ معاملہ ہیں بہم شوق و شرم میں | میں کھولتا ہوں وصل میں، دیتا ہے تو گرہ
اللہ رے نازکی کہ گریباں کے بند کھول | بولا کہ دے رہی تھی، خراش گلو گرہ
کھلتے ہی شست ناز سے ہر تیر کی ترے | سینہ سے یاں اتر گئی اے جنگ جو گرہ
پیچیدہ یاں کسی کا دل ریش ریش ہے | آہستہ زلف یار کی! اے شانہ چھو گرہ
کس دم چھٹی ہے سینہ خراشی کہ کھولتے | بند قبائے یار کے ناخن، کبھو گرہ
ہے عقدہ عقدہ کاکل و ابرو و زلف یار | گردوں نے میرے کام میں دی، مو بمو گرہ
کیوں کر لب سوال کھلیں تیرے روبرو | ہے تیری تیوری پہ سدا تند خو! گرہ
ممنوں بہت ہے چستی بندش تری سنی | دیکھیں غزل میں کیسے غزل دیتے ہے تو گرہ

---

ا۔ لندن: زائد غزل

## ٣٥٨

اِس بھوں کی وقت عرض نہ وا ہو کبھو گرہ — لے، کھل چکی تری دلِ پر آرزو گرہ
گلچیں خدا سے ڈر، کہ نہ کلیاں ہیں سرخ سرخ — ہے اشک عندلیب کا ظالم! لہو گرہ
کس کس کے بند ہیں دل خوں گشتہ دیکھنا — وا ہو تری نہ سلسلہ مشک بو گرہ
مژگانِ چشم تر پہ مرے، دیر سے سرشک — ہیں صورتِ حبابِ لبِ آبِ جو گرہ
نسبت ہلال کی ترے ابرو سے ہے غلط — نہ چین نہ جنبش اس میں، نہ اے ماہ رو گرہ
کیوں پیچ و خم نہ کھاؤں جو یوں شانہ وا کرے — اس زلفِ پر شکن کی، مرے روبرو گرہ
گاہے کھلیں جو لب تو کہوں کوئی حرفِ یاس — ہونٹوں پہ یاں ہے زمزمہ آرزو گرہ
سمجھے تجھے بازہ راہِ گلہ ہوگی روزِ وصل — دیکھ اس کو ہوگئے یہ لبِ گفتگو گرہ
ممنوں کہے ہے غنچہ و گل کو دہانِ یار — جوں غنچہ تیرے ہونٹ ہوں اے یاوہ گو گرہ

## ٣٥٩

مرتا ہوں اس نگہ پہ، جو ہو اس ادا کے ساتھ — پرسش میں ایک شوخی و شوخی حیا کے ساتھ
زندانیوں میں سلسلہ جنباں ہے پھر جنوں — تھی کس کی بونے کاکلِ پیچاں صبا کے ساتھ
آشفتگاں نوید، بس[1] اس سے سلجھ چکی — وہ زلفِ پیچ پیچ کر اُلجھے ہوا کے ساتھ
تھے دل کے چارہ ساز وہ لب، خط نے کھودئے — ظالم نے ہائے زہر ملایا دوا کے ساتھ
ہر روز جلوہ گاہِ تماشا سے وہ پرے — دیوانہ سایہ دار سے لاتا، لگا کے ساتھ
چشم قبول اس سے زیادہ ہو اور کیا! — دشنام تو وہ دینے[2] لگا، ہر دعا کے ساتھ
کیا کیا نہیں ہیں عشق[3] میں، گو ہے نیا زیاں — ہنگامِ وصل پر ہے مزا، التجا کے ساتھ
یاں سینہ نوچ نوچ کے کاٹی ہے شب، وہاں — ناخن کو کس کے ربط ہے؟ بندِ قبا کے ساتھ
رونے گلے لگا کے بہت، مل گئے تھے کل — اس کی گلی میں ہم، دلِ حسرت فزا کے ساتھ
شیخ حرم نشیں سے کہے تھا کل ایک مست — رندانہ بے تکلفِ رہب و ریا کے ساتھ
خوبیِ کعبہ واہ! پر اے قبلہ دیکھیے — ہے آستانِ میکدہ بھی، کس صفا کے ساتھ

### قطعہ

رکھا تو دل[4] ہدف ہے اِدھر میں نے اور اودھر — ہے ربطِ شصت و قبضہ، کماں جفا کے ساتھ
چھوٹنے ہے جب وہ تیر تو کہتا ہوں مرحبا — واں اور بھی گزار[5] ہوا، اک مرحبا کے ساتھ
ممنوں غزل اک اور کہو دردناک سی — الفاظ شوخ شوخ ہوں، بندش صفا کے ساتھ

---

١۔ ب: نے
٢۔ ب: کر
٣۔ آ: شوق
٤۔ ادھر تو دل ہے ہدف
٥۔ لندن۔ گزر لیکن گزار زیادہ مناسب ہے۔

خوں گشتہ دل ملاپ تو کرلے ... [illegible] | [illegible]
کیا کیا دکھائے تاب و طپش نے ... اضطراب | [illegible]
وہ فکرِ زلف، دل کو ہے گھیرے شبِ فراق | [illegible]
جاوید زندہ کشتہ ترا ہے، وہ آبِ تیغ | [illegible]
ان ہی بتوں میں اور بھی جلوہ نظر پڑیں | [illegible]
اے ہستی، دوروزہ! عدم تھا[1] عجب وطن | پردیس میں خراب کیا [illegible]
وہ دشمنِ نظر ہے، یہ افزوں گر بصر | نسبت [illegible]
اس چشمِ پر فریب کی طرزِ نگہ[2] تو دیکھ! | بیگانگی سی [illegible] آشنا [illegible]
قربان وضعِ قاتل و مقتولِ عشق ہوں | اس صید گاہ میں [illegible]
سو سو دعا اِدھر سے ہیں ہر ایک وار پر | سو سو اُدھر سے وار ہیں [illegible]
کسی کی ہنسی و قہقہہ ہے،[3] کس کی آنے یاد! | ممنوں کو ہچکیاں سی لگیں [illegible]

۳۶۱

کی کس نے چھیڑ نرگسِ سحر آفریں کے ساتھ | ہے کچھ تبسم اس نگہِ شرمگیں کے ساتھ
نقشِ سجودِ بیت صنم ہے جبیں کے ساتھ | کعبہ ملے تو فائدہ! اربابِ دیں کے ساتھ
چاہے تھا دستِ شوق پہنچ جائے، زیرِ جیب | سلکِ گہر الجھنے لگی آستیں کے ساتھ
افسوس اپنی کعبہ پرستی پہ! برہمن | دیکھا سجودِ بتکدہ میں کس یقیں کے ساتھ
کس کی نگاہِ گرم نے دل میں لگائی آگ؟ | اڑتے شرار سے ہیں، دمِ آتشیں کے ساتھ
دشنامِ تلخ دے لبِ شیریں سے اور لطف | یعنی گلاب کا ہے مزا انگبیں کے ساتھ
کی دل نے کس کے کوچۂ کاکل میں راہ گم؟ | پوچھیے مل کے حال، کسی شانہ بیں کے ساتھ
دوزخ کے سب عذاب ہوں، شاید ہزار میں | دل بھی جو رکھ دیا، ترے اندوہگیں کے ساتھ
کتنا ہوں بدگماں کہ نہ کیا کیا بکوں ہوں، واہ | بولے اگر وہ حضرتِ روح الامیں کے ساتھ
ہم جوں چراغِ صبح، بھڑک کر ہیں جل بجھے | تھا ایک شعلہ سا نفسِ واپسیں کے ساتھ
اللہ رے غرور کہ چیں بر جبیں ہو، وہ | تشبیہ دیجیے جو نگارانِ چیں کے ساتھ
انکارِ اختلاطِ شبینہ کہاں تلک | گستاخ کس کے لب تھے، لبِ نازنیں کے ساتھ
اب تک نشانِ بوسہ، ترے لعلِ لب پہ ہیں | پیوستگی نقش ہو، جیسے نگیں کے ساتھ
ممنوں تری غزل میں یہ الفاظ کی شکوہ! | ہے کس قدر شبیہ کلامِ حزیں کے ساتھ

---

۱۔ آ: عجب تھا عدم

۲۔ آ، ب: نظر

۳۔ ب: ہنستے وہ قہقہے کس کی شب آئی یاد

۴۔ لندن: زائد غزل

### ٣٦٢

ممنوں[1] لڑائی آنکھ ہے کس خشمگیں کے ساتھ
کچھ تیر وہ نگاہ ہے، چین جبیں کے ساتھ

ممکن نہیں کہ وصل ہو اس مہ جبیں کے ساتھ
گر آسماں کو بھی ملادوں زمیں کے ساتھ

اڑتا وہاں سے رنگ نزاکت، نگاہ سے
نظارہ گرم کیا ہو! رخ نازنیں کے ساتھ

اللہ رے تفتگی کہ رکھا سینہ پر جو ہاتھ
ہے موج دود ہر شکن آستیں کے ساتھ

شبرنگ مار اور شب تار الحذر!
زلف سیہ بلا ہے خط عنبریں کے ساتھ

جوہر ہے جیسے خوبی شمشیر ہو زیاد
ہے اور حسن، ابروے خمدار چیں کے ساتھ

دشنام جب وہ دے ہے تو کہتا ہوں آفریں
اک اور بھی سنانے ہے وہ آفریں کے ساتھ

غم کا سا آشنا نہ بھلا کیوں عزیز ہو!
ہر وقت یہ رہا ترے خسرت قریں کے ساتھ

کہتا ہے اپنے سایہ کو اور مجھ کو دیکھ کے
کیوں ہو لیے یہ خاک نشیں ہر مکیں کے ساتھ

واعظ بیاں بہشت کے، کرتا ہے کیوں عبث
کیا کام مجھ کو خوبی خلد بریں کے ساتھ

دل دوزی نگاہ کسی کی، کروں گا یاد
گر آنکھ مل گئی کہیں حوران عیں کے ساتھ

میں نے کہا کہ "ہاں، بھی کبھی وصل میں کہو
کب تک نہیں نہیں ہے، لب شکریں کے ساتھ

ہنس کر، لگا وہ کہنے کہ ہنگامۂ اشتیاق
ہیں ساتھ ساتھ ہاں کے مزے، یا نہیں کے ساتھ

ممنوں جگر میں، جاں میں یا دل میں درد تھا
دم ہی الٹ گیا تری آہ حزیں کے ساتھ

### ٣٦٣

گو خط شوق میں تحریر نہ تھا کیا کیا کچھ
ساتھ قاصد کے، یہ کہتا ہوں گیا کیا کیا کچھ

جور دل، ظلم فلک، طعن جہاں، کین رقیب
صرف اک آپ کی خاطر ہے، سہا کیا کیا کچھ

برق، سیماب، شرر، شعلہ، لقب ہیں دل کے
عشق سے خون کا قطرہ ہے بنا کیا کیا کچھ

عہد، پیمان، قسم، قول غلط، سب تھے غلط
دلفریبی کے لیے کی نہ دغا، کیا کیا کچھ

زور مجموعہ وہ آنکھیں ہیں کہ دیکھے اس میں
فتنہ و غمزہ و شوخی و ادا، کیا کیا کچھ

تو نے کچھ بھی نہ سنا، شب تھے ترے در کے گرد
نالہ و زاری و فریاد و بکا، کیا کیا کچھ

نقد دل، جنس فر و مایہ، جاں، گنج شکیب
خواہش وصل میں یاں خرچ کیا کیا کیا کچھ

آپ کو خاک کیا، خاک کو برباد کیا
کوششیں کی ہیں دم مشق فنا، کیا کیا کچھ

رشک کے داغ جدا، زخم جدائی کے جدا
تو ہی منصف ہو، سہا، ہوکے جدا کیا کیا کچھ

لب پہ پھیکی سی مسی، زلف کھلی، چشم جھکی
نہ کہیں شب تھے، چھپاؤگے بھلا کیا کیا کچھ

[illegible] شرط ہے، اس شکل سے دیکھوں جو میں
دھیان بے جا ہیں مرے یا ہیں بجا، کیا کیا کچھ

تمکیں زور غزل[2] اور کہی ممنوں نے
کہ سخن رس نے اٹھایا ہے مزا کیا کیا کچھ

### ٣٦٤

اک نظر لڑتے ہی، اظہار کیا کیا کیا کچھ
دو اشاروں میں ہوئے، شوق ادا کیا کیا کچھ

---

١۔ لندن: زائد غزل
٢۔ ب: تمکین اور غزل زور

جوں کرے [illegible] کسی شہر [illegible]

نیم جنبش تھی پئے عرض [illegible]

محو ہے، شوقِ تماشائے دو عالم دل [illegible]

ہم سوئے کعبہ چلے، چھوڑ صنم خانہ [illegible]

کچھ اسے دیکھتے ہی ہونٹ یہاں بند ہوئے [illegible]

لے گیا خواب گہ یار میں تک پنہاں شوق [illegible]

کیا بلا ہے مرضِ دل کہ نہیں ہوتا کم [illegible]

دین و ہوش و خرد وطاقت و آرام، تمام — اپنے [illegible]

آگ دی داغ محبت نے ذرا ممنوں دیکھ — اس میں کیا کیا ہے [illegible]

## ۳۶۵

عکس، اس کے سے سدا ہے بغل گیر آئینہ — ہے کیا شبیہ صفحہ تصویر آئینہ

ایک سانس کا لگاؤ نہیں ہے کہ رکھ چکے — آگے ترے مریض کے تادیر آئینہ

دیکھا تھا خواب میں کوئی حیران اس پہ ہے — یاد آگیا مجھے دمِ تعبیر آئینہ

میرا ہی دل نہ کچھ ہے مشبک کہ ہے تری — مژگاں کے عکس سے ہدفِ تیر آئینہ

دل کیوں نہ آب، غیرتِ منصب سے اسکے ہو — زانوئے دلبراں پہ ہے جاگیر آئینہ

کس آفتاب چہرہ سے سرلیتا ہے نورِ عکس — رکھتا فزوں ہے ماہ سے تنویر آئینہ

نو مید مت [illegible] سے ہو، سعی کر — فولاد و سنگ ہووے، بہ تدبیر آئینہ

کیا قدرِ اہلِ دید [illegible] ہیں بے بصر! — رکھے پہ پیش کور نہ توقیر آئینہ

تعلیم ہے زباں ہے اہل شہود کی — سکھلانے طوطیوں کو ہے، تقریر آئینہ

ہر نقش سے ہو سادہ تو ہر نقش ہو حصول — کیا کیا رکھے ہے، بزم[3] میں تصاویر آئینہ

شب تجھے نہ تم کہیں، نہ ہے صورت ملی دلی — لاؤں اگر معاف ہو تقصیر، آئینہ

ممنوں! سکھیے کسی صورت سے یہ عمل — کرتا پری رخوں کو ہے تسخیر[4] آئینہ

## ۳۶۶

دل حیراں ہے یہاں اور دیدۂ تر جام و آئینہ — اگر رکھتے تھے جمشید و سکندر جام و آئینہ

فروغِ شعلۂ حسن و نگاہِ گرم سے تری — بنے ہے محفل و خلوت میں مجمر جام و آئینہ

عجب اک طرح کی شوخی ہے عکسِ شعلہ رو یاں میں — ہوائے حسن سے جوں سیماب مضطر جام و آئینہ

فلک تک شور ہے کس کی خود آرائی و مستی کا — بنے ہر صبح نکلے شاہِ خاور جام و آئینہ

نہ ہووے کس طرح دل خوں، بھر آویں کیوں نہ پھر آنکھیں — جو دیکھیں تیرے زانو اور لبوں پر جام و آئینہ

نظر کر، تنگ دل حیران و چشمِ خونفشاں اپنی — ترے منہ پہ چڑھیں کب تک، دلاور[4] جام و آئینہ

---

۱۔ آ: مگر

۲۔ آ: خانوں

۳۔ آ: بزم تصاویر

۴۔ آ، ب: ستمگر

ہوا کس خودنما کو میلِ مستی صحنِ گلشن میں — بجائے گل نظر پڑتے ہیں یک سر جام و آئینہ
کیا ہے جب سے کسبِ نور، تیرے عکسِ طلعت سے — دلِ اہلِ صفا کے ہے برابر جام و آئینہ
ترے عکسِ حنائی دست و رنگین جلوے سے پیارے! — بنا ہے تختہء باغ و گلِ تر جام و آئینہ
غزل اب اس زمینِ تازہ میں کہہ اور بھی ممنوں — نہو لطف و صفا سے جس کے ہم سر جام و آئینہ

۳۶۷

زبس اب حسن کا تیرے ہے منتظر جام و آئینہ — زیادہ مہر و ماہ سے ہے منور جام و آئینہ
خیالِ طلعتِ زیبا و چشمِ مست میں اس کی — ہمیں ہوتا ہے ہر دم یاں مصور جام و آئینہ
نہ حیرت پر کسی کی ہے نظر نہ چشم پر خوں پر — تجھے دیتا ہے لاکر کون کافر جام و آئینہ
لگے رہتے ہیں یوں یہ دیدہ و دل اس کے ابرو سے — کوئی دیتا ہے جیسے طاق میں دھر جام و آئینہ
ترے یوں منہ لگے اور دو بدو، یوں تجھ سے ہو جاوے — حریف اپنے تو ٹھیرے ہیں مقرر جام و آئینہ
صفائے طینت و داغِ محبت دل پہ دیکھیں ہیں — نہ ہم سمجھے ہیں کوئی اس سے بہتر جام و آئینہ
ہوا مغرور تر مے پی کے، اپنا حسن جو دیکھا — مرا ثابت ہوا خون تم پر، جام و آئینہ
الہٰی کون سے خورشید طلعت کے مقابل ہیں — رکھیں ہیں دیدۂ پرآب، اکثر جام و آئینہ
سرِ ہم صحبتی ہر ایک سے ہے، ایک کو ممنوں — میں اور غمخواریِ دل، وہ تکوفر جام و آئینہ

۳۶۸

شب ہمکو کشت و خوں رہا فوجِ غم کے ساتھ — سو حسرتیں شہید ہوئیں اپنے دم کے ساتھ
کون آنے ہے کہ سینہ میں بیدار ہوگئیں — صد آرزوے خفتہ صداے قدم کے ساتھ
لے چشمِ انتظار تو اختر شمار رہ! — یہ رات آشنا ہی نہیں صبح دم کے ساتھ
یہ بھی ستم ہے ظلمِ نو کہ پہنچے جورِ ناگہاں — اول کرے ہے مجھکو وہ خوگر، کرم کے ساتھ
بوسہ نہ لعلِ سبز خطاں کا تو لیجیو — یاں اختلاط آبِ بقا کو ہے سم کے ساتھ
دل سوزنِ رفو کا ہے دشمن، کہ دوستی — ہر پارہء جگر کو ہے، نیشِ ستم کے ساتھ
طفلی میں ہی سبق تھا، الف لام میم کا — مکتب ہی سے ہوا تھا میں خوگر الم کے ساتھ
شب تھا یہ دردِ دل کہ رہا، ہر نفس گماں — جاتی ہے جان تن سے نکل، اب کے دم کے ساتھ
یاں شورِ سینہ کوبی و افغاں بلند ہے — سلطان عشق آنے ہے طبل و علم کے ساتھ
ممنون اور ریختہ میں کر تو ساحری! — ہے ہجر تواماں، ترے نطق و قلم کے ساتھ

۳۶۹

پیوستہ واں ہے تیر، کمان، ستم کے ساتھ — کیا دیکھیے سلوک ہوں! صیدِ حرم کے ساتھ

---

۱۔ بجائے
۲۔ تو صفائے الفت
۳۔ لندن: الم، لیکن علم درست ہے، غالباً سہو کاتب۔

یارب! یہ کس کا [illegible]
سچ تجھ کو ربط غیر سے کب [illegible]

دل صرفِ رنج و تاب ہے کس [illegible]
اے چشمِ تر مددا! یہ جی میں ہے کہ روئیے

اے رہروانِ ملکِ فنا! اس قدر ہے عرض
کبھیو کہ تم نے ہم کو کیا گاہ سرفراز

دو دن میں سنیے گا کہ بس اودھر کو چل بسے
ناقوس کش کے بدوش ہے ممنون دیر میں

## ۳۷۰

پھرے ہے چشم میں وہ زلف تیرگون سیاہ
رواں ہے آب میں یہ مارِ پر فسون سیاہ

نمود کرتے ہیں مژگاں پہ اشکِ دود آلود
چمکنے نظر لگے، یہ اخترِ زبون سیاہ

شکیب و تاب پہ لاتا ہے طرفہ یک شب خوں[5]
کسی کے سرخ لبوں پر جو ہے ستون سیاہ

پسیج کے در تلک اپنے الٹ گیا وہ نگاہ
مجھے دکھائیں ہیں کیا! بختِ واژگون سیاہ

لکھا تھا نشترِ مژگانِ سرمہ سا کا وصف
زبانِ خامہ سے اب تک رواں ہے خون سیاہ

صفِ مژہ ہے شرر ریزِ نیت مری جان پر
عجب ہی باڑ سی جھاڑے ہے یہ فسون سیاہ

عجب رسا ہیں مرے بختِ تیرہ واژوں
نہ ہاتھ پہنچا تا زلفِ سرنگون سیاہ

فلک سے کیوں نہ رہے چشمِ ترکہ ہے ممنوں
تنق دھویں کا یہ خرگاہِ بے ستون سیاہ

## ۳۷۱

نہ چھوڑ چہرہ پہ وہ زلفِ نیمتاب سیاہ
جہاں کو مجھ پہ نکر خانماں خراب سیاہ

کروں گا شعلہ پہ سوزِ دروں کو میں تحریر
کہ دودِ دل سے نہو صفحۂ کتاب سیاہ

سرشکِ ناز سے کاجل بہا نہ مکھڑے پر
مری نگاہ میں مت کر یہ آفتاب سیاہ

بھروں جو آہ تو کہتا ہے، یہاں جلا کر آگ
نہ کر مرا سر دیوار و بام و باب سیاہ

لگے ہو سینۂ سوزاں سے رات کو کس کے
ہوا ہے بار کا ایک ایک درِ ناب سیاہ

اس آفتاب کو جب دل دیا نہ روشن تھا
کہ ہے بلا شبِ ہجراں پر عذاب سیاہ

فغاں ہے دود یہ اٹھتا ہے رات دن کس کی؟
کہ سب فلک کی ہے خرگاہِ بے طناب سیاہ

دکھائی دے ہے نہ کچھ تا نہ صبح پیری ہو
عجب طرح کی ہے ہوتی، شبِ شباب سیاہ

نہ مرے سینۂ صد چاک سے لپٹ کر کہیں
کرے نہ جیب کو دودِ دل کباب سیاہ

---

۱ ب: مری
۲۔ لندن و ب: کہ یہ جی میں ہے رونے، غالباً سہو کاتب
۳۔ آ، ب: دامن
۴۔ آ: تحفہ جبیں پہ کھینچے ہے
۵۔ آ: راہ
۶۔ لندن: لطف لیکن وصف زیادہ مناسب ہے غالباً سہو کاتب

سیاہ دیکھیے ہو خانماں کس مس کا — کرے ہے سرمہ سے پھر چشم نیم خواب سیاہ
اٹھے گا خاک ہے وہ سرفرو، رکھے جو لباس — برائے ماتمِ ابنا ابو تراب سیاہ
زلالِ لطف علیؑ بس ہے، ڈر نہیں ممنوں — جو ہے یہ نامہ اعمال ناصواب سیاہ

## ۳۷۲

شب کہاں تھے کہ کچھ آتے ہو حجاب آلودہ — نشۂ لبریز نگہ، لب ہیں شراب آلودہ
دست بازی سے رہے کس کی سحر تک بیدار — طرہ ہے برہم و درہم، مژہ خواب آلودہ
کس ہوس ناک کے قابو سے ہو مضطر نکلے — وضع رفتار کی کتنی ہے شتاب آلودہ
نہ قدح رات ہیں مستی میں، نہ ساغر تونے — دیکھ داماں نہیں شاید، مئے ناب آلودہ
گرمیاں کس نگہ شوق سے دیکھیں کہ تمام — عرق شرم سے چہرہ ہے گلاب آلودہ
گر گئیں کس کی ہیں گستاخ نگاہیں، بے ڈھب — خشمگیں غمزہ، کرشمہ ہے عتاب آلودہ
سن کے کس کا غمِ نہفتہ ہوئے اشک رواں — آب سے کچھ ہیں وہ اطراف، نقاب آلودہ
اور ممنوں نے غزل پڑھ کے رلایا ہے کیا — نہیں باور تو مژہ دیکھیے، آب آلودہ

## ۳۷۳

لوحِ ہستی ہے مری اشک[1] سے آب آلودہ — ہو گئی کیا ہی مصور! یہ کتاب آلودہ
ہے طپاں حلقۂ فتراک میں کس صید کا دل! — خون سے ہے دامن زیں، تا بہ رکاب آلودہ
میں گلے لگ کے شبِ وصل جو رویا، بولا — نہ مرا جیب کر، اے خانہ خراب آلودہ
دشنہ زن کاوشِ دل شب تھی، مگر پہلو میں — آج لوہو سے ہے سب بستر خواب آلودہ
ذبح کرکے مجھے بولا کہ لہو سے اس کے — ہاتھ ہم نے بھی کیے بہرِ ثواب آلودہ
کون ہے حالتِ دلِ سوختگاں سے واقف — کس کے دامن کو کرے اشکِ کباب آلودہ
دل میں کیا شوقِ زمیں بوس ہے پر ڈرتا ہوں — ہو نہ وہ خاکِ در اے پاک جناب! آلودہ
سیرِ دریائے جہاں، گریہ کی جا ہے ممنوں — رہے اس بحر میں ہر چشم، حباب آلودہ

## ۳۷۴

کسی کا دل ہے جو لینا تو لیجیے چاہ کی راہ — کہ اس میں فائدہ کا فائدہ ہے، راہ کی راہ
نہ سیئے رخنۂ پہلو سیو رفو سازاں! — گھٹے جو دم تو رہے تک یہ دودِ آہ کی راہ
نہ موندو روزنِ دیوار، یہ نکالے ہے — نہفتہ کوچہ نشیں کے ترے، نگاہ کی راہ
قریب یار ہے دل سے ولیک کیا حاصل! — کہ ہم میں اور ہے دل میں، سال و ماہ کی راہ
مجھے وہ دیکھ سرِ راہ، دے کے دو دشنام — کہے ہے جاؤ! کہ تھی یہی اشتباہ کی راہ
دلا، ادھر کو نہ جا، دیکھ ہو نہ سر گرداں — کہ پیچ پیچ ہے، اس کاکلِ سیاہ کی راہ
روش کچھ اور ہے اس کی، مرے طریق ہیں اور — دلا نظر نہیں آتی ہے کچھ[2] نباہ کی راہ

---

۱۔ آ: چشم
۲۔ آ: کوئی

چیر کر سینہ، کھینچ لیجیے دل خار سا، کچھ کھٹک رہا ہے یہ
لب ہوئے، اس کی خوگرِ دشنام کہ میری خوبیِ دعا ہے یہ
شانہ وہ زلفِ پیچ پیچ نہ چھیڑ کہ الجھ پڑنے --- کو بلا ہے یہ
اشکِ شعلہ سے چشم میں ہیں چراغ راہِ وعدہ پہ جل رہا ہے یہ
بہہ گیا آب ہو کے مژگاں سے جگرِ ریش، ماجرا ہے یہ
سینہ پُر سوزِ عشق و دل پُر رحم جل چکا وہ، سلگ رہا ہے یہ
سرد آہیں بھروں ہوں، نے بھی لا ! ٹھنڈی ٹھنڈی عجب ہوا ہے یہ
ساتھ بیگانہ گام کے، مجھ کو دیکھ بول اٹھا صورت آشنا ہے یہ
وہ عیادت کو آئے غیر کے ساتھ کیا مرض اپنے کی، دوا ہے یہ!
دل یہیں تھا ! اڑا گیا کوئی ہاتھ ملتا ہوں، کیا ہوا ہے یہ
بال و پر وا، ہوئے نہ زیرِ فلک تنگ تر دام سے فضا ہے یہ
دل ہے قرباں، کیوں جلاتا ہے تیرے مذہب میں کیا، روا ہے یہ
ذبح دم دے دکھا، حنائی ہاتھ ہم شہیدوں کا خوں بہا ہے یہ
شیریں وہ دیکھ پوچھوں تھا با مزہ ہے، نبات سا ہے یہ
صورتِ بوسہ وہ بنا کر منہ یوں لگے کہنے، مدعا ہے یہ
مے میں ڈوبا ہے خرقہ، ممنوں عہد کا اپنے، پارسا ہے یہ

٣٧٧

١

وہ خوابیدہ تھا، سر کا، زلفِ خم آہستہ آہستہ — ہوئے شب بوسہ گیر اس رخ سے، ہم آہستہ آہستہ
بڑھاتے شوقِ نظارہ ہم آہستہ آہستہ — شکیبائی ہوئی جاتی ہے کم آہستہ آہستہ
نکلنے جذبِ مجنوں دے نہ اس وادی سے محمل کو — رکھے ہے ناقہ مشکل سے قدم آہستہ آہستہ
عنانِ عزم لی، ہم تیز گاموں نے، سلام اپنا — چلے آؤ رفیقو! تا عدم آہستہ آہستہ
شبِ دوری چلی جاتی ہے بڑھتی، ہائے رے حسرت — ہوئی جاتی ہے اپنی عمر، کم آہستہ آہستہ
ہے ایجادِ طرزِ نو، جفائے ناگہانی کو — کرے ہے خوگرِ لطف و کرم آہستہ آہستہ
تسلسل نے مرے اشکوں کے، سو طوفاں کیے پیدا — کہ یوں ہی قطرے ہوجاتے ہیں یم آہستہ آہستہ
میں اس کو دیکھتا تھا پیار سے، یہ چھیڑ تو دیکھو — کیا کچھ اپنے اوپر پڑھ کے، دم آہستہ آہستہ
اگر صیدِ نگہ یہ بھی ہے اس صیاد کے آخر — لہو پہنچے گا تا بامِ حرم آہستہ آہستہ
فنا سے آشنا کر رفتہ رفتہ دل ! کہ ہوتا ہے — موافق طبعِ عادت سے ستم، آہستہ آہستہ
رہے ہمراہیِ کعبہ رواں سے چھوٹ، ہم آخر — پہنچ رہ وینگے تا بیت الصنم آہستہ آہستہ
جو میں نے عرض کی، مانگو ہو گر دل، عہد بھی کچھ ہو — کہا، ہوجائینگے قول و قسم آہستہ آہستہ
رکے، یہ بھیجنا خط ہے ! نہیں، گو ہاتھ ہل سکتا — کروں دو دو پہر، کچھ کچھ رقم آہستہ آہستہ
یہ دل پروردۂ صد بار نعمت تھا، محبت میں — کیا، خوکردۂ رنج و الم آہستہ آہستہ
اگرچہ ناتوانی ہے، برائے شغل، پر ممنوں — لکھ اب کوئی غزل، لے کر قلم آہستہ آہستہ

---

١۔ لندن: زائد غزل

گیا[1] بدھ، استخواں میں سوزِ غم آہستہ آہستہ
[illegible]

کرے خوں داغِ دل، سینہ سے کم کم آہستہ آہستہ
[illegible]

ذرا اے رہرواں ٹھیرو کہ ہم سے ناتواں کتنے
[illegible] ے [illegible] آہستہ آہستہ

بہم پر کالۂ دل اور جگر، خوں سے ہیں ہمدم
[illegible] کھول [illegible] اذاں آہستہ آہستہ

بس اب رخصت ہے اے شوقِ نظر! کھلتی نہیں آنکھیں
گیا خونِ جگر مژگاں پہ [illegible] آہستہ آہستہ

مرا طغیانِ بحرِ اشک زوروں پر ہمیشہ ہے
دگر [illegible] جائے ہر طوفان [illegible] آہستہ آہستہ

بلا ہے یہ غمِ الفت کہ افزوں روز ہو، ورنہ
کمی پر آئے ہے ہر ایک عالم آہستہ آہستہ

تصدق اس کے میں دینے لگا جب غیر کے طعنے
ترے لب کھا رہا تھا وہ تبسم آہستہ آہستہ

کبھی تو دام میں آوینگے یہ آہو نگہ، اپنے
مگر ہوتا نہیں آرام [illegible] آہستہ آہستہ

مقامِ کبریا تک ہیں شکوہ ناز پہچانتے
کہ ہیں فکرِ خدائی میں صنم آہستہ آہستہ

شبِ تنہائی میں یہ شغل ہے اپنا کہ رہتی ہیں
تصور سے ترے باتیں، بہم آہستہ آہستہ

شہ ناعاقبت اندیش! تنہا رہ، ہے پیش آنی
ذرا کر ترکِ اسباب و حشم آہستہ آہستہ

نہیں معلوم کیا گزری، ابھی ہوں دیکھتا آیا
ترا بیمار کچھ لیتا تھا دم آہستہ آہستہ

نہ جانوں ناتوانی کے ہیں کیا مضموں، رقم کرتے
کہ ممنوں لکھ رہا ہے لے کے قلم آہستہ آہستہ



مت[2] کفِ دستِ حنائی دلِ بیتاب پہ رکھ
کہ یہ پر کالۂ آتش ہے، نہ سیماب پہ رکھ

کشتۂ رخسار و دہن کا ہوں، مری فاتحہ کو
دو گلِ سرخ بھی دے، جامِ مئے ناب پہ رکھ

بند کچھ نیند سے، کچھ نشہ سے بےہوشی تھی
سبک اٹھا ہوں، لب اوس چشمِ گراں خواب پہ رکھ

ہے وہ نازک منش و ولولے تجھ میں ہیں دلا!
دھیان کچھ وصل میں، رسم و رہِ آداب پہ رکھ

بوسۂ لعلِ بتاں سے نہ رہے، سوزشِ دل
منحصر تپ کی دوا، شربتِ عناب پہ رکھ

گریہ کی جانے ہے دنیا، نہ سکونت کا مقام
گھر کی بنیاد نہ، ناداں! رہِ سیلاب پہ رکھ

خارِ صحرائے جنوں بس تھے، تبھی پاؤں کو
نازنیں تو ہے، قدم مسندِ سنجاب پہ رکھ

تاب و طاقت، خرد و ہوش جو چھوٹنے سو چھٹے
ہے رہِ عشق، خیال اس میں نہ اسباب پہ رکھ

ہر شکن میں دلِ خوں گشتہ ہیں اے مشاطہ!
شانہ آہستہ ذرا، طرۂ پر تاب پہ رکھ

آستیں، اپنی سے اشک اپنے کہاں تک پوچھوں
تو بھی دامن تو کبھی، دیدۂ پر آب پہ رکھ

خندہ تشدید، مژہ زیر و زبر، ابرو مد
مصحفِ حسن جو دیکھے، نظر اعراب پہ رکھ

کچھ عرق سے، رخِ تاباں کا ہوا اور فروغ
یا خدا! حسنِ بتاں آب پہ رکھ، تاب پہ رکھ

کون کہتا ہے نکر، کعبہ میں سجدہ صوفی
اوس کے ابرو کا تصور، تہہِ محراب پہ رکھ

تیز ہے خشم سے، لے، بوسۂ ابرو نہ دلا!
لب کوئی دے ہے؟ دمِ تیغِ سیہ تاب پہ رکھ

محوِ دورِ فلکی ہو نہ، مہندس کی طرح
سر پھرا ہو، تو نظر گردشِ دولاب پہ رکھ

جن کے دل مصحفِ اسرار تھے وہ خاک ہوئے
پاؤں رکھے جو زمیں پر، نظر آداب پہ رکھ

یوں تو اوس بزم میں مشکل ہے رسائی ممنوں
ہوشیاری سے نظرِ غفلتِ حجاب پہ رکھ

---

۱ ۔لندن، زائد غزل
۲ ۔لندن، زائد غزل

## ۳۸۰

دل سلگتا ہے، دھواں نکلے ہے ہر نالے کے ساتھ
لگ گیا جی، کون سے آتش کے پر کالے کے ساتھ

دستِ ترکِ مست کو، جوں ربط ہو بھالے کے ساتھ
چشم کی زیبائی ہے، سرمے کے دنبالے کے ساتھ

تیرہ بختی میں خیال اس زلف کا ہے، دی فلک!
کس شب تاریک میں ہم خانگی، کالے کے ساتھ

حلقہ حلقہ دل کی خاطر، حلقہ، زنجیر ہے
آنکھ لگنا ہے اسیری، کان کے بالے کے ساتھ

کاجل آیا ہے مگر مل، اسکے اشکِ ناز میں
دیں گلِ رخسار کو ہم رنگیاں، لالے کے ساتھ

اس کی چشمِ مست سے، شوریدہ دل ہے دو بدو
گفتگو نہیں دیکھ دیوانے کی، متوالے کے ساتھ

یاں تبا شیر، دلِ پر آبلہ میں لاگ ہے
سوزشِ الماس کو ہے ربط، تبخالے کے ساتھ

داغ الفت سے تمہارے، خون ہے دل کا کیا
دشمنی ہم بن گئے! آغوش کے پالے کے ساتھ

حسرت و ناکامی و حرماں، ملال و بے کسی
بزم سے اس کی، گیا ہوں آہ! کیا کیا لے کے ساتھ

برقِ آتش بار اتنی خارِ صحرا! مت جلا
کام لینے خار کو ہیں، پاؤں کے چھالے کے ساتھ

ضبطِ آہ و نالے سے مت پوچھ، کیا دل پر بنی
تیر پر اک تیر ہے، بھالا ہے اک بھالے کے ساتھ

شب جو اس رشکِ قمر نے لیں کہیں، انگڑائیاں
ساعد و بازو کی صورت، مل گئے ہالے کے ساتھ

تو گزرتا روبرو اوس کے تو مجنوں، چھوڑ کر
محملِ لیلیٰ کو، ہوتا تیرے چوپالے کے ساتھ

سر پہ اربابِ قیامت کے، قیامت اور ہو
آگئے گر ہم دلِ نالاں کو فردا، لے کے ساتھ

سرد مہری سے تری، کتنی ہے دل افسردگی
آپ اپنے اشک کو تشبیہ دوں، ژالے کے ساتھ

میں نے پوچھا ربط کچھ ممنوں سے ہے، بولا وہ شوخ
کو بکو، میں بھی پھروں، دل بیچنے والے کے ساتھ

## ردیف "ی"

## ۳۸۱

نظر بازوں سے جھک کر ان نگاہوں نے اشارت کی
حیا میں اک جھلک سی چاہیے برقِ شرارت کی

وہ جانِ نازکی، تاروں کی چھاؤں، ماہتابی تک
جو پہنے زیورِ نسریں نکل آیا، حرارت کی

وقتِ ذبح پوچھی آرزو جلاد نے اپنی
ادھر ہی پھر گئیں آنکھیں کہ اوس پر ہے، شرارت کی

عجب ہی منصفی ہے، مہر کو تشبیہ اِس مہ سے
نظر کا اوس سے نقصان، اِس سے افزائشِ بصارت کی

جگر کے، دل کے پرزے اڑ چلے، بس غمزۂ خوباں!
یہ ہم سمجھے کہ تم نے تیغ بازی میں مہارت کی

تجھے تہ تہ کے خط سو مرتبہ، خط کھینچ دیتا ہوں
بہت مضمونِ شوق، و کم ہے گنجائش عبارت کی

کہاں بالِ کبوتر تھا کہ نامہ باندھتا اپنا
مری پروازِ رنگِ چہرہ نے [illegible] خدمت کی

بکھرا، دل اوس صفِ مژگاں سے، گویک قطرۂ خوں تھا
گرا جا، نیزہ بازوں پہ، قیامت [illegible] صورت کی

ذرا اپنے دامن سے نہ تھا کس خارِ صحرا کو؟
کہ ہم نے مدتوں تعمیرِ وحشت میں امارت کی

نہیں ہیں سیل سیل آنسو، نہیں کچھ اختیار اپنا
کہو اہلِ محلہ سے، خبر رکھیں عمارت کی

غزل[1] کیا ہی پڑھی ہے خونچکاں پر درد ممنوں نے
عجب مضمونِ حسرت ناک و رنگینی عبارت کی

---

۱۔ اسدن= زائد غزل
۲۔ آئینا

پھرا وہ لوٹ، شہرِ دل تو میں نے یوں اشارت کی — [illegible]

شرارے آستیں میں گر، گریباں میں گئے چھوٹے — [illegible]

کہا میں نے کہ دل دیتا ہوں، پر دو چار بوسوں پر — لگا [illegible]

ذرا ہوتے ہی روشن، گل ہوا یارب شراروں سے — مگر [illegible]

پڑا شب، سایہ سر پر خواب میں، یک نخلِ جنت کا — وہ خو [illegible]

نہ آب مے سے ہو جب تک وضو، پاکیزگی کیا ہے — عبادت [illegible] مقبول [illegible]

ہر اک ذرہ میں ہے جلوہ عیاں، خورشیدِ تاباں کا — نظر کرتے [illegible] میں حرارت کی

جھلک زیور کی، آنکھوں کے تلے بجلی سی کوندے ہے — الہی کون گزرا [illegible]

شہیدِ شوق ہر ہر گام پر کیا کیا طپاں دیکھے — کہ میں نے کربلائے عشق کی یوں [illegible] زیارت کی

## ۳۸۳

دل میں ہو اور ہو تم، دل کے جلانے والے — آپ گھر اپنے کو ہیں آگ لگانے والے

ذبح، بے وسوسہ کر تو کہ ادب دانِ وفا — دست و پا ہیں نہ، نہ خنجر نہ ہلانے والے

ہاتھ سے اپنے ہوں خود کشتہ، اگر سمجھوں میں — فاتحہ تم ہو، پسِ مرگ دلانے والے

خواہ[2] بیداد تو کر، خواہ فلک، خواہ یہ دل — ہم بہر شکل ہیں اک[3] ظلم اٹھانے والے

دل اگر یہی ہے پہلو[4] میں تو انشاءاللہ — ہم نہیں چین، نہ خاک بھی پانے والے

عکس ہے تیرا، نہ شوخی سے کہیں ٹھیرے ہے — سخت حیران ہیں آئینہ دکھانے والے

دل جو لگتے ہے ادھر سے، ہے نکلتا کچھ دوڑ — چاک پہلو کے نہیں، ہم تو سلانے والے

مشق آہنگ کر! اے مرغِ چمن تو ہی کہ ہم — زمزمہ ہیں، طپشِ دل سے ستانے والے

ناتوانوں کو ترے کیا حرکت پر ہیں، کبھو — سر اٹھا تکیہ سے، زانو پہ جھکانے والے

سبزۂ رہگزر و نقشِ قدم بھی تو نہ تھے — کیوں ہوئے خاک میں، سب ہم کو ملانے والے

چھیڑ یہ دیکھ کہ پوچھے ہے وہ اٹھ اٹھ شبِ وصل — شاید اب سو گئے! نوبت کے بجانے والے

تو چٹکنے دے ذرا غنچوں کو اے نکہتِ گل! — چٹکیوں میں ہیں تجھے، یہ ہی اڑانے والے

اس زمیں میں جو سنی اور غزل، اس نے کہا — تم بھی ممنون ہو کیا باتیں بنانے والے

## ۳۸۴

دل کے یہ داغ ہیں، اک آگ لگانے والے — جو مرے پہلو میں بیٹھے، سو جلانے والے

---

۱۔ آ: اٹھا
۲۔ لندن، ب: زائد شعر
۳۔ آ: یہ جور
۴۔ آ: سینہ
۵۔ آ: جرات دیدار کبھو

زخم پر زخمِ جفا ہیں، ترے کھانے والے
ناز مرہم ہیں، و لے ہم نہ اٹھانے والے

جیتے جی داغ تو دیتے ہو بہت پر، پسِ مرگ
میری تربت پہ ہو، دو پھول نہ لانے والے

بو، نکہت اس عطرِ گریباں کی سنگھا دے، اے گلبن
ہم زخود رفتہ نہیں، آپ میں آنے والے

طالعِ خفتہ نہ بیدار ہوئے اپنے کبھی
گو یہ[1] نالے تو ہیں سوتوں کو جگانے والے

جان تو خون ہوئی جاتی ہے، پر سینے میں
لذتِ درد ہیں غیروں سے چھپانے والے

درد و غم رنج و الم، ساتھ ہیں سو کاہشِ جاں!
جو رفیق اپنے ہیں، سو جی ہی کے کھانے والے

کہیں نکلے پہلو سے نکل آنے تڑپ کر یہ صیاد
دل مضطر سے نہیں ہاتھ اٹھانے والے

پاؤں ممنوں نے نکالے ہیں بہت دیکھو تو
ہیں کبھی، اس شہر میں زنجیر بنانے والے

## ۳۸۵

خواب میں دیکھا تھا شب، پہلو میں اپنے تیر ہے
کاوش اوس مژگاں سے ٹھیری، صبح یہ تعبیر ہے

اب تلق سے مستعدِ مرگ یہ دل گیر ہے
کیا کرے نہ زیرِ بستر دشنہ، نے شمشیر ہے

تو لگے چھاتی سے کب، پر عاشقِ صورت ترا
کھینچتا راتوں کو سینہ پر، تری تصویر ہے

کیا نگہ، کیا غمزہ، کیا عشوہ! کمینِ دل میں ہیں
اس قدر صیاد ہیں اور ایک یہ نخچیر ہے

دیکھیو! مجنوں ترا آیا ہے کیا وادی سے رات
اوس گلی میں پھر کھڑکتی، آج کچھ زنجیر ہے

اس بضاعت پر ہے کیا کیا آرزو، وا حسرتا!
زور کم ہے، زر نہیں، زاری، سو بے تاثیر ہے

بے ستوں میں کیا، سرِ فرہاد پر گزرا ہے آہ
چند موجِ خون رکھتی آج، جوئے شیر ہے

اس زبانِ غمزہ نے یک حرف کب مجھ سے کہا
ہم زبانوں میں مرے کیوں! مختلف تقریر ہے

یہ جوانی، تم کو ممنوں اور یہ آزارِ عشق!
ہم تو رو بیٹھے تمہیں اس کی نہ کچھ تدبیر ہے

اک غزل میں اور بھی کرتا ہوں ممنوں ساحری
خامہ جادو رقم پھر مائلِ تحریر ہے

## ۳۸۶

ان کو حیلے ہیں، جس کی ہم پہ دارو گیر ہے
دم کی یاں فرصت نہیں، دونی وہاں تاخیر ہے

کس کی باتوں سے ہمیں واشد ہو! مجلس میں بھلا
ایک دل، سو بند ہے، خاطر سے سو دلگیر ہے

اضطرابِ دل! ذرا فرصت کہ لوں بوسے کئی
پھر لبِ معشوق، سینہ میں کسی کا تیر ہے

یاں کبھی ہے مشقِ ادا نہیں، نگہ کو کیوں تری
ہے نہ ایمائی سخن، نہ رمز، نہ تقریر ہے

قتل کر بیتاب کو اپنے کہ ہے یہ کیمیا
یعنی گر سیماب ہو کشتہ تو پھر اکسیر ہے

تھا جلایا، بے گنہ پروانے کو، دیکھ انتقام!
دو طرف سے شمع کی گردن پہ بھی شمشیر ہے

کس بت ہرجائی سے جا کر لگا گر ہاتھ آنے
دل کے سو ٹکڑے کروں، اس کی یہی تعذیر ہے

اور مجلس میں پڑھو ممنوں غزل، یاں آپ کا
آج مشتاقِ سخن ہر اک جوان و پیر ہے

---

۱۔ لندن: دوسرے شعر کا مصرعہ درج ہے ب۔ مصرعہ لیا گیا

۲۔ آ، ب: زائد شعر

۳۔ ب: سنے

کاوش مژگاں سے اس کی ہیں کہ [illegible]
ہم نشینی سے نہیو آہن دلوں [illegible]
خاطرِ دلگیر وا، جز جنبش [illegible]
گرد اک شعلے کے جوں بیٹھے ہیں دو آتش پرست [illegible]
تیرے وحشی کے بلیے کیا سیرِ دریا خاک ہو! [illegible]
دل ہوا، اس سنگ دل کا اور بھی کچھ سخت تر [illegible]
ہم کو رونا آنے ہے ممنون تجھ کو کیا ہوا [illegible]

## ۳۸۸

نکلے دھواں یہ دل سے ہر اک بار گرم ہے — بستر بھی زیرِ پہلوے انگار گرم ہے
ہوں جان پر یہ شیشہ نہ آتش فشاں کہیں — دل پیشِ آفتابِ رخِ یار گرم ہے
تلخیِ مرگ مژدہ! بجھانے کو زہر میں — ہوتی پھر ایک شوخ کی تلوار گرم ہے
رکھنا گلے سے ہاتھ مرے دور، وقتِ ذبح — ہر قطرہ یاں لہو کا شرر وار گرم ہے
قندیل دار جلوہ گہِ شعلہ ہے قفس — کتنی نواے مرغِ گرفتار گرم ہے
کس عندلیبِ تفتہ نے کی آہ، جوں سموم — آتی نسیم، جانبِ گلزار گرم ہے
کھینچوں جدھر میں آہ، کہے وہ ادھر ہتا — آتی ہوا ادھر سے ہر اک بار گرم ہے
دل گرمیاں، وہ ہم سے کہاں اب! کہ آج کل — ہنگامہ محبتِ اغیار گرم ہے
دل نے بغل میں آگ سی بھڑکائی خود[1] بخود — کس کی بغل کو تم نے کیا یار، گرم ہے
اللہ رے سوزِ دل کہ ترے تفتہ گاہ گاہ — لگ بیٹھتے تھے جس سے، وہ دیوار گرم ہے
سو بار آبِ دشنۂ قاتل جلا چکا — یاں تک تو میرا سینۂ انگار گرم ہے
ممنوں کی سن تو[2] آن کے، آتش بیانیاں — جتنیں پڑھے وہ اور بھی، دوچار گرم ہے

## ۳۸۹

گرم اشک، آہ گرم، تنِ[2] زار گرم ہے — یاں آب و باد و خاک سب اے یار گرم ہے
وہ میری لوحِ قبر پہ رکھتا تھا پاؤں، غیر — بولا، یہ سنگ دیکھ خبردار، گرم ہے
شعلہ سے یہ گئے عوضِ خواب، چشم میں — افسانہ کیا ترا بھی، دلِ زار! گرم ہے
ملتے ہی آنکھ برق سی، دل پر چمک گئی — کتنی تری نگاہِ فسوں کار گرم ہے
بالی میں گل پرونے تھے، اللہ رے نازکی — سو، تابِ رنگِ گل سے وہ رخسار گرم ہے
لوں سانس جو اس کی گلی میں تو یوں کہے — ان کے تو آہ و نالے کا بازار گرم ہے
یہاں[3] گئی ہے نیند کہ آتی غضب ہے لوں — ہو کر درونِ رخنۂ دیوار گرم ہے
ممنون کون اٹھ کے گیا اب! کہ فرشِ خواب — پہلو کے پاس تیرے، کچھ اے یار! گرم ہے

---

۱۔ ا: یک بیک
۲۔ لندن، ب: سن، آن کے
۳۔ ب۔ اور کس کو

۳۹۰

قلق سے قصد، شبِ غم ہلاک جاں پر ہے — یہ دسترس نہ کہیں تیغ جاں ستاں پر ہے
دھواں یہ جان سے ہے اٹھتا کہ کعبتیں آشنا — سیاہ داغ اب ایک ایک استخواں پر ہے
کیے ہوں ضبط نفس ورنہ جی کرے پرواز — کہ مری طائرِ جاں کے بہ فغاں، پر ہے
نہ پوچھ کچھ مری راحت کہ بن ترے کروٹ — گئی ہے دشنہ پہ، گہہ تیغِ خوں چکاں پر ہے
ترے مریض کا کیا ہے! نصیبِ اعدا، حال — شکستِ رنگ سی کچھ روئے دوستاں پر ہے
لیا تھا خواب میں شب بوسہ، نازکی تو دیکھ — کہ اک نشانِ کبود، اب تک اوس دہاں پر ہے
بڑا ہی کشتہ یہ راحت طلب ہے، آنے نہ نیند — نہ چشم تاکہ وہ رکھتا، سرِ سناں پر ہے
جنازہ دیکھ کہیں تھے، ترے شہید کا، سب — مقامِ گریہ بہت ہلنے، اس جواں پر ہے
غزل پڑھوں ہوں کوئی اور بھی کہ نسخوں کو — خیال میری طبیعت کے امتحاں پر ہے

۳۹۱

نگاہ و غمزہ سے اس کے، ستم یہ جاں پر ہے — کہ تیغ تیغ پہ ٹنگی، سناں[1] سناں پر ہے
جو خوں ہو طرزِ تبسم سے، دیکھ بے رحمی! — خیال، بوسہ ہمیں، اوس لب و دہاں پر ہے
ہزار شعلے لپکتے ہیں، طرفِ گلشن سے — یہ آج پھول پڑا، کس کے آشیاں پر ہے
فشارِ پنجہ، حرماں سے خوں ہوا، کیا دل! — کہ ایک لخت نہ مژگانِ خوں فشاں پر ہے
گیا ہے کون سا ہے دل یہاں سے اشک افشاں — کہ لختِ دل کا، قدم کے ہر اک نشاں پر ہے
قسم جنوں کی سبک دستیوں کی، آج نہیں — یہ پیراہن، کہ گراں جسمِ ناتواں پر ہے
کہہ نہ حالتِ نسخوں ہے کیا! پہ دیکھوں ہوں — کہ ہاتھ دو دو پہر تک دلِ طپاں پر ہے

۳۹۲

سنبل و گل اور کچھ، وہ زلف و رو کچھ اور ہے — آب و تاب اک اور ہے، یاں رنگ و بو کچھ اور ہے
نوکِ خنجر اور لبِ تلوار کی ڈوری سے کام — سینہ چاکانِ جفاکش کا رفو کچھ اور ہے
کیوں نہ بیتابانہ رکھ لوں بزم میں سینہ پہ ہاتھ — حالتِ دل اپنی، اس کے رو برو کچھ اور ہے
رو برو، اس کے مجھے اک جنبشِ لب ہے فقط — یاں طریقِ التماس و گفتگو کچھ اور ہے
رنگ روئے شوق کیوں مجلس میں، گو ناگوں نہو! — ہر نفس ایمائے چشمِ رمز گو کچھ اور ہے
واں زبانِ غمزہ کو یک حرف بھی مجھ سے نہ تھا — ہم زبانوں میں مرے [illegible] کچھ اور ہے
سد بیاباں وادیِ ہستی سے جاتے ہیں گزر — تیرے از خود رفتگاں کی جستجو کچھ اور ہے
ذکر آبِ خضر کیا! دو برق حل کردہ کہ یاں — چارہ، سیرابیِ کام و گلو کچھ اور ہے
اور بھی اب اک غزل نسخوں سنا چاہیں ہیں یار — طبع میں قوت ترے اے صلوہ گو، کچھ اور ہے

---

۱۔ نشاں نشاں

۲۔ آرزو

شاید اس بیمارِ غم کا حال [illegible]

آب حسرت چشم سے، قاتل کے [illegible]

اس میں اور تجھ میں زمین و آسمان کا فرق ہے [illegible]

چین پاتے ہیں ترے، ہر نقش پند چین سے [illegible]

چشمۂ شمشیر قاتل سے یہاں لیتے ہیں کام [illegible]

ہاتھ دھو کر عافیت سے، جائیں ہیں سر سے گزر — اور ذھب [illegible]

مہربانی کے تصدق، لگ کے سینہ سے مرے — یوں لگا کے [illegible]

۳۹۴

مے، اگر ہو لب آب و شب مہتاب تو پی — عذر مے نوشی ہے کیا! جمع ہوں اسباب تو پی

لذت آب بقا خضرا ابھی جانے گی بھول — چشمۂ خنجر قاتل سے ذرا آب تو پی

دے کے گل بادہ، لعلیں مجھے نظروں میں کہا — اور کبھی جام، سوا ہووے نہ سیراب تو پی

غیر کو دے مے لعلیں، مجھے چتون میں کہے — تو ذرا رشک سے خون دلِ بیتاب تو پی

آب و رنگ چمن، حسن سے کہتے ہیں، شراب — اس گلستاں کو کیا چاہیے ہے شاداب تو پی

کاوش دم سے دلا! سینۂ گو تک ہے نگار — گر مزا اس کا لیا چاہیے ہے، شوراب تو پی

صبر کی شیشہ شکن ہے یہ شراب پر زور — بادہ، عشق بہت تند ہے، ہو تاب تو پی

واہ وہ بزم جو ہوں منکرِ مے نوشی وہاں — منتوں سے، کہیں "تھوڑی سی مے ناب تو پی

ساقی و مغبچہ و مست، سر، اپنے کی قسم — دے کے، بولیں کہ ہے پاس سر احباب تو پی

پی شراب غم معنی کہ ہو رنگیں یہ غزل — چاہیے تمنون چمن فکر کو شاداب تو پی

۳۹۵

آگ بھڑکے ہے جو سینہ میں، مے ناب تو پی — آتش دل ابھی بجھ جانے ہے، یہ آب تو پی

وہ تو مے نوش نہیں، دکھلا کے مجھے غیر کے ساتھ — زہر کے گھونٹ ہیں پینے، دلِ بیتاب! تو پی

قطرہ اک چاہ محبت کا کرے سرگرداں — سر پھرا ہونے ترا صورت دو لاب تو پی

مے اگر پیر مغاں دے، نکر انکار تو بارے — ہے اگر واقف رسم و رہ آداب تو پی

چوس اس ہونٹ کو تا دل کی حرارت کم ہو — داغ تپ کے لیے افسردہ عتاب تو پی

نہ کسی جا پہ روا ترک قدح نوشی ہے — بیٹھنے کو ہو جو کعبہ کی بھی محراب تو پی

نشہ دیتا ہے مزا نیند بھری آنکھوں میں — بادہ جب چشم میں آنے لگے کچھ خواب تو پی

لطف تمنون وہ کیا دے ہے دلِ زخمی پر — چھوڑ کر سودہ، الماس میں زہراب تو پی

---

۱۔ لندن، دل، لیکن "دم" زیادہ مناسب ہے، غالباً سہو کاتب

## ۳۹۶

شب وصل اس ستیزہ خو سے کب[1] عہدہ بر آتی ہے
کہ گالی ہر سخن پر، ہر اشارت پر لڑائی ہے

گہر کے ہار ہیں بے آب، پژمردہ لڑی گل کی
کہو، کس سینۂ سوزاں سے شب چھاتی لگائی ہے

جگر ہوتا ہے خوں، جاتا ہے دل یاں ہاتھ سے اپنے
وہاں سینہ پہ کس کے آج وہ دست حنائی ہے

ہوس کے رنگ ٹپکے ہیں نگاہ پاک بازاں سے
کہ گردن پر ترے جلووں کے، خون پارسائی ہے

کوئی سینہ میں کیونکر دل کو اپنے تھام کر رکھے
وہاں ایک اک ادا میں دل کشی ہے، دل ربائی ہے

تمنائے جراحت مژدہ باد! آج پھر اوس کو
جگر خوں گشتگاں پر قبضۂ خنجر آزمائی ہے

لبوں سے آپ کے جام محبت دور ہی بہتر
یہ وہ مے ہے کہ کرتی رنگ گلگوں[3] کہربائی ہے

رہا[2] طوفان کا سا اک تلاطم اپنے سینہ میں
نہ بھیگی[4] تک مژہ، اللہ کیا دل کی سمائی ہے

غزل اک خونچکاں سی عاشقانہ اور پڑھ تمنوں
کہ وضعِ درد و رنگیں طرز تو نے زور پائی ہے

## ۳۹۷

ترے ہاتھوں سے یاں درپیش کیا کیا اے جدائی ہے
ہمیشہ دل نگاری، سینہ کاوی، جاں زدائی ہے

ترا مجروح بھی ہے کشتۂ آسودگی کتنا
رکھا سینہ دمِ خنجر پہ تب، تک نیند آئی ہے

کوئی غم، کوئی ایذا، داغ کوئی دے کے نکلے
الٰہی دل یہ اپنا ہے کہ کشکول گدائی ہے

خدایا کیا یہ شاخ گلبن باغِ نزاکت ہے!
لچکتی بوجھ سے گجرے کے، وہ نازک کلائی ہے

کسی کے کوچے میں گھبرا کے سو سو بار جاتا ہوں
نہیں لگتا کہیں دل، آنکھ جس دن سے لگائی ہے

رقیبوں نے دبا رکھی ہے خاک در میں آگ اس کے
کر لے، اے آرزو یاں سے جوابِ جبہ سائی ہے

نہیں معلوم دل میں تمیں یا ہے ہول تمنوں کے
شکستِ رنگ رو پر اس کے بیٹھے بیٹھے آئی ہے

## ۳۹۸

خوب ہم سمجھے ہیں طرز دل ستانی آپ کی
ایک تمہید ستم ہے، مہربانی آپ کی

ہر نگہ میں جواب صد سوالِ آرزو
واہ ری! طرزِ اشاراتِ نہانی آپ کی

شوق میں اس منھ کے لوں بوسہ، دہانِ غنچہ سے
پر یہ ڈر ہے ہو نہ افزوں، بدگمانی آپ کی

تک سمندِ ناز کو ہو، رخصتِ آہستگی
برق تھی گل شاکیِ آتش عنانی آپ کی

زیر لب کیا کیا لگوں، کہنے کہ جب آتی ہے یاد
لب تلک، گالی وہ آکر ٹھہر جاتی آپ کی

دست بردوشِ نفس آتی ہے لب تک آج وہ
حضرتِ دل! زور پر[5] ہے ناتوانی آپ کی

لعبتِ چیں لے نمک، کانِ ملاحت وہ بدن
نقش بند چین نے اب چین مانی آپ کی

حضرت دل بس خمش، رونا چلا آتا ہے یاں
درد کا افسوں ہے یہ افسانہ خوانی آپ کی

اک غزل پڑھیے حضورِ خسروِ ہندوستاں
کچھ نہیں ہووے نہ تمنوں قدر دانی آپ کی

---

۱. آ: کیا
۲. آ: بہر
۳. ب: گل کو
۴. آ: بھیگی
۵. ب: پھر

ہے پھر اوس غمزے کو ممنوں [illegible] زبانی آپ کی
کوہِ طاقت حسن کے شعلہ سے جھڑ سکتا ہے [illegible]
دو قدم بھی کھینچ کر لاتی نہ اون کو، اس طرف [illegible]
ہر سخن پر گہ نگاہِ خشم گہ چیں بجبیں [illegible]
چتونوں میں کون ہے بوسہ کا طالب، بزم میں [illegible] ہے
سینہ میں کچھ ہم فقیروں کے ہیں حاضر، لختِ دل — اور اپنا [illegible]
طاقت، غوغا نہونا، کشتگاں کو ہے ضرور — تیغ سنگ [illegible]
تیسری بھی تم غزل ممنوں پڑھو اس بحر میں — ہے بہت سی [illegible]

۴۰۰

قتل ہی کرتی ہے یہ شیریں زبانی آپ کی — اپنے حق میں زہر ہے، شکر فشانی آپ کی
سنگ رونی دیکھ اوس بت کی، کہ کہتا ہے مجھے — کھینچ کر تلوار، دیکھوں سخت جانی آپ کی
رشک سے پھر کیوں نہ تڑپے خون میں صد آرزو — ناز سے جب اور پر ہو، تیغ رانی آپ کی
حضرتِ دل یک طپش سے عرضِ صد امید ہے — سخت گویا ہے زبانِ بے زبانی آپ کی
آہ بھر کر قصہ اپنا جو کہا، بولا وہ شوخ — کچھ اثر سے ہے، بہت خالی کہانی آپ کی
حضرتِ دل کب تلک ماتم، یہ شیون تا کجا! — بس کہ مارے ڈالتی ہے نوحہ خوانی[1] آپ کی
کچھ گھلے جاتے ہو ممنوں دم بدم، کچھ خیر ہے — گریہ آیا، دیکھ کر ہم کو جوانی آپ کی

۴۰۱

غمزے کو پھر ہیں کاوشیں اس دل پاش پاش سے — قطرہ، خوں ہے دو بدو، دشنہ، جاں خراش سے
وصل میں بھی نگاہ شوق تا مژہ، یہاں نہ آسکی — عشوے کے اہتمام سے، غمزے کی دور باش سے
نقدِ غم ہزار سال، خرچ ہے اک روز کا — آپنے ہیں سخت ہم بجاں، اس دلِ بدمعاش سے
حسرت و یاس و رنج و غم، محنت و غصہ و درد و سوز — خانہ، دل کو آئے ہیں ڈھونڈ کے، سو تلاش سے
شب وہ بہار حسن تھا خواب میں ہمکنار، صبح — رول[2] کے لے گئی نسیم پھول، میرے فراش سے
سرو کہے جو آپ کو قامت یار، راست ہے — کس کو دماغ گفتگو ا کندہ[3] ناتراش سے
بستر خار پر ہے چین اس تنِ چاک چاک کو — ذبح کشوں کو کام کیا ؟ مخملِ خوش قماش سے
بخیہ، زخمِ دل مگر آج قلق میں کھل گیا — ٹپکے ہے کچھ لہو پڑا، نالہ، دل خراش سے
خواہشِ نیم خندہ تھی اس کے لبوں سے وقتِ ذبح — ٹپکے ہے خونِ آرزو اب تلک، اپنی لاش سے
جامہ، سفید صبح ساں، بر میں ہزار نور ہے — حسن کی کچھ چمک نہیں بادلہ اور تاش سے
ہنسِ گلِ خندہ زن ہوں، نہ بلبلِ نغمہ سنج ہوں میں — باغ جہاں میں فائدہ کیا میری بود و باش سے

---

۱۔ آ: ہم سے کیا حضرت غم کندن = دل، لیکن غم زیادہ مناسب ہے۔ غالباً سہو کاتب
۲۔ ب: رول لے گئی
۳۔ ب: نے

۲۹۷

سینہ میں مہمان ہے حسرت و یاس و درد و غم
کیجیے کیونکہ ان کو سیر، دل کی اب ایک قاش ہے

نام بھی اپنا بیت میں تنگ سمانے ممنوں، اب
خلق یاں تک جنگ ہے میری بود و باش سے

۴۰۲

شرار آہ سینہ سے، گل ملے نکلے
نغانِ گرم سے ہونٹوں پہ آبلے نکلے

وداعِ ہوش کو تھا طرفہ ساتھ باغ سے صبح
نسیم و نکہت و نسریں کے قافلے نکلے

جنوں کے ولولے کیوں فصلِ گل میں تازہ نہوں
کہ پھول، پتے، غنچہ ہوئے، کھلے، نکلے

سناں سی سینہ میں کھٹکی پہ لب پہ خندہ رہا
ستم کشوں کے تیرے زور حوصلے نکلے

گزر کے وادیِ ہستی سے تھی فضائے عدم
کہ کچھ بھی یہاں سے وہاں تک نہ فاصلے نکلے

یہ خارِ خارِ نفس ہے، کیا جو سینہ نگار
تو کہنہ داغِ درون، آج سب چھلے نکلے

نہ چھیڑ ہمکو بس اے جنوں کہ چھوڑ کے ہم
صدائے سلسلہ ساں، تیرے سلسلے -

نگاہِ ناز و نیازِ التماسِ راز میں تھی
وہاں سے غدرِ ستم، یہاں سے شکوے نکلے

یہ کس کا غمزہ، دل دوز یاد کر، رونے
کہ ٹکڑے ٹکڑے جگر کے، بہم ملے نکلے

کیا مقام، میرے سینے میں جدھر ممنوں
ملال و حسرت و ارماں کے قافلے نکلے

۴۰۳

شب تھے یکجا، نہ پر ارمان ہمارے نکلے
نہ سخن لب سے، نہ آنکھوں سے اشارے نکلے

واہ ری برقِ لغاں! بسکہ کیا ضبط اسے
ایسی تڑپی کہ ہر اک مو سے شرارے نکلے

میں کہوں تھا دلِ سوزاں پہ نہ رکھیو انگشت
آبلے، ہاتھ میں آخر نہ تمہارے نکلے

لو مبارک ہوگئی اہلِ ہوس کو یہ بزم
آپ کے خوف سے ہم، رشک کے مارے نکلے

نہیں معلوم کہ کس کس کے دلوں کے ہیں بخار
ابر ساں رونے تو کچھ سینہ سے پارے نکلے

آسمانو نہیں اخترِ شبِ غم میرے لیے
تم ہو جوں دیدہ، یہ دیدے ہیں تمہارے نکلے

دیکھ! جوں دستۂ نرگس کہ سراپا سے مرے
دیدہ، شوق اڑانے کو نظارے نکلے

دل پہ اک سانپ لٹاتی تھی نمودِ شبِ ہجر
سرِ عقرب کی طرح اور یہ تارے نکلے

شرط یہ ہے کششِ الفت و اے جذبۂ شوق
در پہ جاتے ہیں، وہ سے، اپنے پکارے نکلے

عشق وہ بحر نہیں ہے کہ جو اس میں ڈوبا
ہاتھ اور پاؤں [illegible] نکلے

۴۰۴

کہاں تک ضبطِ آہِ دل خراش اب دم بدم کیجے
رگِ جاں [illegible] حوالے [illegible] ستم کیجے

دماغ اس شورِ ہستی کا کہاں، نازک دماغوں کو
[illegible]

یہ تن میں ہے کسی کے چھیڑتے ہی، قیدِ ہستی سے
صدائے نالۂ [illegible]

بھرنا آتی ہے چھاتی یاد میں، یارانِ رفتہ کے
یہ دل اور اس قدر صدمے اٹھا [illegible] کا [illegible]

---

۱۔ [illegible] سعی سے آپکی [illegible] وہ کنارے نکلے

زیارت ہم نے کی کعبے کی ... [illegible]
سٹنے برنگ بوے غنچہ تنگ آیا ... [illegible]
جگر جلتا ہے، دل بھڑ کے ہے، کچھ ... [illegible]
گرہ ہیں حسرتیں دل میں بہت، شب وصل کی تھوڑی
سٹنے عبث گھٹ گھٹ کے کیوں دیتے ہو جی، کھلتے ہو کیوں ممنون

۴۰۵

دل نہ خوے کاوِ کاوِ نوکِ مژگاں کیجیے ۔ کب تلک ضد بیشتر نذرِ نوکِ جاں
یاں تلک تڑپے کہ ہر مو سے شرارے اڑ چلے ۔ ضبط گر، یک دو نفس ہے برق افغاں
گو چھپایا دردِ دل، پر ساتھ ہر ہر نیس کے ۔ رنگ رو اڑنے لگے تو کیونکر پنہاں
وصل کی شب بھی کوئی بے درد، یوں کرتا ہے طے ۔ شکوہ تیرا کیوں نہ اے، گردون گرداں
برق کو ہے شکوہ آتش عنانی آپ کا ۔ تک سمندِ ناز کو کم، گرم جولاں
وصل کی شب، ہر سوال آرزو و شوق پر ۔ دم بدم کب تک 'نہیں'، اک بار تو 'ہاں'
ہے ہجومِ یاس پر، سینہ میں اپنے تنگ جا ۔ چیریے پہلو کو، گر میرے تو احساں
آبلے پر آبلے، سینہ سے لب تک پڑ گئے ۔ ضبط کب تک یارب! آہ آتش افشاں
ہاں یہ سچ خوباں کے ملنے کا تو اک لپکا سا ہے ۔ عشق کا ممنون پر، ناحق نہ بہتاں

۴۰۶

اے ہمت! سجودِ در سے ترے خو نہ کیجیے ۔ قبلے بھی ہو ادھر تو کبھو رو نہ
رکھ دیجیے قلق میں، دمِ تیغ پر یہ دل ۔ لیکن خیالِ بوسۂ ابرو نہ
گر پھر ہجومِ شوقِ مژہ سے ہو خار خار ۔ جز دشنہ، نذرِ سینہ و پہلو نہ
آرامگہ کریں دہنِ افعیِ بلا ۔ پر مسکنِ ہوسِ خمِ گیسو نہ
مجلس میں تیری، اوبر سے آنکھیں لڑایے ۔ کچھ پاس، جنگِ نرگسِ جادو نہ
دیکھیں صبا سے جنبشِ نرگس تو آئے غش ۔ دل محوِ رمزِ چشمِ سخن گو نہ
الجھیں صبا سے، شانے سے یا لپٹیں بار بار ۔ بالوں کا تیرے شکوہ، خسرِ مو نہ
روے نیاز در پہ ہر اک کے رکھیں، ولے ۔ منہ اوس طرف کو ہووے جدھر تو، نہ
سو سو طرح سے جلوہ کرے تو، پہ چشمِ شوق ۔ آئینہ دارِ عارضِ نیکو نہ
گل ہی سے کیجیے چارۂ از خویش رفتگی ۔ تیرا لباسِ عطر فشاں بو نہ
ممنون کی طرح ہوں، کسی مسجد میں معتکف ۔ پر سجدہ گاہ ترا، سرِ کو نہ

۴۰۷

بس تمنا! زور آزمائی ہو چکی ۔ دل بروں سے ہاتھا پائی ہو چکی

ا۔ لندن، بہ زائد شعر

۲۔

بس تمنا کام آئی، ہو چکی  کشتۂ تیغ جدائی ہو چکی
رات تھوڑی، حسرتیں دل میں بہت  صلح کیجے بس، لڑائی ہو چکی
ناز گرم جنگ، بے جرأت یہ دل  لے ہوس! مطلب برائی ہو چکی
غمزہ یوں بیگانہ پرس اب ہے تو یاں  عرض حرف آشنائی ہو چکی
آئنہ سا ہے جو کر بگڑے یار یار  اس خود آرا سے صفائی ہو چکی
آتش دل سے ہوا زیور وہ گرم  اس سے باہم سینہ سائی ہو چکی
بخت بد، صیاد غافل، بند سخت  ہم اسیروں کی رہائی ہو چکی
دل خراشی، سینہ کاوی، جاں کنی  تجھ سے کیا کیا، اے جدائی ہو چکی
پر فرشتوں کے جلیں ہیں، واں تری  مرغ نامہ بر رسائی ہو چکی
خار غیروں نے کیے ہیں، یاں نہاں  اسکے در پر جبہہ سائی ہو چکی
حسرت دل پوچھ مت بہر آرزو  کشتۂ تیغ جدائی ہو چکی
جرعۂ مے کے لیے یہ اضطراب! میر  تمنوں! پارسائی ہو چکی

۴۰۸

جوں صبا گاہ، ہوادار چمن ہم بھی تھے  باد خواں، گل و نسرین و سمن ہم بھی تھے
ہم کو مت بھولیو، گو کوچہ بستی سے گئے  اس محلہ ہی کے یاران وطن ہم بھی تھے
تبر مجنوں پہ جو گزرا تو صدا آئی مجھے  یونہیں آوارۂ صد دشت و محن ہم بھی تھے
دل ہوا خوں جو کہا مرغ قفس نے کل، ہائے  ایک دن بال زن طرف چمن ہم بھی تھے
صید گہ میں جو نمک دان بکف آیا کوئی  کھیلتے ذوق سے، بر زخم کہن ہم بھی تھے
واہ رے وصل کے عالم کہ وہ منہ لاتا پاس  بوسہ گیر لب و رخسار و ذقن، ہم بھی تھے
غیر مخصوص ادا کیونکہ سمجھتے آخر  نازو انداز و حیا، شوخی و فن ہم بھی تھے
ہم زباں چشم سخن گو سے ہے کون اب، کہ گیے  لایق رمز و اشارات و سخن، ہم بھی تھے
اپنے گر، کشتۂ دیدار کا پوچھے ہے حال  سن دہیں تا بدم دفن و کفن ہم بھی تھے
منہ پہ اک یاس عجب طور سے ٹپکے تھی، ترے  تھے سب افسوس میں، مارے ہوئے من ہم بھی تھے
سب ترا نام تھے لیتے کہ کیا اس نے قتل  اس کے اثبات میں اے عہد شکن ہم بھی تھے
لب گزاں حیف سے تھا، اس کی جدائی پہ ہر ایک  رکھتے انگشت وہاں وقف دہن، ہم بھی تھے
سنتے ہی ہوگئے ممنوں کی غزل، افسردہ  ایک دعوی گر گرمی سخن ہم بھی تھے

۴۰۹

بس کہ مژگاں سے شعلہ باری تھی  رات جوں شمع، ہم پہ بھی بھاری تھی
ک تغافل میں ہوگئی حرماں  دل میں جتنی امیدواری تھی

---

۱۔ لندن، ب: زائد شعر
۲۔ آ: زائد شعر
۳۔ آ: زائد شعر
۴۔ آ: دہن

کچھ ... کہہ ... دیا
دشمنانہ ... کیجے
شب ہمیں اس خیال ...
کس کے دل پر رکھا ...
تجھے گل زخم تازہ ... شب ... تا صبح
روز و شب زلف کے خیال میں ہیں
شیخ صاحب کو کل ... پایں تمکیں
صحبت شب سے کیوں مکرتے ہو
ملتے آنکھیں کہاں سے آنے تھے صبح
بے خودی میں عجب مزے ہیں واہ! ...
شورِ دیوانگاں میں کس کی ہو ...
شہوا واہ کسی طرح ممنوں ...

## ۴۱۰

مژہ سے جا بے اشکِ گرم، اک شعلہ نکلتا ہے
یہ واہ، وعدہ پہ کس کے چراغِ دیدہ جلتا ہے

تصور سے ترے لڑتا[1] ہوں گل ہے، گاہ ہنستا ہوں
کہ یوں، اس کنجِ تنہائی میں دل اپنا بہلتا ہے

کہے بنتھا ہے ضبطِ گریہ، یہ آزردہ دل تیرا
کہ کوئی چھیڑ دیتا ہے تو اک دریا ابلتا ہے

کسی کے تبقہہ کر یاد، یہ ہچکی ہے لگ جاتی
کہ پھر دو دو پہر تک دم نہیں اپنا سنبھلتا ہے

جو دھیان اس زلف کا لہرانے تھا دل میں، نہ سمجھا تھا
کہ یہ مارِ سیہ، ڈسنے کو جی، پہلو میں پلتا ہے

گل لختِ دل آہوں میں، مژہ پر اشک کے خوشے
نہالِ آرزو، عاشق کا شاید یوں[2، 3] ہی پھلتا ہے

ہوا ہے کیا پہاڑ اللہ! اب یہ روزِ تنہائی
نہ گھٹتا ہے، نہ کٹتا ہے، نہ ہٹتا ہے، نہ ٹلتا ہے

میں کشتہ اس جھجک کر ہاتھ پڑنے کا ہوں، قبضہ پر
کوئی جب اس سے کہہ دے، نیچہ دیکھو اگلتا ہے

دہاں گالی ہے یا اقرار یا انکار، کیا جانوں
یہ جب عرضِ ہوس کرتا ہوں، تب وہ ہونٹ ہلتا ہے

غزل اک شوخ و برجستہ سی ممنوں اور بھی پڑھ لے
کہ ہر ہر شعر تیرا، قالبِ شوخی میں ڈھلتا ہے

## ۴۱۱

غضب جب مجھ پہ ہو، اس دم غضب عالم نکلتا ہے
کن انکھیوں سے نگہ ہے، ہولے ہولے ہونٹ ہلتا ہے

سخن ہر ہر نگہ میں کیا کہوں ہوں میں، کہ وہ کافر
کبھو تو مسکرادے ہے کبھو تیور بدلتا ہے

یہ دوری میں بھی موندی آنکھ سیرِ وصل دیکھوں ہوں
کہ جوں جوں میں لگا جاتا ہوں، توں توں وہ مچلتا ہے

نجانوں، دھیان میں کس کا حنائی ہاتھ پھرتا ہے
یہ سمجھوں ہوں، دل سینہ میں جیسے کوئی ملتا ہے

جو مانگا بوسہ، پشتِ دست جز، منہ پر مرے بولا
کسی کی ہے زباں چلتی، کسی کا ہاتھ چلتا ہے

---

١۔ آ: سے
٢۔ آ: تصور میں ترے روتا ہوں
٣۔ آ: نہ بجھتا ہے نہ ٹلتا ہے

۳۰۱

طپاں خوں میں، شبیہ اپنے اگر دیکھے تو کیا گزرے — کہے جو شاخِ گل جلنے سے جی میرا دہلتا ہے
بوقتِ تیشہ رانی، کوہکن لے نام خسرو کا — یہی کہتا تھا، یہ پتھر نہیں چھاتی سے نلتا ہے
سنے کیا وہ مرا نالہ کہ جس نازک طبیعت کا — صدائے واشدن سے گل کی، دل پہروں اچھلتا ہے
تفاوت قامت یارو قیامت میں ہے کیا ممنوں! — وہی فتنہ ہے لیکن یاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے

۴۱۲

دل چونک! نہیں، شباب باقی — شب ہے نہ برائے خواب باقی
قالب ہے تہی تمام، پر دم — آنکھوں میں ہے جوں حباب باقی
خاک اپنی کے بن گئے[۱] بگولے — مرکر بھی ہے پیچ و تاب باقی
لبِ تشنۂ زخم ہم وہیں ہیں — دہانِ تیغ میں ہے نہ آب باقی
مے پانے تو چار روز پی لے — پھر ہے نہ یہ ماہتاب باقی
بوسہ تو میں نے لیا یہ چٹ سے — کاہے کا ہے اب حجاب باقی
آ! بہرِ ثواب تو لگا تیغ — مت زیست کا رکھ عذاب باقی
خون میرا سبیل کر، وہ بولا — تھا، یہ عملِ ثواب باقی
مے سب کو ملی، مگر ہماری — قسمت میں ہے خونِ ناب باقی
شب ہو بھی چکی ہے اور باہم — یہاں عجز ہے، وہاں عتاب باقی
ٹک صبح تو ٹھہر! رہ گئی ہے — یک دو گرہ، نقاب باقی
قربان ادا کہ شب جو دیکھا — ہے یہاں نہ طپش سے تاب باقی
[۲] چھاتی سے مری وہ لگ کے بولا — کیوں اب بھی ہے اضطراب باقی
کیا کیا نہ مجھے کہا ہے، اس نے — کوئی ہے نہیں، خطاب باقی
ممنوں، گو خاک ہوں پہ کیا ڈر! — ہے فضلِ ابو تراب باقی

۴۱۳

کرنے نہ پائے نیم تبسم کہ بس چلے — جوں غنچہ، رنگِ گلشنِ ہستی پہ ہنس چلے
رخصت کے وقت ہوں تری گریاں، کہ آدمی — رو دے ہے اس گھڑی کہ نہ جس وقت بس چلے
ہو باز کب؟ تری گرہ بندِ پیرہن — یاں دل خراشیوں سے[۳] ملیں، ناخن بھی گھس چلے
دل کو مسوسے ہیں تو مت عیب کر کہ، ہم — کیا کیا تری گلی سے بلے ہیں، ہوس چلے
کب سیرِ باغ کی غمِ پرواز ہے کہ یاں — پھڑکے بس اس قدر کہ پرو بال گھس چلے
سینہ غبارِ کلفتِ دل سے سب اٹ گیا — نہ سانس آسکے ہے، نہ مطلق نفس چلے
جوشِ گل و بہار ہے، صیاد سے کہو — ٹک سوئے باغ لے [illegible] چلے
چنکا جو سوزِ سینہ سے دل، جاں رواں ہوئی — رہرو، تنے سے جیسے صدائے [illegible] چلے
لے جاؤ تحفہ، واسطے یاروں کے یہ غزل — دہلی کو تم ہو، حضرتِ ممنوں زبس چلے

---

۱ - ب: دوہی
۲ - آ، ب: زائد شعر
۳ - ب: سے ناخن
۴ - ب: میں یہاں

جگر کے دود سے رنگیں نشان آہ [illegible]
ہجوم بوسہ دہاں کیجیے واہ اے لب [illegible]
رکے ہے ضبط سے دم، آہ سے جگر تڑپے
ہم اپنے ہاتھ سے خود کشتہ ہوں، جو پوچھے تو
وہ دیکھ آئینہ بولا، کئی شکیلوں سے

ہوئے مرید سبوہ خاندانِ تاک میں ہم
دکھ انتظار کا تک اس سے پوچھ، جس نے شمار
یہ کس سے وعدہ تھا یارب کہ گھر سے، شب سو بار
ہزار خرقہ و عمامہ ہوں، پہ یاد جو آئے
غلط نہ حرفِ خرابی ہے، گردشِ شب و روز
گیا جو دل تو جلو میں تھے یاس و حسرت و درد
سنا ہے ممنوں! ہے آمرز گار اس کا نام

[illegible] قتل [illegible]
عذاب [illegible] کس [illegible] کے خدا [illegible]
شکستہ [illegible] ترے [illegible]
ہمارے [illegible]
گزار تا [illegible]
قبا وہ کھولے [illegible]
کہ گھر کے گھر، تری آنکھوں [illegible]
احاطہ فوج چلے جیسے گرد شاہ کے
اس آسرے پہ نہ کیا کیا، یہاں گناہ کیے



کچھ نہ پوچھو، مصرف کیونکر یاں شب محنت ہوئی
خون میں ڈوبا ہوا نکلے ہے سینے سے نفس
اس سراپا زخم کی آسائش شب کچھ نہ پوچھ!
بے کسی و حسرت و حرمان و داغ و درد و سوز
انتظارِ صبح میں خوں ہوگیا، آنکھوں سے نور
گاہ داغِ دل دکھاتے تھے، گہے کہتے تھے حال
اس ہلاہل خوارِ غم کی تلخ کامی کچھ نہ پوچھ
رو خراشیدہ ہے، مو ژولیدہ، خاک آلودہ تن
دشمنی پر دشمنی دیکھے، پہ جی ہٹتا نہیں
تھا جوابِ صد[4] سوال اپنا، نہ جز چینِ جبیں
اس کی بالیں پر نہ ہو سکتا تھا، ہم سے گریہ ضبط
[5]روشنی میں جو تری بیٹھا، جلا جاتا ہے وہ

چند آہیں سرد کیں، گریہ نے تب[3] فرصت ہوئی
کشتۂ شب خونِ سیاہ، درد سے طاقت ہوئی
تک دمِ خنجر سے لگ بیٹھا تو کچھ راحت ہوئی
سب سمجھے، جاں، وقتِ سفر ایک ایک سے رخصت ہوئی
آہ ری! کتنی درازیِ شبِ فرقت ہوئی
شب ہمیں اس کے تصور سے عجب صحبت ہوئی
گھونٹ جو پی زہر کی، معلوم سو شربت ہوئی
وحشت گردانِ جنوں کی، تیرے یہ صورت ہوئی
کون سی ساعت تھی یارب اس سے جب الفت ہوئی
سرگرانی سے تری مجلس میں کیا خفت ہوئی
حالِ ممنوں دیکھ کر، اپنی عجب حالت ہوئی
شمع ساں، اے طبعِ روشن مجھ پہ تو آفت ہوئی

---

۱۔ لندن ۔ الم، لیکن ب میں 'علم' ہی لکھا ہے اور یہی درست ہے۔
۲۔ لندن ۔ ممنوں، آمرز گار لیکن ب ممنوں ہے اور یہی موزوں ہے۔
۳۔ آ، ب ۔ جب
۴۔ ب ۔ پر
۵۔ آ ۔ میں دہلی کے حوالے سے لیا گیا ہے۔

۴۱۶

ہماری تشنہ کامی کو نوید کامرانی ہے
وہ آب چشمۂ شمشیر، آب زندگانی ہے

یہ تجھ بن گوشۂ غم میں، ہماری زندگانی ہے
بغل میں کاوش خنجر، مژہ سے خوں فشانی ہے

نہیں یہ خط مشکیں، زیر زلف اس روے تگوں پر
سر سنبل سے برگ لالہ پر، عنبر فشانی ہے

عتاب و قہر، جور و خشم ہم پر اور غیروں پر
تلطف ہے، عنایت ہے، کرم ہے، مہربانی ہے

عرق افشاں ترے اس عارض تگوں کو جو دیکھا
خجالت سے چمن میں شبنم گل پانی پانی ہے

## قطعہ

اشارت میں جو کہیے، اک حرف مدعا اس سے
تو کہتا ہے تجھے کیا مانع عرض زبانی ہے

اگر یہ سن کے، دو حرف تمنا لایئے لب پر
کہے ہے، کس قدر تجھ کو دماغ قصہ خوانی ہے

اگر چپ بیٹھیے ناچار تو یہ چھیڑ کی رکھے
کہ ایسی صورت دیوار سے دل پر گرانی ہے

اگر اٹھ جائیے جھنجلا کے مجلس سے، تو بلوا کر
برائے مصلحت دو چار دم، تک مہربانی ہے

جو ہم بھی لگ چلے تک دیکھ اس لطف نمایاں کو
تو پھر ہنس ہنس کے غیروں سے کچھ ایمائے نہانی ہے

خدا کے واسطے اے ہم نشینو! غور فرماؤ
سلوک اس کا جو جب یہ! کچھ بھی لطف زندگانی ہے

نہیں کچھ کام مرجانا، ولے یہ سوچ رہتا ہے
کہ وہ بت تو لب جاں بخش ہے، عیسی ثانی ہے

خدا جانے کہ کرکے زندہ پھر کیا کیا بلا لاوے
غرض، نے مرگ اب ہے مصلحت، نہ زندگانی ہے

نہیں زلف سیاہ خوش قداں بالا سے یہ نازل
ہمارے سر پہ ممنوں، اک بلائے آسمانی ہے

۴۱۷

صد تیر بلا متصل یک دگر آوے
اس ظلم کے سینے کو کہاں سے جگر آوے

اس درد سے آگاہ ہوں، بے رخصت بلبل
لے کر نہ کوئی پھول، مری خاک پر آوے

گر رنگ گل داغ، بھبوکا سا دکھا دوں
گلزار جہنم کو تماشا نظر آوے

دامن ہی جھٹکنے کا ہو، وسواس کئی روز
گلبے، غلطی سے جو مری خاک پر آوے

اے دوری دل دار ذرا رحم، کہ کب تک
طوفان بلا سینہ سے تا چشم تر آوے

اے جذبۂ دل لاف کشش تجھ سے غلط ہے
دعوی یہ مسلم ہے، جو وہ بت ادھر آوے

میں نامہ و پیغام سے گزرا کہیں یارب!
تک قاصد بیچارہ کی، اپنے خبر آوے

بیمار محبت ہوں، غم اور ہے مرا حال
رو دے ہے وہ، میرا جسے چہرہ نظر آوے

رکھتے ہیں نہ یہاں اشک، مسیحا سے یہ کہہ دو
آوے مری بالیں پہ، تو دل تھام کر آوے

ہر درد، غزل اور بھی پڑھتا ہوں کہ ممنوں
ہر شعر کو سن جس کی، تری چشم بھر آوے

۴۱۸

غش میں ہوں پڑا شب سے، افاقہ مگر آوے
لے، بو جو تری زلف کی باد سحر آوے

---

۱۔ ب: کچھ

ہاں [illegible]
آ چمک کر [illegible]
آؤں جو لیے داغ دل [illegible]
اک دن تو مرا ہاتھ [illegible]
رنجور نہ جادو سے نگہ سے [illegible]
دوں آہ، شرر بار کو گر رخصت جولاں [illegible]
بیجا گلہ، نالہ و افغاں ہے کہ ہر روز [illegible]
دوزخ سے زیادہ ہے یہاں دود فغاں گیر

۴۱۹

ہیں سدا دل گریہ سے ہم، دلگیر پانی کے تلے
سوزِ دل کیوں کر [illegible] پانی کے تلے

وہ عرق آلودہ ابرو، اور بھی براں ہے، گو
زنگ جاتی ہے پکڑ شمشیر پانی کے تلے

نقش زیرِ شیشہ خالی ہیں جیسے ہو، تج کو دیکھ
ڈوب خجلت سے گئی تصویر[1] پانی کے تلے

کون سے صیاد کی اب شست کے مشتاق ہیں
خار ماہی بن گئے ہیں تیر [illegible] پانی کے تلے

گوہرِ مطلب اگر چاہے تو کر ضبطِ نفس
سیکھ غواصوں سے یہ تدبیر پانی کے تلے

کب نشان اس سے ریا کا چھوٹتا ہے، گو رکھے
شیخ برسوں خرقۂ تزویر پانی کے تلے

کچھ وطن میں ہو نہ قدر و قیمت اہلِ صفا
کون سے گوہر[3] کی ہے توقیر پانی کے تلے

ہے بنانے جسم ممتوں آنسوؤں سے زیرِ آب
کس طرح برپا ہے، یہ تعمیر پانی کے تلے

۴۲۰

بے طاقتی نے جس جا، ہم کو بٹھا دیا ہے
پھر اضطرابِ دل نے، واں سے اٹھا دیا ہے

مکھڑے سے آج پردہ، کس نے اٹھا دیا ہے
خورشیدِ صبح جس کے آگے بجھا دیا ہے

بوے بدن سے تیرے، تھا بوے گل کو دعویٰ
غنچوں نے چٹکیوں میں اس کو اڑا دیا ہے

تھے سبزہ رہ گزر کے، نہ[4] نقش پا، فلک ہم
یوں خاک میں جو تو نے ظالم ملا دیا ہے

ناقہ کے ساتھ مجنوں جاتا ہے دست بر دل
محمل سے آج پردہ کس نے اٹھا[5] دیا ہے

اس چشم فتنہ زا کی، پنہاں نگہ ستم ہے
شوخی میں زور اس نے رنگِ حنا دیا ہے

خوبی پہ ناز اپنی جو کیجیے بجا ہے
مکھڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا ہے

سمجھو چراغِ تربت، سوزاں دلِ عنادل!
آتش نے رنگ گل کے، مجھ کو جلا دیا ہے

---

۱ - آ، ب: زائد شعر
۲ - ب: گریہ سے
۳ - آ: کون سی تقصیر گوہر کی
۴ - آ: یا
۵ - ب: حیا

وابستگانِ کاکل، شورش سے کچھ تھے نچرے
یہ سلسلہ صبا نے پھر کچھ ملا[1] دیا ہے

ممنون، ہم قضا کے کچھ اس قدر نہیں ہیں
البتہ ایک دل تو دردِ آشنا دیا ہے

## ۴۲۱

ہر نگہ میں اس کو اک ایمائے تازہ یاد ہے
نکتہ سنجی میں وہ چشمِ پُر فسوں، استاد ہے

ہاتھ سے اس کاو کاو نالہ کی فریاد ہے
دل سے لے تا پر دہء سینہ میں[2] نیش آباد ہے

زور ہی افسردگی کچھ ان دنوں رہتی ہے یاں
کس فسردہ کی یہ تاثیر دلِ ناشاد ہے

خون سے رنگیں، رلوانے داد خواہاں کو کیا
ہاتھ سے ان ظالموں کے، داد بھی بے داد ہے

جو غم و حسرت اٹھے جس دل سے، سو یاں آبسے
دل ہے اک معمورہء غم، سینہ یاس آباد ہے

کون آتا ہے لیے تیغ و نمک داں، یاں بہم
ہر لبِ زخمِ جگر محوِ مبارک باد ہے

اے دلِ ناداں! تمنائے جراحت کب تلک
کچھ بھی تجھ کو پاسِ دست و بازوئے جلاد ہے

درد کو ہے مژدہ لذت کہ بہرِ چاکِ دل
سوزنِ بخیہ و کیلِ خنجرِ فولاد ہے

سخت کچھ افسردہ و دلگیر ہو، رہنے لگے
خیر باشد میر ممنوں! تم پہ کیا بیداد ہے

## ۴۲۲

اس رنج سے خدا ہی نگہدارِ چشم ہے
تجھ بن، نگاہ نیش و مژہ خارِ چشم ہے

دل سا عزیز، مفت ہوا پارہ پارہ یوں
رو دے اگر لہو تو سزا وارِ چشم ہے

مژگاں سے جیب و جیب سے دامن میں ڈھلکے اشک
غلطاں نپٹ ہی گوہرِ شہوارِ چشم ہے

اجزائے سینہ ہم رہِ اشک آنے یاں تلک
کل تھا جو نیشِ سینہ، سو اب خارِ چشم ہے

ایماء کنایہ، رمز، سخن، غیر سے ہے کیوں؟
ہمکو بھی فہمِ معنیِ گفتارِ چشم ہے

دل کا کروں علاج کہ تدبیر جاں کی، یار
یہ زخمیِ نگاہ، وہ بیمارِ چشم ہے

جلاد پوچھتا ہے تمنا بوقت ذبح
اس پر بھی یاں اشارہء ہر بار چشم ہے

یاں کیا گمانِ خیال، وہاں کیا ہونے کہ جو
بیگانگی سے دونوں طرف کارِ چشم ہے

ہے دم بدم ادھر نہ لگاوٹ نگاہ میں!
اودھر نہ دلفریبیِ ہر بار چشم ہے

دل: بچ کہیں کہ سینہء ممنوں میں نیزہ باز
مژگاں سے پھر وہ ترکِ ستمگار چشم ہے

## ۴۲۳

بیاں، دل کی تمنا جب اظہار کی آنکھوں سے
واں طرزِ حیا ٹپکی پھر پیار کی آنکھوں سے

عرصہ مرے مشہد کا اب دشتِ غزالاں ہے
تھا زیست[3] میں ہنگامہ، کل یار کی آنکھوں سے

بیمار کا تیرے تھا کیا حال کہ گرد اس کے
دامن تھا لگا، ہر اک غم خوار کی آنکھوں سے

یک پارہء دل آیا، ہم راہ ہر آنسو کے
لز، لعل و گہر کی، کیا تیار کی آنکھوں سے

---

۱. ب:بہلا دیا ہے
۲. ب. لب سینہ
۳. آ:کا

بجس وحشت حالی ... [illegible]
دیتا قدح ہے ... [illegible]
نظروں میں کبھی تھی گل کچھ خواہشِ دل ... [illegible]
غمزوں کی نہ خوں ریزی، مژگاں کی نہ دل دوزی [illegible]
کرتے ہیں نمک ریزی، راتوں کو یہ اختر کیا [illegible]
وہ ذبح کرے تھا، یاں بیٹھے تھیں، دم بسمل [illegible]
یاد آئے جو وہ صورت تو پہروں ہی روتا ہوں [illegible]
اے چرخ! ترے اختر کم ہیں نہ ڈرانے کو [illegible]
زخمِ دلِ ممنوں کا ٹوٹا کوئی ٹانکا کیا! جوں [illegible]

۴۲۴

نکلا پڑے ہے یاں دل بیتاب سینہ سے
کس نے کیا ہے لگ کے ترے خواب سینے سے

ہم دم نہ پوچھ دل کے مرے اضطراب کو
چیرے تو نکلے پارۂ سیماب سینہ سے

پھر دل کے ساتھ ہیں، صفِ مژگاں کی کاوشیں
جو یوں رواں ہے، خون کا سیلاب سینے سے

کھایا ہے ہم نے، داغِ محبت کا جب سے بار
چمکے ہے آفتابِ جہاں تاب سینہ سے

روکو! رکے جو دستِ جنوں، ورنہ فائدہ
کیا چاک جیب کے مرے، احباب سینہ سے

کیوں دل کے داغ، یاں نہ ہرے ہوں کہ جب وہاں؟
لیں، بوسہ یار کے گلِ شاداب سینہ سے

کس کی نگاہِ مست ہوئی خنجر آزما
جاری بجائے خوں ہے، مئے ناب سینہ سے

کیا آگ سوزِ عشق نے دی، دل و جگر تمام
آنکھوں کی راہ ہو کے، بہا آب سینہ سے

ممنوں اب اضطراب کا اتنا ہے کیا سبب
کب کا نکل گیا، دلِ بیتاب سینہ سے

۴۲۵

زبانِ غمزہ کو پھر آج عذرِ کم نگاہی ہے
تغافل ہائے رفتہ کی، نگہ کو عذر خواہی ہے

دماغ اپنے سے، کچھ بے آشنا، کس کی ہے یہ نکہت
تجھے سوگند بوئے گل! نسیمِ صبح گاہی ہے

مزاج اپنے کو کیا پوچھو ہو؟ یاں خوش ہیں بہر صورت
دعا دیتے ہیں جانِ عشق کو، فضلِ الٰہی ہے

رہ و رسمِ دیارِ عشق کا کشتہ ہوں، شوخی سے
کہ جس کے قتل کا محضر ہے، اس ہی کی گواہی ہے

زلیخا رشک سے بیت الحزن کے باغ میں بولی
کہ بادِ مصر کا اک قافلہ، اودھر کو راہی ہے

کہاں تک ترک تاز اے، لشکرِ اندوہ! بس فرصت
کہ اپنے کشورِ دل کے لیے بیمِ تباہی ہے

کہاں وہ اور کہاں یہ غیرتِ ماہِ فلک اپنا
کہ مثلِ ماہِ نخشب، ماہِ مصر، اک ماہِ چاہی ہے

جدھر دل ہے اودھر پہلو سے اپنے خون ٹپکے ہے
بغل میں کاوشِ دل نے کہ نشتر، یا الٰہی ہے

نہ پوچھو بے کسی کچھ یاں، گیاہِ خشک کی اپنی
یہ وہ وادی ہے جس میں برق کا بھی رنگ کاہی ہے

نہ دو خوبوں کو دل ممنوں! بہت بد ہے، کہا مانو
ہمیں مطلب نہیں کچھ آپ ہی کی خیر خواہی ہے

---

۱۔ آتا ہے
۲۔ آتا ہے

۴۲۶

جوں غنچہ سرفرو وہ گلِ نودمیدہ ہے ... کس کا نظر میں جلوۂ قدِ کشیدہ ہے
کیوں نق ہے رنگِ چہرہ و جاں کیوں طپیدہ ہے ... کچھ یاد آئی قدرِ دلِ آرمیدہ ہے
رنگ عذار وہ جو شفق سے تھا باج خواہ ... کیا حال ہے کہ جیسے سحر کا سفیدہ ہے
افشاں ہے سرخ سا ترے دامان و جیب پر ... سینہ میں کس کا ہر سرِ مژگاں خلیدہ ہے
دیکھی نثارِ دستِ حنائی کی کچھ بہار ... خونِ ہزار حسرتِ دل کیا چکیدہ ہے
دیکھا ہے کس کا سینہ، گریباں کے چاک سے ... جو یوں برنگِ صبح گریباں دریدہ ہے
حالات انتظار نہ یاور کسی کے ہیں ... کیوں سوے در لگانے، دل و جان و دیدہ ہے
کل آستین و چشم تھے میری خندہ زن ... اب کیوں سرِ شک تا سرِ دامن و دیدہ ہے
دیکھا کہ انتظار دکھاتا ہے راہ کیا! ... آیا یقین اب، مرا حال شنیدہ ہے
جا! اس سے پوچھ کوئی تو تدبیر وصل کی ... ممنوں! نامِ عاشقِ آفت رسیدہ ہے

۴۲۷

ہر جنبشِ نفس سے مرے دل کو جنگ ہے ... ظرفِ ہوا کا شیشۂ خالی پہ سنگ ہے
مت کیجیو غرور کہ یاں چشمِ مور میں ... وسعت تمام ملکِ سلیماں کی تنگ ہے
ازبسکہ اس کی کاوشِ مژگاں ہے وقفِ دل ... دامان و جیب پر میرے، لہو کا رنگ ہے
کس خستہ جان کی ہے یہ دمِ سرد کا اثر ... آئینۂ سپہر بھی جو زیرِ زنگ ہے
کیا سیرِ باغ کشتۂ غم کو ہو، تجھ بغیر ... موجِ نسیم اپنے، جگر پر خدنگ ہے
سمجھیں ہیں ایک ریزۂ مینا سپہر کو ... صہبائے غم کے نشہ کی جن کو ترنگ ہے
رسوائیاں ہیں عشق کی، جوش و خروش پر ... اپنے تو سلسلہ کا، یہ مجنوں ہی ننگ ہے
کب تک رہے بتوں کے دہن کا اسے خیال ... اس زندگیِ ہیچ سے ممنوں بہ تنگ ہے

۴۲۸

سمندِ ناز کس کا صید گہ میں گرم جولاں ہے ... کہ خاکِ کشتگاں پہ شور محشر دامن افشاں ہے
یہ ہاتھ ہیلیاں جنوں کی ہیں تو گزری جیب سے نوبت ... کہ آگے رفتہ رفتہ چاک پھر پیراہن جاں ہے
گلِ امید سے پُر ہے، نسیمِ مصر کا دامن ... جو کنعاں کی طرف آوے تو مغبچ پیرِ کنعاں ہے
ہمیں اب کنجِ تنہائی میں یہ کچھ شغل رہتا ہے ... سرِ فکر اور زانو، آستین اور چشمِ گریاں ہے
چلے کیونکر الٰہی اب نیاز و ناز کا سودا ... کرشمہ ہے، تقاضا ہے، نہ یاں سر ہے، نہ ساماں ہے
برہنہ پائی نے اپنی رلایا وشترِ وحشت کو ... کہ ہر خار مغیلاں شکلِ خون آلودہ مژگاں ہے
شکوہِ لفظ اور معنی ریختہ میں شرط ہے ممنوں ... جو ہووے، اس سے خالی جھولنا ہے، لعبِ طفلاں ہے

---

۱۔ ب۔ قتل گہہ

۲۔ ب۔ اوس خالی

وہ دامن اک نئے بسمل سے [illegible] — [illegible]
دمِ تحریر جلتا ہے [illegible] — [illegible]
سخن سنجی کا رتبہ دور ہے اب تو زمانے سے — [illegible]
کرشمہ، سحرِ بابل ہے، سخن یا معجزِ عیسیٰ — [illegible]
زمیں پر ٹک قدم آہستہ رکھو! سوتا یہاں غافل — [illegible]
کیا تاریک اپنا روز، چشم و خالِ خوباں نے — [illegible]
الٰہی کیا فسوں احسن پری رویاں میں ہے، ان کا — [illegible]
کوئی کس در پہ جاوے، چھوڑ ایسے آستانے کو — گدا سے شاہ تک [illegible]

۴۳۰

کیا دل کوئی اس قاتلِ بیباک سے باندھے — جو ذبح کرے اور نہ فتراک سے باندھے
ہوتی ہے پھر اغیار سے صحبت کی درستی — تجھے عہد بھی عاشقِ غمناک سے باندھے
آشوبِ قیامت کا جو درکار ہو نقشہ — تو لے کے قضا اپنی کفِ خاک سے باندھے
مقدور کہاں! گردِ گراں خیز کو اپنی — دامن جو ترے توسنِ چالاک سے باندھے
جلادِ قضا بھی ہے سبک دست، پہ کیا تاب — جو شرط ترے غمزۂ سفاک سے باندھے
اس طفل کو دوں طائرِ دل میں، کہ پر اس کے — دو تار نکال، اپنی جو پوشاک سے باندھے
ہے شیخ عبث لافِ طہارت، نہ سر خم — میکش ترے سجادۂ ناپاک سے باندھے
اخگر میں گرہ بال سے دے، قہر فسوں ہے! — وہ دل ہے برا کاکلِ پیچاک سے باندھے
کچھ درد کی لذت سے فراموش کوئی پھر — الماس کو سودہ، جگرِ چاک سے باندھے
رندوں سے ملے آن کے، تا ساقیِ بے رحم — چلاّ کوئی جا کر، شجرِ تاک سے باندھے
وہ تیز پری طائرِ دل میں ہے کہ پر اس[3] کے — ہے ننگ اگر طائرِ چالاک[4] سے باندھے
مژگاں سے بھی رکتے ہیں کہیں اشک کے طوفاں — کیوں کر رہِ دریا، کوئی خاشاک سے باندھے
آئینہ کا منہ دیکھ کہ حیرت میں وہ ممنوں — ٹک شرط، ترے دیدۂ نمناک سے باندھے

۴۳۱

بوسہ گر مانگوں تو بولے، منہ سنبھالو، خیر ہے — اس میں اور میرے لبوں میں دانت کاٹا بیر ہے
اس کے آتے ہی ادھر دھڑکے ہے دل، اڑتا ہے رنگ — وہ شکار افگن بلائے جان وحش وطیر ہے
کس قدر اپنے تئیں ہر سرو، کھینچے ہے بلند — وہ قیامت جلوہ گر آوے چمن میں، سیر ہے

---

۱ - ب: نہ
۲ - ب: ترکاں
۳ - ب: کہ دعویٰ
۴ - ب - افلاک

۳۰۹

گبر و مومن دیدۂ تحقیق سے دیکھیں اگر — وہ ہی شمعِ کعبہ ہے، وہ ہی چراغِ دیر ہے

سہوں فروتن مایہ ور، بے مایہ جاتے ہیں ابل — نہ نشیں گوہر ہو، کف، پانی پہ آتا تیر ہے

بلبے تیزیِ سرِ مژگاں کہ ایک اک نیشتر — دھیان میں آتے ہی جاتا، جان و دل میں تیر ہے

پاس منہ کے منہ کو لے جاؤں تو کہہ وے منہ کو پھیر — لگ چلے منہ اس قدر کیوں میر مجنوں! خیر ہے

۴۳۲

بلبل ہی اس چمن سے نہ کچھ نوحہ گر گئی — بادِ سحر بھی آ کے، دمِ سرد بھر گئی

خاکستر اپنی گرم سی کچھ رہ گئی تھی، یاں — آئی صبا تو اس سے ازاتی شرر گئی

تک ضبطِ گریہ! ڈوب چکی تھی زمین تو — لے، موجِ اشک چرخ پہ بھی چشم تر گئی

پر درد کوئی شعر پڑھا، آہ سرد کی — اس مشغلہ[2] میں رات ہماری گزر گئی

اس سیلِ اشک کا نہ گھٹا زور، ورنہ یاں — سو بار جو نے آب چڑھی اور اوتر گئی

آخر ہوئے، خیالِ خطِ یار میں کہ یاں — تاثیرِ زہر کام، غرض اپنا کر گئی

نکلے تھے ہم بھی جا، ترے کوچے میں کل وہاں — تڑپے تھے پانچ سات، جدھر کو نظر گئی

لانا وہ خاکِ در کہ عبیرِ کفن کروں — اس کی گلی میں بادِ صبا تو، اگر گئی

کیجیے کسے گواہ کہ پنہاں نگاہِ یار — چپکے سے دل پہ تیغ لگا کر مکر گئی

ہر حرفِ آرزو پہ نہ اتنا غضب میں آ — گرتے بھی ہیں کسی نہ کسی بات پر، بگڑ گئی

آغشتہ خون میں، دلِ آزردہ چھوڑ کر — تیری سناں، سینہ سے اپنے گزر گئی

گل، برگ جوں لپٹے ہیں، موجِ نسیم سے — یوں لختِ دل لیے مری آہِ سحر گئی

آلودۂ عرق، تری چینِ جبیں کو دیکھ — خجلت سے ڈوب آب میں، سلکِ گہر گئی

کب[3] کا غبار تھا تجھے، مجھ سے بھلا صبا! — کیوں میری مشتِ خاک کو برباد کر گئی

اس دل پہ اب جھکی سپاہِ عشق، دیکھیے! — یہ فوج تو اجاڑ، نگر کے نگر گئی

غنچہ کو باز لطفِ صبا جوں کرے ہے، یوں — تحریکِ آہ وا، گرہِ دل کو کر گئی

تک حکم ہو کہ روؤں میں دل کھول کر کہ اب — آتا ہے دم رکا، مری چھاتی تو بھر گئی

مجنوں ہماری آہ، مسیحا کے رو برو — گردوں پہ لے کے، تحفۂ لختِ جگر گئی

۴۳۳

نہیں رہتے کہیں، دیوانہ پن کرنے سے ہم خالی — کیے اطفال نے پتھروں سے تا دیر و حرم خالی

یہ آنکھیں وہ نہیں، جب رو چکے تو خشک ہو جاویں — کہ بذل و حرف سے ہوتے ہیں ناداں! کوئی یم خالی

بھری آتی ہے چھاتی، حکم پر ہوتا نہیں اتنا — کہ بھر کر آہ، کیجے تک دلِ پُر درد و غم خالی

الٰہی کیا مدد ہے، قلزمِ دل سے اسے پہنچی! — بہے دریا، نہیں ہوتی مری پھر، چشمِ یم خالی

لبالب نورِ مہ رویاں سے کب آغوش ہو اپنی! — برنگِ ہالہ، جب تک آپ سے ہوویں نہ ہم خالی

ترا مجروح، اس وادی سے شاید آج ہے گزرا — کہ لوہو سے نہیں ہے، ایک بھی نقشِ قدم خالی

---

۱۔ آ: وہ جو

۲۔ آ: شغل ہی میں

۳۔ لندن، ب: زائد شعر

نوید کامرانی ہے بس اسے [illegible]
بجز عسرت، نہ کچھ پیمانۂ دنیا سے [illegible]
اگرچہ[1] فوج فوج اہل ہستی ہے [illegible]
بہت[2] آرائش و زینت دلیل ہرزہ گردی ہے [illegible]
بھری، شو شورِ افغاں سے ہے، ایک اک استخواں اپنی [illegible]
الٰہی آگ کیسی آج سینہ میں، مرے بھڑکی! [illegible]
تہی دستی پہ ممنوں کی نہ ہنس، اتنا بھی تو سودا [illegible]

۴۳۴

نہوں کیوں تار دامِ بلبل، اس پوشاک کے ڈورے — رگِ گل ہیں، قبائے کارِ بیباک کے ڈورے
خبر[3] دو، بخیہ سازوں کو کہ دل کی بے قراری سے — کھلے ہیں پھر رفوئے سینۂ صد چاک کے ڈورے
بسر[5] مژگاں کی خوں نا بہ نشانی سے، بنے آخر — رگِ بسمل، ہمارے دامنِ صد چاک کے ڈورے
تنوں[6] سے گردنیں، بے درد کیا آزاد کرتا ہے — رکھے ہیں کیوں پرو کس نے ان سفاک کے ڈورے
لگے[7] ہے اس تنِ نازک سے کیا کیا، کاش کہ بنتے — رگِ جاں سے ہماری کیسوۂ دلاک کے ڈورے
اگر[8] مستوں کے زخمِ دل کو کرنا ہے رفو، ساقی! — بنایا چاہیے لے، تجھ کو رشتی پاک کے ڈورے
نہ اس میں باندھیو، ظالم! کسی نخچیر مضطر کو — بنے ہیں رشتۂ جاں سے، ترے فتراک کے ڈورے
مے لعلیں کے جوں ساغرِ سر شار میں موجیں — نشہ میں سرخ ہیں، اس نرگسِ سفاک کے ڈورے
تنِ خاکی کی ہر رگ یوں بھری ہے گردِ کلفت سے — غبار آلودہ جوں ہوں جامہ پہ خاک کے ڈورے
کمندِ گردنِ طاقت کے وقتِ رقص دیکھے تھے — جو ہم نے گردنِ صافِ بتِ چالاک کے ڈورے
انگ گردش نصیبوں کے گنے کیا کاسۂ سر میں — دمِ تیغِ بتاں سے، کوزہ گر کے چاک کے ڈورے
فروغِ حسن سے تیرے، حریفِ آتشِ سوزاں — ہوئے ہیں شمع ساں، تارِ نگاہِ پاک کے ڈورے
نظر کر، اختروں میں رشتۂ تدِ شہابی کو — نہ دیکھے ہوں جو تو نے معجزۂ افلاک کے ڈورے
سمجھ کر، قطع کیجو تاک کے ریشوں کو اے زاہد! — طناب خیمۂ افلاک ہیں یہ خاک کے ڈورے
غزل اک اور بھی کہہ اس زمیں میں، پر نہوں ممنوں — کہیں بیکار، آگے صاحبِ ادراک کے ڈورے

---

۱۔ لندن: زائد شعر
۲۔ ب: یہ سب
۳۔ لندن: تہو نے ہیں جاکے پانے طائرِ افلاک کے ڈورے لیکن یہ مصرعہ زیادہ مناسب ہے جو "ب" میں ہے۔
۴۔ آ، ب۔ یہ شعر دوسری غزل میں ہے
۵۔ لندن، ب: زائد شعر
۶۔ آ، ب: یہ سب دوسری غزل میں ہیں۔
۷
۸
۹۔ آ، ب: چشم بت
۱۰۔ لندن، ب: زائد شعر

## ۴۳۵

رسا ہیں اس قدر، اس آہِ آتشِ ناک کے ذورے
سونے ہیں جا کے، پانے طائر افلاک کے ذورے

نہیں معلوم منہ دھویا ہے کس گل رو نے دریا میں
رگِ گل ہو گئے ہیں دام میں شباک کے ذورے

رگِ وجاں کو لیے، حور و ملایک نذر، آتے ہیں
اگر درکار جوڑوں میں ہو، اوس سفاک کے ذورے

جو دشمن آلِ حیدر کے ہیں، سو گردش سے، گردوں کی
رہیں گے خاک میں آلودہ، جیسے چاک[1] کے ذورے

یہ رشتے زاہدوں کے خرقۂ تذویر کے ممنوں
ہونے زنارِ کفر، صاحبِ اشراک کے ذورے

## ۴۳۶

کھلیں[2] وہ مو تو مشامِ جاں، ختن سے ملے
اٹھے جو پردہ، رو، گھر مرا چمن سے ملے

جو رنگ گل سے، صفائے نسترن سے ملے
نہ اس صباحت و رنگینیٔ بدن سے ملے

غضب ہے نازکیٔ لب کر رنگ اڑنے لگے!
اگر خیال میں بھی وہ دہن، دہن سے ملے

جو اس کی کھینچنی ہے تصویر، چاہیے نقاش
شفق سحر سے، نم، سرخ مئے سمن سے ملے

برنگِ لعل بنا گوش میں دمکنے لگے
اگر وہ پر تو عارض، دُرِ عدن سے ملے

وہ خط قریبِ لبِ لعل ہے، سنا تھا کبھی
کہ سبزہ زار کے گوشے عقیقِ یمن سے ملے

حدیثِ سیبِ بہشتی سے ذوق کیا، واعظ!
عجب مزے ہیں، ہمیں بوسہ، ذقن سے ملے

گئے ہیں باغ میں کھل کس کے بال، جھوکے آج
شمیم مشک کے ہیں، نکہتِ چمن سے ملے

چمن میں دیکھتے ہی گل، مجھے ہے آتا غش
کہ اس کی بو ہے، کسی بوے پیراہن سے ملے

کدھر سے آئے نشہ میں بنے بھبوکا آپ
گلے ملے تو اس اسبابِ سوختن سے ملے

جو دل کو روحِ قدس تھام لیں، سلام کروں
نگاہ جب اس نگہ پر فسون و فن سے ملے

ہوا، گداختہ ہو، یہ کہ سب مرے اعضاء
مثالِ رشتہ ہر اک رشتہ کفن سے ملے

کہیں وہ قول کبھی دے جھوٹ ہو تو جھوٹ سہی
بھلا یہ دست تو دستِ قسم شکن سے ملے

سنا جو دشت نوردیٔ قیس کا قصہ
کہ خار خارِ بیاباں، اس کے تن سے ملے

کیا خطاب یہ لیلیٰ سے ناز شیریں نے
کہ غار کُن کی مصیبت نہ خارہ کن سے ملے

غزل لذیذ سی پڑھ اور بھی کوئی ممنوں!
عجب طرح کے مزے ہیں، ترے سخن سے ملے

## ۴۳۷

[3]

ہم اس گلی میں دلِ پر غم و محن سے ملے
کوئی غریب وطن جیسے، ہم وطن سے ملے

جو پہنے اس نے شبِ ماہ ہار، نسریں کے
ہوا نہ فرق، یہ اس سیم گوں بدن سے ملے

ہمیشہ بازوے قاتل پہ بوسے تو دیجے
نگینِ لختِ جگر کیوں نہ نورتن سے ملے

ترے مریض کی بالیں کے گرد، سرِ انگشت
عزیز و غیر کے دیکھے لب و دہن سے ملے

وہاں تھی سنگ شگافی، یہاں ہے سینہ دری
نہ کارِ سخت مرا، کار کو ہکن سے ملے

---

۱۔ آہ خاک
۲۔ لندن: زائد غزل
۳۔ لندن: زائد غزل

نہ فراق کا سمجھے [illegible]
پیالے سے نہ ہو مستی عیاں کرے [illegible]
نہ کچھ عجیب ہیں، پیری میں [illegible]
سنا ہے، یوسف پایا کنویں سے [illegible]
بہشت وصال کے عالم ہیں یاد، مری جان! [illegible]
کھلے ہوئے تھے دو سنبل، مقابلِ گل کے — کنارے [illegible]
یہ حسن و عشق میں تھا اتحاد، دستے تھے — [illegible] کہ پچ
کروں تھا دستہ بہم کس ہنر سے کاکل و زلف — [illegible] لطیف تا
کھلے جو بندِ گریباں تو آستیں کھینچی — کبھی نہ آپ نے [illegible]
ملاپ سب وہ گئے بھول، اس قدر گویا — خبر نہ تھی کہ فعل [illegible]
اڑا گئے جو مرا دل، ملول ہوں بیٹھا ہاتھ — عجب ہی قہر کیا! اس [illegible]
تم اپنی جان کے ممنوں ہوئے ہو دشمن، آپ — [illegible]

۴۳۸

جو لے تیر و کماں، صیدِ افگنی کو تو نکل آنے — حرم سے زخم کی خواہش میں ہر آہو نکل آنے
عجب ہی طور کی کچھ بے کسی تھی نعش پر اپنی — کہ مردم دیکھ کر روتے بھلے ہر سو نکل آنے
اسے کب تابِ مستوری! جسے ہو ذوقِ رسوائی — اگر سو پردے میں رکھے، بہ نگہ بو نکل آنے
بھی ہے گر قلق اور یہ ہی کاوش ہے تو ڈرتا ہوں — دلِ مضطر مبادا! چیر کر پہلو نکل آنے
ہجومِ صد بلا ہووے دل و جاں پر مری اس دم — پریشاں کر کے جب چہرے پہ وہ گیسو نکل آنے
کہیں کیا اضطرابِ دل! کسی کی یاد میں شب کو — کہ سو سو بار اٹھ کے گھر سے ہم تا کو نکل آنے
نہیں قطرے ہیں شبنم کے یہ نرگس پر گلستاں میں — تجھے کر یاد، اس کی چشم سے آنسو نکل آنے
بہت ہی دور سے آنے تمنائے جراحت میں — کوئی کہہ دو کہ خنجر لے کے وہ بد خو نکل آنے
یہاں تک ضبط اپنی آتشِ دل کو کیا ہم نے — کہ سو سو شعلہ اپنے تن سے جاے مو، نکل آنے
دلِ سوزاں پہ میرے ہاتھ تک ہم دم نے رکھا تھا — ہزاروں آبلے، پنجہ سے تا بازو نکل آنے
محاقِ رنج و محنت سے نکل آنے مرا اختر — اگر پردے سے تیرا چاند سا وہ رو، نکل آنے
غزل اب اس زمیں میں اور بھی کیا جلد لکھی ہے — عجب ہی میر ممنوں تو بدیہت گو، نکل آنے

۴۳۹

جو اے برہم زنِ ایمان و کفر! اب تو نکل آنے[1] — مسلماں کعبہ سے، اور بتخانے سے ہندو نکل آنے
شفق سے غرقِ خوں ہو صبح، ہنگامِ سحر گاہی — پہن کر گر قبائے سرخ وہ مہرو نکل آنے
جو ہم خونیں دلوں کی خاک لے کر ہاتھ میں ملیے — حنائے سودہ ساں یک دست، بس لوہو نکل آنے
کسی مہماں کے پہچانے کو جوں نکلے کوئی گھر سے — یہ جاں ہمراہ تیرے قاتلِ دل جو نکل آنے

---

۱۔ لندن: "جو برہم زنِ دین و کفر گھر سے تو نکل آنے"۔ لیکن یہ مصرعہ زیادہ بہتر ہے" جو "ب" میں ہے [illegible]
۲۔ ب۔ دیر

عجب تھے راز باہم، شمع و پروانے کو مجلس میں — ہوا وہ خاک جل کر، اس کے کچھ آنسو نکل آنے

کرے خاک سیہ دونوں جہاں کو، میری نظروں میں — جو کر کے سرمہ سا، وہ نرگسِ جادو نکل آنے

نہ دیکھی آب و تابِ شعلہ ثانی بھی، بجز اس کے — کہ رنگ و رو ترا، کرنے سے شست و شو، نکل آنے

لگے آگ اس تپِ دل کو کہ شب کو اس کی شدت سے — سراسر آبلے سے جانبِ پہلو نکل آنے

غزل کیا دردمندانہ پڑھی مجلس میں ممنوںؔ نے — خدا شاہد ہے بس اپنے تو کچھ آنسو نکل آنے

۴۴۰

دلِ وحشی مبادا[۱] چھوڑ کر وہ کو، نکل آنے — نہ جاں بر، حرم سے جب کوئی آہو نکل آنے

جلے گر یادِ زلفِ عنبریں میں دل، تو پھر اس سے — مثالِ دودِ عنبر، دود میں خوشبو نکل آنے

زمیں ہائیوں سے احاطہ میں محیطِ گریہ کی اپنے — کہ جیسے بحرِ اعظم میں کوئی ٹاپو نکل آنے

خجالت سے چمن میں شبنمِ گل پانی پانی ہو — عرق رخسار پر تیرے، جو اے گل رو نکل آنے

سمجھ کر میرے مرقد پر ذرا دامن کشاں آنا — مبادا خاک سے یاں،[۲] دستِ دامن جو نکل آنے

شگافِ سینہ سے یہ دل کبھو ڈھب پا کے نکلا تھا — قفس سے مرغ جیسے پائے جب قابو، نکل آنے

مہ نو کا دماغ اب آسماں پر ہے، تماشا ہو — جو کوٹھے پر مرا ماہ، ہلال ابرو نکل آنے

غزل چوتھی بھی استادانہ، کیا ممنوںؔ نے لکھی ہے — عجب ہی کوئی وہ استاد، اور پرگو نکل آنے

۴۴۱

ہمارے قتل کو جب تیغ لے کر تو نکل آنے — زبانِ خلق سے تب الاماں، ہر سو نکل آنے

سیہ، جوں دود، موسیٰ سمجھے انوارِ تجلی کو — ذرا برقع سے گر تیرا وہ روشن رو نکل آنے

نہ نکلیں عہدہ احساں سے ہم تیرے، کبھو ہرگز — اگر تن سے، شبِ ہجراں میں اے جاں! تو نکل آنے

کرے نشتر زنی گر یہ فغانِ دل خراش اپنی — رگِ خارا اگر ہو، اس سے بھی لوہو نکل آنے

کروں مفتوں باتوں کا، ابھی اس کم سخن کو میں — اگر اس بزم میں کچھ راہِ گفت و گو نکل آنے

یہاں تک ہم ہوئے آماج گاہ ناوکِ محنت — کہ سو سو تیر اپنے تن سے جا ہے مو نکل آنے

تمہارے اٹھتے ہی نکلا وہ بیتابانہ مجلس سے — مگر محفل میں ممنوںؔ پڑھ کے تم جادو نکل آنے

۴۴۲

تجھے، سچ ہے کس سے شوقِ نگہ دوبارہ باقی — کہ نہیں نگہ میں رنگِ ہوس و اشارہ باقی

سرِ طور پر چمک کر جو گرے تھا برق آسا — اسی آگ کا ہے تو بھی مگر اک شرارہ باقی

کہیں آ! کہ جاں بلب ہوں، ترے لب پہ لب تو رکھ لوں — کہ نہیں نفس کو لب تک گزر دوبارہ باقی

پئے نذرِ جیب و مژگاں، گلِ تر کہاں سے لاؤں — کہ نہیں رہا بغل میں دلِ پارہ پارہ باقی

ترے حسن نے چمک کر فلک و زمیں کو گھیرا — نہ جہاں میں تو نے چھوڑا عمل ستارہ باقی

---

۱۔ لندن، بے زائد شعر

۲۔ بے وحشی

مری مرگ و زیست میں ہے [illegible]

نفس آہ کب ہے [illegible]

[illegible]

شب، دل پھنکا کہ جاں، نہیں کچھ خبر مجھے — سینہ [illegible] آئی [illegible]
اللہ رے فرطِ شوق! جو یک دم ہو تو نہاں — بے طاقتی [illegible] ہے [illegible]
تھا کس کا انتظار کہ شب، اضطرابِ دل — کھینچے تھا [illegible] بام پہ [illegible]
پیکر ہے زخم زخم یہ، راحت کشی تو دیکھو! — تک نیند آئی [illegible]
کس نے دلِ شہید کا شب مرثیہ پڑھا — رکھا عجب ہی [illegible]
اے واہ شرمِ عشق! اس افراطِ شوق پر — تک اذنِ یک نگاہ [illegible] ہے [illegible]
سیماب جنس قافلہ، منزل سو شعلہ زار! — شوقِ زیاں پسند نے کھینچا کدھر مجھے
کس کو فراغ غم سے، شبِ وصل ہے کہ یاں — تھا شام ہی سے فکرِ طلوعِ سحر مجھے
ہے فرشِ خواب خنجر و شمشیر میں ولے — کروٹ قلق سے گبرہ ہے ادھر گہہ ادھر مجھے
شبِ ماہتاب و تن میں، ترے فرق تھا محال — آتی نہ بوئے عطرِ گریباں اگر مجھے
گر سر پہ کوہِ غم کی گرانی یہی رہی — اک دن نصیب ہوگی، شکستِ کمر مجھے
ممنوں اس زمیں میں غزل اور بھی سنا — خوش آتے ہیں بہت ترے اشعار تر مجھے

۴۴۴

بزم ابنی سے جلاتے ہے وہ دور تر مجھے — گویا دیے ہیں، طالعِ قندیلِ در مجھے
وعدہ تھا کس سے رات کہ سو مرتبہ قلق — لاتا تھا گھر سے تا بسرِ رہ گزر مجھے
کی تو بہت تھی ضبط پہ تڑپے یہ برق آہ! — آنے لگے بدن سے نکلنے شرر مجھے
آیا ہے کون تیغ و نمک داں لیے بہم — دیتے ہیں تہنیت، لبِ زخمِ جگر مجھے
حسرت ہے اے ہوس کہ دیکھے کون، لب پہ لب — اس کو حیا ہے اور ادب ہے ادھر مجھے
کنعان دہر میں ہوں وہ جنسِ عزیز میں — یعقوبِ عشق کہتے ہے نور البصر مجھے
ٹکڑے کیے ہیں دل کے، لہو رونے کے لیے — ممنوں سکھائے عشق نے کیا کیا ہنر مجھے

۴۴۵

ادھر سے عشق میں پہلی نگاہ ہوتی ہے — ادھر جو دل ہے تڑپتا، تو آہ ہوتی ہے
دل اس کو دوں تھا میں جس دن، نہ آہ روشن تھا — کہ کیا بلا شبِ ہجراں سیاہ ہوتی ہے
نگہ میں کچھ تو تغافل، کچھ اک لگاوٹ ہو — مزا ہے اس میں، حیا سے جو چاہ ہوتی ہے

---

۱۔ آ، ب: نہ نپٹ
۲۔ ا: ادھر ہے جو۔

## ۴۴۵

مروں ہوں اوس نگہِ التفاتِ پنہاں پہ
جفائے رفتہ کی جو عذر خواہ ہوتی ہے

بتوں سے کیسے وہ چرچے، وہ اختلاط کہاں
کہ یاد اللہ ہاں[1] گاہ گاہ ہوتی ہے

عوض تو دیکھ، جو عاشق کو نالہ ہجر میں ہو
تو نازنینوں کو وصلت میں چاہ ہوتی ہے

گیا جو دل تو رِجلو میں تھے یاس و حسرت و درد
رکابِ شاہ میں جیسے سپاہ ہوتی ہے

وہاں تو عہد جو باندھا، سو توڑنے کے لیے
وہ کون لوگ ہیں! جن میں نباہ ہوتی ہے

میں آفتابِ لبِ بام ہوں اور اس مہ کو
ہمیشہ وعدوں میں شام و پگاہ ہوتی ہے

شبِ فراق کی بیچینیاں یہ اور ہیں، لیکن
نہ نیند آنے ہے نہ صبح گاہ ہوتی ہے

خدا کے واسطے ممنوں نہ دل کسی سے لگا
کہ چاہ سہل ہے، مشکل نباہ ہوتی ہے

## ۴۴۶

نئے آہنگ سے اپنا دلِ بیمار روتا ہے
کہ جس کو سن کے، لے اغیار سے تا یار روتا ہے

نہیں یہ اوس کے قطرے جو کہ کانٹوں پر جھلکتے ہیں
برہنہ پائیِ مجنوں پہ ہر اک خار روتا ہے

ترے دیوانے کو کیا کیا بندھے ہیں، دھیان کیا جانوں
کبھو سو بار ہنستا ہے، کبھو سو بار روتا ہے

مرے رونے سے ہو کر تنگ وہ بے درد کہتا ہے
اگر در سے اٹھا دیجیے، پسِ دیوار روتا ہے

ترے دردِ جدائی سے جو ہوں گریاں، نہ مانع ہو
کہ جب انسان کو پہنچے نپٹ آزار، روتا ہے

نہ روکے سے رکے رقت، دمِ رخصت تو رو دوں ہوں
بہت ہوجانے ہے جب آدمی ناچار، روتا ہے

نہیں کچھ سبزہ و گل پر نظر آتی ہے، یہ شبنم
ترے رخسار و خط کے شوق میں گلزار روتا ہے

نگاہِ حسرت اپنی اس نے کیا دیکھی دمِ بسمل
پٹک کر ہاتھ سے تلوار وہ خوں خوار روتا ہے

یہ شورِ قلقلِ مینا نہیں ہے بزم میں ممنوں!
نشہ میں یہ[2] فرنگی زادہ دھاڑیں مار روتا ہے

## ۴۴۷

آہ گر کھینچوں کبھی میں گرد گھر دوچار کے
مت سیہ کر، دود دل سے بام و در دوچار کے

شب ترے بیمارِ ہجراں کے جو دیکھا آس پاس
آستیں تھی چشم پر، زانو پہ سر دوچار کے

مت[3] جلا یک چند خار، اس دشت کے اے برق اور
ہیں ابھی یاں آبلے پاؤں میں تر، دو چار کے

چھیڑ یہ غیروں کی رکھی ہے کہ لکھ آتا ہوں روز
نام اپنا اور ترا، دروازے پر دو چار کے

میں کہوں تھا، مت دلِ سوزاں کو چھونا ہم دموا
پڑ گئے چھالے نہ ہاتھوں میں، مگر دو چار کے

کون آتا ہے بلیے تیغ و نمک داں، یاں بہم
تہنیت خواں ہیں لبِ زخمِ جگر، دو چار کے

بلبے سفاکی، لگی کس کس پہ وہ[4] تیغِ ستم!
جمع ہوں روز اس گلی میں نوحہ گر، دو چار کے

شعلہ، رنگِ رخِ گل نے یہ آتش دی کہ صبح
آشیاں میں ہر طرف جلتے تھے پر، دو چار کے

ترک تازی سے ترے غمزے کی عالم ہے خراب
تجھ کو کہتا ہے غلط تاراج گر، دو چار کے

دیکھیے ممنوں غزل کہتے ہو کیسی گرم تم
یوں تو ہم نے سن لیے اشعار تر، دو چار کے

---

۱۔آ، ب= مگر
۲۔ آ= سو
۳۔لندن، ب= زائد شعر
۴۔ آ= یہ

خط پڑھے میرے وہ دھوکے سے [illegible]
[illegible]

چشم میں کیا کیا نہ انداز اشارت [illegible]
[illegible]

ہائے کس ہرجائی کا مشتاق ہوں [illegible]
[illegible]

خوں چکاں آہیں بھریں کس نے کہ ہمسایہ میں شب
[illegible]

اشک مت پوچھو، کہوں کس کس سے رکنے کے نہیں
[illegible]

سوزِ غم اب خط میں لکھ، بالِ کبوتر پر نہ باندھ
[illegible] جل [illegible]

شب اسیروں کی ترے سنتے فغاں گرم تھے
صبح ملے [illegible]

رنج و غم کا ہے کبھی، حرماں و یاس و سوز و داغ
بت سرائے دل [illegible]

بے کسی تو دیکھ ممنوں! شب جو وہ بگڑا تو میں
رہ گیا مجلس میں [illegible]

۴۴۹

آج ہم بیٹتے ہیں، لختِ دل انگار گئی
کر اٹھالیجیے اس تیغ سے، پھر وار گئی

ہم نہ چرخ پھڑک بھی نہیں سکتے یک دم
قفسِ تنگ سے ایک اور گرفتار گئی

کیا ترے آبلہ پا، دشتِ جنوں سے گزرے
آج پر خوں نظر آتے ہیں سرِ خار گئی

ایک دو دم میں ہے بیکاریِ وحشت افسوس!
کہ گریباں میں باقی ہیں ابے، تار گئی

ترے بیمار کی حالت نہیں معلوم، ولے
آستیں چشم پہ، گرد اس کے ہیں غم خوار گئی

ہم اسیروں کا قفس دیکھ سنا ہلبُل مجھ کو
کشتنی ایک ہے، جھٹنے کے سزاوار گئی

صبح کو وہ نکلیں اپنی طرف دیکھیں تیز
خواب دیکھا تھا[1] لیے مجھ پہ ہیں تلوار گئی

نہ اسے یاد نہ کھینچنے کا مجھے ہے مقدور
کیونکہ یارب ہوں وفا! تجھے بہم اقرار گئی

غم جدا، درد جدا، داغ جدا، زخم جدا
قطرہ، خونِ دل پہ ہیں ہوئے جمع، یہ خوں خوار گئی

خندۂ یار کرے چارہ گری کس کس کی
کہ انار ایک، نظر آتے ہیں بیمار گئی

بہرِ تاراج جو ترکانہ جھکیں، وہ آنکھیں
غمزہ و عشوہ سے ہوں ساتھ، مددگار گئی

جھانکنے[2] کی بھی نہیں راہ نظر آتی ہے
بند ہوتے ہیں جوں ہی، روزنِ دیوار گئی

کیا غضب حسن کی ہوتی ہے چمک مثلِ کلیم
پردہ اٹھتے ہی گر گئے[3] طالبِ دیدار گئی

رات پہنچے ہی وہ کس لطف و صفا سے آیا
بدھیاں پھول کی، سلکِ درِ شہوار گئی

یاں گلے لگ کے جو اشکوں[4] کے بندھے تار، کہا
کس لیے! میرے گلے کے یہ ہوئے ہار گئی

قافیہ پھیر کے، پھر تازہ غزل کے پر درد
اور بھی شعر لکھ! اے کلکِ فسوں کار گئی

---

۱۔ آ: صبح

۲۔ لندن: جھانکنے بھی — غالباً سہو کاتب

۳۔ آ: ہوئے

۴۔ آ: جو اس کو لگے، صد بار کہا

## ۴۵۰

اشک آتے ہیں چلے، پردہ درِ راز کنی
حالِ دل کھول کے رہ دیں گے یہ غماز کنی

خوں چکاں دل سے نوا کیونکہ نہ نکلے یارب
کہ جدا مجھ سے ہوئے، میرے ہم آواز کنی

کب قفس سے ہے نکالا مجھے اس نے، جس دم
رہ گئے ٹوٹ کے بال و پرِ پرواز کنی

ہنسنے میں شقِ قمر، بولنے میں جاں بخشی
اس کے ہونٹوں میں خدا نے دیئے اعجاز کنی

غمزہ و عشوہ و مژگاں ہیں خدنگ افگنِ قہر
ہیں قضا سے بھی فزوں یہ قدر انداز کنی

تیرِ مژگاں، تیرِ مژہ، تیغ پہ ہے تیغِ نگاہ
ایک دل، تس پہ جھکے عربدہ پرداز کنی

جی، جگر، دل ہے ادھر، غمزہ، نگہ، عشوہ اودھر
کہ یہ جاں باز کنی، وہ ہیں سناں باز کنی

وہ مژہ بل کے مژہ پر، جگر و دل سے کہے
گل کترنے کو ہیں مقراض کنی، کاز کنی

حذر اے خرمنِ گردوں! خطر اے دامنِ چرخ
کہ اٹھے سینہ سے، شعلہ ہیں فلک تاز کنی

نامہ بر مرغ تو پہنچے، پہ یہ اڑتی سی سنی
اس نے چھوڑے ہیں لبِ بام پہ شہباز کنی

اب نہ ہے آہ، نہ نالہ، نہ فغاں، نے فریاد
تو نے اے ضعف! دیئے روک یہ دم ساز کنی

موند گئی آنکھ تو کیا کھل گئے ابوابِ شہود
ایک در بند جو ہوتا ہے تو ہوں باز کنی

یوں تو اس سلسلۂ عشق میں ایک عالم ہے
ہم ہوئے، قیس ہوا، ہیں ابھی ممتاز کنی

مژدہ اے تہمت و اے صدق و صفا صد افسوس!
جا لگے کان سے اس کے ہیں، سخن ساز کنی

گوشۂ چشمی نگہ و جنبشِ لب، آہستہ
غمزہ و چشمکِ پنہاں تھے، فسوں ساز کنی

میں نے پوچھا کہ لیا کس نے ہے دل! ہنس کے کہا
شیوہ چند ہیں، لینے کے دل، انداز کنی

تم بھی ممنوں عجب ناز کشِ عالم ہو
وہیں جانا کہ جہاں، جمع ہوں طناز کنی

## ۴۵۱

ہر زخمِ دل خلش سے، دم کی چھلا کیا ہے
الماسِ سودہ سا شب، کوئی ملا کیا ہے

اک چاند کا سا مکھڑا چمکے تھا اور چھپے تھا
کس کے نقاب کا شب، گوشہ ہلا کیا ہے

جوں اشک شعلے نکلے، اپنا چراغِ دیدہ
شب ہا نے وعدہ رہ پر، پہروں جلا کیا ہے

کیا جانیے وہ رخ ہے یا گل کہ جس نے دیکھا
کیا وجد اس نے پڑھ پڑھ صلِ علیٰ کیا ہے

سینہ میں کون یارب! دل کو فشار دے تھا
شب قطرہ قطرہ لوہو منہ پر ڈھلا کیا ہے

محرومِ نیم جلوہ اب تک ہیں، گرچہ ہم نے
آئینۂ دل اپنا، مدت مجلا کیا ہے

دل زندگی سے اپنا، تھا کس قدر الجھتا
قربانِ تیغِ جاناں، کیا فیصلہ کیا ہے

گہ زلف گھیرتی ہے، کاکل ہے گہ الجھتی
کس کس بلا میں یارب! دل مبتلا کیا ہے

گاہے ہوں خون روتا، گہ جیب کو ہوں دھوتا
درپیش یا الٰہی! کیا مشغلہ کیا ہے

سو سو بہار آئی، دل وا ہوا نہ اپنا
ورنہ جو غنچہ دیکھا، سو وہ کھلا کیا ہے

یک قطرہ خوں میں سو سو، طوفاں ہیں باندھ رکھے
اللہ دل کا پیدا، کیا حوصلہ کیا ہے!

گلہائے داغِ حرماں یا برگ و بارِ حسرت!
نخلِ مراد اپنا، یوں ہی پھلا کیا ہے

سن دوسری غزل کو، چھاتی سے لگ گیا وہ
کیا مرحمت یہ ممنوں! اس نے بھلا کیا ہے

---

؎۔ب۔ نسخہ انجم

انگارہ سا بغل میں [illegible] — [illegible]
ہنگام بوسہ دم کی لٹک جائے [illegible] — [illegible]
آخر گو رفتہ رفتہ ہی لے کے دل گئے — [illegible]
رنجش کی بات کیا تھی، کیوں منہ بنا کے بیٹھے — [illegible]
دنبال[2] میں ہیں کتنے مجنوں سے پابہ زنجیر — [illegible]
دل تو گیا نہ تنہا، اس رہ میں ساتھ تیرے — [illegible]
میکش کا جو عمل ہے سرِ[3] شیخ کا ہے لیکن — [illegible]
کھولے ہیں بال کس نے، بکھری ہیں کس کی زلفیں — بیچارہ ایک [illegible] دل [illegible]
چھوٹا اور اس گلی میں ممنوں کہیں ہے گھر بھی — خانہ خراب [illegible] دل [illegible]

## ۴۵۳

کیا رنگِ نو بہار میں حل، بوے درد ہے — گرداب ہے بھی ہے تو گوشہ بھی گرد ہے
شاید کہ جل بجھا ہے ترا فتنہ دیر سے — کچھ اس کی راکھ گرم ہے، کچھ ایک سرد ہے
دوچار گام ناقہ لیلیٰ ادھر ہی رکھ — مدت سے ہے روحِ قیس بیاباں نورد ہے
اڑنے لگا جو رنگ مرے چہرہ کا وہ شوخ — کہنے لگا کہ آج، مگر دل میں درد ہے
آخر، شبِ وصال کو اس طرح کیجیے — یہ بھی کوئی روش ! فلک، ہرزہ گرد ہے
تیغ و سنان و تیر جو جھیلے تو کیا ہوا — اس فتنہ گر سے آنکھ لڑاوے سو مرد ہے
کیسے نگار و نقشِ خیالات دھو چکے — دل کی بیاض صبح صفت، سادہ فرد ہے
سیلاب اپنے دامنِ خس میں ہے بندھ رہا — آتش، حذر میں اس سے بوقت نبرد ہے

### قطعہ

دیتا نہیں قرار، بساطِ زمانہ پر — کیا مہرہ بازِ فلک لاجورد ہے
بھلاتے ہے کسی کو، اٹھاتے کسی کو یہ — گردش میں اس سے جو ہے، سو مانند فرد ہے
کیا قطرہ قطرہ خونِ جگر ہو چکا تمام — ممنوں آج رنگ ترے منہ کا زرد ہے

## ۴۵۴

بعد بندِ ذوقِ اسیری دلِ ناشاد[4] آوے — صید گہ میں یہ غضب ہے کہ نہ صیاد آوے

---

۱- ب- تپش میں
۲- لندن، ب- زائد شعر
۳- آ- جو کہ غم ہے
۴- آ، ب- آزاد

دم گھٹا جانے ہے اے[1] نازکیِ خاطرِ یار
دے ذرا اذن کہ کب تک میری فریاد آوے

سرِ پرویز تلے، بازوے شیریں ہو واں
سرِ فرہاد پہ اور تیشۂ فولاد آوے

زخم خوردہ ترا کہتا تھا یہی خون میں لوٹ
پھر بھی یک بار خدایا، کہیں جلاد آوے

ہونٹ لذت سے ہر اک زخم جگر چاٹے ہے
یادِ جبس دم، مژہ خنجرِ بے داد آوے

آج کس درد سے کہتے تھے اسیرانِ قفس
کب ہے پروا کہ ادھر، مرغ چمن زاد آوے

اس کے صدقے کہ بناز جو گیا، کہنے لگا
ہائے اس وقت مرا عاشقِ ناشاد آوے

نظر آنے ابھی لگتے ہیں، فرشتے زاہد
نشہ میں بال کھلے، گر وہ پری زاد آوے

کون سے شغل سے یہ شغلِ تصور چھوٹے
کیا کروں یاد کہ دل میں نہ تری یاد آوے

بند صیاد نہ کر چاک قفس کے، شاید
اس طرف نکہتِ گل، ہم نفسِ باد آوے

حضرت عشق کا ہے حکم کہ ہوں ظلم پہ ظلم
پر درِ یار پہ عاشق نہ پئے داد آوے

کیا غزل دوسری ممنوں نے پڑھی، کب اس سے
نکتہ سنجی میں مقابل کوئی استاد آوے

## ۴۵۵

لبِ مرغانِ قفس دیدہ پہ فریاد آوے
بوے گل تجھ سے، جب اسے جامہ صیاد آوے

گل ہی سو تیغِ ستم مجھ پہ لگا کر ہے گیا
آج کہتا ہوں یہی پھر، ستم ایجاد آوے

واعظا![2] مجھ کو جو کہنا ہے، سو کہہ لو لیکن
تم بھی دیکھو جو بتوں کو تو خدا یاد آوے

کھینچنے بیٹھے ہو یہ تصویر کسی کی ۔ لیکن
شرم تم کو نہ کہیں، مانی و بہزاد آوے

رشک کہتا ہے مگر اس پہ بھی رنجش کی ہوا ہوئی
منہ بنانے جو ادھر سے کوئی ناشاد آوے

ابروے یار کے مت ذکر سنو، حضرتِ شیخ!
طاق سے پھر نہ فرو، نسخۂ اوراد آوے

یہی بہتر ہے سبھی قامت و خوش رو میرا
نہ گلستاں کی طرف اب گل و شمشاد آوے

کوہ سے کوہِ بلا قطع کیے ہیں ہم نے
یہ کو ڈھب راہ ہے، کہہ دو کہ نہ فرہاد آوے

پہلے ہی وار پہ ہم جان لگا دیتے ہیں
پر ذرا سامنے بھی تو کوئی جلاد آوے

غرض اپنانے جہاں سے نہیں ہم کو ممنوں
کام محشر میں پیمبر کی ہی اولاد آوے

## ۴۵۶

آیا مجھے غش سا جو شب، آنے سے کسی کے
چونکا پہ، گلِ جیب سنگھانے سے کسی کے

آنکھوں کے تلے برق سی کچھ کوند رہی ہے
جھمکا یہ ہوا، پردہ اٹھانے سے کسی کے

گالی کی بھی جی بھر کے ملی، ہائے نہ لذت
یاں کام ہوا، ہونٹ ہلانے سے کسی کے

مژگاں سے لیے تیر، سناں غمزہ، نگہ تیغ
فتنہ یہ ہوا، آنکھ لڑانے سے کسی کے

اس معرکے میں ہم بھی ہیں جوں، تازہ جراحت
رو دیتے ہیں یعنی کہ ہنسانے سے کسی کے

کیا اپنی نگاہوں نے کہا رات، کہ بیٹھے
اندازِ حیا، آنکھ جھکانے سے کسی کے

---

۱۔ آ: ساعد

۲۔ ا، ب۔ واعظوں۔۔

۳۔ آ: ہم نہیں اور سے رکھتے ہیں غرض کچھ ممنوں، ب: نہیں رکھتے ممنوں

[illegible]
جیتے تو [illegible]
عشق کا سا عالم [illegible]
یاروں کے سخن سنتے ہی میں [illegible]

## ۴۵۷

شاکی ہوں نہ میں، تیغ اٹھانے سے کسی کے
یوں دن [illegible] سے کسی کے

جو خار تھی دل میں سو رہی، اے تپِ دوری!
کیا ہاتھ [illegible] لگانے سے کسی کے

دل میں یہ اٹھے ہول کہ اڑتا ہے پڑا رنگ
یہ درد بھی [illegible] سے کسی کے

گو، چرخ یہاں سب کو بڑھا کر ہے گھٹاتا
رات اپنی کٹے [illegible] سے کسی کے

رنجور ترا نکل یہ کہے تھا، دمِ رخصت
جاؤں گا ٹھہر اب بھی [illegible] آنے سے کسی کے

زیور دھک اٹھے نہ کہیں، اس تپِ دل سے
دھڑکا ہے یہ آغوش میں لانے سے کسی کے

چتون میں بہم آرزوے دل کے بیاں ہیں
کیا ہونے ہے، یاں کان لگانے سے کسی کے

ہر لحظہ وہ[2] پوچھے ہے کہ اب رات ہے کتنی
معلوم ہو، گھڑیال بجانے سے کسی کے

کیا[4] دل پہ مرے، چوٹ سی لگتی ہے شبِ وصل
کچھ چھیڑ کے ممنوں! یہ سنانے سے کسی کے

## ۴۵۸

آسرے، زیست کے کیا دیکھیے، تو ٹوٹ گئے
رنگِ رو سب کے، مرا دیکھ کے رو ٹوٹ گئے

رات کانٹوں پہ رلایا، خلشِ ہجر نے کیا
سرِ سوزن سے یہ پیرہنِ مو ٹوٹ گئے

دل خراش آہ تو روکی، پہ کئی دشنے[3] سے
سینۂ خوں شدہ سے تا بہ گلو ٹوٹ گئے

یاس و امید تھی کیا کیا ترے بیمار کی شب
دم کبھو ٹھہر گئے اور کبھو ٹوٹ گئے

کس سے وعدہ تھا، مرے پاؤں بھی شب سے تا صبح
پھرتے پھرتے ہی بگردِ سرِ کو ٹوٹ گئے

عیش کیا ورطۂ ہستی میں کہ یہاں شیشہ و جام
ہنستے ہی مثلِ حبابِ لبِ جو ٹوٹ گئے

کوئی یوں بھی ہے تڑپتا، دلِ مضطر تو دیکھ!
سینۂ چاک کے سب تارِ رفو ٹوٹ گئے

دیں، ترے ہاتھ میں کیا ہاتھ، بس اے مرشدِ شہر!
اپنی بیعت کو مگر، دستِ سبو ٹوٹ گئے

ہوبہو چاک میں سینہ ہے لہو، کب سے تمام
تیرے خنجر مگر اے عربدہ جو! ٹوٹ گئے

تو نے ممنوں کی غزل اور سنی بلبلِ باغ!
لاف تیرے نہ سب اے زمزمہ گو ٹوٹ گئے

---

۱۔ بجائے اک
۲۔ آ، بجائے بھی
۳۔ لندن، بجائے زائد شعر
۴۔ بجائے شب

## ۴۵۹

کیوں نہ دستِ ہوسِ معرکہ جو ٹوٹ گئے
شب جو وہ ہار کہ تھے، زیبِ گلو ٹوٹ گئے

قیسِ بس ماندہ پہ کی ناقہ، لیلیٰ نے نگاہ
کیوں ترے پاؤں نہ وقتِ تگ و پو، ٹوٹ گئے

لائیں کیا رو پہ کبھی، سینہ پرخوں کی خراش
جب ہوئے ناخنِ غم ان میں فرد، ٹوٹ گئے

کن نگاہوں کا یہ ہنگامہ بدمستی ہے
کہ دل اس معرکہ میں، مثلِ سبو ٹوٹ گئے

کیا کیا دل کو جدا اس سے، ترے ہاتھ نہ کیوں
شانہ سلسلہ غالیہ بو! ٹوٹ گئے

کب کسی نے تجھے آغوشِ ہوس میں کھینچا
بند چولی کے یہ کیوں، دیکھیو تو ٹوٹ گئے

دلِ مستوں پہ نہ رکھ ہاتھ کہ چھالے اس کے
یہ سمجھ رکھ، جو گئے ذرہ بھی چھو، ٹوٹ گئے

## ۴۶۰

کشتہ لعلِ دمسی زیب یہ مایوسی ہے
دل کو درکار کفن قرمزی و طوسی ہے

ذبح کرتا ہے تو رکھ پاؤں ذرا سینہ پہ!
کہ مرے خوں کو بہت حسرتِ پابوسی ہے

کس کے نیرنگ سے ہوں داغ کہ ہر پارہ، دل
آج لبریزِ دو صد جلوۂ طاؤسی ہے

اوس ہی آتش کا مگر تو بھی ہے چکارا ایک
جس کو سنتے[1] ہیں کہ برقِ نگہِ موسی ہے

جوں زباں تیری، مرے منہ میں ہو، یوں لذت سے
لبِ ہر زخم نے پیکاں تری چوسی ہے

کون ہے چاندنی میں عطر لگا کر بیٹھا
آج کچھ چادرِ[2] مہتاب میں خوشبو سی ہے

مژدہ باد اے جگر و اے دلِ باقی ماندہ!
غمزہ پھر، دشنہ بکف در پئے جاسوسی ہے

آشنا کی اگر آواز سے ہوں محرم گوش
وہی لبیک، وہی نغمہ ناقوسی ہے

مے کشی میں تو نہیں شیخ بھی، رندوں سے کم
ایک افزود وہاں شیوہ سالوسی ہے

خوں، تمنائیں ہوئیں اس کے تغافل سے مگر
آج کچھ چہرۂ ممنون پہ مایوسی ہے

## ۴۶۱

بادِ چمن گلی سے گزری ہے تو کسی کی
آلودہ بوئے گل میں، آتی ہے بو کسی کی

صورت گرِ تصور، صنعت کے تیری قرباں
تصویر کیا دکھائی، اب ہو بہو کسی کی

دل کے شگاف یوں ہی رہنے بھی دو کہ ناحق
فرسودہ کیوں ہو سوزن، وقتِ رفو کسی کی

سو آرزو سے دل کی، ہر آرزو بدر کی
اب آرزوئے دل میں، ہو آرزو کسی کی

خرمن سے ربطِ آتش، سنتا ہوں کان دھر کے
ساتھ اپنے یاد آتی، یعنی[3] ہے خو کسی کی

وہ سرخ مے کے ساغر اوروں کے لب پہ رکھے
بارے نہ ہو تمنا کیوں کر، لہو کسی کی

زیور کے عکس کیا کیا ہیں، جا بجا نمایاں
کتنی ہے صاف و نازک جلدِ گلو کسی کی

---

۱۔ آ: کہتے ہیں
۲۔ آ: جامہ
۳۔ آ: جیسے

دونوں جہاں سے [illegible]
مژگاں کا بھی چھپنا [illegible]
یاں آنسوؤں کے بجے [illegible]
مفتونِ زنانِ دنیا، گر بردے [illegible]

۴۶۲

چھاتی مری شب کاوشِ حسرت سے چھنی تھی | جو دیکھ [illegible]
فرہاد پہ کب میری طرح آن بنی تھی! | یاں جان [illegible]
لب سرخ کیے مے سے، کہاں بیٹھ کے تم نے؟ | یاں خون [illegible]
شب دشنۂ خونیں نہ ملا، اسے قلقِ ہجر! | کی خیر خدا نے، [illegible]
چین ایک گھڑی بھی، کسی کروٹ پہ نہ پایا | کتنی تپِ دوری ہے [illegible]
کل جان ملک بچ ہی گئی، آہ کو ورنہ | گردوں کی طرف نیترِ ناوک [illegible]
گاہے نہ کیا یاد، مقیمانِ درِ یار | آخر تو کبھی تم سے ہمیں[1] ہم [illegible]
خاک؟ ان کی پہ لایا نہ کوئی پھول نہ چادر | جن کو کہ چمن پوشی و گل پیرہنی تھی
کرتا تھا کبھی شکوہ، کبھی عذر سنوں تھا | شب کس کے تصور سے مجھے ہم سخنی تھی
کیا کیا تری دوری نے خلش دل سے بجھے رات | کچھ دل ہی سمجھتا ہے کہ جو[2] دل پہ بنی تھی
مہتاب ستاروں سے، ان آنکھوں کے بلیے آہ! | رکھتے تھک سودہ میں ہیرے کی کنی تھی
شیریں غزل اک اور بھی، ممنوں نے پڑھی آج | طوطی کو رہی یاد نہ شکر شکنی بھی

۴۶۳

مہتاب کی چادر میں سحر خوب چھنتی تھی | جب تیری یہ تصویر صفا خیز بنی تھی
قطرہ عرقِ شرم کا تھا، اخترِ تاباں | چمکی جو کہیں رات، وہ سیمیں ذقنی تھی
آنکھوں کو جو سینہ پہ کہیں، اس کے تملا رات | مژگاں کے پڑے نقش، یہ نازک بدنی تھی
پان سنے جو ترے، لعلِ بدخشاں سے کیے ہونٹ | خوں رشک سے، سرخیِ عقیقِ یمنی تھی
شب کھول دیے بال، پہن ہار تو اڑنے | مل، بونے گل و نکہتِ مشک ختنی تھی
اس عطرِ گریباں کی لپٹ، گل پہ جو گزری | بھرتی نفسِ سرد، نسیمِ چمنی تھی
دو بوسے بھی اس چشم کے لینے نہ دے، گاہ | عادت ترے مژگاں کی سدا، نیش زنی تھی
عیسیٰ کو بھی بیمار کیا، چشم نے تیری | کیا قہر یہ جادوگری و سحر فنی تھی
کیا کیا ہے جلے، دیکھ کے مجلس میں تجھے شمع | ہر چند بہت گرم وہ گردن زدنی تھی
وہ شمع پہ ، اس شعلہ عارض پہ جلا یہ | پروانے کو دل سے مرے، ہم انجمنی تھی
آزاد صفیر اس پہ ہوا، سرو کے بر میں | زعفرانی کی تھی وہ جو قبا، سو کفنی تھی
گلریزیِ الفاظ نہ آساں[3] ہے ممنوں | خوں نوشی پنہاں ہے یہ رنگیں سخنی تھی

---

۱۔ آ: ہم سے تمہیں
۲۔ آ: جو کچھ
۳۔ آ: کچھ سہل

## ۴۶۴

تلوار دھرے بیٹھا گردن پہ ہے، بسمل کی
تصویر کوئی کھینچے، یوں ہی مرے قاتل کی

مرغانِ قفس کیا کیا حسرت سے نواکش ہیں
گلشن سے مگر آئی آواز عنادل کی

کس دشتِ غربی میں دیکھیں کہ قدم ٹھیرے
بس اب تو عناں الجھے، جنبش میں ہے محمل کی

اے گریہ، قیس اتنا کیا آب، بہانا تھا!
کچھ دامنِ محمل پر، چھینٹیں سی پڑیں گل کی

تربت تھی مری جنت، جو چادرِ گل اس نے
پھیلائیں، رملیں لڑیاں، ہار اور حمایل کی

پہلے تو گزرتی سی، اک برق ادھر دیکھی
من بعد خبر کچھ بھی، اپنے نہیں حاصل کی

گرمی نہ نگہ کی تھی، شوخی نہ ادا کی تھی
کل لعبتِ چیں میں نے، اس بت سے مقابل کی

کیا زندگیِ شیریں اب تلخ گزرتی ہے
گر آبِ بقا سینچے، ہے گھونٹ ہلاہل کی

کیا یار میں اور مجھ میں آڑے ہے یہ سنگیں دل
یک سدِ سکندر سی، آئینہ نے حائل کی

ٹپکا سرِ مژگاں سے خوں کے کئی قطرے، ہو
کب پوچھنے تم آنے، لی خوب خبر دل کی

سہرلے سے وہ یوں بولا، دیوانہ مرا آیا
سن کر جو کہیں چونکا، جھنکار سلاسل کی

دیکھیں کہ سلامت سے، کیوں کر یہ سفر طے ہو
نیت تو مصمم ہے، اب قطعِ مراحل کی

سیماب ہے جنس اپنی، مرکب ہے سو موی ہے
آتش کدہ کتنے ہی، ہیں راہ میں منزل کی

کس درد سے شب ممنوں، تھا اور غزل پڑھتا
حسرت سی کوئی حسرت ہر لفظ میں شامل کی

## ۴۶۵

بھر آئیں تمنائیں، آنکھوں میں جو یہاں دل کی
بولا وہ، نگہ دیکھے ۱ کوئی مرے مائل کی

یاں موجۂ اول میں کشتی کے ہوئے ٹکڑے
ور طے سے بے ناواقف، محرم نہیں ساحل کی

جس پر کہ بنایا تھا، نقشہ رخِ شیریں کا
فرہاد کی تربت پر کیوں لوح نہ وہ، رسل کی

پا، ناقۂ لیلیٰ کا لغزیدہ، کدھر آیا
اللہ رے زبردستی! اس جذبۂ کامل کی

سینہ سے لگا سینہ، ہم ایک ہی ہوتے ہیں
گر، اوٹ سرک جاوے پیراہنِ حائل کی

کس دشت غربی میں، اللہ ہیں سر گرداں!
کوئی نہ خبر۲ لایا، یاروں کے قوافل کی

پیری بھی جوانی سے آئی پہ نہ دل چونکا
تا صبحِ سفر دل سے، بند آنکھ تھی غافل کی

قاتل۳ کو کوئی میرے، پھر تیغ بکف لاوے
ہر اک سے سماجت تھی یہ ہی، ترے گھائل کی

ہوں جام مئے سرخ اور مے نوش کہ دیکھوں ہوں
نرگس وہ گلابی سی، ہیں ساقیِ محفل کی

نادانی دل سے میں کیا کیا ہوں بہ تنگ آیا
یارب! کسی انساں کو صحبت نہ ہو جاہل کی

ہر ہر ورقِ دل پر، تھا نام ترا لکھا
کچھ سیر بھی کی تو نے، الفت کے رسائل کی

کوچے کی طرف تیرے، دیوانہ سا پھرتا تھا
کل شکل عجب دیکھی، ممنون سے عاقل کی

---

۱۔ آ، ب: آئی نہیں

۲۔ ب: شب سے

۳۔ لندن، ب: زائد شعر

چشمِ[۳] فسوں گر نسخۂ شوخی [illegible]
ناز سے جھکنا معنیِ آفت، چشمک شرحِ غضب [illegible]
ملئے دل کی [illegible]
صبح کو بولا [illegible]

وصل میں ذرہ مژگاں جھپکی، رہ گئی فرصت کم شب کی
چال پھیرِ لنتہ طلب کی، آج ابھی سے کذعب ہی ہے
آہ کی کاوش، دم [illegible]
تارِ جگر سے کھینچ بدقت دل [illegible]

دل کی جو حسرت چشم سے ٹپکی، یوں ہی تھی جنبش اس لب کی
طرز نگاہ شوق کسی کی، ہم سے بوسہ طلب سی ہے
وصل کا وعدہ ٹھہرا شب پر، دیکھیے کیا ہو [illegible]
رنگ پہ آنے گلہ ملامت، منہ پر [illegible] طرب [illegible]

یاد محبت پہلی کرکے، وصل میں پوچھے تھا مجھ سے
جانِ وفا کی تجھ کو قسم ہے، اب بھی محبت، جب سی ہے
شوقِ چکیدن لب پہ ہے رقصاں، لب نہ جھکا پر لب پر یاں
دیکھ کے شامل رنگ ہوس میں، اب تک طرزِ ادب سی ہے

نیمہ رخ پر بال وہ پر خم، بکھرے تو ہے یہ عالم
صبح سے یک سو گھر میں مرے، ایک طرف سے شب سی ہے
جامہ زیبی اس کی[۲] نظر کر، رعنا گل تیرے تن پر
خرقہ دوزِ صنعِ ازل نے، ٹھیک قبا یوں کب سی ہے!

لب پر ہر قدسی کے بڑھے شوق کلیدن دیکھ تجھے
کیوں مۓ لعلیں تجھ میں بھی کیفیت اس کے لب سی ہے؟
تو نے پری خواں سیر بہت کی، ہوش ربا ہو پر شوخی
شیشہ میں گاہے کوئی پری بھی دیکھی بنتِ عنب سی ہے

گلیوں میں اب دخترِ رز پر، ٹھہرتے ہیں مستانہ سے
ممنوں کو ہے لافِ سقاہت، وضع یہ ان کی عجب سی ہے

۴۶۷

دل[۱] غمزے، ترے دلیر ہوئے | تجھے تو آہو پہ شیر ہوئے
نہ پھڑک بھی سکیں ہیں زیرِ فلک | کس قفس میں ہم اسیر ہوئے
تو نہ تھا، غش سے چونک چار طرف | نگراں ہم دم اخیر ہوئے

---

۱۔ لندن، ب۔ زائد غزل
۲۔ ب۔ الفت
۳۔ ب۔ یہ غزل نہیں ہے آہ مقطعہ نہیں ہے

زخم اب نگہ سے جھیلیں گے دشنہ و تیغ سے تو سیر ہونے
شبِ ہجراں کی ہانفے بے چھنی بال میرے بدن پہ تیر ہونے
زورِ طوفانِ بحرِ بستی میں ہم تو آخر، کنارہ گیر ہونے
بے دماغی سے یاںؔ کیسے تھا، جواب منفعل منکر و نکیر ہونے
ہوں غریبانہ ہدا نشان ، فغاں کہ جدا، اپنے ہم صفیر ہونے
وصل میں بھی ہے ٹکٹکی، در پر انتظاروں سے خو پذیر ہونے
وہ جو آنے تو دل کے ٹکڑے بلیے ہم بھی موجود، ناگزیر ہونے
رک کے کہنے لگے معاذ اللہ نہ ہونے ہم، کوئی فقیر ہونے
دوسری بھی غزل کے تیری شعر کیا ہی ممنونؔ! بے نظیر ہونے

## ۴۶۸

ہم[1] بچا آنکھ ، بوسہ گیر ہونے شرمگیں سے وہ، تا بدیر ہونے
صبح ساں، زندگی سے سیر ہونے ہم دمِ اولیں میں پیر ہونے
جیب میں آ، شرر سے چھوڑ گئے طفلِ اشک اپنے، کیا شریر ہونے
شبِ دوری! درندہ سا تھا فلک ہم پہ اختر بھی، چشمِ شیر ہونے
اس خرابی کا ہے، تعجب ہی کیا! حضرتِ دل سے جب مشیر ہونے
کیوں لبِ غنچہ رہ گئے ہیں بند؟ ہونٹ کیا تیرے خوردہ گیر ہونے
اوس طرف تک نگہ، نگہ سے ملی سر، اودھر سے ہزار تیر ہونے
ہم بھی چل ہی چکے تھے، پر آگے متوقف، نہ راہ گیر ہونے
ناتوانی سے روکشِ خاک پہ ہم موجِ نقش، خطِ حصیر ہونے
دل ہر اک کا کھنچے ہے سینہ سے اس قدر کیوں ہو، دل پذیر ہونے
نہ غزل گو، کوئی ہے ممنوںؔ سا ہم بھلے، تم ہونے کہ میر ہونے

## ۴۶۹

لکھا[2] ہے ہر مزار پہ خطِ غبار سے — حاصل ہو خاک! زندگیِ مستعار سے
کیا کیا مزے اٹھانے تصور میں یار سے — شاید نہ وصل میں بھی ہوں بوس و کنار سے
وقتِ وداع اشک تو روکے، نہ رک سکے — مجبور تھا میں گریۂ بے اختیار سے
دل کی خلش سے سینہ ہوا چاک چاک سب[4] — آخر کھلے ہیں پھول یہ اس خار خار سے
کیا تم کہیں تھے رات، کھلے بال سو گئے — آتی لپٹ ہے مشک کی، پھولوں کے ہار سے
ہوں نخلِ خشک شعلہ سے، میرا ہے جوشِ گل — آتش بھی کم نہیں مجھے بادِ بہار سے

---

۱ لندن: زائد شعر
۲۔ لندن: زائد غزل
۳۔ ب: یہ غزل بھی نہیں ہے۔
۴۔ آ: پھر

گنتا رہوں ہوں شام [illegible]
اس شوق میں کیا [illegible]
دل! مت رشک بڑا بکار چشم [illegible]
دستِ ہوس کو کیجیے خم، اس [illegible]
اے[2] برق دیکھنا کہ نہ اڑ جائیں دھجیاں [illegible]
لانے نہ ایک جامِ بلوریں بھی [illegible]
ممنوں! خراب کردۂ چشمِ بتاں ہیں ہم [illegible] شیوہ

## ۴۷۰

کاہیدہ[4] اس قدر ہوں، غمِ ہجرِ یار سے — پیکر کو میرے [illegible] تار ہے
گنتا رہوں ہوں شام سے تا صبح داغِ دل — اپنی بھی رات کم [illegible] شمار ہے
کیا احتیاج شمع کہ سوزِ جگر بھی تو — شعلہ اٹھا رہا ہے ہمارے [illegible] مزار ہے
ہوں نخلِ خشک، شعلہ ہی رنگیں رکھے مجھے — آتش بھی کم نہیں مجھے باد بہار ہے
برباد میری خاک کو کرتا ہے وہ سوار — کب کا غبار تھا سے، میرے غبار ہے
وہ شوخ دل ربا جو ہوا ہمکنارِ غیر — جب سے ہے دل کنارہ کش، اپنے کنار ہے
دستِ[5] ہوس کو کیجیے خم، اس کمر میں کیا — ممنوں! نگاہ کی، وہ لچکی ہے مار ہے

## ۴۷۱

ہم [illegible] شدہ ہے، ہم غمزوں[6] سے تلوار لگانے — پھر چشمِ غضب ناک نے ہتھیار لگانے
کس کی ہے شبِ وعدہ کہ ہر ہر سرِ مو پہ — گویا کہ ہیں سو دیدۂ بیدار لگانے
وہ بے کسیِ گریہ نہ ہے جیب نہ دامن — اور اشک کے آنکھوں نے یوں[8] ہیں تار لگانے
پہلوئے دل اور چشم کا، چھوڑے نہ تصور — بیمار پہ تکیہ ہے، ہیر بیمار لگانے
اس کلبۂ احزاں میں نہ مونس ہے نہ غم خوار — چھاتی سے ہوں روتا، دلِ افگار لگانے
دیکھی تھی جھلک اک مہِ خانہ نشیں کی — آنکھیں ہوں، سوے روزنِ دیوار لگانے
گھر رشکِ ختن، کھلتے ہی تھا زلف کے، شاید — ہو تار ہیں تھے، نالۂ تاتار لگانے
ہم نقطۂ سودا کا، بنے دل پہ ہیں بیٹھے — تا شست ہدف پر، وہ کماں دار لگانے
کہتا ہے مرا دردِ فغاں دیکھو، غضب ہے — دھونی مرے در پہ یہ، سیہ کار لگانے

---

۱۔ ب۔ یہ مصرعہ دوسری غزل میں ہے۔
۲۔ آ۔ بدن ہی کے
۳۔ ب۔ یہ شعر دوسری غزل میں ہے۔
۴۔ یہ واحد غزل ہے جو صرف "ب" میں ہے
۵۔ یہ مصرعہ اور اس سے اوپر والا ایک شعر لندن، آ، میں دوسری غزل میں ہے
۶۔ آ: دنبالہ سے سرمہ کی ہے تلوار لگانے
۷۔ ب: یہ غزل بھی نہیں ہے
۸۔ آ۔ ہیں یوں

۳۲۷

اللہ رے گرانیِ غمِ دوریِ جاناں!
ہر ایک سرِ مو پہ، مرے کہسار لگانے

شق دل کو کیا اس ہوسِ شست میں، میں نے
شاید کہ وہ تیر اپنے میں، سوفار لگانے

کیا کیا نہ الجھتا ہوں کہ یوں سامنے میرے
چھاتی پہ تری ہاتھ رہے، ہار لگانے

پہنا کے جو گہنا، اسے آئینہ دکھایا
تھا، اپنی طرف آپ، نگہ یار لگانے

مشاطہ سے بولا، ابھی آجانے جو ممنوں
کیا کیا نہ گلے، کرکے مجھے پیار، لگانے

شاداب[1] سا ہے سبزۂ خط، کون سحر تک
رویا ترے رخسار سے، رخسار لگانے

ممنون نے کی نظم، غزل اور عجب صاف
اس سلک میں کیا کیا درِ شہوار لگانے

۴۷۲

جھلکے[2] ہے جدھر باغ، وہ رخسار لگانے
ٹھہرے ہے جہاں سرو، قدِ یار لگانے

کونین تلک قیمتِ دل، کم ہیں سمجھتے
پر دیکھیے کیا مول! خریدار لگانے

صیاد سے کہہ دو کہ کسی شاخ میں، گل کی
یک دم قفسِ مرغِ گرفتار لگانے

گل گشت کرے کیا نگہِ شوق کہ خط نے
گردِ چمنِ حسن ترے، خار لگانے

انداز، ادا، ناز، نگہ، غمزہ، کرشمہ
یک دل پہ ہیں سو اس نے، طلب گار لگانے

کیا بندِ نقاب اس کے کروں باز، شبِ وصل
کھولوں جو گرہ، ایک تو دوچار لگانے

ہے رشتۂ بستر پہ مرے تن کو خم و پیچ
بننے کو کئی تار میں، جوں تار لگانے

کچھ بر میں تو آنے سے رہا ہے وہ چھلاوا
ہونے کو کوئی ہاتھ، گنہگار لگانے

میں نے کہا آؤں، ہدف گاہ پہ رکھ دل
بولا، یہ نشانے تو کئی بار لگانے

مے، عشق کے ساغر میں نہیں، خونِ جگر ہے
یہ جام نہ منہ سے، کوئی ہشیار لگانے

ہر مو میں شرارے سے ہیں، کہہ دو کہ مسیحا
ملمس پہ مرے ہاتھ نہ زنہار لگانے

بیمار تھا اس چشم کا، دل نے بھی دیے رنج
آزار میں کیا مجھ کو ہیں، آزار لگانے

چشم اس کی نہ شوخی سے، کہیں بھی ہے ٹھہرتی
سرمہ جو لگانے تو فسوں کار لگانے

کب سر وہ اٹھا، خاک سے چھاتی پہ لگالے
ٹھوکر جو سمجھ کر نہ مجھے، عار لگانے

ممنون نے موزوں کیے اور کئی شعر
کیا باغِ معانی میں ہیں، اشجار لگانے

۴۷۳

باتوں[3] میں نہ یک دم، کوئی غم خوار لگانے
سر زانو سے، روتا ہوں میں ناچار لگانے

اے خضر و مسیحا جو جگر ہونے تو آجاؤ!
آتا ہے کوئی سان پہ، تلوار لگانے

درد و الم و سوز و غم و داغ ہیں حاضر
بیٹھے ہیں شہِ عشق، یہ دربار لگانے

ہم کھیلتے ہیں جان پہ، سینہ پہ، جگر پر
کچھ شرط لگا کر، وہ اگر دار لگانے

دل لینا ہے، لے چک، کئی بوسے بھی دے چک
سودا تو چکا، مفت کی تکرار لگانے

آہستہ، تری غیر سے باتوں کی خبر ہے
ہوں کان رہا شب، پسِ دیوار لگانے

---

۱۔ آ۔ زائد شعر
۲۔ ب، ۃ۔ یہ غزل بھی نہیں ہے۔
۳۔ ب۔ یہ غزل بھی نہیں ہے۔

میں نے جو کہا [illegible]
اے دخترِ رز! [illegible]
کیوں انجمنِ لالہ رخاں [illegible]
میں خون کے ہوں گھونٹ سے پیتا [illegible]
اے گل! تجھے دعویٰ تھا، کسی رخ سے [illegible]
ممنون نے تسبیح تو چھوڑی، پہ [illegible]

## ۴۷۴

شکن[1] بالوں کی، وہ کل کھولتے تھے — صبا کے بار [illegible] رولتے تھے
گل و بلبل میں، باہم صحبتیں ہیں — کبھی ہم تم بھی [illegible] بولتے تھے
فلک پر چڑھ گیا پلہ تھا، مہ کا — جو ترے حسن سے شب [illegible] تولتے تھے
وہ لب کرتے تھے مجھ سے وعدۂ قتل — کہ زہر آبِ بقا میں گھولتے تھے
غمِ مے اب نہیں، گلِ خم میں ممنوں! — قدح پر ہم قدح جھکولتے تھے

## ۴۷۵

اس[2] لب سے بازہ ہے حکایت عتاب کی — یعنی بہت لذیذ ہو تلخی شراب کی
دیکھا نہ صاف چہرہ پر اتنا ہوں جانتا — صبح بہار سے ترے رخ پر نقاب کی
تصویرِ رخ بنائی، تری کلکِ صنع نے — حل، رنگِ گل میں کرکے، صفا ماہتاب کی
نقطہ ہے خال کا، سرِ ابرو پہ دیکھنا — حسن آفریں نے بیت، عجب انتخاب کی
ہوتے تو اس سے لعبت چیں، دوبدو ہونے — بولا جو وہ تو پانی نہ طاقت جواب کی
شعلہ سا، قہر چہرہ پہ ہے شرم کی جھلک — شوخی کے رنگ میں ہے غضب یہ حجاب کی
کھل کر، ہیں کس کے بال گریباں پہ آرہے — لپٹی ہے بوے عطر میں، بو، مشکِ ناب کی
وقتِ سخن ہے یوں حرکت، اس کے ہونٹ کو — جوں پنکھڑی ہوا سے، ہلے ہے گلاب کی
اپنی نگاہ گردشِ چشمِ بتاں پہ ہے — ہے روز و شب کی کچھ، نہ خبر انقلاب کی
چولی مسک رہی ہے، پریشاں ہیں منہ پہ بال — بوسوں سے اڑ رہی ہے مسی لعلِ ناب کی
دستِ ہوس سے آنے ہو تم، کس کی چھوٹ کر — صورت پڑی شکل پہ ہے اضطراب کی
ممنون دردناک غزل کیا پڑھی کہ ہے — طرزِ سخن پسند ہر اک نکتہ یاب کی

## ۴۷۶

پوچھ[3] آتشِ فراق کے مت سوز و تاب کی — اک جان تھی سو وہ بھی ہے، اس نے کباب کی

---

۱۔ لندن: زائد غزل
۲۔ لندن: زائد غزل
۳۔ لندن: زائد غزل

اللہ رے سوزِ سینہ کہ ہو کر گداختہ! پیکانِ تیر، دل پہ ہوئی بوند آب کی
کیا زخمِ دل کا رنگ ہے، یارب مژہ سے آج! ٹپکے ہے بوند بوند پہ اک خون ناب کی
واحسرتا! کہ پوچھنے آیا کب آرزو جب ہے، لب وزباں میں نہ طاقت جواب کی
پیری میں صبح ساں ہوں، دمِ سرد کھینچتا آتی ہیں جب کہ یاد وہ راتیں شباب کی
کس طرح اس کے سینہ میں رکھ دیجے اپنا دل آسودہ دل کو تا ہو، خبر اضطراب کی
کہتا ہے شکل خواب میں آکر دکھاؤں گا چشم اپنی آشنا ہی نہیں، شکلِ خواب کی
قربانِ ناز، ذبح کیا مجھ کو اور کہا نیت تھی مدتوں سے مجھے اس ثواب کی
اے ترکِ نازِ لشکرِ غم، اب ہے کیا رہا! تو نے تمام دل کی نواحی خراب کی
حسرت تو دیکھیو کہ ہوئی صبح کب وداع! نسیم، اک گرہ تھی جب رہی بندِ نقاب کی
کہتا ہے کیا یہ آن کے، دھونی لگائی ہے رنگت سیاہ ہوتی ہے، دیوار و باب کی
ممنون بس یہ گریۂ بے صرفہ کب تلک ہوتی خرابیاں ہیں، جہانِ خراب کی

## ۴۷۷

یہ نزع دم صدا، ترے بیمار کی سنی[۱] اپنی کہی نہ حیف، نہ کچھ یار کی سنی
صیاد نے، نہ گل نے، نہ مرغانِ باغ نے فریاد، عندلیبِ گرفتار کی سنی
کنجِ قفس میں آج، پھڑکتے ہیں تو اسیر شاید صفیرِ مرغِ چمن زار کی سنی
چل تو بھی میری آبلہ پائی! بسونے دشت جاتی ہے تشنگی نہ لبِ خار کی سنی
اپنی نگہ نے اس سے کہا کیا! کہ زیرِ لب آہستہ ہیں جو باتیں کچھ پیار کی سنی
خجلت سے رنگِ غنچۂ گل سرخ ہوگیا[۲] شاید کہ نازکی ہے، لبِ یار کی سنی
دامن، مسیح چرخ نشیں کا جلا گئی تم نے شرارت، آہِ شرر بار کی سنی
غیرت سے چشم وا، نہ کروں گا کہ حشر میں شہرت ہے، عام وعدۂ دیدار کی سنی
عرضِ ہوس جو کی تو وہ لب ہل گئے تھے، کچھ اقرار کی سنی ہے، نہ انکار کی سنی
اب تک مرے جگر میں ہے، برچھی سی لگ رہی شب آہ خونچکاں، ترے انگار کی سنی
سینہ بھی ہے، جگر بھی ہے، آ، ہاتھ آزما تعریف ہے بہت، تری تلوار کی سنی
ممنون کوئی تازہ غزل اب سنائیے شہرت بہت ہے، آپ کے اشعار کی سنی

## ۴۷۸

شدت تھی کل تلک بہت آزار کی سنی[۳] آج اور ہی خبر، ترے بیمار کی سنی
آنکھیں رہیں کھلی کی کھلی، یوں وداعِ جاں تیرے شہید حسرت دیدار کی سنی
رنجور کا ترے، نہ سنا حال کچھ مگر آواز سودن کفِ غم خوار کی سنی
لب سے ترے ہے غنچہ، گل، پھول یوں جھڑے رنگیں حکایتی لب مے خوار کی سنی

---

۱۔ ب۔ یہ غزل بھی نہیں ہے۔
۲۔ آ۔ ہے نازگیا
۳۔ ب۔ یہ غزل بھی نہیں ہے۔

تیری [illegible]
معلوم پھر نہیں [illegible]
زلفوں نے اس کی بر کی [illegible]
ہے ساز عشق میر اسراپا [illegible]
اب رو رہے ہو حضرتِ دل کیوں الم زدہ [illegible] عشق
پوچھے ہے مجھ سے، کون ترا دل اڑا گیا [illegible]
میں حالِ دل کہوں تھا، وہ سن کو کہے تھا رات [illegible]
کہتے ہیں مجھ سے واہ کہ ترکِ جنوں کروں! [illegible] دیوانگی [illegible]
ممنون تھا، معاملہ خلوت میں کس سے رات! [illegible] آہستہ بات [illegible]

۴۷۹

آئی[۳] بدلی سی، کھلی زلف سیہ کس کی تھی
گئی بجلی سی چمک، گرم نگہ کس کی تھی

گر گئے قبلہ پرستوں کے بہت عمامہ
ہو گئی ناز سے کج طرف کلہ کس کی تھی

دیکھی ابروے بتاں، طاقِ حرم بھی دیکھا
سچ کہہ اے کعبہ نشیں! دل میں جگہ کس کی تھی

رنگِ تن اس کا جو دیکھا تہِ پیراہن سے
خرقہ پوشان کہا، کیسی ہوئی ته کس کی تھی

بزمِ خوباں سے جو آیا تو یہ مجھ سے پوچھا
طلعتِ صاف بھلا صورتِ مہ کس کی تھی

تم تو لہروں میں نشہ کی، لبِ دریا پہ رہے
بے خبرا کشتیِ احوال تبہ کس کی تھی

باڑھ مژگاں کی شرر ریز، فغاں برق انداز
تجھ سی، اے بادشہِ عشق! سپہ کس کی تھی

دیکھ آیا مجھے زخمی تو یہ گھر میں بولا
خونچکاں لاش پڑی وہ سرِ رہ کس کی تھی

چرخ تک، دامنِ عیسیٰ بھی نم آلودہ ہوا
موج بہہ موج گئی، چشم سے جہہ کس کی تھی

کس کے وعدے تھے، رہے یاد کہ سب بھول گئے
وا رہی صبح تلک چشم براہ کس کی تھی

تھی مگر چشم سے، یا چشمکِ پنہاں سے مدد
غارتِ دل پہ کرشموں کو یہ شہ کس کی تھی

دل دیا میں نے تجھے، تو نے کیا خون اسے
کس کی تقصیر، خطا، آپ ہی کہہ کس کی تھی

مے طلب میں نے جو کی، منہ پہ صراحی دی پٹک
بازرہ اپنی سے تعذیر، گنہ کس کی تھی

کوئی باغ تمبہ دنیا سے لگاتا ہے دل!
دیکھ ممنون یہ تنبیہ کس کی ہے! کہہ، کس کی تھی

کیا تبدیل قوافی میں پڑھے ممنون شعر
غزلِ تازہ بھلا مجھ سے تو کہہ، کس کی تھی

۴۸۰

پھر[۴] ہوئی آج کمان ناز سے، ذرہ کس کی تھی
رہ گئی سینہ میں کل جان، گرہ کس کی تھی

حرف پر حرفِ تمنا ہوئی برہم، درہم
کل تغافل پہ نگہ، قاعدہ نہ کس کی تھی

۱۔ آئد رہیں یار
۲۔ آئد بھی
۳۔ لندن۔ زائد غزل
۴۔ لندن۔ زائد غزل

لٹ گئی کشتِ تمنا مرے دل کی، اے عشق
فوجِ بیباک یہ غارت گرِ دیں کس کی تھی

کشتہ پہ کشتہ ملپاں، دیکھے نگاہِ سفاک
گرم خوں ریزی ہر اک کہ دمِ، کس کی تھی

ہم نے تو چارہ، بیماریِ دل یوں ہے، کیا
کہ دعا یا کہ دوا، فائدہ وہ کس کی تھی

نفس بادِ سحر، آج ہیں مشکیں آتیں
کھل گئی کا گل پہ پیچ و گرہ، کس کی تھی

گیسوئے مشک نشاں، تم نے ہلانے پھر کیوں
کہ جراحت کو یہاں، صورت بہہ کس کی تھی

بچ گیا تیرِ ستم سے، مرے دل کے آڑے
باختہ زلف وہ مانند زرہ کس کی تھی

دمِ کشتن بھی نہ دید رخِ قاتل ہو نصیب!
بد دعا، واسطے ممنوں کے یہ، کس کی تھی

## ۴۸۱

لافِ[۱] ظاہر اور کچھ ہے، عشقِ پنہاں اور ہے
چاکِ دل کچھ اور ہے، چاکِ گریباں اور ہے

ایک جاں دے کر لیے اس تیغ سے کیا کیا مزے
ہائے حسرت! ہاتھ میں اپنے نہیں جاں اور ہے

اس نگاہ و غمزہ سے ہر دم، مرے سینہ پہ آہ
تیر پر اک تیر ہے، پیکاں پہ پیکاں اور ہے

رونمائی میں دیا، دین و دل و ہوش و خرد
جان بھی ہے مانگتا، نقصاں پہ نقصاں اور ہے

ایک دو ساغر سے بجھتی ہی نہیں اپنی پیاس
دیکھنا! شیشہ میں مے، ساقیِ مستاں اور ہے

ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، سجدہ کوئے بتاں
عاشقوں کا اور مذہب، دین و ایماں اور ہے

پاس منہ بوسے کی خاطر، لا کے ڈھکاتا ہے کیا
آرزوے دل مری، اے میرے جاناں اور ہے

پیاری پیاری گفتگو، یہ ناز کی باتیں کہاں
غنچہ و گل اور کچھ، وہ لعلِ خنداں اور ہے

دامن، صحرائے محشر تک نہیں تھمتا کہیں
قطرۂ اشکِ رواں کا، دُرِ غلطاں اور ہے

نکتہ فہماں! رتبہ شعر و سخن کو دیکھنا
اک غزل پڑھتا یہ ممنونِ غزل خواں اور ہے

## ۴۸۲

تھی،[۲] خلش پر ہر نگہ، کاوش پہ مژگاں اور ہے
نیشتر پر نیشترِ نذرِ رگِ جاں اور ہے

کہہ نہ مجھ سا کب، درونِ بزمِ امکاں اور ہے
دیکھ آئینہ کہ تجھ سا، ایک جاناں اور ہے

ہجر کی شب ہر گھڑی، اٹھ اٹھ کے پوچھوں ہوں یہی
رات کیا باقی ابھی اے چرخِ گرداں اور ہے

لعل سے آلودہ شب مستی میں کیا پوچھے نہ تھے؟
آستیں پر داغ ہیں، کچھ رنگِ داماں اور ہے

سن چکا ہوں روزِ رستا خیز کے قصے بہت
شورشِ ہنگامۂ شب ہائے ہجراں اور ہے

قد ہوا سیدھا تو کیا! ناز و ادا بھی چاہیے
قامت اس کا اور کچھ، سروِ گلستاں اور ہے

جامِ مے میں عکسِ روئے یار دیکھ اے چرخِ پیر!
اور بھی خورشید ہے اک ماہِ تاباں اور ہے

ہیں ترے بیمار کی بالیں پہ سب رخصت کو جمع
ہے کہیں آنا تو آ، اک دم کا مہماں اور ہے

ہے مددگاری کو ممنوں کی علیِ مرتضیٰ
ڈر نہیں تیرا فلک! اپنا نگہباں اور ہے

---

۱۔ لندن= زائد غزل

۲۔ لندن= زائد غزل

[1]
اُدھر انکار، اُدھر شوق کی ابرام [illegible]
[illegible]

مدتِ وعدۂ دیدار کو [illegible]
[illegible]

کوند بجلی کی سی، مہتاب میں کچھ دیکھوں ہوں
[illegible]

طوف تو کعبہ میں کرتا ہوں پہ حق تو یہ ہے
[illegible]

مژدہ اے ذوقِ اسیری و شہادت طلبی!
[illegible]

تشنہ ذوقِ شہادت ہیں تڑپتے اب تک
آپ کا [illegible] میں [illegible] بھی ہے

مت خرابی کا سبب پوچھ کہ دورِ مہ میں
گردشِ چشم [illegible] ہے، گردشِ ایام بھی ہے

خط مرا لے کے وہ دلآلہ سے چپکے چپکے
پوچھتا تھا [illegible] کوئی پیغام بھی ہے

ذبح ہونے پہ ہوں، شاباش وفا تجھی سنتا
دستِ قاتل کی نزاکت [illegible] الزام بھی ہے

دیکھ بیتابی دل، تنگ کے وہ شب چھاتی سے
پوچھتا ناز سے تھا [illegible] آرام بھی ہے

منتہائے شب محنت زدگاں کچھ نہ کھلی
ورنہ جس چیز کو آغاز ہے، انجام بھی ہے

اشک آب نشاں، شعلہ زناں آتشِ دل
اس طرف سینہ برشتہ ہے، ادھر جام بھی ہے

وشت سے وشت ہیں خوں ریز، سرِ منزل تک
اور پاؤں میں نہ یہاں طاقتِ یک گام بھی ہے

محفلِ وصل میں دیکھوں ہوں، بہاریں کیا کیا
خود بھی رنگین ہے و رنگیں سرِ انجام بھی ہے

گل ہے بیرون و درون دستِ نگاریں میں جام
کہ حنا عکسِ لگنِ لعلِ مے شام بھی ہے

مے اُدھر شیشہ سے چھلکے ہے، اُدھر ساقی کے
سبز کرتی ہے عیاں، سرخیِ اندام بھی ہے

گردن و چشم و لب یار سے ہے مستیِ دل
کہ صراحی و مے لعل بھی ہے، جام بھی ہے

یار مشتاقِ غزل آنے ہیں، بارے مسنوں!
کچھ ہوا سیدہ، فیاض سے، الہام بھی ہے



[2]
چرخ بیداد گر و جور، ترا کام بھی ہے
جس جگہ شکوۂ گردوں ہے، ترا نام بھی ہے

چشم نظارہ نہ غیرت سے وہاں کھولوں گا
کہ قیامت میں سنا، جلوہ ترا عام بھی ہے

منتہیٔ طولِ زماں کا کبھی کہ ہوتا ہے پھر
دن جدائی کا، اگر داخلِ ایام بھی ہے

شانہ کش زلف پہ ہے، غازہ فگن عارض پر
حکمِ مشاطہ میں گویا ہے سحر، شام بھی ہے

جا کدھر ہی سے چمک! کوچہ نشیں کو تیرے
روزنِ در پہ نگہ، چشم سوئے بام بھی ہے

اس کے قربان کہ قاصد سے یہ پہلے پوچھا
میرے بیمارِ جگر خستہ کو آرام بھی ہے

زہر آمیختہ یہ آبِ بقا، مت کیجیے
ساتھ بوسہ کے کوئی موقعِ دشنام بھی ہے

تیر افگن وہ نشانوں پہ ہے، کہہ دے کوئی
کہ اسی معرکہ میں آپ کا بدنام بھی ہے

دیکھ کر گرم نگاہوں سے وہ یوں پوچھے تھا
کیوں کبابِ جگر سوختہ، کچھ خام بھی ہے

دیکھ کر اپنے سرِ راہ وہ کہتا ہے مجھے
ان ہی گلیوں کے سوا اس کو کہیں کام بھی ہے

---

۱۔ لندن: زائد غزل

۲۔ لندن: زائد غزل

پا شکستوں کو لگا جاتے ہیں ٹھوکر اے چرخ! کسی گرتے کا لیا ہاتھ کبھی، تھام بھی ہے

ہم صفیرو! دمِ پرواز خبر ہے کہ نہیں کہ پھڑکتا کوئی بیچارہ، تہِ دام بھی ہے

چشمِ کافر نہ ابروئے غضب ہے بیباک لائے محراب میں کعبہ کے کوئی جام بھی ہے

آبِ شمشیر ادھر بھی ہو رواں، گلہ کہ یاں تشنہ جاں، سوختہ دل، بستہ لب و کام بھی ہے

چشمِ جادو میں تری شعبدہ کیا کیا ہیں بھرے! نرگس و جام بھی ہے، بادہ و بادام بھی ہے

ہندوئے کج کلہ و ترک خدنگ افگن ہے وہ چھلاوہ بھی ہے، وہ آہوئے بدرام بھی ہے

شکلِ آغازِ محبت ہی میں وحشی سی بنی تم کو ممنون، کچھ اندیشۂ انجام بھی ہے

جوں شعلہ بجھتا ضبط فغاں سے [illegible]
اک [illegible] کی [illegible]

گھٹ گھٹ کے جلوں تا بکجا آہ خدایا
بس بس نہیں طاقت

امید ہر اک یاں ہوئی سینہ میں اپنے
حرمان کی قسم ہے

خوں ہوگئی جو دل میں، یہاں آئی تمنا
سوگند بحسرت

رکتا ہے نفس بزم میں بھر آنے ہے چھاتی
تا چند بھلا ضبط

جی میں ہے کہیں بیٹھ کے اب روئیے تنہا
جی کھول بشدت

اے واہ عجب حسن ہے یک جلوہ ہے جس نے
جھمکی سی دکھا کر

جوں آئنہ، سب چشم کیے اہلِ تماشا
اللہ رے حیرت

ہر چند یہاں قتل کو اک عمر ہے گزری
ہم بے گنہوں کے

ہیں جبہہ جلاد پہ تا حال ہویدا
آثار ندامت

ہر خار ہے جس دشت میں جوں نیش ادھر کو
کھینچے ہے جنوں آج

لے واسطے تیرے ہی اب اے آبلہ پا!
یک مژدۂ راحت

جانبازی دل دیکھ کر یک قطرۂ خوں ہے
نس پر بھی ہمیشہ

بہتا ہے یہاں روکش مژگاں صف ارا
بلبے تری جرأت!

ل میں جو تمنا تھی، گرہ رہ گئی دل میں
یاں وصل کی شب بھی

اں بند قبا کے نہ ہونے صبح تک وا
کی لاکھ سماجت

ھیروں جو تڑپنے سے لگا دیتے ہو مجھ پہ
آہستہ سے یک زخم

ں ہوں میں اور آپ کو اک کھیل ہے ٹھہرا
قربان مروت

لذت جیش صد زخم ہے اب ہاتھ سے اسکے
کہتے ہیں کوئی صید

جینے کا یہ کیا لطف ہے اڑ جانے یہ جینا
اے کشتہ غیرت

دل دشمن جاں تھا سو گیا سینہ سے ممنوں
آسودہ ہو اب تو

بے[1] کاہے کا غم، شوق سے بس پاؤں کو پھیلا
کر خواب فراغت

---

ا۔ ب: تاب

بن ٹھن کے یہ جانا سوئے اغیار کہاں تک
بیہودہ گری کے ترے اطوار کہاں تک
ہم بزمیِ رندانِ قدح خوار کہاں تک
مستیِ شب و روز سے سرشار کہاں تک
ہر روز نئے دوست، نئے یار کہاں تک
آنکھیں طرفِ تازہ خریدار کہاں تک

ہر ایک سے صحبت تجھے ہر رات نئی ہے
دوچار سے ہر روز ملاقات نئی ہے

تھے گھر میں نہ اے وعدہ فراموش کسی کے
شاید کہ نہ تھے رات، ہم آغوش کسی کے
تھے ہاتھ سے تا صبح، نہ مے نوش کسی کے
تھے نشہ الفت سے نہ مدہوش کسی کے
کیا تم سے نہ تھے، ولولہ و جوش کسی کے
کھلواؤ نہ بس اب، لب خاموش کسی کے

اب تک بھی نم مے لب لعلیں سے چکاں ہے
دامن پہ کئی داغ، گریباں پہ نشاں ہے

آپ اپنی گواہی کے لیے لائیں ہیں آنکھیں
مے نوشی پوشیدہ کو فرمائیں ہیں آنکھیں
بیداری شب سے وہ جھکی جائیں ہیں آنکھیں
یوں سرخ نشہ میں ہیں کہ جوں آئیں ہیں آنکھیں
جو بادہ کشی کی تھی، سو دکھلائیں ہیں آنکھیں
کیوں میری طرف دیکھ کے، شرمائیں ہیں آنکھیں

اس شکل سے صورت ہے، مجھے آکر جو دکھائی
اللہ رے اللہ یہ دیدہ کی صفائی!

آشفتگی طرۂ طرار کو دیکھو
اس برہمیِ کاکلِ خم دار کو دیکھو
بہکو ہو ہر اک بات میں، گفتار کو دیکھو
کہنے میں نہیں پاؤں ہیں، رفتار کو دیکھو
کچھ سرخ بھی ہیں، نرگس مے خوار کو دیکھو
کیا رنگ بنے! لالہ رخسار کو دیکھو

آنکھوں میں نشے، مے سے لب آلودہ ہیں اب بھی
کیوں مستیِ دوشینہ کے انکار ہیں اب بھی؟

---

ا۔ ب: یہ صورت مجھے آکر دکھائی

سو چین و شکن پڑ گئے، داماں کو تو دیکھو
مسکا ہے ہر اک جا سے گریباں کو تو دیکھو
ہیں بال کھلے، زلف پریشاں کو تو دیکھو
پھیکی ہے مسی، تنگ لب خنداں کو تو دیکھو
کچھ بند ہیں، کچھ وا، سرِ مژگاں کو تو دیکھو
جاتی ہے جھکی، نرگس فتاں کو تو دیکھو

پہلو میں نہ تھے ایک ہوس کار کے شاید
قابو میں نہ تھے مست قدح خوار کے شاید
رنگ اڑ نہ گئے لالۂ رخسار کے شاید
مرجھائے ہوئے پھول نہیں، ہار کے شاید
شاہد یہ نہیں، آپ کے اطوار کے شاید
ہیں جھوٹ سخن سب ہی، گنہگار کے شاید

باندھے کہیں پیمان تھے، توڑی کہیں قسمیں
لا، بس میں کسی اور کو، تھے اور کے بس کے میں
جو تم میں مری جان! محبت کی ہیں رسمیں
نہ سو میں، نہ دو سو میں، نہ یہ بیس، نہ دس میں
تھے، رات کسی کے جو تم آغوش ہوس میں
تھی یہ بھی خبر، جان کسی کی ہے قفس میں

کیوں تم کو رہی، رات نہ اغیار سے صحبت
کیوں صبح تلک تھی نہ بہم، پیار سے خلوت
کیا منہ کی بنی، نشۂ سرشار سے رنگت
کیا لب کی ہوئی، بوسۂ صد بار سے حالت
کی، حسن کی کم، تم نے اس اطوار سے عزت
جاؤ، کہ نہیں دست گنہگار سے جرأت

تھا، تم کو کہا کس نے کہ میری طرف آؤ!
تھا کس نے کہا فتنۂ خوابیدہ جگاؤ!
کس واسطے، کیوں خیر ہے؟ بس بس کہیں جاؤ
دیتا ہے قسم کون، قسم مفت نہ کھاؤ!

گر یوں نہ نظر آوے تو میں آئنہ لاؤں
لوٹا سا چمن شکل بنی، رنگ دکھاؤں

آئنہ میں اپنی کہیں تصویر تو دیکھو
رنگت نہیں چہرے کی ہے، تغییر تو دیکھو

آسودہ تھے خود، کوئی جو پھڑکا تو بلا سے
گو کام کسی کا ہو ادا، کام ادا سے

پہلے تو کروں آپ کے داماں کے ٹکڑے
جھنجلا کے، پھر اس اپنے گریباں کے ٹکڑے

مجھ سے نہیں بنتے کی [illegible]
میں آپ ہی جلتا ہوں [illegible]

کہیے کہ ازیں پیش گرفتار تھا کوئی
فرمایے پہلے بھی بھلا یار تھا کوئی
اس نو گلِ عارض پہ دل افگار تھا کوئی
اس نرگسِ بیمار کا بیمار تھا کوئی
جی میری طرح دے کے، خریدار تھا کوئی
مجھ بن، سببِ گرمیِ بازار تھا کوئی

فرمایے! مشہور ہوئے کس کے [illegible]
کہہ جایئے، مشہور ہوئے [illegible]

شہرت جو ہوئی حسن کی، اشعار سے کس کے
مضمون بندھے یہ، لبِ گفتار سے کس کے
مشہور زمانے میں ہوئے، پیار سے کس کے
معروف ہوئے خلق میں، اظہار سے کس کے
یہ رنگ بہے، دیدۂ خوں بار سے کس کے
ہیں آپ، بنائے ہوئے گلزار سے کس کے

مشہور ہوئے آپ، تو مغرور ہوئے ہیں
پر کس کے سبب کہیے کہ مشہور ہوئے ہیں

پھر گرم ہوا آپ کا بازارِ تماشا
ہر ایک ہوا آکے، خریدارِ تماشا
اب سب کے ہو آئینۂ دیدارِ تماشا
کس کس کو ہے، گل چینیِ گلزارِ تماشا
ہر سفلہ و ناکس ہے، طلبگارِ تماشا
کیوں مجھ کو نہو ننگِ نظر، عارِ تماشا

معشوق، اگر دشمنِ ناموس وفا ہو
ہر چند پری زاد ہو، عاشق نہ پلا ہو

آئیں گے اب نامہ و پیغام سبھوں کے
دلال جھٹے یہ سحر و شام سبھوں کے
کام آئے تم، اے دل بر خود کام، سبھوں کے
ہم خواب ہوئے دشمنِ آرام سبھوں کے
معشوق بنے، سروِ گل اندام سبھوں کے
منکر ہو تو بتلاؤں، ابھی نام سبھوں کے

بدنام کیا حسن کو، انداز کو رسوا
غیرت کو خراب اور کیا ناز کو رسوا

بگڑے ہو تو بگڑو، کہ نیا یار بناؤں
بیٹھے[1] ہی رہو، اور پری رخ کو بلاؤں
پاس اس کو بٹھا ناز سے، کچھ ناز اٹھاؤں
آغوش میں کیا، میں اسے آنکھوں پہ بٹھاؤں
لوٹا ہوں، میں جو اگ پہ، تجھ کو بھی لٹاؤں
جیسا کہ جلایا ہے مجھے، میں بھی جلاؤں

لوں، گاہ میں اس زلفِ پریشاں کی بلائیں
دیکھوں گہے، اس عارضِ تاباں کی صفائیں
گہہ چشم میں ہوں، چشمکِ پنہاں کی حیائیں
گہہ پیشِ نظر، نرگسِ فتاں کی ادائیں
ہنسنے میں سنوں، اس گلِ خنداں کی صدائیں
ہوں، جان میں اس رشکِ گلستاں کی ہوائیں

جھنجلا کے جو اٹھ جانے تو اٹھ جانے، نہ پوچھوں
گر رک کے، کئی روز نہ پھر آنے، نہ پوچھوں
خط لکھ کے اگر لاکھ تو بھجوانے، نہ پوچھوں
گر صلح کے پیغام کوئی لانے، نہ پوچھوں
گو تیری طرف سے وہ قسم کھانے، نہ پوچھوں
اے وانے نہ پوچھوں، تجھے اے وانے نہ پوچھوں

منظوم کروں رخصتِ ناموسِ حیا کو
مرقوم کروں روز کی اس مشقِ جفا کو
مشہور کروں سستیِ پیمانِ وفا کو
معروف کروں نکمّیِ وضعِ دغا کو
صورت کو رکھوں نام، کہوں ہیچ ادا کو
اس طرح سے دوں شہرہ، غرض تیری ثنا کو

آنکھوں سے اتر جانے تو ہر ایک بشر کے
دل میں نہ جگہ ہو تری، آنکھوں سے اتر کے
ہوں تجھ پہ نظر باز نہ مشتاق نظر کے
یاد آئیں تجھے ربط جب اس خستہ جگر کے

وہ شوخ کرے، تیری ہر اک بات پہ چشمک
سفلوں سے اس اندازِ ملاقات پہ چشمک

دیکھو، اس گلِ رعنا کو عجب حال ہو تیرا
منہ زرد گیے، رنگ گیے لال ہو تیرا

ہوں تیری ہر ایک وضع پہ، ہر طور پہ طعنے
یاد آئے تجھے بات نہ کچھ اور، پہ طعنے

عشاق کو ہو جانے ترے نام سے نفرت
مشتاق کریں نامہ و پیغام سے نفرت

---

[1] ب: تو

اس وقت کہے، ایک دم [illegible]
اتنی وہ مثل ہے کہ[1] ادھر کے نہ ادھر کے

تو چشم میں ہر ایک کی معیوب ہو پیارے
تیری نہ ادا ایک بھی، مرغوب ہو پیارے
ہر شیوہ ترا، مکر میں محسوب ہو پیارے
انداز ترا ایک نہ محبوب ہو پیارے
تو ایک بھی طالب کا نہ مطلوب ہو پیارے
پُر خجلت و شرمندہ و محجوب ہو پیارے

خود آکے کہے مجھ سے کہ افسوس [illegible]
اس طرح کبھی ہوتے ہیں ملاقات سے [illegible]

تھی تجھ سے نہ امید کہ مجھ سے نہ نبا ہے
یوں مجھ سے قسم توڑ کے، تو اور کو چاہے
ہر چند کہ لڑتے بھی ہیں، بھڑتے بھی ہیں، گاہے
اس طرح بھی ہو جاتے ہیں محروم نگاہے
ہو، دور سے ہی دید نہ گاہے، سرِ راہے
پوچھے نہ کوئی بات پس از سالے و ماہے

یہ نیش عجب طرح کا، پُر خشم ہے تو بھی!
اللہ۔ غضب کوئی سیہ چشم ہے تو بھی!

نے غیرتِ معشوقی و نہ حسن پہ جاؤں
یوں شوکتِ محبوبی و خوبی کو مٹاؤں
بلوائے نہ تو اور چلا، آپ سے آؤں
قدرت یہ خدا کی ہے کہ میں تجھ کو مناؤں
تو جانے بگڑ اور میں آ آ کے بتاؤں
یہ اور تماشا ہے ترے ناز اٹھاؤں

گو تجھ میں وفا کب، پہ وفا ہی کی قسم ہے
چھل نہ کر، میری ادا ہی کی قسم ہے

جب عذر کروں، چشم پہ رکھو، اس کفِ پا کو
یہ روؤں کہ پھیکا سا کروں، رنگِ حنا کو
سو، شوق سے کھولوں گرہ، بندِ قبا کو
پر عطر کی بو تک بھی نہ دوں لینے[2] صبا کو
گہہ دستہ، گہے باز کروں، زلفِ دو تا کو
لوں، اپنے لیے چھیڑ، غرض آپ بلا کو

پھر خاطرِ آزاد، گرفتار کروں میں
پھر وہی محبت کے سب اطوار کروں میں

---

۱۔ ب: نہ
۲۔ لندن: نہ لینے دوں۔ غالباً سہو کاتب

رکھ کر، سرِ دامن کو تری چشم پہ روؤں
یاں تک کہ غبارِ دلِ نازک تری دھوؤں
شکووں کے جو دفتر ہیں سو رو رو کے ڈبوؤں
پھر تخمِ وفا دانہء ہر اشک سے بوؤں
کر، پیار کی باتیں وہ ملالت تری کھوؤں
اس قصہ میں تو صبح تلک سونے، نہ سوؤں

پھر حسن و محبت میں بہم راز کی ٹھہرے
یاں شوق کی ٹھہرے تو وہاں ناز کی ٹھہرے

چھاتی سے لگا تجھ کو، کہوں سادہ و پرکار
کیا خاطرِ نازک پہ، شکایت سے ہوا بار
گستاخ تو اتنا بھی نہ تھا، تیرا گنہگار
بیتابیِ دل سے پہ، کہے حرف یہ دوچار
پر وقتِ گزشتہ کا مناسب نہیں تکرار
تقویم یہ پارینہ ہے، کیا اس سے سروکار

پھر یوں جو بنے، اس میں نہ تقدیر نہ تدبیر
ممنوں کے فقط جذبِ محبت کی ہے تاثیر

۱۔ [illegible]

صورتیں چند ہیں بت خانے میں بے حس و بے ہوش
کعبہ میں خاطرِ افسردہ، نہ جوش نہ خروش
چھوڑ ان دونوں کو، کر جامِ جنوں آخر نوش
سر خوش از کوے خرابات، گزر کردم دوش
بطلبگاریِ ترسا [illegible]

نقد دل ہاتھ سے جاتا تھا ادھر کو ہارے
جو کہ جویندہ سو یا بندہ، یہ سچ ہے آرے
بنگر آں چشم تھی ہر سو، کہ یکایک بارے
پیشم آمد بسر کوچہ پری رخسارے
کافرے، فتنہ گرے، زلف چو زنار بدوش

دلِ شیدا کے سراپا تھا، مگر خواہش و خواست
جان دالہ کے لیے باعثِ صد کاہش و کاست
کج کیے ناز سے بھوں، میری طرف آیا راست
گفتم ایں کوے چہ کوئیست، ترا خانہ کجاست
اے مہِ نو خمِ ابروئے ترا حلقہ بگوش

دے ترے غمزہ سے صد سحر طرازی ہنوز
ترے دیوانۂ افسوں نگرِ دانش مند
رندی و کفر کہ تقوئ و ورع یاں ہے پسند
گفت تسبیح بخاک افگن و زنار بہ بند
سنگ بر شیشۂ تقویٰ زن و پیمانہ بنوش

دہنِ شیشہ دہن پر، لبِ ساغر پہ لب
چاہئے، دلق میں زہاد کی رہنا ہے غضب
ہے خلافِ رہِ یاران قدح خوار عجب
توبہ یکسو بنہ و ساغرِ مستانہ طلب
خرقہ بیروں فگن و کسوتِ رندانہ بپوش

مسجد و خانقہ و صومعہ کو چھوڑ پرے
جا، سوے میکدہ، واں طاق میں شیشہ ہیں دھرے
اولاً چند قدح پی کہ لبالب ہیں بھرے
بعد ازاں سوے من آ، تا بتو گویم خبرے
راہ بنمایم، اگر بر سخنم داری گوش

کیا ہوا شور فگن دل میں یہ حرفِ دلکش
ساتھ اس جنبشِ لب ہی کے مجھے آیا غش

سینہ میں ولولۂ شوق، زباں پر عش عش
دیں بے فتادہ و بیہوش دویدم سوئش
تا رسیدم بمقامِ کہ نہ دیں ماند، نہ ہوش

اٹھ گیا سامنے سے پردۂ گردِ چرخِ کبود
نہ مرکب نہ بسیط و نہ مجرد، موجود
لوحِ ہستی سے ہوئے نقش و صور سب مفقود
محو گشت ، از ورقِ کون ومکاں حرفِ وجود
نہ پری ماند ، نہ آدم، نہ طیور و نہ وحوش

تھے کئی شخص کہ تا محرمِ میخانہ ومست
کچھ عجب لوگ کہ ناواقفِ پیمانہ و مست
گری و بادۂ انگور سے بیگانہ و مست
دیدم از دور گروہے ہمہ دیوانہ و مست
از تفِ بادۂ شوق آمدہ درجوش و خروش

مست و سرشار نہ ، پر جام وبطِ مے موجود
طرفہ آہنگ پہ آہنگ نہ پر، بربط و عود
نغمہ پر نغمۂ دلکش نہ رباب اور نہ رود
بے دف و مطرب و ساقی، ہمہ، در عیش و سرود
بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشا نوش

جب یہ عالم نہ رہا اور ہی دیکھا عالم
جلوہ گرِ معنیِ بے رنگ وتعین برہم
نہ فزوں سلسلۂ ننگ و حیا اور نہ کم
چوں سرِ رشتۂ ناموس برفت از دستم
خواستم تا خبرے پرسم ازو، گفت خموش

یہ نہ منبر، مدرسہ ، تا بحثِ سخن کا ہو لاف
خانقہ بھی یہ نہیں، زہد جہاں دیکھیں صاف
بے اجازت نہیں اس راہ میں یک گام معاف
ایں نہ کعبہ است کہ بے پا وسر آئی بطواف
ایں نہ مسجد کہ در او بے خبر آئی بخروش

یاں ہے محویتِ نظارۂ معشوق پسند
چشمِ جاں بیں ہو کھلی، چشمِ جہاں بیں ہو بند
یہ نہ وہ بزم کہ بیٹھے ہوں جہاں عاقل چند
ایں خرابات مغانست درو مستانند
از دمِ صبحِ ازل تا بقیامت مدہوش

زور یہ خرقہ ہے ممنون بہ کم دہ یا بیست
کہ فنا زیست کو سمجھے ہیں، فنا کو یہ زیست
قیمتِ بادہ میں کونین تلک سمجھیں نیست
گر ترا نیز بہ ایں خرقۂ سرِ یک رنگیست
دین و دنیا بہ یکے جرعہ چو عصمت بفروش

## ۲۔ "مخمس[1] بر غزل حافظ شیراز [illegible]

چو سالِ جشنِ شہنشاہِ [illegible] آمد
بجنبش است رگِ ساز و مے بجوش آمد
ترانہ و غزل و صوتِ نے بگوش آمد
صبا بہ تہنیتِ پیر مے فروش آمد
کہ موسمِ طرب و [illegible] ناز و نوش آمد

وہ دن ہے آج کہ ہر سو ہے ساقیِ سرشار
فقیہہ مست ہے، صوفی تنک ہوائے خوار
عجب ہی وقت ہے یاں، اب رفیقِ بادہ گسار
بگویمت سخنے خوش بیا و بادہ بیار
کہ زاہد از برِ ما رفت و مے فروش آمد

ہر ایک سمت سے پہنچی، شمیم روح فزا
کہ مردگانِ چمن کا ہوا ہے پھر احیا
صبا ہے غالیہ فرسا، نسیم لخلخہ سا
ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا
درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد

مدیحِ شہ کی پڑھے عندلیبِ گلشن زاد
سبق طیورِ سحر گاہ یہ کریں ہیں یاد
مگر ثنا شہِ عالم کی ہے بیاں سے زیاد
ز مرغِ صبح ندانم کہ سوسنِ آزاد
چہ گوش کرد کہ بادہ زبان خموش آمد

نہ اس چمن میں ہے، دمِ سردیِ خزاں کو بار
فسردہ بہمن و دے کا ہوا ہے سب بازار
گلِ آتشیں سے ہوا شعلہ گوں، رخِ گلنار
تنور لالہ چناں بر فروخت بادِ بہار
کہ غنچہ غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد

ہر ایک سمت سے آتی ہے بانگِ نوشا نوش
مے نشاط پیو، ہر طرف سے ہے یہ خروش
نشاط و عیش کی سن بات، تک ادھر رکھ، گوش
بگوشِ ہوش نیوش از من و بعشرت کوش
کہ ایں سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد

ہوئے ہیں جمع جو اقبال و بخت کر کے رجوع
کبھی نہ ہوگی پریشاں یہ دولت مطبوع
نہ گو نہ گو نہ خیالات کر کہ ہیں ممنوع

---

۱۔ یہ نظم کا عنوان نہیں دیا گیا

ز فکر تفرقہ باز آئی تا شوی مجموع
بحکم آنکہ چو شد اہرمن، سروش آمد

نشاط دیکھی ہے اب بے حساب و حد، حافظ
نہ رکھے جام پہ ممنون دستِ رد حافظ
سمجھتا صحبتِ زاہد ہے آج بد، حافظ
ز خانقاہ بہ میخانہ می رود حافظ
مگر زمستیِ زہد و ریا بہوش آمد

## ۳۔ ایضاً" در غسلِ صحت حضرت فردوس منزل (بر غزلِ حافظ)۔

مباد دکھ ہو تجھے شاہِ ارجمند مباد
ترا مزاج کہیں ہو خلل پسند مباد
حکیم تک سرِ دعویٰ کریں بلند، مباد
منت بتازِ طبیبان، نیاز مند مباد
وجودِ نازکت آزردہ، گزند مباد

شہا کبھی نہ تری ہو اساسِ صحت سست
توا ہمیشہ قوی اور ہوویں، اعضاء چست
تری بقا سے ہے یہ سلسلہ جہاں کا درست
سلامت ہمہ آفاق در سلامت تست
بہیچ عارضہ شخص تو دردمند[1] مباد

ترے جمالِ دل افروز کو نہیں ہے حد
مدام ہو تری نظر سے دور دیدۂ بد
رہے بریدہ ہمیشہ زبانِ اہلِ حسد
دراں مقام کہ حسنِ تو جلوہ آغازد
مجال طعنہ بد بین و بد پسند مباد

درست قد پہ ترے ہو، قبائے رعنائی
برنگِ نخلِ بہشتی سدا ہو زیبائی
بہار ریز رہے تیری جلوہ پیرائی
دران چمن کہ در آید خزاں بہ یغمائی
گزار تا بہ سہی قامت بلند مباد

یہی ہے صانع قدرت کا حکم روزِ نخست
کہ روح و تن کی ہو خوبی، ترے کرم سے درست
نہ آشکار و نہاں تیرا کوئی کام ہو سست
جمالِ صورت و معنی بیمنِ ہمت تست
کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد

نہ کم قمر سے ہے یہ دل فروز عارض و خد

---

۱۔ ل۔ مستند، متن مطابق "ب"

پہ نور ان کا ہے [illegible]
جلا ہمیشہ کرے وہ کر [illegible]
ہر آنکہ روے چو ماہت [illegible]
[illegible]

کرے ہے عرض یہ تمنوں کے اسے [illegible] خوش [illegible]
دعا انہوں کی ہے کافی لسان غیب [illegible]
نہ چکھ طبیب کے ہاتھوں سے تلخ و شیریں کو
شفا زنکتہ شکر فشانِ حافظ جو
کہ حاجت بعلاج [illegible]

## ۴۔ مخمس بر غزل حافظ شیرازی

زہرہ نہ صبر کا ہے نہ[1] ضبط کا ہے یارا
صبر و شکیب و طاقت[2] سب کر چکے کنارا
کچھ اختیار دل پہ باقی نہیں ہمارا
دل می رود زدستم صاحب دلاں خدارا
دردا! کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا

اس بحرِ غم فزا میں کیا کیا ہیں موج خوں ریز
گرداب جاں گزا ہے، صرصر جفا کی، سو تیز
زورق ہے رختہ رختہ، لجہ ہے آفت انگیز
کشتی شکستگانیم اے بادِ شرطہ بر خیز
باشد کہ باز بینم آں یار آشنارا

واعظ، یہ تیری باتیں کیا ہم کو فایدہ مند
کام آنے نے نصیحت، نہ سود مند ہو پند
کب تک بھلا ملامت، طعنہ زنی یہ تا چند
در کوے نیک نامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمی پسندی، تغیر کن قضارا

جو ہو، سو ہو، نہ دینا ہمت کو اپنی پستی
رہیے جبیں کشادہ، کیا فکر تنگ دستی
قلب غم کی خاطر اکسیر، ہے پرستی
ہنگامِ تنگ دستی، در عیش کوش و مستی
کیں کیمیاے ہستی قاروں کند گدارا

اک وضع پر نہیں ہے دور زمانۂ دون
وہ کام کر، کہ جس میں ہو نیک نامی افزوں

---

۱۔ ب: نے
۲۔ ب: نے

مجھ سے اگر تو پوچھے تو میں یہی کہوں ہوں
وہ روز مہر گردوں افسانہ ایست و افسوں
نیکی بجائے یاراں، فرصت شمار یارا

گر اے شہِ زمانہ! دی حق نے تجھ کو دولت
درویش سے نہیں ہے، لازم غرور و نخوت
بخشی جو حق نے نعمت، واجب ہے شکر نعمت
اے صاحبِ کرامت! شکرانۂ سلامت
روزی تفقدی کن درویش بے نوارا

نغمہ پہ ان بتوں کے رکھ، گوشِ ہوش یک چند
جب یہ غزل سرا ہوں، ہوتی ہے روح خورسند
آبِ ترنم ان کا، جاں کو کرے برومند
خوبانِ پارسی گو، بخشندگانِ عمر اند
ساقی! بدہ بشارت پیرانِ پارسارا

اس انجمن میں تمسوں، حافظ تھا کل بھی موجود
حد سے ہی شیخ دیں کے، طعنہ ہوئے جو افزود
بولا یہ آہ بھر کر، طعنہ سے کیا بھلا سود
حافظ بخود نپوشید ایں خرقہ مے آلود
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

## ۵۔ "ایضاً بر غزل حافظ شیرازی"

گر عارضِ بتانِ جہاں چوں قمر شود
سنے تو مرا کسے نہ قبول نظر شود
شوقم چناں کہ ہر نفسم نیشتر شود
عشقت نہ سر سر یست کہ از سر بدر شود
مہرت نہ عار نیست کہ جائے دگر شود

تھے جب کنار دایہ میں، عاشق ہیں تب سے ہم
باقی ہے تاحیات ترا شوق ہو، نہ کم
پروردہ تیری چاہ سے ہے میرا روح و دم
عشقِ تو در وجودم و مہر تو در دلم
با شیر اندرون شد و با جاں بدر شود

آزارِ عاشقی کسی دشمن کو بھی نہو
تنہا ہوں اس مرض میں، دل و جاں سے ہاتھ دھو
کہتا ہے مجھ کو دیکھ کے ہر ایک چارہ جو[۱]
دردیست، درد عشق کہ اندر علاج او
ہر چند سعی پیش نمائی بتر شود

---

۱۔ لندن: سو، جو درست نہیں، غالباً سہو کاتب

نالاں ہے اس الم سے [illegible]
گر ایک ہو تو حال کچھ اس [illegible]
کیا پوچھتے ہو آہ [illegible]
اول یکے منم کہ دریں شہر [illegible]
[illegible] فریاد [illegible]

جلوے فروغ ماہ درخشانیِ عذار
شرمندہ جبیں کے نور سے مہر شرم سار
کھولے شب اس نے بال تو کچھ اور تھی بہار
دی درمیان زلف بدیدم رخِ نگار
[illegible] بر [illegible] بتی کہ ابر [illegible]

رخسار نور بار تماشا تھے چاند سے
گیسوئے مشک فام جو کھلے، اس پہ آڑے
روشن وہ چہرہ دیکھ کے، اس زلف کے تلے
گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ، گفت نے
بگذار تاکہ ماہ[2] ز عقرب بدر شود

## ۶۔ "مخمس بر غزل قمرالدین منت"

یک بار کہہ چکے ہیں، کہیں ہیں دوبارہ ہم
جز درد اور کچھ نہیں رکھتے ہیں چارہ ہم
غم سے کریں[3] نہ ظاہر و باطن کنارہ ہم
پوشیدہ دم ز عشق زنم آشکارہ ہم
چاکِ دلم ببین و گریبان پارہ ہم

ہاتھوں سے اضطراب کے اب زندگی ہے شاق
کیونکر قلق نہ ہووے کہ طاقت ہوئی ہے طاق
یار و عزیز و محرم و ہمدم، باتفاق
گویند چارہ نیست بجز صبر، در فراق
کردم طریقِ صبر گم و راہِ چارہ ہم

بیخود کہوں میں آپ کو، دیوانہ یا کہ مست
اللہ کس قدر ہے یہ دل آرزو پرست
گر ایک کام دل ہو تو شاید وہ دے دے دست
دارم دو کار پیش و شبِ وصل کوتہ است
بو دن پیالۂ تو سر و ذوق نظارہ ہم

---

۱۔ ب: ہوں دیکھتا ہے
۲۔ ب: راہ
۳۔ ب: غم سے کریں ظاہر ۔۔

بے سبب طاق و جفت جو دیکھیں، کہاں سکت[1]
کچھ نیک و بد پہ ہے نہ نظر، یہ بنی ہے گت
مجبور دل سے ہوں، مجھے مختار کہہ تو مت
بے اختیار ی کشدم ۔ شوق بر درت
از دل فراموش است، سکوں استخارہ ہم

پیمانہ حیات کو دی مرگ نے شکست
دورا ہوا تمام ، وہ بے یار نیم مست
سیری ترے نظارے سے کس طرح دے وے دست
شد عمر صرف یک نگہ و شوق باقی است
نتوان ۔ شد از تو سیر بعمر دوبارہ ہم

تیرا دم جدائی بلا، یا کہ تھا ستم
دل ہے کہاں! فراق میں تیرے، کدھر ہیں ہم
ہم سے دل اور دل نہیں ہوتے، کہیں بہم
زاندم کہ برکنار نشستی ز پہلو ۔ یم
پہلو گرفتہ است دل از من کنارہ ہم

جب درپئے شکستن دل تھا وہ کینہ کار
گریاں ہزار حیف ہے[2] سے تھا، ہر ستم شعار
انساں کا کیا ذکر کہ نہ ہوتا وہ اشکبار
آن دم کہ شیشہ دل مارا ، شکست یار
آہن زشرم آب شد و سنگ خارہ ہم

یک نیم دم سے عمر کی فرصت کو ہے کبھی
اور اتنی حسرتیں ہیں کہ میں جانوں اور، جی
امید کیا ملے، ترے امیدوار کی
صد آرزو بدل گرہ و صبح زندگی
کوتاہ تر ز عمر چراغ شرارہ ہم

کیا جانوں دور چرخ کو تھا، مجھ سے کیا حسد
ماہ و ستارہ دونوں ہیے اس نے، مجھ سے بد
ممنون سے نہ پوچھ جفائے فلک کی حد
منت مگر ز میر حسینم رسد ، مدد
بامن ستارہ بد شد و آن ماہ پارہ ہم

## ۷۔ "ایضاً بر غزل قمر الدین منت"

کہ بخوبی رسیدہ است ترا
حق ، کہ صورت کشیدہ است ترا

---

۱۔ بہ نسخہ دیکھوں
۲۔ بہ نسخہ جگر

گرچہ بت آفریدہ [illegible] است
ہر مسلمان کہ دیدہ [illegible]

مل گیا آج کون [illegible]
کیا کہیں ہوگئی تھی [illegible]
رنگِ رخ فق ہے، چشم شرمائی
از حیا، سر بجیب می آئی
تا کہ [illegible] دامنِ [illegible]

نہ تڑپ، نہ قلق، نہ سوزِ نفس
مرغِ دل پر نہ سینہ جیسے قفس
خاکساری کی خاک کیجے ہوس
چہ خبر از دلِ رمیدہ کس
کہ دلِ آرمیدہ است

آمد و شد ہے غیر سے خورم
وحشیانہ رہے ہے مجھ سے رم
گاہ بھولے سے بھی کیا نہ کرم
بغلط ہم نمی رسی بسرم
چہ بخاطر رسیدہ است ترا

کہہ تو ممنون سے تیر کیا کھایا
کام یہ ہے کسی مژہ کا، یا
جیب نے رنگِ سرخ دکھلایا
منت این خونِ دل بود، آیا
کہ زمژگان رسیدہ[1] است ترا

## ۸۔ "بر غزل منت"

منم ز خیلِ آرزوے شما
بچمن بردہ جستجوے شما
یاد م آمدہ رخِ نکوے شما
می تواں دید گل، بہوے شما
لیک شرم آیدم ز روے شما

پیاری پیاری وہ باتیں مجھ کو مدام
یاد آتی ہیں ہر سحر، ہر شام
تم کہاں؟ کچھ کروں جو تم سے کلام

---

۱۔ ب: چکیدہ

می کنم بامصاحبانِ ناکام
دل تسلی بہ گفتگوے شما

آرزو مند ہے یہ قاتلِ دید
جان دے ہے تڑپ تڑپ یہ شہید
کچھ تو اب کیجیے میل گفت و شنید
کشتہ خویش را: تواں می دید
می برد بخود آرزوے شما

تابِ غیرت سے ہوں پریشان گرد
پیچ و غم میں ہوں میں بلا پر درد
کیا برا ہونے ہے یہ رشک کا درد
رگِ جانِ مرا بتاب آورد
شانہ تا راست کرد موئے شما

روز[1] ممنوں کو ہے تلاش سے کام
جستجو ہے، اسے[2] نہیں آرام
اسی دروازے پر اسے تھا مقام
بکجا رفت آنکہ منت نام
بود دیوانہ بکوے شما

## ۹۔ "بر غزل قمرالدین منت"

چاہ وہ شہ ہے کہ ہے زنخت کا شانہ دل
شوق وہ مے ہے کہ پر خبں سے ہے پیمانہ دل
ہوش ویران کرے مجلسِ شاہانہ دل
عقل دزدیست کہ تاراج کند خانہ دل
عشق گنجیست کہ پابند بویرانہ دل

ہے شررِ اشک و لیکن شررِ خرمنِ صبر
غم وہ آتش کہ جلادے جگرِ خرمنِ صبر
عشق[3] وہ شعلہ، نچھوڑے اثرِ خرمنِ صبر
شوق برقیست کہ تازد بہ سرِ خرمنِ صبر
درد مرغیست کہ قوتش بود از دانہ دل

زخم سے پھول ہیں سینہ کے چمن میں بیحد
شاخِ گل سے ہے غلط نالۂ پرخوں کی مدد
چاک ہم رنگِ خیابان ہے، اے اہلِ خرد

---

۱۔ ب: نت ہے
۲۔ ب: نہیں اسے
۳۔ ب: سے یہ دونوں مصرعے لئے گئے کیونکہ لندن میں پہلے بندے کے آخری دو مصرعے لکھے تھے سہو کاتب

آہ ... ز دیست کہ ...

زخم ہر ... اک ہے ...
لالہ و داغ سے رنگیں ہے ...
کون جانے، ہے بہانے ...
اشک لعلیست کہ آید ... عکر
... شرابیست ...

کس طرح، تیغ سے اس کی نہ بھلا ہو الفت
حق میں عشاق کے ہے جس کی جراحت ، راحت
تازہ ، ممنون ہے ہر زخم کہن سے عشرت
تا ابدیست ازو ... سرخوشی با منّت
... چشم ناسور ...

## ۱۰۔ "مخمس بر مصرعہء امیر خسرو"

شب عیش ساتھ کس کے کیے میکشی میں یوں سب
ہوئی کس کو تجھ سے صحبت کہ جو پی شرابِ مطلب
نگہیں جھکی جھکی ہیں، مژہ نیم باز ہے اب
تو ئی شیشہ ہی نمائی بہ برے کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

تجھے اے عدوے عصمت نہ رقیب سے تھی صحبت
نہ قدح کشی تھی باہم، نہ ہوئی تھی رات خلوت
نہ دلیر یوں قسم کھا، نہ بہانہ کر، مکر، مت
نہ دروغ ، نہ غلط ہے، نہ ہے افترا نہ تہمت
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

دلِ پر ہوس کو کس کے ہوئی تجھ سے کامیابی
تری آنکھ سے عیاں ہے جو نشانِ نیم خوابی
تری نیم باز نرگس نظر آتی ہے گلابی
لیے کس سے شب پیالے، ہوئی کس سے ہم شرابی
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

نہ گیا تھا رات کو تو، طرفِ شراب خانہ
نہ پیے تھے نوش باہم، قدحِ مے مغانہ
نہ تو حیلہ آتے باور نہ قبول ہے بہانہ

۱۔ ب: نے

نہ ملک ابھی تلک ہے، عملِ مئے شبانہ
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

مئے شعلہ رنگ کو پی، ہوئی کس سے گرم جوشی
تری آنکھ سے عیاں ہے، یہ عبث ہے راز پوشی
کہ بیاں کریں ہیں چتون، ہوئی لب کو گو خموشی
دمِ صبح تک رہی شب، تجھے کس سے بادہ نوشی
کہ ہنوز چشمِ مستت اثر خمار دارد

کہیں بادہ پی کے آیا، یہ کھلا دہن کی بو سے
لبِ جام تو نے چوسا، ترے ہونٹ کس نے چوسے
نظر آئی نیم مستی، نگہ بہانہ جو سے
دمِ صبح تک جھکا تھا، ہے جامِ آرزو سے
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

نہ کچھ[1] ایک میں کہوں ہوں کہ رکھیں ہیں ذکر ہر سو
کہ پیالہ کش رہے شب ترے ساتھ ہمدم تو
جو ہر ایک دے گواہی، تجھے شرم آئے کچھ تو
نہ فقط کہے ہے ممنوںؔ، یہ پڑھے ہے تا بخسرو
کہ ہنوز چشمِ مستت اثرِ خمار دارد

## ۱۱۔ "مخمس بر غزل میلی ہروی"

ترسم کہ بر حدیثِ وفا نالہ سر کنم
ترسم کہ نام او برم و چشم تر کنم
ترسم[2] کہ گہہ زدور بسوئیش نظر کنم
پا خویش سرگرانی او بیشتر کنم
ترسم گر از محبتِ خویشش خبر کنم

جو دل پہ ہو، سو ہو، نہ کہوں تجھ سے میں کبھی
ڈر ہے تجھی خوب چیز مناسب ہے خامشی
حالت نہ پوچھ کچھ دلِ امیدوار کی
ترسم زبے وفائی خود منفعل شوی
گر از امیدواری خویشت خبر کنم

مثل اس کے، جس کے قتل پہ ہو مہر شیخ و شاب
ہر ایک سے ہو اسکی شفاعت پہ اضطراب
یا تیغ کش ہو جس کی رتفا گوئی پر عتاب

---

۱۔ ب- میں یہ بند نہیں ہے۔
۲۔ ب- میں اگلا مصرعہ پہلے اور یہ بعد میں ہے۔

وقت وداع او من [illegible]

گو وصل کا تمام ہوا اب تلک ہے [illegible]
ہر چند ہے کنار میں وہ مہر دل فروز
تحریک اشتیاق پہ رواں ہے سینہ دوز
بے طاقتیِ شوق ببین کز [illegible] برم ہنوز
نگزشت یار و [illegible]

جو دیکھتا ہے حال مرا شیخ یا کہ شاب
رکھتا ہے اُس کو نام، جفا پیشہ دے خطاب
بدنام اُس کو مفت کیا، خود ہوا خراب
رسوائیم رسید، بجائے کہ از حجاب
دیگر بہ پیشِ او، نتوانم گزر کنم

فریاد، آہ، نالہ، گئے حد سے بھی زیاد
تاثیر جب ہر ایک کی دیکھی گئی بباد
گریاں بھرا، کہ گریہ سے پاؤں میں دل کی داد
دیدم کہ ہیچ داد دلم گریہ ہم نداد
در کوے او، نشینم و خاکے بسر کنم

اُس بزم میں پہنچ ہوے، یہ تو ایک سو
یہ بھی محال ہے کہ رسائی ہو تا بکو
ہوں، بھی اگر تو جبر ممتنّ سے روبرو
میلی زشرم عشق بجانم کہ سوے او
باشوق ایں چنیں، نتوانم نظر کنم

## ۱۲۔ "مخمس بر غزل صنعیؔ"

وفا و مہر ازاں ماہ رو نمی آید
صفا و صلح ازاں تند خو نمی آید
جواب لطف ازاں تلخ گو نمی آید
بغیر جور، ازاں جنگ جو نمی آید
وفا خوش است و لیکن ازو نمی آید

کرے، دل اپنے کو، کس بات پر کوئی تسکیں
نہیں ہے خوگرِ یک حرف وہ لب شیریں
یہ کیا غرور ہے، کیا کبر، یا ہے کیا تمکیں

---

۱۔ بیدشوم

چہ شد کہ لب ز سخن بستہ ہم چو لعبتِ چیں
چہ صورِ تست کہ در گفتگو نمی آید

کسی کی حسرتِ دل، یاں زیادہ ہو یا کم
نہیں غرور کو وہ شہسوار کرتا کم
ادھر جو آنے تو ہو اس کی شان سے کیا کم
سمندِ اونکند میلِ سبزہء خاکم
بدیں گیاہ سرِ او فرو نمی آید

یہ کیا کہے ہے کہ ممنون کو دے، کسی کو خرچی
جو ترکِ الفتِ خوباں کروں نہو یہ کبھی
بھنو ں سے، دل کے لگانے میں کون سی ہے بدی
زنیکواں نکم قطع آرزو صنمی
چرا کہ ایں صفت از من نکو نمی آید

## ۱۳۔ "مخمس بر قصیدہء فیضی دہلوی در تعریف حضرت عرش آرام گاہ"

تو شاہ ہے شانِ آفرینش
یوں تجھ سے بیانِ آفرینش
کہتی ہے زبانِ آفرینش
اے مرتبہ دانِ آفرینش
عدل تو ضمانِ آفرینش

اے دُرِ ثمینِ تاجِ تعظیم
وے صدر نشینِ تختِ تکریم
بالا سب سے ہوتتِ از قیم
نامِ تو باقتضائے تقدیم
طغرائے نشانِ آفرینش

کرسی ہو، فلک ہو، عرش یا ہو
دعویٔ علو بہت ہو جس کو
سو تجھ سے کہیں ہے پست تر وہ
منزل گہہ آفرینش تو
بالائے مکانِ آفرینش

جوں کلک زباں بھی گو ہو سودہ
وہ وصف رہیں پہ نا ستودہ
گو شاہ تھے اور بھی ستودہ
تو اکبر عہد و بر فزودہ
از ذاتِ تو شانِ آفرینش

تو اے شہِ کشورِ جسارت
ہے خلق میں سو یہی اشارت

---

۱۔ ب: بھلوں کے

تو معنی و خلق ہے عبارت
رنگاشتہ آفریدہ ذات
بیرون ز میان آفرینش

کس سے دیوان ہے جملہ صفت
تو بیست شگرف ہے حقیقت
اے منتخب کتاب خلقت
از فرط شرف گزیدہ بحت
ذاتت ز میان آفرینش

چاہے جو سپہر ہے مدارا
فتنہ ہو کوئی، وہ بھی[1] آشکارا
تدبیر تیری کرے ہے چارا
در بد و وجود شد تضارا
عقل تو ضمان آفرینش

تو فکر و قیاس کے ہو بہرہ
گرم تگ و دو ہو جان آگہ
پہنچے تجھ تک کبھی نہ اے شہ
تا پیش ورت رسید ناگہ
ربگستہ عنان آفرینش

کیا حسن بیاں ہے، کیا طبیعت
صد نسخہ حکمت و شریعت
ہر حرف میں ہے تیرے، ودیعت
در مجمل نکتہ ودیعت
تفصیل بیان آفرینش

ہووے نہ نیز بخت دشمن
مرات کجا و نعل آہن
اقبال یہاں ہے عکس افگن
آئینہ بخت تست روشن
در آئینہ دان آفرینش

ہر چند تو ہے شہ ستودہ
تھا وے لطیف نا کشودہ
چون عاشق، چشم وا نہ بودہ
از شوق تو بیقرار بودہ
تقدیر دوران آفرینش

دو ضد کو جو دے تو اذن الفت
شاہین و تدرو میں ہو صحبت
گو چرخ پھرا کیا بحسرت

---

ا۔ ب ا۔ یہی

تا دورِ قضا جو دورِ عدلت
در ہفت قرانِ آفرینش

یاں تک ہے شہا تری حمایت
معشوق کی کر سکے نہ جرات
عاشق کو ہے چاک جیب طاقت
از تابِ شبِ ستم بعیدت
محفوظ کتانِ آفرینش

ہے خوانِ کرم سے تیری قسمت
ہر اک کو گونہ گونہ نعمت
لیتی کیا کیا مزا ہے خلقت
پیوستہ بلذت نعیمت
جنبیدہ دہانِ آفرینش

اے واقفِ غامت و بدامت
سیکھی تا سر عرصہ گاہ خلقت
دیکھی ہے تری نظر کی حدت
آئی کہ زِ چشمِ دور بینت
بنہفتہ کرانِ آفرینش

ہے کس کو نگاہ تیری مانند
کیفیت خلق صبحِ[1] پیوند
ظاہر تجھ پہ ہے اے خداوند
راز گونہ کہ گوئی آفریدند
بعدِ تو زمانِ آفرینش

آئینۂ حسن حق ہے ترا رو
کب دیکھ سکیں یہ روئے نیکو
بند اپنی نگہ نہ ایک دم ہو
مائیم دمِ نظارہ تو
حیرت زدگانِ آفرینش

اکبر وہ جلالِ ملت و دیں
واصف اس کا فصاحت آگیں
کہتا ہر دم بنطقِ شیریں
کلک دو زبانِ فیضی است ایں
یا سیف و سنانِ آفرینش

والا قدرا ! کرم شعارا
ممنون اب مدح خواں تمہارا
[illegible] ہر دم ہے آشکارا

---

۱۔ ب = صنع

۲۔ ب = مژہ

دادند زبان [illegible]

اے شاہِ جم [illegible]
قائم رہ وے یہ [illegible]
پہنچا ہدف اثر بہ یک [illegible]
تیرے جو دعائے دولت [illegible]
[illegible] تیندا خت [illegible] کمان [illegible] آفرینش

دانش سے تیری جہاں ہے آباد
بینش سے تیری ہر ایک دل شاد
اس بن مجھے درد کچھ نہیں یاد
از دانش و بینشت اثر باد
در روح و روانِ آفرینش

## ۱۴۔ "مخمس بر غزل فیضی"

شاہا تری جناب سے عالم کو اعتبار
خالق نہ تو، پہ خلق تری سب ہے بندہ وار
تو نازشِ جہان، مباہاتِ روزگار
اے کائنات را بوجود تو افتخار
وے پیش زآفرینش، و کم ز آفرید گار

ہیک زبان ہے صنع سے تیری سکوں پذیر
بن تیرے حکم سیر ہو سیارہ پر عسیر
ایما سے تیرے گردشِ مہرو مہ منیر
اے امر تو چو دور فلک باعثِ مسیر
اے نہی تو چو طبع زمیں موجبِ قرار

رتبت کو تیری دیکھ فلک کو سجود فرض
رفعت سے تیری چرخ و ثریا نثارِ ارض
شوکت سے تیری لے ہے علو، عرش دام و قرض
از ہمتِ تو یافتہ افلاک طول و عرض
وز مدت تو یافتہ ایام پود و تار

تک آگے ترے عہد کے اے شاہِ حق پرست
رنگے تھا خونِ صید سے، ضیغم دہان و دست
کرتے سوے شکار تھے، اکثر سباع جست
یک چند بی شبانی عدل تو بودہ است
گرگِ ستم سمین برہ عافیت نزار

سو تو نے اب یہ محو کیا ظلم کا وجود

---

۱۔ ب: انداخت

نیند آنے گر غزال کو تو بہرِ خواب زود
تو شک ہو جلدِ گرگ سے ضیغم لیے نمود
پہلوے امن بسترِ ملک آن گہی بسود
کا قبال کرد بالشِ عدل تو آشکارا

تیری اماں سے یہ ہوا فتح یاب، امن
آشوب کی نہ چشم رہی، کامیاب امن
رکھتا ہے بخت غنودہ خمارِ شراب امن
جانے رسید پاسِ تو کز بہرِ خواب امن
بگرفتہ فتنہ را ہوسِ کوک و کوکنار

اللہ رے تیرے عہد میں آرام کی نمود
چونکے نہ فتنہ تک بھی نہ کینہ کبود
جامِ زیاں میں ہے لبالب شرابِ سود
از خوابِ امن و مستیِ جود تو در وجود
کس نیست غیر بخت تو بیدار و ہوشیار

تجھ سے ہو اذنِ حفظ جو اے شاہِ داد گر
ظلمت سے نور، نور سے ظلمت نہ لے ضرر
ہو گردشِ فلک کے لیے ہیئتِ دگر
تا حشر منکشف نشود آفتاب گر
آید بریز سایہ عدلت بزینہار

برقِ ضمیر کی ترے نالش ہے کیا شدید
چشمِ ستارہ خیرہ ہو شاید بوقتِ دید
خورشید اور شہاب نہیں روز و شب پدید
رانے تو ہر محیطِ فلک شعلہ کشید
بر سقفِ او ہنوز سفر میکند شرار

تمکیں سے تیری کوہ تلے چرخ سر بلند
آوے تو غالباً ہو نہ خاک دب کے بند
یک بار یوں سنا ہے کہ اے شاہ ارجمند
حلمِ تو بر محیطِ زمیں سایہ افگند
طبعاً در او ہنوز دفین میکند قرار

چمکے جو برقِ قہر تری، خاک ہو جہاں
چھوڑے نہ دستِ جود ترا کچھ درون کاں
ہیبت کی یا کہوں تری ہمت کی داستاں
از آبِ تف ہیبتِ تو بر کشد دخاں
وز سنگ جذب ہمتِ تو برکشد بخار

سر سبز تجھ سے مزرعِ امید خلق کا
بخشے ہر ایک کو لو لو و مرجان تو شہا
ثابت ہر ایک امر میں، ہر حال میں رسا

عقلی گہہ وکا [illegible]

امر قضا نشاں ہے ترا [illegible]
دستِ گہر فشاں ہے ترے [illegible]
کیونکر نہ تجھ کو کہیے اب اے عزل منزلت
قادر بحکمِ بر ہمہ کس آسمان صفت
[illegible] نایض [illegible] بجود

اللہ رے پیش بینی و خود بینی تری
جو شے کسی کو چاہیے ہووے سو تو نے آج دی
آئندہ جو گرہ ہو سو اب تو نے باز کی
اے فکرتِ تو مشکل امروز دیدہ دی
دی ہمت تو حاصل ارسال [illegible]

کیا کیا خواص ہیں تری ہمت کے سود مند
تقریر تا کجا ہو بیاں کیجے تا بچند
دہقانِ روزگار صد ایواں کرے بلند
گر در صبا زدست تو یک خاصیت نہند
گوہر فشاں بخاک دہ آید کفِ چنار

اے عرصہ زمیں پہ ترِ گنبدِ کبود
ہے رختہ بندیاں تری تدبیر کی نمود
آمد شدِ فتن کی دی روک سب حدود
تا حدِ عزم تو نکشیدند در وجود
نامد پناہ عافیتِ عام را حصار

پہنچے حدِ علو کو نہ تری، شہا [1] خیال
انجم کو گردِ راہ تری زیورِ جمال
گردن شکن فلک کا ترا پنجہ جلال
ہم فتنہ را زدست شکوہِ تو گوشمال
ہم چشم [2] را زلعلِ سمندِ تو گوشوار

## ۱۵- مخمس بر غزل فیضی

اے کہ بکشادہ دگر بندِ قبا می آئی
زلف از ناز پراگندہ بپا می آئی
جامِ مے بر کف و آہنگ سرا می آئی
سر خوش و غمزہ زن و عشوہ نمای آئی

---

۱- مبیہ کل
۲- بہ ہم چرخ

چہ کسی و زکجائی و کجا می آئی

تو کہ آتا ہے بچھے ملک دلوں کا غارت
صبر تاراج کسی کا ہے، کسی کی طاقت
مجھ کو دھڑکا ہے کہ پہنچی ہو نہ اپنی نوبت
گرم می آئی و دل می طپد از آمدنت
غالباً از پئے دل بردنِ ما می آئی

توسنِ ناز کی تیرے ہے غضب جولانی
برق تازی سے عرق ریز ہوئی پیشانی
تیری گرم عنانی سے مجھے حیرانی
صبرِ من رفت دگر تند چرا می آئی
جانِ من سوخت دگر گرم چرا می آئی

کوئی افسوں ہے وہ دور سے تیری چشمک
دست بر سینہ ہیں دیوانہ سے ہشیار تلک
ہوں نہ بیتاب فقط میں کہ کیے ہے[1] ہوا چشمک
وہ چہ جادو گری، اے شوخ کہ اندک اندک
می رود صبرِ من دل شدہ تا می آئی

اللہ اللہ وہ رفتار زہے قامت و قد
چشم بد دور خط و زلف، عجب عارض و خد
زاہد و رند ہو، دیوانہ ہو یا اہلِ خرد
کس نہ بینم کہ ترا بیند و از جان نرود
تا تو در دیدہء مردُم چہ بلا می آئی

خوار ترا ہے باین قدر و جلالت نیفی
کم نہ تسکین سے کھینچے ہے ملالت نیفی
غم میں رکھتا ہے ترے، نزع کی حالت نیفی
می دہد جان بتمنائے جمالت نیفی
گر چہ در دیدہ دی روحِ فزا می آئی

## ۱۶۔ "مخمس بر غزل ملک الشعرا قمرالدین منت علیہ الرحمتہ"

داغ شد دل در غمشِ دلدارئ
گاہ گاہے پرسشی غم خوارئ
بنگرید از چشمِ ما خونبارئ
بر جگر داریم زخمِ کارئ
بارے مرہم گزاران یارئ

پاس نہ مونس نہ ہم دم کی نشست
کنجِ غم میں سر ہوا، زانو پرست

---

[1] بہ بک بک

کیا رشیق [illegible]
بشفقی دل نام از [illegible]

وہ نگاہیں دل میں پھرتی ہیں کمال
دیکھیے ان ساحروں سے کیا ہو حال
ہے نہ صحت نہ شفا کا احتمال
روز و شب چشمِ تو دارم در خیال
[illegible] آخر [illegible] بیماری

تیرے آگے اے بہشتِ حسنِ صاف
باغ ، دوزخ ہے ، خطا اپنی معاف
پر عجب ہے عادتِ اہلِ گزاف
لالہ زد پیشِ گل رو میتو لاف
شد مقابل با بہشتی ناری

سال ہو وہ ماہ یا ہو نہ کہ ہشت
جیسے فریادی پھرا ہوں شہر و دشت
اتفاقاً صید افگن، گرم گشت
دی زرہ آں شاہِ خوباں میگذشت
از دلِ زارم نیامد زاری

راہ و رسمِ کفر میں کتنا ہوں فرد
چھوڑ کعبہ، ہوں صنم خانے کی گرد
نہ غم دیں ہے نہ کچھ ایمان کا درد
آن چہ با اسلام من کر دم، نکرد
بت پرستی، کافری، زناری

ہاتھ سے جس کے ہیں سب خون ناب نوش
ہر طرف جس سے رہا شور و خروش
دیکھیو طالع مرے اے اہلِ ہوش
خفت در آغوشِ من آن فتنہ دوش
داشت ، بختِ خفتہ ام بیداری

کیا کرے تعریف ممنون بر محل
یہ سلاست میں ہیں بے مثل و مثل
ممتنع اور سہل و نظم بے بدل
دل نشیں افتادہ منت ایں غزل
کردہ، در سادگی پر کاری

## ۱۷۔ "مخمس بر غزل شیخ سعدی شیرازی رحمتہ اللہ علیہ"

ایں نامہ کہ لطف ترجمانست
پاکیزہ چو وحیِ آسمانست

این حرف لطیف زاں زبانست
این خط شریف زاں بنانست
این نقل حدیث زاں دہانست

پیچیدہ رقم نہ غنچے سے کم
لبریز شمیم ہے ہر اک خم
لے کر قاصد سے، ہو کے خورم
مُہر از سرِ نامہ برگرفتم
گوئی کہ سرِ گلابی آنست

سچ کہیو صبا، کہاں سے آئی
دامن میں یہ کیا شمیم لائی
نکہت میں یہ کس کی جاں فزائی
این بوے عبیر آشنائی
از ساحتِ یارِ مہربانست

کس گل کا یہ خط ہے دست فرسود
ہے جس سے دماغ نکہت آلود
عنبر سے شمیم میں کچھ افزود
قاصد مگر آہوے ختن بود
کش نافۂ مشک درمیانست

محفوظ ہے آج جانِ غمگیں
تلخیٔ ملال کو ہے تسکیں
ہر حرف ہے کیا حلاوت آگیں
معلوم شد این حدیثِ شیریں
کز منطق آن شکر نشانست

معنی میں بلاغتیں ہیں پیوست
الفاظ فصاحتوں سے ہم دست
ایجاز سے قدر معجزہ پست
این خود چہ عبارت شریف است
وین خود چہ کفایت بیانست

پہنچا ہے بالتفات و پرداخت
قاصد نہ فرشتہ لایا گر تاخت
رکھ چشم پہ بے تکلف و ساخت
این خط بزمین نباید انداخت
کز خدمت ماہ آسمانست

اس خط سے شاد جانِ سعدی
ہے شکر سراء زبانِ سعدی
لیکن کب تک نشانِ سعدی
روزی برود روانِ سعدی

ممنون ... سعدی ... کی ...
ہے لفظ رواں جیسے ...
کیوں مرگ سے وہ ڈرے ...
خورم دلِ آنکہ چوں ...
از ... تن ...

۱۰۸۔ "مخمس[۱] بر غزل حافظ شیرازی در تہنیت مراجعت جناب نکلسن صاحب ... از سفرِ پُرظفر"

نفسِ عیسویِ روح فزا بازِ آمد
بہ علاجِ دلِ خوں گشتۂ ما باز آمد
خوش نسیمیِ سحری لطف سا باز آمد
مژدہ اے دل کہ دگر بادِ صبا باز آمد
ہدہدِ خوشخبر از شہرِ صبا باز آمد

آج شادی کا چمن میں ہے عجب ساز و نوا
سروِ اِستادہ پئے رقص، صنوبر ہے بپا
دل کشی کے لیے موجود ہے ہر موجِ صبا
برکش اے مرغِ سحر نغمۂ داؤدی را
کہ سلیمانِ گل از طرفِ ہوا باز آمد

ابرِ رحمت ہے بعینہٖ صفتِ بکلا ٹن
آنے جانے وہ جدھر، سبز ادھر کی ہو چمن
آمدورفت میں صاحب کے ہے رنگین سخن
عارفی گو کہ کند فہمِ زبانِ سوسن
تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد

اس کے آنے سے طرب ریز ہے کیا عالمِ صبح
کچھ مئے ناب سے مستی میں نہ کم، شبنمِ صبح
نکہت آلود ہے کتنا نفسِ خورمِ صبح
لالہ بوئے مے نوشیں بشنید از دمِ صبح
داغِ دل بود بہ امیدِ دوا باز آمد

کس قدر مدتِ ایامِ جدائی تھی مدید
کہ سرِ راہ پہ آنکھیں یہ ہوئیں اپنی سفید
گریہ پر گریہ کیا تب ہوئی تاثیر پدید
چشمِ من از پئے این نالہ بس آب کشید
تا بگوشِ دلم آوازِ درا باز آمد

---

۱۔ مبیہ میں یہ نظم نہیں ہے۔

صبر کا کوہ غم ہجر رہا شیشہ شکن
کوئی تدبیر نہ بن آئی، کیجے سو سو فن
خوش نصیبی پہ مری دیکھ بیک چشم زدن
مردی کرد کرم بخت خدا دادہ من
کاں بت سنگ دل از بہر خدا باز آمد

رہ پہ کھینچے تھا ہر اک منتظر غم پہ درد
نالہ پہ نالہ گرم اور پیاپے دم سرد
ہر ستم دیدہ پہ ممنوں اسے آیا پھر درد
گرچہ با عہد شکستیم گنہ حافظ کرد
لطف او بیں کہ بصلح از در ما باز آمد

نوٹ:- (نظم کے اختتام کی کوئی علامت یہاں نہیں ہے)

## ۱۹- "مخمس بر غزل حافظ شیرازی"

اے ننگ و نام حسن زخود کامی تو رفت
ہر سفلہ جا بجا چتے ہم جامی تو رفت
ذکر جمیل تو زہے آشامی تو رفت
رفتی بہ بزم غیر و نکو نامی تو رفت
ناموس صد قبیلہ بیک خامی تو رفت

ہر ایک بزم میں ہے تجھے نغمہ و سرود
بازاریوں کے ساتھ شراب و رباب وعود
کھاتا ہے کیوں قسم، کہ قسم کو ہے کیا وجود
اکنوں اگر فرشتہ نکو گوییت چہ سود
در شہر چوں حکایت بدنامی تو رفت

مجلس تری رہے گی خرافات تا بکے
ہر سفلہ و ذلیل ترا یار آج ہے
بد وضع چھانٹ چھانٹ کے آتے ہیں پے بہ پے
رندی کہ مے فروش ندادیش درد مے
مشہور خاص و عام بہم جامی تو رفت

چھپ چھپ کے سفلگاں سے ہے صحبت تجھے زبس
رہتے تری تلاش میں ہیں شحنہ و عسس
عزت کا تجھ کو پاس نہ غیرت سے پیش و پس
برد از رخ تو رنگ حیا بادہ ہوس
شرمے کہ بود در ہمہ جا جای تو رفت

آوارگی نے منہ پہ نہ چھوڑا وہ نور حسن
رسوائی کا ہے شور، رہا کچھ نہ شور حسن

---

۱- ب میں یہ نظم بھی نہیں ہے۔

ماتا کہا کسی کا نہ [illegible]
ہم صحبت رقیب شدی از [illegible]

پہلے سنی کسی کی نصیحت نہ تو نے پند
ہوتی زبان خلق کسی سے نہیں ہے بند
اب عذر نہ مفید نہ حیلے ہیں سود مند
یارانِ متفق ہمہ انکار می کنند
ہر جا حدیثِ نیک [illegible] آشنائی تو رفت

رخ کی نہ تاب سینۂ پر خوں پہ جیسے چاند
تیغِ نگاہ کی بھی چمک ہو گئی ہے ماند
ممنوں کرے ہے شکر خدا کٹ چکی ہے راند
با کارِ کاو غمزہ نظیری اثر نماند
فارغ نشیں کہ خون دل آشنائی تو رفت

# قطعات

## ۱۔ "قطعہ در نعت حضرت سید المرسلین خاتم النبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین"

اے محمدؐ، اے حبیب ہاشمی، اے نورِ حق! — ہے پئے اوجِ رسالت ذات تیری آفتاب
ہو دو رو یہ نامہء اعمالِ[1] عالم گر سیاہ — تیرے دریائے شفاعت کا ہے بس اک قطرہ آب
نامہء عصیاں کی اپنے کیا کہوں میں شرح وبسط — صورتِ مکتوب حسرت ہے مجھے یہ پیچ و تاب
ناظرانِ دفترِ اعمالِ عالم وقتِ سیر — گر کریں خطِ عمل سے میرے قصدِ انتخاب
ایک نقطہ بھی نظر آوے نہ جز صد صد خطا — نیم نیم حرف بھی دیکھیں نہ الا ناصواب
گر مرے جرموں پہ ہو حرفِ سزا، روزِ جزا[2] — عاصیوں کے واسطے باقی نہ پھر رہ وے عقاب
تو وسیلہ ہے مرا، اس بن نہیں کچھ آسرا — عرض کرتا ہوں تری خدمت میں اے عالی جناب
یا شفیع المذنبیں انظر الیٰ احوالنا — انّ مولانا سوا کم لیسَ فی یوم الحساب

## ۲۔ "قطعہ در[3] منقبت جناب ولایت مآب سید الاوصیا علی مرتضیٰ علیہ السلام"

زہے امامِ فلک شاں کہ جس کے روضہ پر — نسرِ طائرِ گردوں ہے، طائر ایواں
اس آستانے پہ مشتاقِ خاک روبی ہے — رکھے ہے ہاتھ میں جاروب، اپنے کاہکشاں
وہ کون یعنی علی، ولیِ والا قدر — امامِ جن و ملک بادشاہِ ہر دو جہاں
جلال، اس کے سے ہے خشک چشمہء خورشید — جمال اس کے سے، دریوزہ گرِ مہِ تاباں
ضیائے مہرِ جہاں تابِ عالم آرا سے — جھلکنے لگتے ہیں جوں ذرہ ہائے ریگستاں
فروغِ تبرِ زریں مہر ساں سے، ترے — ہمیشہ چرخ پہ انجم رہیں ہیں یوں تاباں
ازل سے تا بہ ابد، کاتبِ قیاس اگر — لکھے تو ہو نہ ادا ایک شمہء احساں
کروں ہوں نغمہء وصفِ علی دعا پہ ختم — کہ اس کے وصف و ثنا کا تو کچھ نہیں پایاں
ہمیشہ تاکہ، ہو نطعِ زمین و خوانِ فلک — جہاں ہو مائدہء جود پر تیرے مہماں

## ۳۔ "قطعہ در[4] تہنیتِ نوروز"

نو روز نے کیا یہ باغِ جہاں کو رنگیں — لالہ سے کم نہیں کچھ بہ زاغ کا نشیمن
ہیں بس کہ عکس افگن گلہائے گونہ گونہ — خوانِ فلک میں اختر ہیں بیضہ ملوّن
فیضِ ہوا نے ارزاں کی نزہت و طراوت — کم سنبلِ چمن سے دیکھا نہ دودِ گلخن
لطفِ ہوا سے خنداں، ہو لالہ تیرہ، چوں گل — زاغِ کماں غزل خواں، مانندِ مرغِ گلشن

---

۱۔ ب۔ عصیاں

۲۔ ب۔ روز جزا، حرف سزا

۳۔ ب۔ عنوان نہیں لکھا ہے۔

۴۔ ب۔ عنوان نہیں دیا ہے۔

کاہیدگی سے اب ہے [illegible]
نقصان شب ہے، ازبس [illegible]
یعنی کہ بادشہ کا ہو [illegible]
وہ کون شاہ عالم! جس سے [illegible]
اس ہاتھ سے ہے دریا دریا ہے ابر سائل [illegible]
دست ضعیف کو دے زور اس کی گر حمایت [illegible]
محو اس کے عہد میں ہے آثار شرک یاں تک [illegible]
محروم آسماں تک کوئی نہیں رہا ہے [illegible]
ایک روپیہ ملے ہے، ہوتے ہی شام مہ کو [illegible]
گر رائے روشن اس کی ہو نخل بند امکاں — ہر نخل ہے [illegible]
ایک ایک ناتواں کو نیرو ہے، عدل اس کا — تحدید سر کشاں کی [illegible]
افراشتہ کرے گر اک دم قد خصومت — شعلہ کے واسطے ہو [illegible]
ختم کلام کیجیے شہ کی دعا پہ ممنوں — یعنی کہ ناطقہ ہے اس کی ثنا میں الکن
ہر دشمن خنک سر یوں یخ گداختہ ہو — تا حشر جلوہ گر ہو وہ مثل مہر روشن

## ۴۔ ایضاً(۱)

ہوئی یہ آمد نو روز سے لطافت عام — شبیہ سنبل تر سے ہے موج ریگ رواں
کلی سے لالہ کی بیضہ ہے زاغ کے ہم رنگ — نمونہ ورق گل ہے بلبلوں کی زباں
ہوئے ہیں مرغ چمن بے مدد کماں کے، شکار — کہ شاخ گل سے بنے تیر و غنچہ سے پیکاں
نہ غنچہ بیضہ نوروز دست شاخ میں ہے — زبس ہے عکس فگن سبزہ و گل و ریحاں
عجب نہیں کہ دم سرد عاشقاں سے ہو — برنگ غنچہ گل عقدہ نقاب بتاں
بہار تو ام نو روز یہ کہاں ہے ہوئی — مگر نسیم کرم، شاہ کی ہے رنگ فشاں
کرم ہے اس کے ہے سرسبز باغ ہندوستاں — وہ حضرت شہ عالم کہ ہے سحاب سخاں
نسیم خلق جو آتش کدے میں، اس کی چلے — تو لٹ، ہر اک دھوئیں کی ہو سنبل پیچاں
وہ بحر جود جو ہو موجزن تو نسر فلک — بسان بچہ بط[۳] آب میں ہو بال افشاں
جو عہد عدل میں اس کے ہو شعلہ خس پہ، گرم — ہر ایک خار مقابل ہو اس کے، لے کے سناں
صفا فزا جو وہ مصقال تربت کا ہو — وجلا نصیب جمادات اس قدر ہو یہاں
ہر ایک سنگ سے یوں آتش نہاں ہو پدید — کہ شعلہ شمع کا فانوس شیشہ سے ہو عیاں
یہاں دعا ہی پہ ختم سخن مناسب ہے — کہ اس کی مدح کو ممنوں نہ حد ہے، نہ پایاں
ہمیشہ تاکہ ہو نو روز سے ترقی روز — ترقیات سے دن کی ہو، شب کو تا نقصاں
زیادتی پہ رہے ہے ترا کوکب اقبال — عدوئے تیرہ دروں کو نصیب کاہش جاں

---

۱۔ ب۔ سلطان خلق پرور وہ کون شاہ اکبر۔
۲۔ ب: پہلا مصرعہ بعد میں ہے۔
۳۔ لندن۔ "بت"۔ لیکن بط زیادہ مناسب ہے۔ غالباً سہو کاتب

## ۵۔ ایضاً (۲)

یہ باغِ دہر کو نو روز نے کیا رنگیں
کہ چار عنصر ہیں مثلِ چار گلِ شاداب

ہوا یہ بو قلموں عکسِ سبزہ و گل سے
کہ کم نہیں پرِ طاؤس سے ہے بالِ غراب

پڑا ہے آب میں گلہائے رنگ رنگ کا عکس
برنگِ بیضہ نور ہے ہر ایک حباب

پر اصطلاح میں اپنی یہ روز ہے نو روز
کہ ہو جلوس نما، آفتابِ عالمتاب

وہ کون [۱] یعنی شہِ عالم، سپہر مقام
وہ آفتابِ فلک توسنِ ہلال رکاب

ہر ایک کے بخت ہیں بیدار، عہد میں اس کے
بغیر فتنہ نہ طالع میں ہے کسی کے خواب

نہ اے یگانہ! تیری ثنا ہو ممکن سے
زبان کو اسکی نہ طاقت ہے [۲]، نہ قلم کو تاب

تری دعا میں وہ ہر ایک صبح دم لیکن
کیے ہے ہاتھ اٹھاکر، یہ اے سپہر جناب

کہ اوج پر ترا خورشیدِ جاہ ہو ہر دم
بسانِ برف، عدو، اس کی تاب سے ہو آب

## ۶۔ ایضاً (۳)

نو روز سے ہے یاں تک رنگِ بہار ارزاں
ہے سرخ گل، تعبیہ آتش میں بوترِ زر

ہیں جوہر ہوا میں یہ نزہتیں کہ تر ہے
مثقالِ آتشیں میں جوں داغ لالہ عنبر

تا بہر سبزہ و گل آئینہ دار ہے آب
ہے بیضۂ ملون دست صدف میں گوہر

نو روز اصطلاح اہلِ سخن نہیں یہ
برجِ حمل میں بیٹھے آ، تاجدارِ خاور

نو روز استعارہ، اس روز سے کریں ہم
جب ہو جلوس فرما، ہندوستاں کا داور

وہ کون ! شاہ عالم پشت و پناہ عالم
ہے سجدہ گاہِ عالم، اوس کا ہی کوچہ و در

وہ پنجۂ حمایت گر ہووے کار فرما
چنگال، باز کا ہو راحت گہہِ کبوتر

گر آستینِ ہمت جنبش میں آوے اس کی
آبِ گہر میں ہووے ہر اک گدا شناور

گر حفظ اس کا آوے، آڑے تو چاک افگن
جیبِ حباب میں ہو کب دستِ موج صرصر

گردوں پر کواکب، ازبسکہ بوسہ زن ہے
وہ خاکِ آستاں ہے، رہتی سدا مجدر

مدحت گری سے تیری، اب ناطقہ ہے عاجز
اس طرح صدق دل سے آئی دعا لبوں پر

خورشید جاہ تیرا پرتو نشاں ہو ہر دم
جوں یخ، گداختہ ہو ہر دشمن خنک سر

## ۷۔ "قطعہ [۳] در تہنیتِ عید الفطر"

عید طرب زا، پی، مے حمرا کرتی ہے دنیا گلشن آسا
پر تو مینا، جلوۂ صہبا، لالہ رعنا، سروِ خراماں

مطربِ مہوش، ساقیِ سر خوش، نغمہ، دلکش، بادہ، بے غش
زینتِ مجلس، ہم دم و مونس، روح رواں، خوبِ دل و جاں

---

۱۔ ب۔ وہ
۲۔ ب۔ اسکی نہ طاقت
۳۔ ب۔ عنوان نہیں لکھا۔

وقف، تبسم، [illegible]
ہر گل رعنا، بلبل [illegible]

[illegible]

وہ شہ عالم، شاہ مکرم، مالک تخت و صاحب [illegible]
خسرو اعظم، والی اکرم، حاکم گردوں، داور دوراں
عنصر اطہر، پیکر [illegible]
جوہر ازہر، روح [illegible]

وقت سخاوت، ساعت جرأت، روز عدالت گاہ حمایت
غیرت حاتم، ثانی رستم، یاور عالم، زور ضعیفاں
جود و سخا میں، لطف و عطا میں، نور ضیا میں، [illegible]
لجہ احساں، ابر دُرافشاں، مہر درخشاں، [illegible]

نور الٰہی، افسر شاہی، والا جاہی، ماہ اور ماہی
منہ پہ ہویدا، سر پہ زیبا، جبہ سے پیدا، تابع فرماں
اس کی رفعت، اس کی دولت، پہنچے دایم، رہ وے قایم
کہہ وے ہے ممنوں کا ہے حق ہے، جوں تا سر گردوں، تا حد امکاں

## ۸۔ "قطعہ در تہنیت عید الضحیٰ"

فضائے باغ ہے جوں کعبہ یمن، عید سے آج — بجائے نغمہ ہے بلبل کو نعرۂ تکبیر
کرے ہے موقف گلشن میں مدح شاہ، ادا — ہر ایک مرغ چمن، مثل ذکر رب قدیر
وہ مہر اوج کرم، حضرت شہ عالم — کہ جس کے نور جبیں سے ہے ماہ کو تنویر
جو دے، وہ خاک نشیں کو عروج تو سایہ — ابھی ہو مردمک چشم آفتاب منیر
زہے وقار، جو اس کوہ تمکنت کا وصف — کوئی کرے لب دریا پہ بیٹھ کر تقریر
تو لاکھ لطمۂ صرصر سے آئے جنبش میں — نہ موج آب کی، جوں موج جوہر شمشیر
دعا پہ ختم کرتا ہوں اب سخن ممنوں — یہ وہ دعا کہ بغل میں رکھے گل تاثیر
اسے تو عید ہو اور مثل میش قربانی — گلو، عدو کا دبے زیر دشنۂ جاں گیر

## ۹۔ ایضاً (۱)

سحر جب ہوئی آمد عید الضحیٰ — قوافل خوشی کے سبھی ہونے جمع آکر
تمنائیں کرنے لگیں طوف دل کا — کہ اس گھر کو سمجھیں وہ درگاہ داور
مجھے بھی ہوئی ناگہاں آرزو یہ — کہ گر طوف درگاہ حق ہو میسر
عجب لوحش اللہ ہووے سعادت — عجب ہی نصیبہ ہو اللہ اکبر
ہوا جوہر گل سے پیغام مجھ کو — کہا عقل اول نے یہ ہی مکرر
کہ تو ننگ دانائی و دیں ہے بیشک — کہ تو عار ایمان و دانش مقرر
تمنائے طوف آج ہے جس کے گھر کی — یہاں اس کا سایہ ہے خود جلوہ گستر

خدا کے لیے آ، کر اب طوف اس[1] کا
جو وہ حج ہے، تو یہ بھی ہے حج اکبر

ابو نصر، اکبر، وہ ظلِ الٰہی
ہمیشہ رہے سایہ اس کا جہاں پر

ہوا "درفشاں مدح میں اس کی از بس
یہ نالۂ قلم ہوگیا تارِ گوہر

صفا خیز یاں تک وہ در ہے کہ یاں ہیں
نشاں بوسہ کے مثل انجم منور

ترے نفحۂ نافۂ خلق سے اب
یہ چرخ سیہ فام ہے گونے عنبر

تری آتش عزم کے ہر شرر کو
فرطِ بقا ہے شہ نیک اختر

کہ یوں مستقل ہو کے گردوں پہ بیٹھا
سمجھتے ہیں اختر، اسے سب نظر کر

رکیا ذکر، اس دستِ زر بار کا، جو
دہاں، غنچۂ گل کا رہتا ہے پُرزر

یہ ممنوں کہ ہے مدح خواں تیرا دل سے
اسے جو صلہ دے وہ کم، بلکہ کمتر

یہی عرض کرتا ہوں اب یاں میں ہر دم
نظر، اپنی ہمت پہ کر، تو نہ مجھ پر

گیا کون مایوس اس در سے پھر کے
نہ مایوس رکھ، مجھ کو اے لطف گستر

دعائیہ پر کیجیے ختمِ کلام اب
کہ طولِ سخن کیا ہے ممنون بہتر

رہ و رسم ہے عیدِ اضحیٰ کی جب تک
دعا یہ ہے اے خالق خلق پرور

عدو کا گلا صورت میش قرباں
سدا ہو تہِ دشنہ یا زیرِ خنجر

رہے طوف گاہ جہاں باب اس کا
بلبیک گویانِ بیتِ مطہر

## ۱۰۔ "قطعہ در تہنیت عید الضحیٰ"

مرحبا صد مرحبا اے عیدِ اضحیٰ، مرحبا
تجھ سے عالم کو میسر طوف، بیت اللہ کا

لیک اس دن پر کروں قرباں میں، سو روزِ عید
ہو میسر طوف جس دن آستانِ شاہ کا

وہ شہِ عالم کہ ہر ذرہ ہے اس سے فیضیاب
ہے وہی خورشید اوجِ اقتدار و جاہ کا

قدر کیا سنجیدہ اس کی ہو کہ ہے، ہر کوہ کو
پلہ، تمکیں میں اس کے وزن برگِ کاہ کا

عید ہو ہر روز اس کو اور ممنوں زیرِ تیغ
ہو مثالِ میشِ قربانی، گلا بد خواہ کا

## ۱۱۔ "قطعہ تاریخ وفات ملک الشعرا، میر قمرالدین[2] منت"

انجمن آرائی ارباب سخن
کر گیا برہم یہ صحبت ہائے ہائے

نالہ فردوسی سنے، اب یوں سر کیا
ہم پہ دوزخ ہے یہ جنت ہائے ہائے

انوری کہتا ہے عالم ہے سیاہ
نیر اوج بلاغت ہائے ہائے

یوں لب سعدی سے نکلے ہے صدا
اخترِ سعدِ سعادت ہائے ہائے

لب پہ ہے جامی کے جامِ خوں، گئے
ٹوٹ جام، جامِ راحت ہائے ہائے

اب نغانیِ غزل خواں کے نہیں
لب پہ جز افغانِ حسرت ہائے ہائے

مرثیہ خواں ہے فصیحی، اس طرح
ہوگیا خونِ فصاحت ہائے ہائے

وہ شکوہِ لفظ و معنی، یاد کر
کر رہی ہے روحِ شوکت ہائے ہائے

ہو گئی برباد ناموس سخن
اب یہی کہتا ہے عصمت ہائے ہائے

---

۱۔ لندن: یہ دل کا
۲۔ والد شاعر (۱۱۵۸ھ - ۱۲۰۸ھ)

عشرتی یوں ...

یوں حزیں کہتا ہے ...

پڑھ بہار، تمنوں نے یوں سال وفات ...

## ۱۲۔ "قطعہ تاریخ در وفات سید الحکما میر ... حسین علیہ الرحمۃ"

سید حسین زبدہ اولاد مرتضیٰ

ہم نام تھا رسول کے، وہ عین مرتضیٰ

سینہ تھا اس کا مصحف اسرار معرفت تھا وارث علوم ...

ہے اس کے، مجلس علماء سب خراب ہے اس بزم میں نہ ذکر ...

تاریخ کے لیے، لب احباب سے مجھے آواز آئی یہ بلا کہ ... حسین ...

۱۲۰۵ھ

## ۱۳۔ "قطعہ تاریخ وفات میر قمر الدین منت علیہ الرحمۃ"[1]

کہا میں نے تمنوں سے، اے خوش بیاں نہ گرد چمن تیرے پھٹکیں غیوب

قمر مطلع دیں پہ منت جو تھا ضیا بخش بہر چراغ قلوب

ولادت، سن عمر، رحلت کا سال بیاں کر تو اس کے، وہ بولا کہ خوب

ولادت کو خورشید والا سے دیکھ کواکب سن عمر رحلت "غروب"

۱۱۵۰ھ ۱۲۰۸ھ

## ۱۴۔ "قطعہ در تاریخ رحلت والدہ ماجدہ صاحبہ"

وہ رضیہ[3] کہ دم آخر تک تھی دل و جاں سے رضا جوئے خدا

دم تدفین برائے تاریخ فکر، ہر زائر تربت کو تھا

دامن خاک پہ اس کی مرقوم یہی "دیکھا، رضی اللہ عنہا"

۱۲۲۴ھ

## ۱۵۔ "قطعہ در تاریخ تصنیف تذکرہ[4] اعظم الدولہ سرور تخلص"

زہے اعظم الدولہ نکتہ سنج کہ ہر نکتہ اس کا ہے در عدن

لکھا زور ہے اس نے یک تذکرہ کہ باہم ہوا تمیز ارباب فن

جو تاریخ پوچھی تو تمنون نے کہا یہ ہے معیار نقد سخن

۱۲۱۵ھ

---

۱۔ حکیم میر محمد حسین ولد محمد ہادی عقیلی شیرازی، متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے چند یہ ہیں۔ (۱) قرابادین کبیر (۱۷۷۱ء)، (۲) توضیح الرشحات (۱۷۷۲ء) بحوالہ بانکی پور کیٹلاگ (خدابخش) جلد ۸ ص ۶۹۵، (۳) مجمع الجوامع (۱۷۷۱ء۔ ۱۷۷۲ء)، (۴) مخزن الادویہ، (۵) کلمات مکنونہ (از محسن کاشی) بحوالہ برد کیلمن ص ۵۸۴۔

۲۔ ب۔ ایک

۳۔ والدۂ شاعر (متوفی ۱۲۲۴ھ)

۴۔ عمدہ منتخبہ (۱۲۱۵ھ)

## ۱۶۔ "قطعہ در تاریخ برادرِ[1] بزرگوارِ خود"

آہا بے نورِ روئے شمس الدین خلق نظروں میں ہے، یہاں تاریک
وہ ہوا شمعِ محفلِ قدسی رہ گیا بس یہ خاک داں، تاریک
چھپ گیا، ہائے ہائے کیا خورشید ہے زمیں تا بآسماں، تاریک
سالِ تاریخ بھی اس کا ہے دیکھو، بے شمس دیں جہاں تاریک
۱۲۲۵ھ

## ۱۷۔ "قطعہ در تاریخ وفات برادر بزرگوار خود"

شمسِ دیں، مہرِ طلوعِ عرفاں اس سے روشن رہا سپہرِ یقیں
وہ ہوا شمعِ محفلِ قدسی ہو گیا تیرہ، آسمان و زمیں
سالِ تاریخ کا کیا جو سوال میں نے ممنون سے، کہ ہے غمگیں
یوں وہ بولا، سر پکا سے، ہائے لاکھ افسوس شمس الدیں

## ۱۸۔ "قطعہ در تاریخ شہادت برادر عزیز خود"

میر صادق[3] علی، جوانِ شکیل ہائے تیری وہ وضعداری ہائے
تو چمن زار تھا، سیادت کا ہوئی زخموں سے لالہ کاری ہائے
وہ شباب و بھی قدی، صد حیف وہ جوانی، وہ گل مداری ہائے
گرد آلود ہو، وہ روئے منیر یہ میری تیرہ روزگاری ہائے
اپنی دوری میں دیکھو، میرے رنگ ہائے حالت عجب ہے طاری ہائے
رگِ جان و چکیدنِ خون آہ سرِ مژگاں وہ اشک باری ہائے
جگر چاک و صد خلش، ہیہات جانِ غمناک و بے قراری ہائے
سینہ و صد ہزار ریش و شگاف دلِ صد گونہ داغ داری ہائے
الفت آلِ پاکِ حیدر کی ختم کی تو نے پاس داری ہائے
دل میں تھا عشقِ سید الشہدا دل پہ کھا کر ہوا کناری ہائے
عاشقِ سیدِ بریدہ گلو دیکھ لی خود گلو نگاری ہائے
کھا کے یہ دو جراحتِ بیداد ہائے کی تو نے جاں نثاری ہائے
تیری تاریخ بھی ہوئی ہے یہی "اے شہیدِ دو زخم کاری ہائے"
۱۲۳۴ھ

## ۱۹۔ ایضاً (۱)

مری جان و جگر صادق علی، ہائے! نشاں تیرا نہیں معلوم افسوس!
مرے شہبازِ قدسی آشیانہ کرے تجھ کو شکار، اک بوم افسوس!

---

۱۔ برادر شاعر میر شمس الدین (متوفی ۱۲۲۵ھ) نسخہ ب۔ شمس ملت و دیں
۳۔ برادر شاعر میر صادق علی (متوفی ۱۲۳۴ھ)

حریف [illegible]
شہادت ہو [illegible]
ہیوں میں زہرِ غم، تو [illegible]
ترے دیدار سے، تا [illegible]
نہ لکھوں تہنیت، شادی کی تیری [illegible]
تیری تاریخ، اے جانِ برادر [illegible]
ہر اک سو سے، پیچے سالِ شہادت [illegible]

## ۲۰۔ ایضاً (۲)

ہوا شہید جو صادق علی تو مت پوچھو / کہ کس طرح سے مری [illegible]
ہزار زخم ہیں سینہ میں، خونچکاں ہر اک / ہزار داغ ہیں پہلو میں، [illegible]
نہ گرم گوئی، نہ آتش بیانیاں ہیں مری / مگر اٹھے ہے دل و جاں سے، [illegible] دود
خبر نہیں مجھے اپنی بھی، یہ کہ ہووے فرق / وجود سے نہ عدم اور نہ عدم سے وجود
کہوں تھا ریختہ میں حالِ دل کی بے ہوشی / خیالِ سالِ شہادت میں یہ ہوئی افزود
نکل گیا مرے منہ سے یہ فارسی مصرعہ / "ہزار و دو صد و سی و چہار ہجرت بود"
۱۲۳۴ھ

## ۲۱۔ "قطعہ در تاریخ وفات نواسی بیگم صاحبہ علیہ الرحمتہ"

وہ مہرالنسا بیگم پاک ذات / کہ جوں مہر رکھتی تھی روشن لقا
گئی چھوڑ یہ خاک دانِ سیاہ / ہوئی بزمِ قدسی میں پرتو فزا
جو تاریخ کا اس کی، ممنون نے / سوال، اس دلِ غمزدہ سے کیا
کہا کچھ نہ، حدِ بکا چھوڑ کر / کہ "ہیہات ہیہات مہرالنسا"
۱۲۲۹ - ۱ = ۱۲۲۸ھ

---

۱۔ ب: کہ

۲۔ مہرالنساء بیگم کے حوالے سے سر سید احمد خان نے یہ قطعہ لکھا ہے۔
چو مہرالنساء بیگم خوش صفات / کہ چوں مہر میداشت روشن لقا
برفت از جہان و سیہ شد جہاں / بیفگند پرتو بملک بقا
ز ممنوں جستیم سالِ وفات / بصد محنت و درد و رنج و عنا
بکا کرد بے انتہا و بگفت / کہ "ہیہات، ہیہات مہر النساء"
۱۲۲۹ - ۱ = ۱۲۲۸ھ

۲۔ بحوالہ آثار الصنادید۔ سر سید احمد خاں۔ ۱۹۶۶ء، ص ۳۲۷

## ۲۲۔ تاریخ مختاری نوازش خان[1]

جب نوازش خاں ہوا مختارِ کار رنج میں اس سے رہا، کہہ تا بمہ
پست قامت، دشمنِ جانِ جہاں ہے یہ کافر، زہر کی گویا گرہ
ہے مثل ۔ نہیں چڑھتا ہے رن لیکن اس ۔ کو ہے شاباش زرہ
جھیلنے کو گالیوں کی گولیاں پہن آیا بے حیائی کی زرہ
ہو ہے تاریخ، کچھ آوازِ غیب سوے حق سے منتظر، ہر اک تھا سیہ
ہے سر آزار خلق، ازبس اسے یوں کہا ہاتف نے، "ظالم مردہ ہے"

۱۲۲۸ + ۱ = ۱۲۲۹ھ

## (۲۳) ایضاً

جب ہوئی تجھ کو، اے نوازش خاں خانۂ بادشہ کی مختاری
کمر آزار خلق پر باندھی ہوئی، عالم کو تجھ سے بیزاری
شاعران زمانہ سے تو نے کی جو تاریخ کی طلب گاری
اور شاعر تو چپ رہے، لیکن روح سعدی نے کی مددگاری
سر دشنام سے کہا تجھ کو "مردنت بہ کہ مردم آزاری"

## ۲۴۔ "قطعہ در تاریخ وفات حضرت فردوس منزل شاہ عالم[4]"

شاہِ عالم، خسروِ ملک و وقار وہ کہ تھا ملجا و باب سلطنت
تھا عجب مجموعہ آیاتِ لطف ذات اس کی انتخاب سلطنت
تابشِ آفات ہے ، طاقت گداز کیا ہوا ظل جناب سلطنت
چھپ گیا وہ آفتاب اوج جاہ اب کہاں وہ نور و تابِ سلطنت
گوش بر آواز تھے، تاریخ کو ہم کہ ہیں خدامِ باب سلطنت
شور، بس روے زمیں سے یہ اٹھا "ہے کسوفِ آفتابِ سلطنت"

۱۲۱۴ + ۷ = ۱۲۲۱ھ

## ۲۵۔ "قطعہ در تاریخ جلوس مرزا محمد اکبر شاہ[5] غازی خلد اللہ"

جلوۂ مہر و فلک بنا ہے، شہِ اکبر کے زیرِ پا تختِ شہی، زینتِ سر، افسر ہو
بہر تاریخ جلوس، اس کی مجھے فکر یہ تھا کچھ ہوسے غیب سے الہام، میرے دل پر ہو
یوں سرِ جاہ عدو توڑ، کہا ہاتف نے اے خداوندا جہاں گیر یہی اکبر ہے

۱۲۲۴ + ۳ = ۱۲۲۷ھ

---

۱۔ نوازش علی خاں ولد شاہنواز خاں۔ محمد اکبر شاہ ثانی کے وزیر تھے۔ جن کے بعد اس عہدے پر سرسید کے نانا خواجہ فرید الدین خاں فائز ہوئے۔

۲۔ گالی لکھی ہے۔

۳۔

۴۔ شاہ عالم ثانی (۱۱۴۰ھ - ۱۲۲۱ھ)

۵۔ اکبر شاہ ثانی (۱۱۷۳ھ - ۱۲۵۳ھ)

۲۶۔ "قطعہ در تاریخ شادی [illegible]"

مؤید من اللہ [illegible] سلطان [illegible]
دماغ آسماں پہ نہ کیوں ہو [illegible]
جو اس ہاتھ کی زر فشانی کو لکھے [illegible]
وہ ابرِ کرم بحر و بر پر جو برسے [illegible]
وہ ہے آب و رنگِ گلستانِ شاہی [illegible] گلشن [illegible]
شجر اس کے گلشن کا وہ جس کے آگے بہت [illegible] طوبیٰ کی [illegible]
دیا اس کو پیوند یاں اک شجر سے کہ تا نادر و نغز [illegible]
یہ تمنوں کہ ہے نخلِ بندِ مضامیں شگفتہ خوشی سے بہت [illegible]
پئے سالِ تاریخ پڑھنے لگا یوں عتیہ پیوند ہر دو شجر نادر [illegible]

۱۲۲۵ھ

۲۷۔ "قطعہ در تاریخ فرزند از جمند خود"

مرے حیدر اے طوطیِ باغِ جناں کہاں تیری شکر مقالی ہے اب
گیا خورد سالی میں دنیا سے تو خراب اپنی پیرانہ سالی ہے اب
ترا حال کیا ہے کہ بن تیرے، جاں بہت دل کو آشفتہ حالی ہے اب
کنار پدر میں جگہ تھی تری کہاں جائے ماندن نکالی ہے اب
یہی بہرِ تاریخ پڑھتا ہوں میں "کنارِ پدرہ حیف خالی ہے اب"

۱۲۳۴ھ

۲۸۔ "قطعہ در تاریخ وفات مولوی قطب الدین[2] فرزند مولانا فخر الدین قدس سرہ"

قطب الدین افتخارِ دودہ، نغز خلفِ نامدارِ فخر الدین
تھا جبینِ شکوہ میں اس کی نورِ عز و وقارِ فخر الدین
بسر اس کی وضع سے پیدا خلق اور انکسارِ فخر الدین
دیکھتے جب اسے سمجھتے تھے کہ ہوئے ہم، دو چارِ فخر الدین
ہائے اب کس سے پوچھیے اسرار نہ رہا رازدارِ فخر الدین
جب ہوا زیب بخشِ گلشنِ خلد وہ گلِ نو بہارِ فخر الدین
یہی تاریخ اس کی پڑھتا ہوں "ہائے، اے یادگارِ فخر الدین"

۱۲۳۸ھ

۲۹۔ "تاریخ وفات، میاں عبدالعظیم[3] عمو ی خود"

سید عبد العظیم، پاک دیں رہ پیمائے صراط المستقیم
متقی و شیعہ و آل علی تابعِ احکام، خلاقِ علیم
چھوڑ کر زندانِ دنیائے دنی جب ہوا وہ راہیِ باغِ نعیم
میں نے تمنوں سے کہا، کیوں ہے خموش زخمِ تیغِ درد سے، اے دلِ دو نیم
کرکے آغازِ بکا/۲ پڑھنے لگا سالِ رحلت "حیف! اے عبد العظیم"

۱۲۳۶ + ۲ = ۱۲۳۸ھ

---

۱۔ آفاق مرزا۔ بہادر شاہ ظفر کے بیٹے جن کی شادی ۱۲۲۵ھ میں ہوئی۔

۲۔ مولانا قطب الدین (۱۲۳۸ھ)     ۳۔ شاعر کے چچازاد بھائی (متوفی ۱۲۳۸ھ)

۳۰

سلیم آں گوہرِ تاجِ خلافت برفت و دستِ دولت ماند خالی
چہ گوہر بود کز گم گشتن او گسستہ چشم شہ سلک لآلی
دلم تاریخش از روے یکا خواند "بیفتادہ گہر از تاج عالی"
۱۲۵۰ + ۲ = ۱۲۵۲ھ

## ۳۱- "قطعہ تاریخ وفات شہزادہ مرزا سلیم"

آہ ازیں بزم گہہ ہستی رفت مالکِ دیہیم و سریرِ اکبر شاہ
غلغلہ و شور و فغان و فریاد کرد گزر از سرِ نیلی خرگاہ
برلبِ من بود سوالِ تاریخ ہاتف ازغیب سروش آگاہ
از سرِ افسوس جوابم دادند "ہست یکے حادثۂ اکبر آہ"
۱۲۵۲ + ۱ = ۱۲۵۳ھ

## ۳۲- "قطعہ تاریخ وفات حضرت عرش آرام گاہ"

شاہِ اکبر! اوج دنیا سے ترا ہے عجب ہی واقعہ حسرت فزا
تہنیت خواں میں، ہمیشہ تھا ترا تو ہے آرام سوے خلد جا
یوں مجھے تاریخ کہنی ہو نصیب "شاہ خلد آرام گاہ، اے واے واے"
۱۲۵۳ھ

## ۳۳- ایضاً

بو ظفر بادشاہ دیں پرور داد احکامِ شرع جملہ رواج
کرد، پُر نور بزمِ دنیا را بہرِ دینِ محمدیت سراج
قدمش کرد بختِ تخت بلند فرقِ او داد تاج را معراج
دوش سالِ جلوسِ او، ہمنوں خواستم از طبیعت وہاج
سرِ بد خواہ را برید آنگاہ گفت، "زیبِ سریر رونقِ تاج"
۱۲۴۹ - ۱ = ۱۲۴۸ھ

## ۳۴- "درتاریخ جلوس میمنت مانوس مرزا ابوظفر سراج الظفر بہادر شاہ"

شاہِ مظفر، بو ظفر آں شہ ذاتش عالم پرور آمد
سالِ جلوس ازروے جلالت ظل اللہ الاکبر آمد
سایۂ حق و سایہ چترش بر سر گردوں افسر آمد

---

۱- اکبر شاہ ثانی (۱۷۵۴ء -۱۱۶۳ھ م ۱۸۳۷ء -م ۱۲۵۳ھ)
۲- بہادر شاہ ظفر ۱۷۷۵ء، م ۱۱۸۹ھ -۱۸۶۲ء، م ۱۲۷۹ھ) تاریخ جلوس ۱۸۳۷ء، م ۱۲۵۳ھ —
۳- لندن ۔ شاہ بو ۔ غالبا سہو کاتب

بو ظفر ... شد ...
سر ... لکر ... حبیب ...
تو شکوه و طالع ... جاه ...
سنی ایک ایک سے ... صدا ...

۳۶۔ ایضاً (۳)

چوں بو ظفر از فضلِ خداوندِ دو عالم شد بادشہ ...
می خواستم از حق بدعا سالِ جلوسش "اللہ ظفر باد" ...
۱۲۵۳ھ

۳۷۔ تاریخ وفات میر قمرالدین علیہ الرحمۃ۔

قمرالدین کہ ز انوار و ضیا بود بر مطلعِ دیں گوئی ماہ
شمع افروخت ببزم قدسی بہ ناگاہم شدہ ایں بزم سیاہ
گفتم ایں ظلمت و تاریکی چیست شد چرا تیرہ جہانِ دل خواہ
کہ کسے گفت، برآمد تاریخ "قمردین بخسوف آمدہ آہ"
۱۲۰۸ھ

۳۸۔ تاریخ وفات حضرت فردوس منزل شاہ عالم۔

شاہِ عالم آنکہ عالم داشت در زیرِ نگیں شد رواں و فوج فوج اعمالِ نیکش در رکاب
تا ازیں عالم، علم در عالم بالا ببرد کرد آں راہم مسخر آں شہ عالی جناب
یافتم برجبہ اقبال تاریخش رقم "شاہِ عالم بود شد شاہِ دو عالم" کن حساب
۱۲۲۰ + ۱ - ۱۲۲۱ھ

۳۹ - تاریخ تکمیلِ پل

چو در قلعہ پل بست بر نہرِ فیض شہِ اکبر آں راہِ حق را دلیل
ندا شد پئے سالش از زیرِ آب کہ "پل بستہ بر چشمۂ سلسبیل"
۲۔۱۲۴۱ + ۲ - ۱۲۴۳ھ

۴۰ - تاریخِ وفات حاجی الحرمین میر باقر علی برادرِ خود۔

سپہرِ دگر میر باقر علی تو گوئے کہ از وسعت صدر شد
شبِ قدر بشتافت سوئے فلک ز نورش ... کاستہ بود شد
در اندیشہ بودم پئے سالِ او کہ چوں برتر از چرخ بے قدر شد
ندا شد کہ بگرفتہ نقلِ علی ہلالِ ملک در شبِ قدر شد
۱۰۔۱۲۳۹ + ۱۰ - ۱۲۴۹ھ

## ۴۱۔ ایضاً (۱)

میر باقر علی، راست روش سالک، راہِ چار دہ، معصوم
متکلم، حدیث دان و فقیہ رتبہ اش برتر از عقول و نجوم
ہمہ اسرار دیں بر او مکشوف ہمہ اطوار دیں بر او معلوم
غرقہ بحرِ رحمتِ یزداں میر مغفور و سید، مرحوم
حصہ از سلسبیل و کوثر یافت اے خوشا قسمت و زہے مقسوم
بہرِ تاریخِ او نشاں می جست دل، محزون و خاطر مغموم
از تر آب آمد آوازی "رفت آں باقر، محیطِ علوم"

۱۲۳۷ + ۲ - ۱۲۳۹ھ

## ۴۲۔ ایضاً (۲)

میر باقر علی کہ گوہر او تحفہ عصر بود و نادر وقت
جز براہ خدا نمیزد گام ز اول عمر تا باآخر وقت
ثانی میر باقر اشراق بود از زمزمہ اکابر وقت
دی ز محزون سنہ، تاریخش خواستم زانکہ اوست شاعر وقت
سر چو برداشت از بکا، آں گاہ گفت "صد حیف، میر باقر وقت"

۱۲۵۱ - ۲ - ۱۲۴۹ھ

## ۴۳۔ "قطعہ تاریخ فتح غزنی کہ صاحبان کلکتہ نمودند"

زہے لارڈ جنرل گورنر بہادر کہ باج و خراج از سلاطیں گرفتہ
فلک از برائے نثار، در او بد ا من لآلی زپرویں گرفتہ
ز قندھار تا لشکرش راہ کابل بہ تنبیہ اعدا پر، کیں گرفتہ
بغزنیں رسید و خبر بران فوجش بیک حملہ آں حصن سنگیں گرفتہ
چو تاریخ او را می جستم، ز ہاتف ندایم شدہ "زود غزنیں" گرفتہ

۱۲۳۴ھ

## ۴۴۔ "قطعہ تاریخ گھاٹی لشکر کہ از نواحِ اجمیر است"

جناب میکنائن صاحب ذی عالی قدر شاں نہ مثل اوست فیاضے نہ مانندش کریم ایں جاست
برہ معبد لشکر چو کوہ دید فرمانداو کہ بردارید ایں راہ بہر سالک خوف و بیم ایں جاست
رہ تاریخ می جستم کہ خضرم داد آوازے "سوے منزل گہ جاناں صراط مستقیم ایں جاست"

۱۸۰۸ء

---

۱۔ لندن ۔ رفت ۔ سہو کاتب

میکنائمن بتیزی ...

سال، تاریخ چو جستیم، ندا ہاتف ...

### ۴۶۔ قطعہ تاریخ وفات سرپرا عظم مجتہد مکرم مولوی سید دلدار علی ...

دلدار آل علی ولی را کہ در جہاں تعلیم دین حق ...
گویند بود مجتہد و فاضل و صدوق این نیز از فضایل او ...
دانم حساب دفتر و ایام خواندہ ام از کلک روزگار وجودش ...
تاریخ انتقال شریفش رقم زدم وارث پئے علوم رسول و ...

۱۲۳۵

### ۴۷۔ تاریخ وفات مولوی عبدالعزیز محدث دہلوی،

محیط کمالات، عبدالعزیز بنائے فلک نیست او را شبیہ
ز آیات، اسرار حق سینہ اش کتابے عجب بود، لاریب فیہ
سیلہ — — — — — — — — محقق، مدقق، محدث، فقیہ

### ۴۸۔ تاریخ تولد مریم بیگم، نواسی خود،

چو پیدا شدہ مریم نور چشم دل تنگ چوں غنچہ گل شگفت
چو تاریخ آں خواستم از سروش: ذیقعدہ مہ چار می یوم گفت

### ۴۹۔ ایضاً

مریم[۲] آں نور چشم فرزندم بسعادت منیر شد پیدا

---

۱۔ لندن۔ پانچواں مصرعہ نہیں ہے۔

۲۔ لندن: صرف دو ہی مصرعہ ہیں۔

# رباعیات

(۱)

تھا[1] ایک ہی جلوہ سازِ ہر سو دیکھا  تک فرق کسی میں نہ سرِ مو دیکھا
ممنون مگر آئنہ خانہ ہے جہاں  دیکھا جس میں وہی قد و رو دیکھا

(۲)

ممنون نگہ میں طرز مستی کب تک  مفتونِ نگار و نقشِ ہستی کب تک
نقاش کو دیکھ، نقش بے معنی کیا  موجود خدا ہے، بت پرستی کب تک

(۳)

جنبش نہ کرے، اذن بن اس کے، پر کاہ  وہ کون ہے جس پر کہ پڑے اپنی نگاہ
کیا طاقت و قدرت ہے کسی کو ممنونؔ  لاحول ولا قوت الّا باللہ

(۴)

احمدؐ کہ اس ایجادِ جہاں کا ہے سبب  صورت میں کر، اس کی غور، کہتے ہیں سب
صورت ہی سے معنی کی طرف پہنچے راہ  معنی میں ہے عینِ رب، بصورت ہے عرب

(۵)

احمدؐ کہ ہے فخرِ بشر و جن و ملک  سب اس کے طفیلی ہیں، چہ ارض و چہ سمک
معراج کی جب اس کی حقیقت سمجھے  پہنچے جو گمان کسی کا اللہ تلک

(۶)

احمدؐ کہ ہے عرش اس کی رفعت سے پست  حکم اس کا ہوا سر شکن سنگ پرست
اصحاب کے ہاتھ میں وہ تسبیحِ حصیٰ  اس کا ہے عجب معجزہ، دست بدست

(۷)

احمدؐ کہ تمام آل اس کی ہے نیک  ساتھ اس کے ہیں متحد تن سیزدہ، لیک
نام اس کا جو طٰہٰ ہے کر اس میں تک غور  چودہ عدد میں ہیں، حقیقت میں ایک

---

۱۔ ب۔ د ابتدائی تین رباعیات نہیں ہیں۔

زہرا کہ وہ اک نورِ ربانی ہے [illegible]
ثانی کب اس کی ہو سکے ہے مریم کیا [illegible]

(۹)

ایمان کے تین رکن ہیں اے دانا! جز [illegible]
ان دو جزووں کے جیسے بارہ ہیں حرف بارہ ہیں [illegible] امام [illegible]

(۱۰)

کیا رفعت، رتبہ علی کیجے بیاں ہر فکرِ بلند ان کی ہو پست بیاں
جس دوش پہ تھا مہرِ نبوت کا نقش بیٹھا ہے وہیں اس کے قدم کا بھی نشاں

(۱۱)

ممنون بہت غور سے کی ہم نے نگاہ پیدا ہے حبیب حق[1] نہاں شیر الہ
ظاہر میں نبوت ہے، ولایت باطن کیا ظاہر و باطن ہے یہاں سبحان اللہ

(۱۲)

سبطین کہ ہیں دو بازوے پیغمبر ایک اک سے رتبہ میں نہیں کچھ کم تر
دونو کو ہے دوشِ مصطفیٰ پہ معراج دونو ہیں علوِ مرتبت میں ہمسر

(۱۳)

ہے سبز لباس وہ جو مسموم امام کیا رمز ہے اس میں! دیکھ باغور تمام
دشمن کہ ہے راہِ دین میں گویا افعی چشم اس کی میں کرتا ہے زمرد کا کام

(۱۴)

ہوں آلِ نبی کا شیفتہ اور مائل شمشیرِ محبت سے ہوں اس کی بسمل
داغ، المِ حسین سے پرخوں ہے لالہ ہے حسینی، یہ نہیں اپنا دل

---

۱۔ بدیہہ

(۱۵)

سبحان اللہ وہ امامِ غمناک کی مرگ تلک بندگیِ ایزدِ پاک
سجدوں سے سوا حق کے، جہاں کا مسجود ہے سجدہ گہِ انام اس کی کفِ خاک

(۱۶)

سجادہ، کہ عابدین کو اس سے ہے زین کہتے ہیں اسے علی ثانی کونین
تکرار تجلی نہیں از بسکہ روا وہ عین علی کا ہے، علی اس کا عین

(۱۷)

باقر کہ خدا کا ہے سراپا اک نور کیا طرفہ جمال ہے کہ چشمِ بد دور
کہتے ہیں محمد جو اسے، یہ ہے سبب اس شکل میں پھر ہوا[1] محمدؐ کا ظہور

(۱۸)

جعفر کہ بیاں اس کا ہے، صدق اور صواب صادق طرف خدا سے، اوس کا ہے خطاب
اوس کا ہے کلام مثلِ آیاتِ خدا ہے ایک وہ ذات اور اللہ کی کتاب

(۱۹)

جعفر کہ جمالِ حق کا ہے آئینہ یاں اس کی محبت سے بھرا ہے سینہ
صد شکر کہ نقدِ جعفری سے ممنوں[2] لبریز ہے ایماں کا مرے گنجینہ

(۲۰)

کاظم کہ امامِ اہلِ ایماں کا ہے ہر لمحظہ اسے شہودِ یزداں کا ہے
موسیٰ نہ وہ یہ کہ طور سینا پہ جائے موسیٰ! یہ کلیم طورِ عرفاں کا ہے

(۲۱)

جو شاہ خراساں کی ثنا کہتے ہیں ہم ان کو رضا جوے خدا کہتے ہیں
وہ لوگ جو ہیں تابعِ مرضیِ خدا ہر ایک نفس رضا رضا کہتے ہیں

---

۱ - ب: پھر ہوا۔
۲ - ب: ممنوں نہیں لکھا ہے۔

نائب جو تقی، جناب احمد کا [illegible]
کہتے ہیں محمد جواد سے، [illegible]

(۲۳)

وہ والی دیں، تقی ولی، ابن علی جعفر [illegible] ان سے [illegible]
من بعد تقی تخت امامت پہ ہے شاہ بے [illegible] جانشین [illegible]

(۲۴)

اے عسکری، اے خسرو دیں شاہ زمن! سب تجھ میں ہیں، جو وصف [illegible]
ہمنام حسن تو ہے، تجھے حق نے دیے خلق حسن و خوبی حسن [illegible]

(۲۵)

کی خوب، امامت کے رسالے کی سیر آیا نظر اول تو نہ حیدر کے بغیر
سب کاتب قدرت نے رقم کر، آخر مہدی کا لکھا نام کہ ختمت بالخیر

(۲۶)

ام سلمہ وہ لالہ داغ جگر تھی تازہ گل، شگفتہ باغ جگر
یہ داغ دیے جگر پر اس کے غم نے تاریخ بھی ڈھونڈی تو ملا ہے داغ جگر

(۲۷)

تدبیر میں تاثیر نہ دیکھی ہم نے تقدیر میں تغییر نہ دیکھی ہم نے
تدبیر کے، ہر چند بہت گرد پھرے پھرتی کہیں تقدیر نہ دیکھی ہم نے

(۲۸)

یارب! یک چاک تو گریباں میں رہے گل پارۂ دل سے جیب و داماں میں رہے
یک مشت برنگ غنچۂ گل آتش دل سوختگاں کے برگ و ساماں میں دبے

(۲۹)

کعبہ کو جو دیکھا تو ہے تشویش طواف بت خانہ میں ہر بت کو خدائی کا لاف
اے برہمن و شیخ! بجز خانۂ دل دیکھی نہ فراغت کہیں، [illegible] معاف

(۳۰)

عالم[1] کا جو خوب ہم نے، عالم دیکھا　　فارغ دل و عیش بہت کم دیکھا
یاں رنگِ نشاط و رنج، ہم نے ممنوں　　مانندِ گلِ دو رویہ توام دیکھا

(۳۱)

بے ورطۂ ہستی کہ بہت سینہ گداز　　جوں موج، رہے نہ کوئی امید دراز
اس بحرِ فنا میں کیا ثباتِ عشرت　　یک دم کے لیے حباب ہے مینا ساز

(۳۲)

وعدوں پہ کسی کے شادمانی تھی عبث　　امیدِ وفا پہ زندگانی تھی عبث
دیکھا وہ دوست، دشمن جاں نکلا　　ممنوں ہر دم کی جاں نشانی تھی عبث

(۳۳)

کس سے کہوں تنہائی بد روزی کو　　جز داغ نہیں کوئی جگر سوزی کو
کوئی غم خوار گاہ گاہے جوں تیر　　پہلو میں جو بیٹھے ہے تو دل دوزی کو

(۳۴)

باتوں میں دلِ گرفتہ ممنوں! کھولو　　یا کھول کے دل، مار کے دہاڑیں رولو
یہ ضبط یہ گھٹنا تو بہت سا ہے برا　　کس واسطے بیٹھے ہو رو کے! کچھ بولو

(۳۵)

ممنوں کے دل میں رات کیسا تھا درد　　کھینچے تھا جو نالہاے گرم و دم سرد
کرتا تھا جو ضبط دل پہ رکھ کر وہ ہاتھ　　بیچارہ کا کچھ رنگ ہوا جاتے تھا زرد

(۳۶)

افغاں نے کیا حریفِ خنجر دل کو　　اور آہ نے اک کیسہ نشتر دل کو
آنکھوں سے بھلا خون نہ ٹپکے کیونکر!　　پُر زخم کیا ہو جب سرا سر دل کو

---

۱۔ لندن-کو، مگر کا، مناسب ہے۔ غالباً سہو کاتب

رکھتا نہیں سینہ میں ہے [illegible]
کھینچے پہلو سے، اس کے کیا کیا ہیں عذاب [illegible]

(۳۸)

جس جا کر ترے شہید غم کا ہے مزار    گل بار [illegible] کو [illegible]
یہ جوش تھا ناکامی و حسرت کا وہاں    دکھ سینہ پہ ہاتھ روتے ہم [illegible]

(۳۹)

غش آتے تھے ہر دم نہ ہمیں یوں اب تک    جان، ضعف سے پہنچی نہ تھی اپنی لب تک [illegible]
اے جذبۂ دل! جلد اسے کھینچ کے لا    دن آج کا کھچتا نہیں ہم کو شب تک

(۴۰)

چھپتا نہ دکھانے حق تری شکل رکیک    عاقل جو ہے وہ آتے نہ تیرے نزدیک
اس جسم سیاہ میں وہ فرج تیرہ    ہے رات اندھیری سے بھی چاہ تاریک

(۴۱)

اے واصلہ اے فاحشہ، پوچ اور خیرہ    اتنی[1] سا ترا جسم ہے کس پہ تیرہ
کیا قدر تری کس میں ہے کبر    خر کو ہے دو بی،[2] مثل، اونٹ کے منہ میں زیرہ

(۴۲)

وہ جسم لطیف ہے جو روح مطلق    ترپ لی، جو لیا بغل میں اس کو ناحق
دیکھ اس کی لطافت اور اپنی شوخی    کھینچی یہ خجالت کر گئے، ہو کے عرق

(۴۳)

کیونکر شب عالم نہ تری کیجیے دید    طلعت سے ہے[3] تیری، مطلع صبح امید
ابرو کا تیری اشارہ، مثل مہ عید    عالم کے ذورق کی خاطر ہے کلید

---

۱۔ لندن: میں بھی
۲۔ ب: وہ بات ہے جو
۳۔ ب۔ بی سے

(۴۴)

تجھے حد و پدر جس کے گھرانے کے مرید اس سے تجھے اے لعین! ہے بغضِ شدید
مرشد کے نواسے کا ہوا دشمنِ جاں تُنے تجھ کو بنایا ہے، مگر خاک یزید

(۴۵)

گردِ طمع و حرص نہ بھر بیہودہ گرد جو سب سے کریں کنارہ، وہ مرد ہیں فرد
دنیا کا نہ طالع ہو اگر غیرت ہے صد حیف کہ زن حاکم و محکوم ہو مرد

(۴۶)

مانا، خوبکلاں پدر فطونہ، فرزند آنے اے موسلی حکیموں کی پسند
عطار بچہ کہے کہ افلاطوں ہوں تحفہ معجون ہے یہ ماشو گلقند

(۴۷)

اے دعویٔ اسلام میں تو ہے جھوٹا سر رشتۂ دیں ہاتھ سے تیرے چھوٹا
یوں آلِ پیمبر سے اکڑ کر چلنا آخر نہ ترا مہرۂ گردن ٹوٹا

(۴۸)

کیا خیر ہے یہ ! مجلسِ اربابِ نعیم جا کر جو وہاں نہو ہماری تکریم
جنت کی طرف بھی منہ نہ کیجے ممنوں طوبیٰ سے جو سرو قد نہ دیکھیں تعظیم

(۴۹)[1]

ممنون یہ تو نے دل کا کیا رنگ کیا جو عینِ صفا تھا اسے سب زنگ کیا
آئینہ گراں، سنگ سے آئینہ بنائیں شاباش تجھے، آئینہ کو سنگ کیا

(۵۰)

ممنون سفیدی اب تو مو پر آئی مو پر جو سیاہی تھی سو رو پر آئی
کھولے علمِ سفید یہ فوجِ اجل اے خفتہ نصیب اٹھ ! سر اوپر آئی

---

۱ - بیہ جملہ۔

اے عارف، اے ولی، اے [illegible]
پڑھتا سرِ افسوس ہے یوں [illegible]

(۵۲)

تمنوں[1] مئے غفلت سے سیہ ہوشی بس  رسم [illegible] تقوی [illegible]
تھا عہدِ شباب و بادۂ سرخ کباب  پیری میں [illegible] خواری و [illegible]

(۵۳)

یہ عرصۂ[1] دنیا کہ سراسر ہے سراب  لبِ تشنہ چند اس کو سمجھے ہیں آب
یہاں کیا ہوسِ رفعِ عطش اے ناداں!  کوئی بھی ہوا آج تلک ہے سیراب

(۵۴)

خوباں[2] سے طلبگارِ مسرت ہونا  ہے، ہاتھ سے مفت نقدِ راحت کھونا
گل رنگ عذاروں پہ نگہ خوش خوش تھی  معلوم نہ تھا کہ خون پڑے گا رونا

(۵۵)

دنیا[2] ہے نہ صاحبانِ ہمت کو پسند  کیا چیز ہے دور دور یہاں ہو ہر چند
گردش سے سب اس کی ایک ہنڈولے میں ہیں  پست ان سے ہی ہوتے ہیں کہ جن سے ہوں بلند

---

۱۔ ب: یہ دونوں رباعیات نہیں ہیں۔
۲۔ ب: یہ دونوں بھی نہیں ہیں۔

# استدراک

نسخہ دہلی باوجود امکانی کوششوں کے اس وقت تک حاصل نہ ہوسکا جب تک کہ پورے کلیات کی تدوین مکمل ہو کر کاپی پیسٹنگ نہ ہو گئی۔ کاپی پیسٹنگ کے مرحلہ کے بعد یہی صورت مناسب نظر آئی کہ آخر میں "استدراک" کے ذریعہ اسے شامل کلیات کیا جائے۔

صورت کچھ یوں بنی ہے کہ "اصل متن" کا صفحہ نمبر اور سطر نمبر نوٹ کر کے نسخہ دہلی کا متن استدراک میں درج کر دیا ہے۔

## قصائد

ص ۱۴، سطر ۲ — نہ مثیل و نہ مماثل رکھے نہ مثل و مثل

ص ۱۵، سطر ۹ مصرعہ ثانی — دستِ پُر قوت عدل اوسکا دمیں لیکے جبل
سطر ۱۱ — عہد میں تیرے جہاں تک ہے عدالت کا عموم
سطر ۱۵ — بادِ صرصر سے ہنے پردہ فانوس چراغ
سطر ۱۶ — ہے ترے عہد میں یہ حفظ و عدالت کا عمل
سطر ۱۹ — کسی مظلوم پہ پھینکے جو کوئی ظالم تیر
سطر ۲۰ — چل اودھر ہی کو پلٹ ہاں بس اب ایدھر کو نہ چل
سطر ۲۲ — میل پستی کرے وہ شے کہ جو ہووے بوجھل
سطر ۲۴ — رشکِ گل ہووے اگر آب میں رکھیں مشقل
سطر ۲۶ — کیا عجب ہے جو ترے عہد میں ہو جل کر خاک
سطر ۲۷ — صورت نہی زبس رکھے ہیں گردوں نے کتی
سطر ۲۸ — ہے ترے حکم اگر چاہے کہ ہو رفع علل
سطر ۲۹ — فرش ہوجائے کسی گوشۂ ایواں میں ترے

ص ۱۶، سطر ۱، مصرعۂ ثانی — روبرو تیرے عدو کیا ہو تہ تزویر و جبل
سطر ۲ — برقِ شمشیر تری ہووے اگر دشمن سوز
سطر ۲، مصرعۂ ثانی — خاک پھر اوسکی پڑے چشم عدم ہو کاجل
سطر ۳ — دیکھ اس کوکبہ تیغ کو یوں میداں سے
سطر ۶، مصرعۂ ثانی — کھینچ کر تو جو لگاوے اوسے روئے جبل
سطر ۷، مصرعہ اول و ثانی — جب کہ میداں میں اسے کھینچے ہے تو روز مصاف
راپنی ہی جان کا رکھے ہے وہاں بیم اجل
سطر ۹ — ڈر یہ ہے جائے کہیں عرصہ کاغذ سے اوچھل
سطر ۱۰ — طبع ہوتی ہے اس اندیشہ سے اسکی بے کل
سطر ۱۱، مصرعہ اول و ثانی — جست و خیز اوسکی سے کچھ دور نہیں ہے کہ جائے
توسنِ وہم صفت عرصہ کاغذ سے نکل
سطر ۱۳ — کمتر اک نیم نقطہ سے ہے تہِ پا اسکی

سطر۱۴، مصرعہ اول و ثانی
[illegible]

سطر۱۵، مصرعہ اول و ثانی
[illegible]

سطر۱۶، مصرعہ اول و ثانی
دل [illegible]
شوخ معشوق [illegible]
آئے آغوش [illegible]

سطر۱۹
طاقت کلک کہاں ہے جو کرے [illegible]

سطر۲۰
قدر سے اس در عالی کی کہیں ہے [illegible]

سطر۲۱
نہ گیا کوئی گدا اوس کا یہاں سے مایوس

سطر۲۲، مصرعہ اول و ثانی
عرض اب اسکی ہے، مقبول ہو اے صاحب کل
تری خدمت میں کہے ہے جو ترا عبد اقل

سطر۲۳
لطف سے عقدۂ خاطر کو مری بھی کر حل

سطر۲۵، مصرعہ اول و ثانی
روبرو چشم جہاں بیں کے ترے اب شاہ
ایک سا حال ہے کیا ماضی و کیا مستقبل

سطر۲۶، مصرعہ اول و ثانی
جو کہ ہے مقصد دل میرا وہ ہے تجھ پہ عیاں
کون سی شے ہے جو ہے تیری نگہ سے اوجھل

سطر۲۹
حسب حال اپنا پڑھوں ہوں تری خدمت میں شہا

سطر۳۰
ہے سیاہی میں مرا دل شب ہجراں کی مثل

سطر۳۱، مصرعہ اول و ثانی
نور تقویٰ نہیں چمکا کبھی دل پہ میرے
دل مرا مثل دل بحر ہے ظلمت کا محل

ص۱۷، سطر۱، مصرعہ ثانی
گبرو ترسا بھی اگر دیکھیے ذرا میرے عمل

سطر۳، مصرعہ اول و ثانی
تیرہ باطن ہوں مرا کام سیہ کاری ہے
ہے سیاہی میں مرا دل رخ ہندو کا بدل

سطر۶، مصرعہ اول و ثانی
ہے مرا عرض اے لمعۂ انوار خدا
ظلمت فسق کو کر نور سے تقویٰ کے بدل

سطر۸
ہو ترا نام ہی اوس وقت میرا ورد زباں

سطر۹، مصرعہ اول و ثانی
روز محشر کو محبوں میں ترے ہوں محشور
پس میری تو ہے یہی غایت امید و امل

سطر۱۱، مصرعہ ثانی
ہووے مقبول بدرگاہ حق عز و جل

زاہد شعر
تاکہ گل باغ میں ہو زینت فرق اشجار
گردن شاخ میں ہو تاکہ گلوں کی ہیکل

سطر۱۲، مصرعہ ثانی
قامت سرو کو تا ہووے عطا سبز حلل

زاہد شعر
جب تلک باغ میں ہر گل کے ہے صورت کوش
عندلیبوں کی زباں پر ہے جب تک کہ غزل

سطر۱۳، مصرعہ ثانی
تاکہ گلشن میں گل و لالہ چلادے مشعل

سطر ۱۴ — جب تلک ہاتھ میں دریا کے ہو تسبیحِ حباب
سطر ۱۵ — میل ہر شے کا ہو، تا سوئے مقرِ اصلی

ص ۶۸، سطر ۲۷، مصرعہ اول ۔ ثانی — صباح عید کہ ہیں عام نغمہ ہائے (.....)[۱]
گدا کا کاسہ ہے ہمکارِ کاسہ طنبور
[۱] کاتب نے یہاں "طرب" لکھا ہے۔ — بلند جنبشِ انگشت و تار، ساہو صلت
زاہد شعر — کرے ہے تار سے تسبیح کے نوائے سرور

ص ۹۱، سطر ۔، مصرعہ ثانی — شراب ہاتھ میں پڑھ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ
سطر ۱۱، مصرعہ ثانی — کہ انبساط کا بزمِ جہاں میں ہے یہ وفور
سطر ۱۲، مصرعۂ ثانی — کرے ہے عقدِ ثریا چمن میں آج ظہور

ص ۱۰۳، سطر ۲۵، مصرعہ ثانی — نت ، خونِ عدو میں ہے شناور
سطر ۳۲، مصرعہ ثانی — ایک اشرفی پائے ہے مقرر
سطر ۳۴ — اے لجۂ جود و ابر و احساں
سطر ۳۶ — جو کوئی کہ تیرا مدح خواں ہو

ص ۱۰۴، سطر ۲ — تو اوسکو صلہ جو دے سو ، کم ہے
سطر ۳ — پر چاہے وہ نے درم ، نہ دینار
سطر ۶، مصرعہ ثانی — درکار یہی ہے اور بس

ص ۱۰۸، سطر ۳ — توام شگفتگی سے ہے آشفتگیِ گل
سطر ۴، مصرعہ ثانی — عرمان و ہے کسی ہی یہاں برگ و بار ہے
سطر ۵، مصرعہ ثانی — ہر صبح صوتِ غنچہ سے یہ آشکار ہے
سطر ۹، مصرعہ ثانی — تا صبح نے تو بزم ہے ، نے کوئی یار ہے

## مراثی

ص ۱۰۹، سطر ۸، مصرعہ ثانی — اوس بحرِ مکرمت نے نکرنا ، کرانا تھا
سطر ۱۰، مصرعۂ ثانی — ہم والیوں نے ناقۂ ہمت کو پے کیا
سطر ۱۲، مصرعۂ ثانی — وہ خندہ تھا جو وقفِ لبِ نسترن کہاں
سطر ۱۳ — رکھتی نہیں ہیں عارضِ نسریں شگفتگی
سطر ۲۴ — نے' وا ہوئے ہیں پائے کواکب برائے گشت
سطر ۲۷، مصرعہ ثانی — نے کچھ موافقت انہوں کی خلل پسند

| حوالہ | مصرع |
| --- | --- |
| ص ۱۱۰، سطر ۳ | [illegible] |
| سطر ۶، مصرعہ ثانی | [illegible] |
| سطر ۹ | [illegible] |
| سطر ۱۰، مصرعۂ اول و ثانی | [illegible] زعفران [illegible] |
| | تیری زبان سے [illegible] |
| سطر ۱۲، مصرعۂ اول و ثانی | وہ زخم لگے سینے پہ اب [illegible] |
| | نے قابلِ رفو ہیں [illegible] مرہم [illegible] |
| سطر ۱۶ | کہتا ہوں کب کہ لگے ہنسنے آشکارا [illegible] |
| سطر ۱۸، مصرعۂ ثانی | اب ماجرائے دیدۂ دریا فشاں سنے |
| سطر ۱۹، مصرعۂ اول و ثانی | اشعارِ گرم پہ مرے کہتا [illegible] آفریں |
| | اب آہ کا وہ معرعۂ آتش فشاں سنے |
| سطر ۲۱، مصرعۂ ثانی | پر خون نوحہ و غزلِ خونچکاں سنے |
| سطر ۲۶، مصرعۂ ثانی | آئے بہار ، ہوئے گا اب بار ور یہاں |
| ص ۱۱۱، سطر ۱، مصرعۂ ثانی | کچھ تو اثر کرے گا دعائے اثر یہاں |
| سطر ۲، مصرعۂ اول و ثانی | امید تھی کہ وصل کی اب آگئی خبر |
| | واحسرتا ، وصال کی آئی خبر یہاں |
| سطر ۳، مصرعۂ ثانی | تا صبحِ حشر در پہ رہی چشمِ تر یہاں |
| سطر ۵، مصرعۂ ثانی | دودِ فغاں ہوا ہے کلف روئے مہر و ماہ |
| سطر ۶، مصرعۂ اول و ثانی | چہرہ ہوا ہے سیلیِ حسرت سے سب کبود |
| | سینہ ہوا طپانچۂ حرماں سے سب سیاہ |
| سطر ۸، مصرعۂ ثانی | تا صبح گاہِ حشر یہاں چشم ہے براہ |
| سطر ۹، مصرعۂ ثانی | جاؤ کہ ہے بحد حرم دیں کی بارگاہ |
| سطر ۱۰، مصرعۂ ثانی | کیجو یہ عرض کہتا ہے ممنوں کہ " قبلہ گاہ " |
| سطر ۱۱، مصرعہ ثانی | سالارِ کارواں کی کہیں ہے یہ رسم و راہ |

## مرثیہ میر محمد حسین

| حوالہ | مصرع |
| --- | --- |
| ص ۱۱۳، سطر ۲، مصرعہ ثانی | گلِ خنداں کو پریشانی ہے ناچار یہاں |
| سطر ۳ | ملک ہنسے صبح تو پھر چاک گریباں کو کیا |
| سطر ۴ | زہرِ ناکامی سے ہو کام و دہاں آخر تلخ |
| سطر ۸، مصرعہ ثانی | چھوٹنا دل کا بہت ہووے گا دشوار یہاں |
| سطر ۹، مصرعۂ ثانی | دیکھ یہ عرصۂ گیتی نگہِ عبرت سے |
| سطر ۱۰ | باغِ حکمت کا یہاں ایک گلِ رعنا تھا |
| سطر ۱۱، مصرعہ ثانی | زینت و زیب جو اس ساتھ گلستاں کا تھا |
| سطر ۱۳ | کیا ہوا یہ کہ مرے درد سے بے پروا ہے |

| حوالہ | متن |
|---|---|
| ص ۱۱۴، سطر ۲ | آج کیا حال ہے ، ہوتی جو نہیں افغاں ضبط |
| سطر ۳، مصرعہ اول و ثانی | جاکے اس شاہ سے کہیو کوئی میرا احوال<br>لطف سے حال غریبوں کا جو نت سنتا تھا |
| سطر ۵، مصرعہ ثانی | آہ ، واماندگی و واپسی و تنہائی |
| سطر ۱۱ | روش دہر اسی ڈھب سے چلی جاتی ہے |
| سطر ۱۲ | روش دہر سبھی خوب ہے لیکن افسوس |
| سطر ۱۳، مصرعہ ثانی | صبر گر ڈھونڈیے دل میں تو نہ کم ہے نہ زیاد |
| سطر ۱۴، مصرعہ ثانی | وہ جو غمخوار تھا ، سو اسکو نہیں غم اپنا |
| سطر ۱۵، مصرعہ اول و ثانی | ہائے کیا ہے کہ جو خاطر کو نہیں آج سرور<br>نہ تو آسودگی ہے طبع کو ، نے دل کو حضور |
| سطر ۱۸ | ہے کہاں آن کے دیکھے وہ ارسطوئے زماں |
| سطر ۱۹، مصرعہ اول و ثانی | شب سے تا صبح نہیں چشم کو اک میں خواب<br>بس کہ جاتی ہے فلک پہ یہ فغان پرشور |
| سطر ۲۰، مصرعہ ثانی | جنبش آہ ہوئی نائب نیش زنبور |
| سطر ۲۲، مصرعہ ثانی | دشمن جانی مرہم ہے ، رفو سے الفور |
| سطر ۲۳ | فائدہ بخیہ و مرہم سے ، کہ کچھ سود نہیں |
| سطر ۲۵، مصرعہ ثانی | گل اب خندہ کناں سوئے چمن آوے کا |
| سطر ۲۷، مصرعہ ثانی | مژدۂ روح جہاں سوئے بدن آوے کا |
| ص ۱۱۵، سطر ۲، مصرعہ اول و ثانی | تھی یہ امید کہ ہر زخم دل اچھا ہوگا<br>مرہم تازہ ناسور کہن آوے کا |
| سطر ۶، مصرعہ ثانی | آہ تنہائی وہی روز سیاہ ہجراں |
| سطر ۱۰، مصرعہ ثانی | نہ تو رہبر ہے نہ اس راہ میں پاؤں کا نشاں |
| سطر ۱۱ | کس طرح کھینچیے اب رخت سفر اسکی طرف |
| سطر ۱۲، مصرعہ ثانی | ہائے کیا جان پہ ہے جور و ستم کا طغیاں |
| سطر ۱۳، مصرعہ ثانی | یاس و محرومی و حرماں کا ہے اک دل پہ ہجوم |

## غزلیات

| حوالہ | متن |
|---|---|
| ص ۱۱۶، سطر ۱۱، مصرعہ ثانی | جہاں پیدا ہے دیکھو ظرف اس آئینۂ جاں کا |
| سطر ۱۰ | کلیساؤ صنم خانے نہیں دیکھے تو ادھر آ |
| سطر ۲۲، مصرعۂ ثانی | ہر آئینہ میں جلوہ ہے اس آئینہ ساز کا |
| ص ۱۱۷، سطر ۴، مصرعہ ثانی | جھگڑا ہے کا کیونکہ یہ ناز و نیاز کا |
| سطر ۱۲، مصرعہ ثانی | سمجھیں نسیم خلد کو شعلہ جحیم کا |
| سطر ۱۶، مصرعہ اول و ثانی | زہے رتبت کہ وہ ( .... کذا .... ) |

| | |
|---|---|
| سطر ۱۷، مصرعۂ ثانی | [illegible] |
| ص ۱۱۸، سطر ۳ | [illegible] ہے |
| ص ۱۱۹، سطر ۴ | ہوا بے پردہ و رسوا جواب [illegible] |
| سطر ۵، مصرعۂ اول و ثانی | نوید اے وردِ ہجر کو دورِ بی راحت [illegible] |
| | قلق میں کھل گیا کل جو دلِ مجروح کا [illegible] |
| سطر ۱۰ | جگر ہے ٹکڑے ٹکڑے کون سی طاقت پہ ہوں [illegible] |
| سطر ۱۸، مصرعۂ ثانی | نہیں مشتاق آبِ خضر اور بادِ مسیحا کا |
| سطر ۲۲، مصرعۂ اول و ثانی | نگاہِ فتنہ زا کو کس کی پھر مشقِ تغافل ہے |
| | کہ ممنوں چرخ تک ہے موج زن یاں خونِ تمنا کا |
| ص ۱۲۳، سطر ۲، مصرعۂ ثانی | ہے مہر یا کہ برق ہے، یا شعلہ طور کا |
| سطر ۶، مصرعۂ ثانی | کیا قاعدہ قفس میں اسیروں کے شور کا |
| سطر ۸، مصرعۂ اول و ثانی | کاہیدہ ناتوانی سے ہم یاں تلک ہوئے |
| | درکار ہے عصا ہمیں مژگانِ مور کا |
| سطر ۹، مصرعۂ ثانی | بیمار نے لگایا ہے کیا تیر زور کا |
| سطر ۱۴ | ممنوں اگر بگفتۂ سودا کریں نظر |
| ص ۱۲۴، سطر ۲ | دل کو کہ تنگِ تاب و تسلی ہے روزگار |
| سطر ۳ | بیعت گے دستیے راہب بیت الصنم ہے آج |
| سطر ۴، مصرعۂ اول و ثانی | کیسا کیا ہے خانہ بخانہ مجھے خراب |
| | خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا |
| ص ۱۲۵، سطر ۱۱، مصرعۂ ثانی | سایہ ہو کب نقابِ رخِ آفتاب کا |
| سطر ۱۳، مصرعۂ ثانی | عارض سے دیکھ یہ ربطِ خطِ مشک تاب کا |
| زاہد شعر | دھویا ہے چشمِ مست کو دریا میں کس نے صبح |
| | گرداب ہوگیا ہے پیالہ شراب کا |
| ص ۱۲۵، سطر ۱۵ | ممنوں بقولِ حضرتِ سودا جو دیکھیے |
| سطر ۱۷ | دیکھا جو قد و زلف و دہان، اسکا، مٹ گیا |
| ص ۱۲۶، سطر ۲ | گر کھول دوں میں سینۂ سوزاں کے چاک کو |
| ص ۱۲۷، سطر ۳ | ضبطِ نفسِ گرم کر اے بلبلِ نالاں |

سطر۳، مصرعۂ اول و ثانی

کس واسطے دیتا ہے اب آئینہ کو بوسہ
وہ شوخ جو دلدادہ نہیں اپنے دہن کا

سطر۶
سطر۸، مصرعۂ ثانی
سطر۲۰، مصرعۂ ثانی

طفلی میں دیا ہے سبق استاد نے تم کو
چھوڑا نہ نقش جامہ میں اپنے کہیں تن کا
جو یاد آتا ہے لب تک آکے رک جانا وہ گالی کا

ص ۱۲۸، سطر۲، مصرعہ ثانی
سطر۳

کسی کے کان میں تھا جلوہ یوں عقدِ لآلی کا
کسی کی جنبشِ دستِ حنائی یاد آتی ہیں

ص ۱۲۸، سطر۱۵، مصرعہ اول و ثانی

عرق اس شعلہ گوں عارض پہ کیا منع، الٰہی ہے
نہیں دیکھا ہے چھنے ربط باہم آب آتش کا

زاہد اشعار

برنگ شعلہ پہلو میں سدا جلتا ہی رہتا ہے
الٰہی کیا بنا ہے یہ دلِ بیتاب آتش کا
ڈراتا ہے عبث ممنوں کو تو دوزخ سے اے واعظ
دکھاؤں داغ دل تو ہوئے زہرہ آب آتش کا

ص ۱۲۹، سطر۷
سطر۹
سطر۱۰
سطر۱۷
سطر۱۸، مصرعۂ ثانی

ڈر اسکے عکس تیغ سے رکھے ہے بحر بھی
ممنوں غزل اک اور بھی اس بحر میں کہو
ہوں میں گدازِ عشق سے بسر حباب کا
تک پاؤں باندھتے ہی بس اتنا ابھر چلا
دیکھا جو جلوہ موج کے اوپر حباب کا

زاہد شعر

ہیں آہ گرم میں دل پر آبلہ کے تحت
یاں شعلہ میں روانہ ہے لشکر حباب کا

ص ۱۳۰، سطر۱
سطر۴
سطر۷، مصرعہ ثانی
سطر۸، مصرعہ ثانی

سپاہ درد نے طاقت میں خانہ جنگی کی
ہوئے ترے وسیلے سے روشناسِ صد اندوہ
جگر کا سوچ جدا ، فکر ہے جدا دل کا
عجب ہی سوز سے کل مرثیہ پڑھا دل کا

ص ۱۳۱، سطر۳، مصرعہ ثانی
سطر۹، مصرعہ اول و ثانی

سینۂ تنگ میں مشکل ہے چھپانا دل کا
آگ دیتا ہے کوئی گھر کو ہی اپنے ناداں
حق میں تیرے ہی نہیں خوب جلانا دل کا

زاہد شعر

ایک طپش کرتی ہے صد حسرتِ پوشیدہ طپاں
نہیں محتاج بیاں حال سنانا (دل کا)

ص ۱۳۲، سطر ۲

[illegible]

سطر ۲۲، مصرعہ ثانی

زندگی [illegible]

زاید شعر

رات [illegible]

جگر ( [illegible] ) [illegible] ایک [illegible]

ص ۱۳۲، سطر ۲۶

نقش ہے اس [illegible] دل حیران [illegible]

سطر ۲۷

نکہت مشک دم [illegible] میں ہے [illegible]

ص ۱۳۳، سطر ۱۲، مصرعہ اول و ثانی

کوئی غمخوار نہ عالم میں ہے تو آپ ہی

اپنی چھاتی سے میں روؤں دل [illegible] لگا

زاید شعر

آگ رہی لگ گئی سینے میں ہمارے مضموں

اپنے آنسو پی کے کرنے جو تقریر لگا

ص ۱۳۴، سطر ۱۵

بوسہ لینے کی بھی فرصت دی نہ بیتابی نے آہ

سطر ۱۹

چشم حیرت باز مضموں آئینہ کی رہ گئی

سطر ۲۰

سینہ میں لگتے ہی اس کا جی گیا تن سے نکل

سطر ۲۱

سنتے ہی ہم صوت مطرب خاک جل کر ہو گئے

ص ۱۳۵، سطر ۲

میں کربلائے عشق ہوں، صد دشت دور تر

سطر ۶، مصرعہ اول و ثانی

آتا تھا دم گستہ حرم سے ہر ایک صید

محو شکار کون سا طاقت شکار تھا

سطر ۷، مصرعہ ثانی

شب ہم بغل جو اپنے وہ رشک بہار تھا

ص ۱۳۶، سطر ۵

برق بے درد نے یک دست جلایا دل کو

سطر ۶، مصرعہ اول و ثانی

گل طرف تیرے ہوا ہوتا گر چشمک زن

اس کو کیا کام ادب سے کہ وہ صحرائی تھا

سطر ۷

گل جو ابروئے کج مشتیاں آئے نظر

سطر ۱۵

گل برنگ غنچہ کس کو تھی مجال گفتگو

| | |
|---|---|
| ص ۱۳۷، سطر ۱، مصرعہ ثانی | بہہ چلا جو اشک سو یہاں اختر سیارہ تھا |
| سطر ۶، مصرعہ اول و ثانی | خرمن طاقت سے یاں شعلے بھبکتے تھے پڑے |
| | گرم جولاں کل کہاں ممنوں وہ آتش پارہ تھا |
| ص ۱۴۷، سطر ۶ | دی شوق رخ گل نے یہ آتش کہ قفس میں |
| سطر ۹ | ایدھر تو ادب مانع و حایل تھی ادھر شرم |
| سطر ۱۶ | ساتھ اس کے نہ جاگے کبھی ، اک رات بھی ہمنے |
| سطر ۱۸ | لیتے ہی بس اس غلغل نے جز رشتہ دامن |
| سطر ۲۰ | سید نے کہا سن کے انصاف سے افسوس |
| ص ۱۵۹، سطر ۹، مصرعہ ثانی | دیکھا ترے کوچہ میں یہ اے جان تماشا |
| سطر ۱۲، مصرعہ ثانی | دیکھے ہے ہر اک سرو خیابان تماشا |
| زاید شعر | یاد آئیں ہیں گاہے نہ اسیران قفس بھی |
| | دیکھو ہو جو اے مرغ گلستان تماشا |
| ص ۱۶۲، سطر ۱۴ | ہم ہیں ایک آتش سوزندہ و پرنالۂ گرم |
| سطر ۱۸، مصرعہ ثانی | دم ہے اب ہو ہونٹوں پہ اے ماہ یگانا اپنا |
| ص ۳۰۸، سطر ۲۲، مصرعہ اول و ثانی | بوسہ گر مانگوں تو کہوے منہ سنبھالو خیر ہے |
| | اس سے اور میرے لبوں سے دانت کانٹا بیر ہے |
| زاید اشعار | آج دل اپنی بغل میں کیوں نہ کھٹکے مثل خار |
| | دامن اس گل کا چمن میں دست مال غیر ہے |
| | بوسہ گر مانگوں تو کہتا ہے وہ منہ کو پھیر کر |
| | اتنا کیوں منہ لگ چلے ہو ، میر ممنوں خیر ہے |
| ص ۳۱۲، سطر ۲۸، مصرعۂ ثانی | یہ جان ہمراہ تیر ، قاتل دلجو نکل آئے |
| ص ۳۱۳، سطر ۱ | عجب تھے راز باہم شمع و پروانے کو مجلس میں |
| سطر ۲ | کرے خاک و سیہ دونوں جہاں کو میری نظروں میں |
| سطر ۶، مصرعہ ثانی | نہو جاں بر ، حرم سے گر کوئی آہو نکل آئے |
| ص ۳۱۳، سطر ۷، مصرعہ ثانی | بسان دود عنبر ، دود میں خوشبو نکل آئے |
| سطر ۱۱ | شگاف سینہ سے یہ دل کبھی ڈھب پاکے نکلے ہے |
| سطر ۱۳، مصرعہ ثانی | کوئی وہ تو عجب استاد اور پرگو نکل آئے |
| سطر ۱۶ | نہ نکلیں عہدہ احساں سے تیرے ہم کبھی ہرگز |
| سطر ۱۸، مصرعہ ثانی | ذرا اس بزم میں کچھ رو گفتگو نکل آئے |
| سطر ۱۹، مصرعہ ثانی | کہ سو سو تیر لپنے تن پہ جاے مو نکل آئے |
| سطر ۲۰، مصرعہ ثانی | مگر محفل سے ممنوں پڑھ کے تو جادو نکل آئے |

| حوالہ | شعر |
|---|---|
| ص۳۴۴، سطر۸ | [illegible] |
| سطر۲۷ | ہے نشاط [illegible] |
| سطر۲۸ | نشاط و عیش [illegible] |
| ص۳۴۸، سطر۲۲ | تا کے قلق نہووے کہ طاقت ہوئی ہے [illegible] |
| سطر۲۷ | اللہ رے کس قدر ہے یہ دل آرزو [illegible] |
| ص۳۴۹، سطر۱ | بے سجدہ طاق و جلت میں دیکھوں کہاں سکت |
| سطر۱۱ | تیرا دم ہمدائی تھا یا قہر یا ستم |
| سطر۱۳ | ہم ہے دل اور دل نہیں ہوتے کبھو بہم |
| سطر۱۸ | انسان کا کیا جگر کہ نہوتا وہ اشکبار |
| سطر۲۱ | یک نیم دم کی زیست سے فرصت کو ہے کمی |
| سطر۲۲ | اور اتنی حسرتیں ہیں کہ میں جانوں یا کہ جی |
| سطر۲۷ | ماہ و ستارہ دونوں بجھے اس نے آہ کی |
| ص۳۵۱، سطر۱۸ | وحشت ایک نشہ کہ ہے زینت کا شانۂ دل |
| سطر۱۹ | درد وہ مے ہے کہ پُر جس سے ہے پیمانہ دل |
| سطر۲۴ | غم وہ آتش کہ ہے مارا جگر خرمن صبر |
| ص۳۵۲، سطر۳-۴ | لالہ داغ سے رنگیں ہے گلستان جگر |
| | زخم ہر ایک ہے اک نو گل خندان جگر |
| مخمس ۱۰، ص۳۵۲، سطر۱۴ | ہوئی کس سے تجکو صحبت کہ جو پی شراب مطلب |
| سطر۱۵ | نگہیں جھکی ہیں مژہ بھی نیم باز ہے اب |
| سطر۲۵ | تری نیم باز نرگس نظر آتی تھی گلابی |
| ص۳۵۳، سطر۳ | مئے شعلہ رنگ کو پی ، ہوئی کس سے بادہ نوشی |
| سطر۵ | کہ بیاں کرے ہے جنون ہوئی لب کو گو خموشی |
| ص۳۵۳، سطر۱۸ تا ۲۵ | گا ہے اگر در انجمن او گزر کنم |
| | کی قصہ ز دود دل خویش سر کنم |
| | چون شرح حال خود من بے پاؤ سر کنم |
| | ترسم کز محبت خویشش خبر کنم |
| | با خویش سرگرانی او بیشتر کنم |

ہر چند یہاں ہے حسرت و خواہش بہت بھری
حالت نہ پوچھ ہر دل امید وار کی
کچھ حرفِ آرزو نہ کہوں تجھ سے میں کبھی

سطر ۲۸ تا ۳۰
مثل اسکے جس پہ حاکمِ کشور کا ہو عتاب
یا جسکے قتل عامہ پہ ہو مہر شیخ و شاب
یا جس پہ ظلم ہو کسی ظالم کا بے حساب

ص ۳۵۴، سطر ۳ تا ۵
یک ذرہ مہر اسنے نہ گو کی ہے کم ہنوز
آسودہ ایک آن ہوئے پر نہ ہم ہنوز
اسنے نہیں کنارہ کیا ایک دم ہنوز

ص ۳۵۴، سطر ۸ تا ۱۰
آوارگی سے ہیں میری آگاہ شیخ و شاب
میں کو بکو و خانہ بخانہ پھرا خراب
سب مجھ کو دیکھ کر اسے بیدرد دیں خطاب

سطر ۱۴
تاثیر جب ہر ایک کی دیکھی ہوئی بباد

سطر ۲۴
صفا و صلح ازاں جنگ جو نمی آید

سطر ۲۶
بغیر جور ازاں تند خو نمی آید

ص ۳۵۵، سطر ۸
یہ کیا کہے ہے تو ممنوں کو دے ، کسی کو نہ جی

## قطعات

ص ۳۶۷، سطر ۹
زہے امام فلک شاں کہ اسکے روضہ پر

سطر ۱۱، مصرعہ ثانی
امام جن و ملک اور ہے شہ مرداں

سطر ۱۲
جلالؔ اسکے سے ہے خنک تا بچشمۂ مہر

سطر ۱۴
ہمیشہ رہتے ہیں انجم فلک پہ یوں تاباں

سطر ۱۵، مصرعہ ثانی
لکھے تو اسکا ادا ہو نہ شمہ احساں

سطر ۱۶، مصرعہ ثانی
کہ اسکے وصف و ثنا کو تو کچھ نہیں پایاں

سطر ۱۷، مصرعہ اول و ثانی
ہمیشہ تا کہ ہے خوان زمیں و نطع فلک
جہاں خوان سخاوت پہ اسکے ہو مہماں

| | الفاظ | معنی |
|---|---|---|
| ۱۔ | آز | لالچ، حرص |

## الف مقصورہ

| | | |
|---|---|---|
| ۲۔ | ابرام | مضبوط پکڑنا، بٹنا، تنگ کرنا |
| ۳۔ | اتو | کپڑے کے نقش و نگار اور آرائش |
| ۴۔ | اثیر | بلند عالی۔ مجازاً آسمان |
| ۵۔ | اجاغ | چولہا، آتش دان |
| ۶۔ | احصا | گننا، گنتی کرنا |
| ۷۔ | اچپل | شوخ طبع، چنچل، چالاک |
| ۸۔ | ازرق | نیلا، کرنجی آنکھ والا، زاہد، پرہیزگار |
| ۹۔ | استبرق | گاڑھا ریشمی کپڑا، بافتہ |
| ۱۰۔ | استحباب | دوست رکھنا |
| ۱۱۔ | استیلام | ہونٹوں سے پتھر چومنا (اصطلاحاً ہاتھ کے اشارے سے پتھر چومنا) |
| ۱۲۔ | اصل السوس | ملیٹھی |
| ۱۳۔ | اطناب | خیمہ کی ڈوریاں (طنب) |
| ۱۴۔ | اعتصام | گناہ سے بچانا، مضبوط پکڑنا |
| ۱۵۔ | اعمیٰ | اندھا، نابینا |
| ۱۶۔ | اغبر | خاکی، گرد آلود |
| ۱۷۔ | افراشتہ | بلند کیا ہوا |
| ۱۸۔ | افشردہ | نچڑا، نچوڑا ہوا، چھویا ہوا |
| ۱۹۔ | اکلیل | تاج، مرصع عصابہ |
| ۲۰۔ | اکنوں | اب بھی |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۱- | التہاب | آگ کا بھڑکانا، شعلہ مارنا |
| ۲۲- | التذاذ | لذت حاصل کرنا، مزہ پانا |
| ۲۳- | الیف | مانوس، پالتو۔ سدھایا ہوا |
| ۲۴- | امارت | امیر ہونا، حکومت، سرکاری |
| ۲۵- | امل | آرزو، امید |
| ۲۶- | انامل | انگلیوں کے سرے |
| ۲۷- | اندک | ذرا کم |
| ۲۸- | انگبیں | شہد |

ب

| | | |
|---|---|---|
| ۲۹- | باج خواہ | محصول لینے والا |
| ۳۰- | بجزوس افرق | مثل مرغہ |
| ۳۱- | بدراہم | سرکش گھوڑا، ہمیشہ خوش و خرم، بہتر |
| ۳۲- | بُدّو | ابتدا، ظاہر ہونا۔ جنگل |
| ۳۳- | بدو | سخت گھوڑا |
| ۳۴- | بذل | بخشش، ہبت، سخا، عطا |
| ۳۵- | براں | کاٹنے والا |
| ۳۶- | برجیس | ستارہ مشتری، زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی |
| ۳۷- | برگستواں | ایک لباس جنگ، پاکھر |
| ۳۸- | برکہ | حوض |
| ۳۹- | برہ | خوبی، آراستگی |
| ۴۰- | بریدہ | کاٹا ہوا، رخ، متروک |
| ۴۱- | بزغالہ | بکری کا بچہ |
| ۴۲- | بق | کھٹمل، مچھر |
| ۴۳- | بنت عنب | انگوری شراب |
| ۴۴- | بوتہ | کھٹالی |
| ۴۵- | بوم | بنجر زمیں، سرشت، الو، طینت |
| ۴۶- | بہق | چہرے پر پڑے ہوئے داغ۔ جسم کے داغ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۷۔ | [illegible] | [illegible] |
| ۴۸۔ | بیدق | شطرنج کا پیادہ |
| ۴۹۔ | بیرق | نقارہ [illegible] |
| ۵۰۔ | بیرق | جھنڈا ، علم ، جھوٹا نقارہ |
| ۵۱۔ | بیغل | اصلی ، بے ملاوٹ ، بے شک |

پ

| | | |
|---|---|---|
| ۵۲۔ | پرتوزا | روشن کرنے والا |

ت

| | | |
|---|---|---|
| ۵۳۔ | تتق | بڑی چادر ، سرا پردہ ، جہاز کا عرشہ |
| ۵۴۔ | تحلیف | قسم دینا ، حلف اٹھوانا |
| ۵۵۔ | ترسا | آتش پرست ۔ نصرانی ، ڈرنے والا |
| ۵۶۔ | تسطیر | سطر کھینچنا ، لکھنا |
| ۵۷۔ | تعبیہ | آراستہ کرنا ، چھپانا |
| ۵۸۔ | تفقدی | ڈھونڈنا ، پوچھنا ، غمخواری کرنا |
| ۵۹۔ | توتیا | سرمہ |

ٹ

| | | |
|---|---|---|
| ۶۰۔ | ٹھور | منقار ، چونچ |

ث

| | | |
|---|---|---|
| ۶۱۔ | ثعبان | اژدہا ، دیومار |
| ۶۲۔ | ثمین | قیمتی |

ج

| | | |
|---|---|---|
| ۶۳۔ | جاموس | بھینسا ، گاؤمیش نر |

| | | |
|---|---|---|
| ۶۴۔ | جردہ | دوغلا |
| ۶۵۔ | جکاک | تراشنے والا |
| ۶۶۔ | جمدھر | ایک پرانا ہتھیار |
| ۶۷۔ | جنگاہ | میدان جنگ، مقام جنگ |
| ۶۸۔ | جوال | لادنے کی گون، گھٹیا |

## چ

| | | |
|---|---|---|
| ۶۹۔ | چامہ | شعر، نظم، غزل |
| ۷۰۔ | چغانہ | ایک ساز کا نام |
| ۷۱۔ | چکاں | ٹپکا ہوا |
| ۷۲۔ | چکش | ہتھوڑا |
| ۷۳۔ | چلیپائی | صلیبی |
| ۷۴۔ | چنبری | دائرے میں، حلقہ والا |
| ۷۵۔ | چنگال | پنجہ |
| ۷۶۔ | چہ | کیا، کیونکہ |

## ح

| | | |
|---|---|---|
| ۷۷۔ | حجاب | دربان، نگہبان |
| ۷۸۔ | حجج | حجت کی جمع |
| ۷۹۔ | حداد | تلواریں، چھریاں |
| ۸۰۔ | حزم | کام میں ہوشیار ہونا |
| ۸۱۔ | حسام | تلوار، تلوار کی دھار |
| ۸۲۔ | حصن | قلعہ، معلق آسمان |
| ۸۳۔ | " | عورت کی عفت |
| ۸۴۔ | حصیر | چٹائی، بوریا |
| ۸۵۔ | حصین | استوار، محکم |
| ۸۶۔ | حضیض | پستی، نشیب |

۸۷۔ حک — [illegible]

۸۸۔ حکاک — [illegible]

۸۹۔ حلل — لباس [illegible]

۹۰۔ حلہ سازیاں — زیور بنانا، سجانا

۹۱۔ حلہ پردازیاں — سنگھار کرنا، زیور سے سجانا

۹۲۔ حنش — سانپ، مار

## خ

۹۳۔ ختامہ — چھڑا، یا کوئی چیز جس پر مہر لگائیں

۹۴۔ خرگاہ — بہت بڑا خیمہ

۹۵۔ خرگاہ — خوشی کی جگہ

۹۶۔ خردل — رائی

۹۷۔ خسک — کسم کا پھول

۹۸۔ خلور — کلبلانا، جی میں آنا

۹۹۔ خلخال — پازیب، گوجری

۱۰۰۔ خویشاند — عزیز، رشتہ دار

۱۰۱۔ خیزران — بید

## د

۱۰۲۔ دبور — پیٹھ پھیرنا، لپانا، بوڑھا ہونا

۱۰۳۔ درجک — ڈبیا، صندوقچی

۱۰۴۔ دردا — ہائے افسوس، دریغا

۱۰۵۔ دری — فارسی زبان کی ایک قسم، جانتا

۱۰۶۔ دسار — لوہے کی کیل، میخ

۱۰۷۔ دستال — رومال، بدحال، قیدی

۱۰۸۔ دق — بھیک مانگنا (دک کا معرب)

دلق — تیز زبان، گدڑی، میان سے تلوار نکالنا

| | | |
|---|---|---|
| ۱۰۹۔ | دل و سبو | ڈول، مٹکا |
| ۱۱۰۔ | دمیدہ | اگا ہوا، پھٹا ہوا، حملہ کیا ہوا |
| ۱۱۱۔ | دودہ | چراغ کا کاجل، خاندان، کنبہ |
| ۱۱۲۔ | دوسر | قوی ہیکل، مضبوط |
| ۱۱۳۔ | دوشینہ | گزشتہ رات والا، کندھے کا بوجھ |
| ۱۱۴۔ | دولاب | رہٹ، شراب یا پانی کا گھڑا |

ذ

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱۵۔ | ذق | جلبہ، ذوق مصدر |
| ۱۱۶۔ | ذنب اسقار | روشنی کا دنبالہ (لکیر) |
| ۱۱۷۔ | ذنب | گناہ |

ر

| | | |
|---|---|---|
| ۱۱۸۔ | راوق | شراب |
| ۱۱۹۔ | رایت | نیزہ، جھنڈا، علم |
| ۱۲۰۔ | رحیق | خالص اور صاف شراب |
| ۱۲۱۔ | رستاخیز | قیامت |
| ۱۲۲۔ | رشحہ ریز | قطرے ٹپکنا |
| ۱۲۳۔ | رمد | آنکھ دکھنا، آنکھ آنا |
| ۱۲۴۔ | رمح | برچھا |
| ۱۲۵۔ | رمیدہ وضع | بھاگا ہوا |
| ۱۲۶۔ | رمیم بسوندی | گلی ہوئی، بوسیدہ ہڈی |
| ۱۲۷۔ | رہ گرا | مسافر |

ز

| | | |
|---|---|---|
| ۱۲۸۔ | زاغ | کوا |
| ۱۲۹۔ | زال | بڑھیا۔ بوڑھا |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۳۰۔ | [illegible] | |
| ۱۳۱۔ | [illegible] | [illegible] |
| ۱۳۲۔ | زشت سیمائی | بدصورت، [illegible] |
| ۱۳۳۔ | زنگولہ | گھنٹا، جرس |
| ۱۳۴۔ | زہ | بچہ، فرزند، نطفہ |
| ۱۳۵۔ | زہ | کنارہ، کمان کا چلہ |
| ۱۳۶۔ | زوار | مسلح چیز |
| ۱۳۷۔ | زوار | بہت زیارت کرنے والا |
| ۱۳۸۔ | زورق | چھوٹی کشتی |

## س

| | | |
|---|---|---|
| ۱۳۹۔ | ساحت | میدان، آنگن |
| ۱۴۰۔ | سباغ | سالن جس سے روٹی کھائیں |
| ۱۴۱۔ | سُباع | سات |
| ۱۴۲۔ | سبل | سبیل کی جمع |
| ۱۴۳۔ | سبوس | بھوسی چوکر |
| ۱۴۴۔ | ستودہ | تعریف کیا گیا |
| ۱۴۵۔ | ستیزہ فن | لڑائی میں ماہر |
| ۱۴۶۔ | سجع | موزوں کلام، قمری کی آواز |
| ۱۴۷۔ | سحب | گھسیٹنا، پھیلانا |
| ۱۴۸۔ | سحبان | عرب کا فصیح و بلیغ شخص کا بیٹا |
| ۱۴۹۔ | سربال | قمیص، کرتا (سروال) |
| ۱۵۰۔ | سقنقور | ماہی ریت۔ ریت کی مچھلی |
| ۱۵۱۔ | سگال | فکر، اندیشہ، دشمنی |
| ۱۵۲۔ | سکر | مستی، بیہوشی، اصل، دیمک |
| ۱۵۳۔ | سمک | مچھلی، ماہی |
| ۱۵۴۔ | سمندر | آگ کا کیڑا جو آتش کدے میں پیدا ہوتا ہے |
| ۱۵۵۔ | سندس | ایک قسم کا باریک دیبا |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۵۶۔ | سنون | منجن |
| ۱۵۷۔ | سودن | گھسنا ، ملنا ، رگڑنا |
| ۱۵۸۔ | سوس | ملیٹھی کا درخت |
| ۱۵۹۔ | سہا | ایک ننھا تارہ |
| ۱۶۰۔ | سیما | علامت ، نشان ، پیشانی |

## ش

| | | |
|---|---|---|
| ۱۶۱۔ | شاب | جوان |
| ۱۶۲۔ | شاغل | مشغول ، کام رکھنے والا |
| ۱۶۳۔ | شباک | جال ( وشبکہ ) |
| ۱۶۴۔ | شپرک | چمگادڑ |
| ۱۶۵۔ | شبک | جال ، جالی |
| ۱۶۶۔ | شحنہ | کوتوال |
| ۱۶۷۔ | شرزہ | غصہ میں بھرا ہوا ، بپھرا ہوا |
| ۱۶۸۔ | شگرف | عجب ، نادر ، مضبوط |
| ۱۶۹۔ | شمال | بایاں ہاتھ ، اثر ، عادت ، خصلت ، شمالی ہوا |
| ۱۷۰۔ | شنا | تیرنا ، تیراک ، ڈنڈ کی ورزش |
| ۱۷۱۔ | شنجرف | سرخ معدنی چیز ، سرخ روشنائی |
| ۱۷۲۔ | شہود | گواہ ، شاہد |
| ۱۷۳۔ | شہوق | بلند اور اونچا |

## ص

| | | |
|---|---|---|
| ۱۷۴۔ | صداع | سر کا درد |
| ۱۷۵۔ | صعوہ | ممولا ، جو ایک دم ہلانے والا ابلق مو کی پرندہ ہے |
| ۱۷۶۔ | صومعہ | گرجا |
| ۱۷۷۔ | صیت | شہرت ، آوازہ ، ہتھوڑا |
| ۱۷۸۔ | صیرفی | صراف ، حیلہ گر |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۷۹- | [illegible] | [illegible] |
| ۱۸۰- | ضمان | ذمہ داری، بیمہ، ضامن |
| ۱۸۱- | ضیمران | ناز بو، ریحان |

## ط

| | | |
|---|---|---|
| ۱۸۲- | طباشیر | بنسلوچن، کھریا |
| ۱۸۳- | طرقو | ہٹ جاؤ، چوبدار کی آواز |
| ۱۸۴- | طعمہ | روزی، خوراک |
| ۱۸۵- | طلل | جسم، بدن |
| ۱۸۶- | طوسی | بینگنی رنگ، طوس کا باشندہ |

## ع

| | | |
|---|---|---|
| ۱۸۷- | عارض | گال، رخسار |
| ۱۸۸- | عارض | لاحق ہونے والا |
| ۱۸۹- | عبوس | ترش روئی |
| ۱۹۰- | عبیر | زعفران، ایک مرکب خوشبو |
| ۱۹۱- | عربدہ | بدخوئی، لڑائی |
| ۱۹۲- | عرصہ | میدان، صحن، فاصلہ |
| ۱۹۳- | عسس | کوتوال، شہر کا محافظ |
| ۱۹۴- | عسیر | مشکل، دشوار |
| ۱۹۵- | عرعر | چیڑ کا درخت |
| ۱۹۶- | عقرب | بچھو |
| ۱۹۷- | عقیم | بے اولاد، بانجھ عورت |
| ۱۹۸- | علق | جما ہوا خون |
| ۱۹۹- | عنود | گمراہ، جھگڑے باز |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۰۰۔ | عین | آنکھ، شعاع، طلا |
| ۲۰۱۔ | عیوق | ایک روشن تارا |

## غ

| | | |
|---|---|---|
| ۲۰۲۔ | غالیہ | ایک مرکب خوشبو |
| ۲۰۳۔ | غالیہ مو | خوشبو دار بالوں والا |
| ۲۰۴۔ | غچک | سارنگی |
| ۲۰۵۔ | غربال | چھلنی، حرا آدمی، دف |
| ۲۰۶۔ | غرہ | فریفتگی، ناتجربہ کاری |
| ۲۰۷۔ | غرہ | غرور، مغرور |
| ۲۰۸۔ | غرہ | چاند کی پہلی تاریخ |
| ۲۰۹۔ | غفراں پناہ | بخشش، معافی دینے والا |

## ف

| | | |
|---|---|---|
| ۲۱۰۔ | فرخاری | ترکستان کا ایک شہر جو خوبصورتی میں مشہور ہے |
| ۲۱۱۔ | فرخاری | خوبصورت |
| ۲۱۲۔ | فرس | اسپ |
| ۲۱۳۔ | فرو | کم، نیچے |
| ۲۱۴۔ | فستق | پستہ |
| ۲۱۵۔ | فلوس | پیسہ، دولت |

## ق

| | | |
|---|---|---|
| ۲۱۶۔ | قبوس | رسیدیں (عربی) |
| ۲۱۷۔ | قراں | میل، نزدیکی |
| ۲۱۸۔ | قربوس | چنائے زین، زین کے آگے اور پیچھے اٹھے ہوئے کنارے |
| ۲۱۹۔ | قزل | سرخ، لال |
| ۲۲۰۔ | قسطاس | بڑی ترازو |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۲۱۔ | قفا | [illegible] |
| ۲۲۲۔ | قلاب | [illegible] |
| ۲۲۳۔ | قلاب | آنکڑہ [illegible] |
| ۲۲۴۔ | قیرگوں | کالا، تارکول کے رنگ کا |
| ۲۲۵۔ | قیفال | ہاتھ کی ایک رگ |

## ک

| | | |
|---|---|---|
| ۲۲۶۔ | کاز | مٹی کا تیل |
| ۲۲۷۔ | کاستہ | گھٹایا ہوا |
| ۲۲۸۔ | کاف | ہٹانے والا، باز رکھنے والا |
| ۲۲۹۔ | کبود | نیلگوں |
| ۲۳۰۔ | کبوس | زین پوش |
| ۲۳۱۔ | کبوس | ٹیڑھی میڑھی لکیر |
| ۲۳۲۔ | کُدُر | تیرہ، گدلا، مکدر |
| ۲۳۳۔ | کدر | گدلا پن، کیوڑے کا پیڑ |
| ۲۳۴۔ | کنز | ذخیرہ جمع کرنا |
| ۲۳۵۔ | کنز | خزانہ، سونا چاندی |
| ۲۳۶۔ | کوکنار | پوست کا ڈوڈا |

## گ

| | | |
|---|---|---|
| ۲۳۷- | گزاف | بیہودہ، بکی، یاوہ، بیجا |
| ۲۳۸- | گسستہ | توڑا ہوا، ٹوٹا ہوا |
| ۲۳۹- | گلخن | انگیٹھی، بھاڑ، بھٹی |

## ل

| | | |
|---|---|---|
| ۲۴۰- | لامع | روشن، چمکیلا |
| ۲۴۱- | لب گزاں | ہونٹ کاٹتا ہوا، ہونٹ کاٹنے والا |
| ۲۴۲- | لجہ | تھاہ، بھنور، گرداب، ورطہ، جار موجہ |
| ۲۴۳- | لحیہ کیش | داڑھی والا |
| ۲۴۴- | لعب | کھیل، بازی |
| ۲۴۵- | لعبت | گڑیا |
| ۲۴۶- | لعلی | نقاشی کا ایک رنگ |
| ۲۴۷- | لق لق | بے بالوں کا |
| ۲۴۸- | لمعات | روشنی (جمع) چمک |
| ۲۴۹- | لوحش اللہ | اللہ اس کو وحشت نہ دے (کلمہ تعجب و تعظیم) |
| ۲۵۰- | لوزینہ | بادام پستہ اور گری کا حلوہ |

## م

| | | |
|---|---|---|
| ۲۵۱- | مائدہ | کھانے سے بھرا ہوا دستر خوان |
| ۲۵۲- | متعال | بزرگ، بلند ہونے والا |
| ۲۵۳- | مجدر | چیچک زدہ |
| ۲۵۴- | مجہلہ | جہالت پر آمادہ کرنے والی چیز |
| ۲۵۵- | محاق | چاند کا گھناؤ، چاند کے مہینے کی آخری تاریخیں |
| ۲۵۶- | محبرہ | دوات، آمہ |
| ۲۵۷- | محرف | بات، مطلب سے پھرنے والا |
| ۲۵۸- | محرف | آڑا، مطلب سے پھرا ہوا |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۵۹- | محرق | [illegible] والا |
| ۲۶۰- | محک | کسوٹی |
| ۲۶۱- | مخلخ | [illegible] |
| ۲۶۲- | مخلد | ہمیشہ، دوامی |
| ۲۶۳- | مخلب | [illegible]، شکاری پرند کا پنجہ، [illegible] |
| ۲۶۴- | مدبری | پیٹھ دکھانا |
| | مدرک | سمجھا ہوا، دریافت کیا ہوا |
| ۲۶۵- | مدیر | گھمانے والا، ایڈیٹر |
| ۲۶۶- | مذاب | پگھلا ہوا، گداختہ، شراب |
| ۲۶۷- | مرفق | وہ کام جس سے فائدہ ہو |
| ۲۶۸- | مروحہ | پنکھا |
| ۲۶۹- | مستاصل | جڑ سے اکھاڑنا |
| ۲۷۰- | مستہلک | نیست کیا ہوا |
| ۲۷۱- | مستمند | حاجت، رنجیدہ، غمگین |
| ۲۷۲- | مسعب | درست، جائز |
| ۲۷۳- | مس طینتاں | تانبہ کی سی خصلت، سرشت رکھنے والا |
| ۲۷۴- | مسیر | سیر کی جگہ، سیر کرنا، دورہ، حلقہ |
| ۲۷۵- | مشحون | بھرا ہوا، پریدہ، پر |
| ۲۷۶- | مشعبد | بازیگر، شعبدہ باز |
| ۲۷۷- | مشوش | منہ صاف کرنے کا رومال |
| ۲۷۸- | مشوش | پریشان کرنے والا |
| ۲۷۹- | مصاف | صف باندھنا |
| ۲۸۰- | مصیقلہ | صیقل کرنے، چمکانے کا آلہ |
| ۲۸۱- | مصقل | چمکانے کا آلہ |
| ۲۸۲- | مصئون | محفوظ |
| ۲۸۳- | مطبوع | پسند، چھاپی ہوئی چیز |
| ۲۸۴- | مطموس | ناپید، غائب |
| ۲۸۵- | معجر | اوڑھنی، دوپٹہ |

| | | |
|---|---|---|
| ۲۸۶- | معقد | گرہ لگانے کی جگہ |
| ۲۸۷- | معقر | دقیق اور مشکل بات |
| ۲۸۸- | مغفر | خود کے نیچے زرہ، زرہ کا ٹکڑا |
| ۲۸۹- | مفرش | فرش بچھانے والا |
| ۲۹۰- | مفروش | بچھونا، بچھایا ہوا |
| ۲۹۱- | مقرون | نزدیک کیا ہوا، ملایا ہوا |
| ۲۹۲- | مقر | اقرار کرنے والا |
| ۲۹۳- | مقنع | باریک چادر |
| ۲۹۴- | ملصق | چپکا ہوا |
| ۲۹۵- | ملمس | چھونے کی چیز، جسم اور کھال |
| ۲۹۶- | ملون | رنگ برنگ کیا ہوا |
| ۲۹۷- | مماس | گھسنے والا، گھسنے کی جگہ |
| ۲۹۸- | منعقد | بندھنے والا |
| ۲۹۹- | منقب | سوراخ کرنے کا آلہ، پہاڑی راستہ |
| ۳۰۰- | منقل | منزل، انگیٹھی، آتش دان |
| ۳۰۱- | منوال | دستور، طریقہ، جولاہے کی تر |
| ۳۰۲- | مواکب | لشکر، سپاہ |
| ۳۰۳- | موصل | وصل کیا ہوا، پیوند کیا ہوا |
| ۳۰۴- | موصل | ملنے کی جگہ |
| ۳۰۵- | میل | سلائی، فرسنگ کا نشان |
| ۳۰۶- | میل | توجہ، خواہش |
| ۳۰۷- | مینو | بہشت، زمرد، زبرجد |

## ن

| | | |
|---|---|---|
| ۳۰۸- |ناردن | گلنار، نام پھلواری |
| ۳۰۹- | نائرہ | آگ، شعلہ، دشمنی، کترانے والا |
| ۳۱۰- | نخلہ ایمن | مبارک پیڑ |
| ۳۱۱- | نداف | دھنسا |

| | | |
|---|---|---|
| ۳۱۲- | نراد | چوسر کھیلنے والا |
| ۳۱۳- | نسر | گدھ، کرگس، نام بت کا |
| ۳۱۴- | نطاق | پٹی، کمربند، پٹکا |
| ۳۱۵- | نطع | بساط، چمڑے کا بچھونا |
| ۳۱۶- | نغز ترک | انوکھا، نادر، رخنہ، شگاف |
| ۳۱۷- | نغزک | اچھی چیز، اچھا معمولی کام |
| ۳۱۸- | نفت | مٹی کا تیل، بارود |
| ۳۱۹- | نفحہ | خوشبو |
| ۳۲۰- | نقرہ | پگھلی ہوئی چاندی، گدھا، سفید گھوڑا |
| ۳۲۱- | نکو محضر | نیک خصلت، اچھی عادت |
| ۳۲۲- | نکوفر | اچھی شان و شوکت |
| ۳۲۳- | نواصب | خارجی (مسلمانوں کا وہ گروہ جو حضرت علیؓ کے خلاف تھا) |
| ۳۲۴- | نواصی | پیشانیاں |
| ۳۲۵- | نوال | بخشش، عطا |
| ۳۲۶- | نوشین | میٹھا، شیریں |
| ۳۲۷- | نیرو | زور، طاقت، قوت |
| ۳۲۸- | نیمہ | آدھا، نصف، طرف |

و

| | | |
|---|---|---|
| ۳۲۹- | ورع | پرہیزگاری |
| ۳۳۰- | وسمہ | نیل کی پتی |
| ۳۳۱- | وہاج | روشن، چمکیلا، بھڑکیلا |

ہ

| | | |
|---|---|---|
| ۳۳۲- | ہبا | غبارہ، ذرہ |
| ۳۳۳- | ہدر | کسی کا خون بہانا جائز ہونا |

ے

۳۳۴۔ یغمائی — لوٹا ہوا شہر یغما کا باشندہ

۳۳۵۔ یادہ گو — بیہودہ گو، بکواسی

میر نظام الدین ممنون (وفات ۱۲۶۰ھ) اپنے دور کے پرگو، مشاق و قادر الکلام شاعر تھے اور اردو شاعری کی اس بڑی روایت کے علمبردار تھے جو "ولی دکنی" سے شروع ہو کر "حاتم" سے ہوتی ہوئی "ابراہیم ذوق" تک پہنچتی ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ اپنے دور کے اتنے اہم و معتبر شاعر کا کلیات اب تک شائع نہیں ہوا۔ خوشی کی بات ہے کہ اب یہ کام "ڈاکٹر صدیقہ ارمان" کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا ہے۔ "کلیات ممنون" مرتب کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ متن کی صحت کے ساتھ تیاری جان جوکھوں کا کام ہے۔ "ڈاکٹر صدیقہ ارمان" نے پتا مار کر اس کام کو بڑی جاں کاہی سے کیا ہے۔

-------- ڈاکٹر جمیل جالبی

ممنون اردو ادب کے دور قدیم کے اہم شعراء میں شامل ہیں وہ اپنے مزاج کے اعتبار سے شعر گوئی میں بلند مقام کے حامل تھے تو دوسری طرف انہوں نے آنے والی نسلوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ انہوں نے ہر قابل ذکر صنف میں طبع آزمائی کی ہے اور اصناف کے معیار متعین کرنے والوں میں ان کا نام شامل ہے۔

ایک ایسے بڑے اور اچھے شاعر کے کلیات کا شائع نہ ہونا ایک بڑی کمی تھی۔ "ڈاکٹر صدیقہ ارمان" نے بہت محنت اور لگن سے کام کر کے ایک اہم تحقیقی ضرورت کو پورا کیا ہے۔

------- پروفیسر یونس حسنی